سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

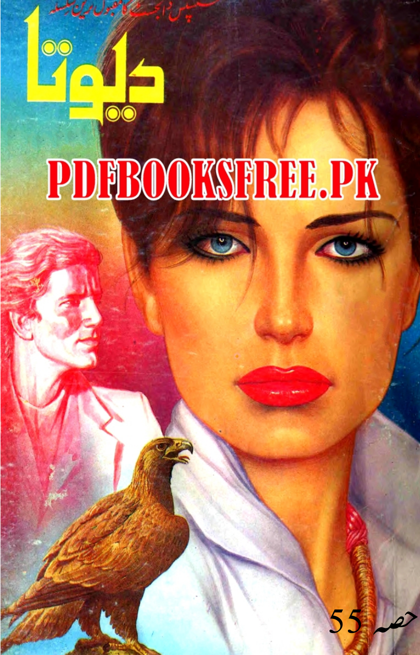

PDFBOOKSFREE.PK

حصہ 55

سسپنس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی
سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

PDFBOOKSFREE.PK

دیوتا

حصہ 55

راوی:۔ فرہاد علی تیمور
مصنف:۔ محی الدین نواب

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ۔ کراچی ۔ ۱

PDF.com to re the watermark

55

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو چوراسی ماہ سے جاری ہے

دیوتا

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں، رنگینیوں اور تحیر کے اُس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس
نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس
کے ذہن میں چاہتا، جھانک لیتا اور یہی اُس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔
دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش رُبا جسے قارئین کی دو نسلیں نہایت
بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی جیسے
نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور
کی لازوال اور بے مثال داستانِ عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے
ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار ہے۔

اُردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

میں وہاں سے باہر آکر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ پھر ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کی جانب بڑھنے لگا۔ اس وقت سات بجنے والے تھے۔ مجھے مزید پانچ گھنٹے گزارنے کے بعد راوی کے اس پار بارہ دری میں جانا تھا۔ یہ وقت میں کہیں باہر گزار سکتا تھا۔ لیکن دل کہہ رہا تھا' گھر جانا چاہیے۔

پتا نہیں کیوں' میرے ذہن میں یہ بات آرہی تھی کہ شاید آج کے بعد میں ندا کو نہیں دیکھ سکوں گا۔ نہ جانے کیا ہونے والا تھا؟ کیا میری دنیا بدلنے والی تھی؟ کیا میری زندگی کا رخ دوسری طرف پھرنے والا تھا؟

اصل سوال یہ تھا' کیا آج آدھی رات کے بعد میری یادداشت بحال ہو جائے گی؟ کیا پچھلی زندگی یاد آئے گی تو موجودہ زندگی کو بھول جاؤں گا؟ پچھلی محبتیں آکر گلے لگیں گی تو ندا کی محبت کا گلا گھٹ جائے گا؟

یہ خیال تکلیف دہ تھا۔ میں دل سے دعا مانگ رہا تھا کہ ندا کے ساتھ ناانصافی نہ ہو۔ وہ بلاشبہ ایک بہترین شریکِ حیات ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ چکا تھا۔ اس کی محبت میں کوئی لالچ' کوئی خود غرضی نہیں تھی پھر یہ کہ وہ بڑی ذہانت اور حاضر دماغی سے میرے بہت بڑے کاروبار کو سنبھال رہی تھی۔ کوئی بھی خوش نصیب شخص ایسی شریکِ حیات سے محروم ہونا نہیں چاہے گا اور میں تو اس سے محروم ہونے کا تصور بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں نے کوٹھی میں پہنچ کر اسے دیکھا تو اس کی آنکھوں نے چغلی کھائی۔ وہ رو رہی تھی۔ میری آہٹ سنتے ہی اس نے آنچل سے اچھی طرح آنکھیں پونچھ لی تھیں۔ اس کے باوجود مٹ جانے والے آنسوؤں نے کہیں سے صدا دی کہ وہ اندر سے بہت دکھی ہے۔

میں نے دونوں بازو پھیلائے تو وہ دوڑتی ہوئی آکر میرے سینے سے لگ گئی۔ ایسے وقت خود پر قابو نہ رکھ سکی۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟ اس طرح کیوں رو رہی ہو؟''

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ میں نے پوچھا۔ ''یہ سر ہلانے کا مطلب کیا ہوا؟''

وہ بولی۔ ''کچھ نہیں... بس یونہی رونے کو جی چاہ رہا ہے۔''

''انسان ہمیشہ ہنسنا چاہتا ہے۔ رونا کبھی نہیں چاہتا پھر تم رونے کے موڈ میں کیوں ہو؟''

اس نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ ''میں کھانا لگا رہی ہوں۔ آپ منہ ہاتھ دھولیں۔''

میں نے کہا۔ ''پہلے ہی کھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ تمہارے آنسوؤں نے رہی سہی بھوک بھی اڑادی ہے۔''

''میں نے کہا نا' کوئی بات نہیں ہے۔ بس یونہی رونے کو جی چاہ رہا تھا۔''

''میرا بھی آج بھوکا رہنے کو جی چاہ رہا ہے۔ جو شخص اپنی حسین اور ذہین بیوی کے آنسو نہ پونچھ سکے۔ اسے بھوکا مرجانا چاہیے۔''

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر میرے ہونٹوں پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''مریں آپ کے دشمن... ایک تو دل ایسے ہی گھبرا رہا ہے۔ اوپر سے آپ گھبراہٹ طاری کر رہے ہیں۔''

''تو پھر سچ سچ بتاؤ۔ تمہیں میں رُلا رہا ہوں یا یہ آنسو کسی دشمن کے لائے ہوئے ہیں؟''

وہ بڑی آہستگی سے آگے بڑھ کر پھر میرے سینے سے لگ گئی۔ کہنے لگی۔ ''میں نہیں جانتی' کیا ہونے والا ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ آج دوپہر کو آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں آپ کو دیکھا.....''

اتنا کہہ کر وہ چپ ہوگئی۔ آگے کہنے سے ہچکچانے لگی۔

میں نے پوچھا۔ ''تم نے کیا دیکھا؟''

''آپ .... آپ سونیا اور چار بچوں کے ساتھ تھے۔''

میں نے کہا۔ ''تم دن رات یہی سوچتی رہتی ہو کہ میں سونیا کا فرہاد ہوں۔ اسی لیے ایسا خواب دیکھا ہے۔''

''بعض خواب بہت سچے ہوتے ہیں۔ جو دیکھو وہی سامنے آتا ہے۔''

اس کی بات دل کو لگ رہی تھی۔ داتا دربار کے احاطے میں بزرگ بابا صاحب نے بھی یہی کہا تھا کہ آج میرے من کی مراد پوری ہوگی۔ یعنی میری یادداشت واپس آسکتی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہی ثابت ہوگا کہ میں اپنی پچھلی زندگی میں فرہاد علی تیمور تھا۔ سونیا میری شریکِ حیات تھی اور ندا نے خواب میں یہی دیکھا تھا۔

اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا پھر پوچھا۔ ''آگے بولوں...؟''

''ہاں بولو! اور کیا دیکھا ہے؟''

اس کی آنکھوں میں پھر آنسو آگئے۔ وہ سر جھکا کر بولی۔ ''جب میں آپ کے سامنے آئی تو آپ نے مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ آپ کو پچھلی زندگی یاد آگئی تھی اور موجودہ زندگی کو بھول گئے تھے۔''

یہ کہتے ہی وہ پھر ایک ننھی بچی کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔ میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا تھا۔ جو اندیشہ دل میں تھا' وہی اس نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کا خواب اور میرے موجودہ حالات کہہ رہے تھے' میں دوراہے پر آگیا ہوں۔ ایک راہ پر ندا تنہا کھڑی ہے اور دوسری راہ پر سونیا میرے بچوں کے ساتھ کھڑی مجھے بلا رہی ہے۔ ابھی وہ بچوں کے ساتھ تاریکی میں تھی اور ندا روشنی میں .... مگر آدھی رات کے بعد کیا ہونے والا تھا؟

کیا ندا تاریکی میں چلی جائے گی اور سونیا اپنے بچوں کے ساتھ روشنی میں نہا جائے گی؟ کیا میں ندا کو اسی طرح بھول جاؤں گا' جس طرح ابھی سونیا کو اور بچوں کو بھولا ہوا ہوں؟

یا خدا.....! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ آج آدھی رات کے بعد کیا ہونے والا ہے؟

میں نے اس کے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے کہا۔ ''پاگل ہوگئی ہو؟ جو بات ابھی نہیں ہوئی' اس کے لیے آنسو بہا رہی ہو۔ خواہ مخواہ ایک خواب کو اپنے ذہن پر حاوی کر رہی ہو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ میں تمہارا ہوں' تمہارا ہی رہوں گا۔''

وہ بڑے دکھ سے بولی۔ ''دل کو دہلانے والے خیالات کیوں دماغ میں آتے ہیں اور آج تو یہ خواب بھی دیکھ لیا ہے۔ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔''

''کیا پیش آنے والے واقعات سے گھبراؤ گی تو وہ واقعات رونما نہیں ہوں گے؟ اگر میں 'بے وفا' ہرجائی ہوں' تمہیں چھوڑنے والا ہوں تو تمہارے آنسو مجھے ہرجائی بننے سے نہیں روک سکیں گے۔ اگر تمہاری محبت سچی ہے۔ میرے لیے دل میں بھرپور اعتماد ہے تو پھر یہ آنسو بہانا چھوڑ دو۔ ورنہ میں یہی سمجھوں گا' تم دکھاوے کی محبت کرتی ہو۔ مجھ پر بھروسا نہیں کرتیں۔''

وہ جلدی سے بولی۔ ''ایسی بات نہیں ہے۔ اب میں آنسو نہیں بہاؤں گی۔ آپ درست کہہ رہے ہیں' مجھے خدا کے بعد صرف آپ پر بھروسا کرنا چاہیے۔ بعد میں جو ہوگا' دیکھا جائے گا۔''

میں نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ ''شاباش اب چلو۔ کچن میں جاؤ۔ میں منہ ہاتھ دھو کر آرہا ہوں لیکن پہلے سے کہہ دوں' بھوک نہیں ہے۔ صرف تمہیں اپنے ساتھ بٹھا کر کھلانے کے لیے ایک روٹی کھاؤں گا اس سے زیادہ نہیں۔''

وہ کچن میں چلی گئی۔ میں واش روم میں آکر منہ ہاتھ دھوتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''پتا نہیں' میری یادداشت بحال ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو ہونے سے پہلے ندا کے مسائل پیچ رہے ہیں' اس کا کیا بنے گا؟''

یہ ضروری نہیں تھا کہ جو ہم سوچ رہے تھے' وہی پیش آنے والا تھا۔ یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ مجھے پچھلی بھولی ہوئی زندگی یاد آئے گی تو میں موجودہ زندگی کو اور اپنی موجودہ شریکِ حیات ندا کو بھول جاؤں گا۔ ایسے واقعات فلموں میں یا کہانیوں میں پیش کیے جاتے ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ کہانیوں میں جو واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ کسی بیرونی دنیا سے نہیں آتے۔

دنیا میں بے شمار لوگ ایسے عجیب و غریب حالات اور واقعات سے دوچار ہوتے رہتے ہیں کہ جب انہیں کہانیوں میں پیش کیا جاتا ہے تو بعض پڑھنے والے یقین نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے کسی حصے میں کسی کے ساتھ ایسا نہیں ہوا ہوگا۔ یہ محض خیالی باتیں ہیں۔

میں واش روم سے کمرے میں آکر ایک میز کے پاس بیٹھ کر ایک کاغذ پر لکھنے لگا۔ ''میں فرہاد انور شاہ بہ قائمی ہوش و حواس یہ لکھ رہا ہوں کہ ایک طویل عرصے سے الجھن میں ہوں' مجھے یوں لگتا ہے' میں فرہاد انور شاہ نہیں ہوں۔ اگر نہیں ہوں تو پھر کون ہوں؟ لاہور سے جنیوا اور جنیوا سے قاہرہ تک جتنے لوگوں نے مجھے دیکھا ہے۔ وہ مجھے فرہاد علی تیمور سمجھتے ہیں۔

بہرحال میں جو کوئی بھی ہوں' اپنی شریکِ حیات ندا کی تسلی کے لیے اور اس کے مستقبل کو محفوظ کرنے کے لیے یہ لکھ رہا ہوں کہ اپنی دولت اور جائداد کا بہت سا حصہ اپنی ندا کے نام کر چکا ہوں۔

زندگی نے مہلت دی تو باقی سب کچھ بھی اسی کے نام کردوں گا۔ کیونکہ میری کوئی اولاد نہیں ہے۔ وہی ایک شریکِ حیات ہے۔ اس کے سوا میری کوئی دوسری بیوی نہیں ہے۔

اگر کبھی یہ ثابت ہو جائے کہ میں فرہاد انور شاہ نہیں ہوں۔ ایک دوسرا شخص فرہاد علی تیمور ہوں تو آج اس تحریر کے ذریعے وعدہ کرتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے بھی ندا کو ہر پہلو سے تحفظ دیتا رہوں گا۔ وہ آج کی طرح مرتے دم تک میری شریکِ حیات رہے گی۔

اگر میری کوئی سابقہ بیوی اور بچے ہیں تو وہ بھی ندا کو میری شریکِ حیات تسلیم کریں گے۔ اگر وہ ان سے برتر نہیں رہے گی تو کم تر بھی نہیں رہے گی۔ اسے برابر کا درجہ ملے گا۔

'خدا مجھے توفیق دے' میں ندا سے ہمیشہ انصاف کرتا رہوں گا۔''

میں نے اس تحریر کے نیچے اپنا نام لکھا۔ پھر دستخط کر کے ڈائننگ روم میں آ گیا۔ وہ کھانے پر میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے وہ کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے لے کر پڑھنے لگی۔ میں اس کے پاس بیٹھ کر ایک ڈش میں سے اپنے لیے اور اس کے لیے سالن نکالنے لگا۔

وہ اس تحریر کو پڑھنے کے بعد کرسی کھسکا کر میرے قریب ہو گئی۔ میرے شانے پر سر رکھتے ہوئے بولی۔ ''آپ بہت اچھے ہیں۔ میرے پاس تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ میں بہت خوش نصیب ہوں۔ یہ تحریر پڑھ کر اطمینان ہو رہا ہے۔ شاید میں یہی چاہتی تھی، مجھے آئندہ بھی آپ کی طرف سے تحفظ حاصل ہو اور میں زندگی کی آخری سانس تک آپ کی شریکِ حیات رہوں۔''

میں نے اسے پہلا لقمہ کھلاتے ہوئے کہا۔ ''کھانے کے بعد تم لان میں کچھ دیر میرے ساتھ ٹہلو گی۔ میں ساڑھے دس بجے ایک ضروری کام سے شاہدرہ جاؤں گا۔ پھر دو چار گھنٹوں میں واپس آ جاؤں گا۔''

یہ تو خدا ہی بہتر جانتا تھا کہ واپس آ کر اس کوٹھی کے در و دیوار کو اور اپنی ندا کو دیکھ پاؤں گا یا نہیں؟ میں نے ساڑھے دس بجے ندا کو گلے لگایا، میں اسے خوب پیار دینا چاہتا تھا۔ انہی لمحات میں پتا چلا، جو چیز ہاتھ سے نکل جانے والی ہے، اسے کتنا ہی چاہو، اس کی چاہت سے دل نہیں بھرتا۔ میرا زیادہ سے زیادہ پیار بھی کم پڑتا رہا۔

میں اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوا۔ راوی کی طرف جانے لگا۔ جب یہ معلوم ہو، آگے خطرہ ہے تو بندہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر آگے بڑھتا ہے۔ میں نے، سونیا نے اور میرے تمام بچوں نے کبھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھے۔ ہمیشہ نہتے رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے لیکن میں نے آج پہلی بار ایک بھرا ہوا ریوالور اپنے پاس رکھ لیا۔

جس طرح ماضی کی بہت سی باتیں بھول چکا تھا۔ اسی طرح یہ بھی بھول گیا تھا کہ کس طرح نہتا رہ کر صرف ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے لڑتا رہا ہوں؟ میرے دو بیٹے پارس اور پورس ٹیلی پیتھی نہیں جانتے تھے مگر ایسے زبردست فائٹر تھے کہ خیال خوانی کے بغیر دشمنوں کا مقابلہ کرتے تھے اور ان کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر رکھ دیتے تھے۔

میں راوی کے اس پار پہنچا تو گیارہ بج کر تیس منٹ ہوئے تھے۔ داتا دربار کے احاطے میں بابا صاحب نے کہا تھا، مجھے آدھی رات کے بعد بارہ دری میں جانا چاہیے۔ اس حساب سے میں مزید آدھا گھنٹا گزارنے کے بعد وہاں جانے والا تھا۔

میں نے وقت گزارنے کے لیے سونیا سے رابطہ کیا۔ اس نے پوچھا۔ ''کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''مجھے یقین ہے، آدھے گھنٹے بعد میری زندگی میں بہت بڑی تبدیلی آئے گی۔ شاید یادداشت بحال ہو جائے گی۔ میں اپنی پچھلی زندگی کی ایک ایک بات کو یاد کر سکوں گا۔ اپنے پیار بھرے رشتوں کو پہچان سکوں گا۔''

سونیا نے پوچھا۔ ''تعجب ہے۔ آدھے گھنٹے بعد ایسا کون سا انقلاب آنے والا ہے؟''

میں اسے تفصیل سے بتانے لگا کہ کس طرح داتا دربار کے احاطے میں ایک بابا صاحب سے سامنا ہوا تھا۔ انہوں نے میرے متعلق جو پیش گوئی کی ہے، اس کے مطابق میں ابھی بارہ دری کے پاس پہنچا ہوا ہوں۔

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''فرہاد...! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ آدھی رات کو بارہ دری میں تنہا آئے ہو۔ کوئی باڈی گارڈ ساتھ نہیں ہے۔ تم نے تو کوئی ہتھیار بھی اپنے پاس نہیں رکھا ہو گا۔''

''میرے پاس ایک بھرا ہوا ریوالور ہے۔''

''ایک ریوالور سے کیا ہوتا ہے؟ تمہیں دو چار باڈی گارڈز کے ساتھ آنا چاہیے تھا۔ میں نہیں جانتی، وہ بابا صاحب کس حد تک سچے اور دیانت دار ہیں؟ لیکن ان کی ایک بات ہمیں چوکنا کرتی ہے۔ وہ یہ کہ تم اپنے لہو میں ڈوبنے والے ہو۔ اگر ان کی یہ پیش گوئی درست ہو گی کہ تمہاری یادداشت واپس آنے والی ہے تو یہ بات بھی درست ہو گی کہ تم جان لیوا خطرات سے دوچار ہونے والے ہو۔''

وہ میرے لیے پریشان ہو گئی تھی۔ جھنجلا کر کہہ رہی تھی۔ ''تم کیا سمجھ کر تنہا آئے ہو؟ فوراً فرمان اور ٹونی جے کو اپنے پاس بلاؤ۔ میں الپا، عالی اور کبریا کو بھیج رہی ہوں۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔ ''اسی لیے تنہا آیا ہوں کہ تم مجھے تنہا نہیں رہنے دو گی۔ میرے چاروں طرف حفاظتی دیواریں اٹھا دو گی۔''

میں نے اس کے دماغ سے نکل کر فرمان اور ٹونی جے کو مخاطب کیا۔ وہ چشم زدن میں میرے اندر پہنچ گئے۔ میں نے کہا۔ ''چپ چاپ میرے خیالات پڑھو اور موجودہ حالات معلوم کرو۔''

وہ میرے خیالات پڑھنے لگے۔ میں نے گھڑی دیکھی، بارہ بجنے میں .... صرف دو منٹ رہ گئے تھے۔ میں کار اسٹارٹ کر کے اسے آگے بڑھاتا ہوا بارہ دری کے پاس آ کر رک گیا۔ ایسے وقت الپا، عالی اور کبریا بھی آ گئے۔ اب میں تنہا نہیں تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک چھوٹی سی، مگر مضبوط سی فوج میرے ساتھ تھی۔

میں کار سے اتر کر بارہ دری کے احاطے میں داخل ہو گیا۔ وہاں ایک مالی اور ایک نائٹ چوکیدار رہا کرتا تھا۔ آدھی رات کے بعد کسی کو آنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی لیکن مالی اپنے مکان میں سو رہا تھا اور چوکیدار ڈیوٹی پر نہیں تھا۔ میں کسی روک ٹوک کے بغیر بارہ دری کے گارڈن میں آ گیا۔

میں نے بابا صاحب کے دماغ میں رہ کر ان کی سوچ کے ذریعے اس پودے کو دیکھا تھا۔ جس میں صرف ایک ہی چنبیلی کا پھول کھلا ہوا تھا لیکن دور تک پھول ہی پھول کھلے ہوئے تھے۔ ہر طرف بے شمار پودے تھے۔ میں آگے بڑھتا ہوا مطلوبہ پودے کو تلاش کرنے لگا۔ عالی نے کہا۔ ''یہاں گہری خاموشی ہے۔ ہم آپ کے ذریعے دیکھ رہے ہیں۔ دور تک کوئی بندہ تو کیا، نائٹ چوکیدار بھی نظر نہیں آ رہا ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''سمندر کی سطح پُرسکون ہو تو اس کی خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ آپ چاروں طرف دیکھتے رہیں۔ اس طرح آپ کے اندر پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آنکھیں بھی ہر طرف دیکھتی رہیں گی۔''

میں ان کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر چلتے چلتے ایک جگہ رُک گیا۔ سامنے ہی وہ پودا دکھائی دے رہا تھا۔ جس میں صرف ایک ہی چنبیلی کا پھول کھلا ہوا تھا۔ وہاں جگہ جگہ بلب کی روشنی تھی۔ اس روشنی میں وہ پھول ایسے چمک رہا تھا، جیسے میری پچھلی زندگی مسکراتی ہوئی اپنے پاس بلا رہی ہو۔

میں تیزی سے چلتا ہوا۔ اس پودے کے پاس آ گیا۔ ٹونی جے نے کہا۔ ''بابا صاحب نے آپ سے جیسا کہا تھا، ویسا ہی پودا اور ویسا ہی پھول دکھائی دے رہا ہے۔''

میں پودے کے قریب آ کر رک گیا۔ کبریا نے کہا۔ ''آپ فوراً پھول توڑ کر اپنی پیشانی سے رگڑیں۔ دیر نہ کریں۔ یہاں کی خاموشی اور چوکیدار کی غیر حاضری کوئی معنی رکھتی ہے۔ آپ کو فوراً واپس جانا چاہیے۔''

مجھے بھی وہاں کی خاموشی بڑی پُراسرار لگ رہی تھی۔ کہیں کہیں بلب کی روشنی ایسی تھی، جیسے چراغ جل رہے ہوں۔ اگر ایک قدم کے فاصلے تک روشنی تھی تو دس قدم تک تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس پودے کے پیچھے ایک بڑا سا درخت تھا۔ میں نے پودے کی طرف ہاتھ بڑھا کر پھول کو توڑنا چاہا تو اُسے چھوتے ہی چونک گیا۔ اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ وہ کاغذ کا پھول تھا۔

''دھوکا...!'' ایک کاغذ کے پھول نے خطرے کی گھنٹی بجا دی۔

قارئین متوجہ ہوں

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات و احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر آیات اور احادیث درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

میں فوراً ہی ریوالور نکال کر اس درخت کی آڑ میں چھپ کر دور تک دیکھنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی درخت کے پیچھے سے کوئی نکلا۔ پھر ایک کٹی ہوئی شاخ کی طرح میرے سامنے آ کر گر پڑا۔ رات کے سناٹے میں اس ویران بارہ دری میں کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ اب نظر آیا تو وہ ایک مردہ تھا۔ میرے سامنے اس کی لاش پڑی ہوئی تھی۔

بلب کی روشنی میں میرا سایہ اس پر پڑ رہا تھا۔ میں نے ایک طرف ہٹ کر اسے دیکھا تو ایک دم سے چونک گیا۔ وہ بے چارے وہی بابا صاحب تھے، جن کی پیش گوئی مجھے وہاں لے آئی تھی۔

''کیا انہوں نے مجھے دھوکا دیا تھا؟''

''اگر دھوکا دیا ہوتا تو خود کیوں مارے جاتے؟''

میں کھلی جگہ تھا۔ فوراً ہی دوڑتا ہوا ایک درخت کے پیچھے جانے لگا۔ اسی وقت رات کے سناٹے میں فائر کی آواز گونجی۔ میرے کان گرم ہو گئے۔ ایک گولی سنسناتی ہوئی کان کو چھوتی ہوئی گزر گئی تھی۔

میں جس درخت کے پیچھے چھپنے آ رہا تھا۔ وہیں سے کسی نے نکل کر فائر کیا تھا۔ میں نے جوابی فائر کیا تو وہ اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ گولی اس کے ہاتھ میں لگی تھی۔ ریوالور ایک طرف جا گرا تھا۔ وہ زمین پر رینگتا ہوا اس ریوالور کی طرف جانے لگا۔

میں نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ پھر سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کھینچتا ہوا درخت کی آڑ میں آ گیا۔ اس کی کنپٹی سے ریوالور لگاتے ہوئے بولا۔ ''کون ہو تم....؟ فوراً جواب دو۔ ورنہ حرام موت مرو گے۔''

وہ سہم کر بولا۔ ''مجھے گولی نہ مارو۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ اپنے حالات سے مجبور ہو گیا ہوں۔ ایک اجنبی نے مجھے اور میرے تین ساتھیوں کو ایک لاکھ روپے دیے تھے اور کہا تھا، یہاں آ کر تمہیں گولی نہیں مارنی ہے۔ صرف زخمی کرنا ہے۔''

''یعنی یہاں تمہارے ساتھی بھی موجود ہیں؟''

الپا نے کہا۔ ''آپ اس سے کوئی سوال نہ کریں۔

اسے جانے دیں۔ ہم ان تین ساتھیوں تک پہنچ رہے ہیں۔''

میں نے اسے چھوڑ دیا۔ الپا اور کبریا اس کے اندر تھے۔ وہ ان کی مرضی کے مطابق زمین پر پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر وہاں سے دوڑتا ہوا اپنے ساتھیوں کی طرف جانے لگا۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ذریعے باقی تین چھپنے والوں تک پہنچ سکتے تھے لیکن ہماری اس تدبیر کے مقابلے میں برین ماسٹر اپنی تدابیر آزما رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ الپا اور کبریا کا آلہ کار اپنے کسی ساتھی تک پہنچتا۔ برین ماسٹر نے دوسرے آلہ کار کے ذریعے اسے گولی مار دی۔ الپا اور کبریا اس کے مردہ دماغ سے نکل کر پھر میرے اندر چلے آئے۔ وہی ایک آلہ کار تھا' جس کے ذریعے باقی دشمنوں تک پہنچا جا سکتا تھا۔ اب ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں رہا تھا۔

میں اس درخت کی آڑ میں چھپا ہوا اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔''وہ لوگ درختوں اور دیواروں کی آڑ میں چھپے ہوں گے۔'' میں زمین پر اوندھے منہ لیٹ کر آہستہ آہستہ رینگتا ہوا دوسرے درخت کی طرف جانے لگا۔ بلب کی روشنی ذرا دور تھی۔ دوسری طرف ایک دشمن نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ تاریکی میں اوندھے منہ رینگتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ہری بھری گھاس پر ٹھہر ٹھہر کر رینگنے کے باعث نہ کوئی آہٹ ہو رہی تھی' نہ سرسراہٹ پیدا ہو رہی تھی۔

ایسے میں ہمارے سر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ ہم مخالف سمتوں سے رینگتے ہوئے آرہے تھے۔ ٹکراتے ہی ایکدم سے چونک گئے۔ وہ ریوالور والا ہاتھ میری طرف کر کے نشانہ لینا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ میں بھی اس پر فائر نہ کر سکا۔ اس نے بھی میری کلائی پکڑ لی تھی۔

پھر ہم لیٹے ہی لیٹے زور آزمائی کرنے لگے۔ میں اپنے ریوالور کا رُخ اس کی طرف کرنا چاہتا تھا۔ یہی کوشش وہ بھی کر رہا تھا۔ میرے مقابلے میں خاصا تگڑا تھا۔ میں نے سر سے ایک زوردار ٹکر ماری تو وہ تکلیف سے بلبلا گیا۔ میں نے محسوس کیا' میری کلائی پر اس کی گرفت ذرا کمزور ہو رہی تھی۔

میں نے دوسری ٹکر ماری تو اپنا ہاتھ چھڑانے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ ایکدم سے چکرا گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ میں نے اس کا ریوالور چھین کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔''فوراً بتاؤ' تمہارے دوسرے ساتھی کہاں چھپے ہوئے ہیں؟''

جواباً برین ماسٹر کی آواز سنائی دی۔''میں نے سوچا تھا تم آسانی سے قابو میں آجاؤ گے۔ مگر بڑی مشکلات پیدا کر رہے ہو۔ بہت ہی ڈھیٹ ہو۔ تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا نہیں کیا جا سکتا۔ آخری راستہ یہی ہے کہ مجھے اپنے اندر آنے دو یا میرے آلہ کاروں کے ہاتھوں زخمی ہو جاؤ۔ میں تمہیں یہاں سے واپس نہیں جانے دوں گا۔ تمہارے دماغ میں جگہ نہ ملی تو میرے آلہ کار تمہیں گولی مار دیں گے۔''

برین ماسٹر اس آلہ کار کے ذریعے بول رہا تھا۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تو ناکامی ہوئی۔ وہ سب برین ماسٹر کے اندر پہنچنے والے تھے اور اس نے سانس روک لی تھی۔

وہ آلہ کار نہ اپنے لب و لہجے میں بول رہا تھا' نہ ہی ہم اس کے اندر پہنچ سکتے تھے۔ میں نے پوچھا۔''تم مجھ سے کیوں دشمنی کر رہے ہو؟ میں ایک سیدھا سادا سا بزنس مین ہوں۔ تم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

برین ماسٹر نے کہا۔''تم زبردست بہروپیے ہو۔ آج میں تمہارے اندر پہنچتے ہی زلزلے پیدا کر دوں گا۔ تمہارا برین واش کر دوں گا۔ یہ ثابت کر دوں گا کہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور ہو۔''

''تمہیں میرے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں فرہاد انور شاہ ہوں۔''

''میں بہت دنوں تک دھوکا کھاتا رہا۔ یہی سمجھتا رہا کہ تم ایک سیدھے سادے بزنس مین فرہاد انور شاہ ہو اور خیال خوانی نہیں جانتے ہو۔ لیکن.....''

میں نے پوچھا۔''لیکن کیا.....؟''

''جب تم قاہرہ سے لاہور آرہے تھے۔ اس وقت سونیا کے اندر پہنچ کر اس سے باتیں کر رہے تھے۔ فرمان اور ٹونی جے بھی وہاں موجود تھے۔ میں نے تم سب کی باتیں سنی تھیں۔ وہیں یہ انکشاف ہوا تھا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔''

الپا نے مجھ سے کہا۔''آپ اس کمبخت سے کہیں' ہمیں اس آلہ کار کے اندر آنے کا موقع دے۔ ہم اس سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔''

میں نے اس سے کہا۔''سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں اس آلہ کار کے اندر آنے دو۔''

اس نے کہا۔''سوری... میں ایک خیال خوانی کرنے والا ہوں اور تمہارے پیچھے نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے چھپے ہوئے ہیں؟ میرے آلہ کار کے اندر آتے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جمائیں گے تو میں اسے اپنے طور پر استعمال نہیں کر سکوں گا۔''

الپا نے کہا۔''یہ بہت ہی طوطا چشم' احسان فراموش ہے۔ ہماری مما کے احسانات بھول گیا ہے۔ اسے دشمنوں سے بچانے کے لیے ہم نے اس کی شخصیت اور لب و لہجہ تبدیل کیا تھا۔ اس وقت یہ ہمارا تابعدار تھا۔ مما نے اسے غلامی سے رہائی دی ہے تو یہ کمبخت آپ پر جھپٹ رہا ہے۔''

میں نے الپا کی یہ باتیں اسے سنائیں تو وہ بولا۔''میڈم سونیا نے مجھ پر احسان کیا۔ میں بھی ان کے احسان کا بدلہ اس طرح چکا رہا ہوں کہ فرہاد کو اب تک زندہ رکھا ہے۔ ورنہ یہ ان لمحات میں میرے دوسرے آلہ کاروں کے نشانے پر ہے۔ یقین نہ ہو تو ابھی دیکھ لو۔''

میں نے اسی لمحے میں اس آلہ کار کو گولی مار دی۔ وہ ہمارے کسی کام نہیں آرہا تھا اور نہ ہی برین ماسٹر ہمیں اس کے اندر پہنچنے کا موقع دے رہا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک گولی کہیں سے سنسناتی ہوئی آئی اور میرے بازو کے گوشت کو پھاڑتی ہوئی گزر گئی۔ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک طرف ڈھلک کر گھاس پر اوندھے منہ ہو گیا۔

زخمی بازو کی تکلیف ناقابلِ برداشت تھی۔ میرے دوسرے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ میں آہستہ آہستہ گھسٹتا ہوا ایک درخت کی طرف جانے لگا۔ ایسے وقت میرے اندر برین ماسٹر کا قہقہہ سنائی دیا۔''کہاں جا رہے ہو؟ اب تو تمہارے اندر جگہ مل چکی ہے۔ جہاں جاؤ گے' مجھے معلوم ہوتا رہے گا۔ میرے آلہ کاروں کے صحیح نشانے پر رہو گے۔''

میرے اپنے سب ہی غصے سے تلملا رہے تھے۔ فرمان نے کہا۔''برین ماسٹر! خدا کی قسم میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ کتے کی موت ماروں گا۔''

ٹونی جے کہہ رہا تھا۔''میں نے قسم کھائی تھی' خیال خوانی کے ذریعے کسی معاملے میں نہیں پڑوں گا۔ مگر اب دن رات تیری تلاش میں لگا رہوں گا۔ تیری زندگی کے دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔ اپنی سلامتی چاہتا ہے تو اب بھی ایسی دشمنی سے باز آجا ورنہ مما تجھے کبھی معاف نہیں کریں گی۔''

وہ بولا۔''تمہاری مما کی سب سے بڑی کمزوری فرہاد ہے۔ یہ میرے شکنجے میں رہے گا تو اس کی سلامتی اور بہتری کے لیے تم سب میرے آگے ہاتھ باندھے کھڑے رہو گے۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہو گے۔''

الپا نے کہا۔''تم غلط سمجھ رہے ہو۔ یہ ہمارے پاپا نہیں ہیں' ان کے ہم شکل ہیں۔ اس لیے ہم ان کی عزت کرتے ہیں۔ مگر انہیں جانی نقصان پہنچے گا تو ہمیں یقیناً بہت غصہ آئے گا۔ پھر ہم تمہارے خلاف کیا کریں گے' یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا؟''

کبریا نے کہا۔''یہ خیال اپنے دماغ سے نکال دو کہ یہ ہمارے پاپا ہیں اور ہم ان کی خاطر تمہارے آگے ہاتھ باندھ کر غلاموں کی طرح ہر حکم کی تعمیل کرتے رہیں گے۔ فرہاد انور شاہ کی سلامتی کے لیے اگر کوئی سمجھوتا کر سکتے ہو تو بولو...''

وہ بولا۔''سمجھوتا اسی طرح ہو سکتا ہے کہ تم سب اس شخص کے دماغ سے چلے جاؤ۔ جب یہ تمہارا باپ نہیں ہے تو جھگڑا نہ بڑھاؤ۔ اسے زندہ سلامت رہنے دو۔ اگر سمجھوتا کرو گے تو آئندہ بھی اسے زندگی کی سانسیں لیتے ہوئے دیکھتے رہو گے۔''

وہ آپس میں بحث کر رہے تھے۔ میں گھاس پر اوندھے منہ لیٹا ہوا۔ آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت مجھے ایک دیوار کے پاس سایہ سا دکھائی دیا۔ پھر میں نے دیکھا' وہ سایہ دیوار کے ایک طرف سے دوسری طرف چھلانگیں لگاتا جا رہا تھا۔ اسی وقت میں نے گولی چلا دی۔ اس کی چیخ سنائی دی۔ وہ اچھل کر نیچے گر پڑا۔

وہ اس کی آخری چیخ تھی۔ اس کے بعد پھر سناٹا چھا گیا۔ میں نے کہا۔''برین ماسٹر! تو دیکھ رہا ہے' میں نے زندگی کی بھیک نہیں مانگی ہے۔ اپنے چاہنے والوں سے اور مدد کرنے والوں سے کہوں گا' وہ اس کمبخت سے کوئی سمجھوتا نہ کریں۔ میں یہاں سے زندہ جاؤں گا۔ پھر اس کی موت بن جاؤں گا۔''

میری بات ختم ہوتے ہی برین ماسٹر نے میرے اندر زلزلہ پیدا کرنا چاہا مگر ناکامی ہوئی۔ پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے میرے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ تنہا مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے کہا۔''تیرے چار آلہ کار یہاں تھے۔ ان میں سے تین کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں۔ آخری رہ گیا ہے' مگر وہ بھی بچ کر نہیں جائے گا۔''

وہ ناکام ہو کر اس آخری آلہ کار کے اندر پہنچ گیا تھا۔ میرے اندر رہ کر یہ دیکھ چکا تھا' میں کس درخت کے قریب اوندھا پڑا ہوا ہوں۔ وہ درخت میرے بالکل قریب تھا۔ میں فوراً ہی اٹھ کر دوڑتا ہوا اس کے پیچھے جانے لگا۔ ایسے وقت اس نے اپنے آلہ کار کے ذریعے گولی چلائی۔ وہ گولی میرے شانے کی ہڈی کو نقصان پہنچاتی ہوئی گزر گئی۔

میں اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ گھومتا ہوا اس درخت سے جا ٹکرایا۔ گولی چلانے والا میری نظروں میں آگیا تھا۔ میں نے گرتے گرتے اس پر دو فائر کیے۔ گرتے گرتے بھی

تیسری گولی آکر مجھے لگی۔ پھر میں درخت کے سہارے بھی کھڑا نہ رہ سکا۔ میرے اندر جو رہی سہی توانائیاں تھیں، انہوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ میں جیسے زندگی سے ٹوٹ کر زمین پر گر پڑا۔

الیا رونے لگی۔ عالی، کبریا، فرمان اور ٹونی بے مجھے سنبھالنے کی کوششیں کررہے تھے۔ حوصلہ دے رہے تھے۔ مگر مقتول بابا صاحب کی پیش گوئی کے مطابق میں اپنے لہو میں نہا چکا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جسم سے جان نکل رہی ہے۔ اب جان نکل گئی تھی یا نہیں ...؟ میں نہیں جانتا مگر اپنے ہوش و حواس میں نہیں رہا تھا۔

پتا نہیں میں کتنی بار موت کا مزہ چکھ چکا تھا... میرے متعلق پیش گوئی کی گئی تھی کہ بابا فرید واسطی برسوں کی گوشہ نشینی اور عبادت گزاری کے بعد اپنے ادارے میں تشریف لائیں گے تو ٹھیک اس کے چالیسویں دن میری سانسیں پوری ہو جائیں گی۔

ان دنوں مسلسل بیماریوں اور کمزوریوں نے مجھے نڈھال کردیا تھا۔ میں جیسے زندگی ہارنے لگا تھا۔ شدید بیماری، نیم بے ہوشی اور غفلت کے عالم میں جانے کیسے داتا دربار پہنچ گیا تھا؟

یہ تو بابا فرید واسطی اور اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی جانتے تھے کہ میں کہاں سے کہاں پہنچایا جارہا ہوں اور کیوں پہنچایا جارہا ہوں؟ میں نے غفلت کے دوران محسوس کیا تھا، وہاں چکنے اور پختہ فرش پر بے یار و مددگار پڑا ہوا ہوں۔

میں تو تین گولیاں کھا کر اپنے لہو میں ڈوب کر بارہ دری کی گھاس پر مردہ ہوچکا تھا مگر ذہن مردہ نہیں ہوا تھا۔ ایک دھندسی چھائی ہوئی تھی اور میں خود کو داتا دربار میں محسوس کررہا تھا۔ کہیں دور سے کلام پاک کی تلاوت سنائی دے رہی تھی۔ وہ مقدس آواز میرے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔

وہ آواز تھی اور میں تھا۔ اس سے زیادہ نہیں جانتا تھا کہ میرے آگے پیچھے کوئی دنیا ہے بھی یا نہیں؟ میرے دماغ کی تاریکیوں میں گہری خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اسے موت کا سناٹا کہا جاسکتا تھا۔

قرآن مجید کی جس سورۃ کی تلاوت کی جارہی تھی، اس کا ترجمہ بھی پیش کیا جارہا تھا۔ اس سورۃ کا متن یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو موت دینے کے بعد دوبارہ کیسے زندگی بخشتا ہے...؟

اس کی ایک مثال یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کی روح قبض کرلی۔ وہ سو برس تک مردہ حالت میں پڑا رہا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی...

میرے موجودہ حالات کا جائزہ لیا جائے تو میں اب سے بہت پہلے فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے مرچکا تھا۔ فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے دوران میں اپنے اندر مردہ پڑا ہوا تھا۔ میرے کانوں میں میری بیویوں اور بچوں کی آوازیں نہیں پہنچتی تھیں۔ میری آنکھیں دیکھتی تھیں مگر انہیں پہچان نہیں سکتی تھیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ان کے لیے زندہ تھا یا نہیں... مگر وہ سب میرے لیے جیسے مرچکے تھے۔

اصحاب کہف کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ وہ ایک سو ستانوے برس تک گہری غفلت کی نیند یا موت کی نیند سوتے رہے۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں کتنے عرصے تک گہری غفلت میں رہا؟ موت سچ مچ واقع ہو یا مہینوں اور برسوں تک گہری غفلت کے بہانے عارضی طور پر واقع ہو۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خدا موت کے بعد بھی زندگی دیتا ہے۔

قرآن مجید میں ایسی مثالیں پیش کردی گئی ہیں۔ بار بار مثالیں پیش نہیں کی جاتیں۔ یہ حقیقت اٹل ہے کہ وہ پروردگار روز قیامت مرنے والوں کو پھر زندہ کرے گا....

یہ زندگی کیسے سوتی جاگتی رہتی ہے؟ مجھے محسوس ہورہا تھا، میں پہلے کی طرح داتا دربار کے چکنے اور ٹھنڈے فرش پر پڑا ہوا ہوں۔

پتا نہیں کب تک ایسی حالت میں پڑا رہتا کہ صبح کی اذان سنائی دی۔ اُس مقدس آواز کے ساتھ ہی میں نے گہری سانس لی۔ یوں لگا، جیسے پچھلی گمشدہ زندگی ایک سانس میں کھنچ کر میرے اندر آکر سما گئی ہو۔ میری آنکھیں کھل گئیں۔ میں ایک اسپتال کے بیڈ پر تھا۔ فرہاد علی تیمور زندہ ہو چکا تھا....

بے شک، خدا.... صرف خدا ہی قادر مطلق ہے۔ بڑی قدرت والا ہے۔ میرے سامنے بیڈ کے سرے پر سونیا بیٹھی ہوئی تھی۔ بہت پہلے یہ پیش گوئی کی گئی تھی کہ جب میرا آخری وقت آئے گا، دم نکلنا ہوگا تو ایسے وقت صرف سونیا میرے قریب ہوگی۔ اس پیش گوئی کے مطابق میرا آخری وقت ہونا چاہیے تھا۔ لیکن مجھے نئی زندگی مل گئی تھی۔

بابا فرید واسطی نے اپنی وفات سے قبل کہا تھا، ہمارے دین پر برا وقت آنے والا ہے۔ آج بھی اسلام پر ہر طرف سے یلغار ہورہی ہے۔ آئندہ کچھ زیادہ ہی شدت سے حملے کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے خود اپنے دین کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے باوجود بندے بھی اس کے تحفظ کے لیے سینہ سپر ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔

مرحوم بابا فرید واسطی نے سونیا کو بیٹی بنایا تھا۔ اُسے دل و جان سے چاہتے تھے۔ اپنی وفات سے پہلے دن رات اس کی بہتری کے لیے دعائیں مانگتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے۔ لوحِ مقدر پر لکھی ہوئی تحریر بدل دیتا ہے اور وہ تحریر بدل گئی تھی۔ پھر جب میرا آخری وقت آئے گا تو سونیا میرے قریب رہے گی۔

میرا آخری وقت آکر گزر چکا تھا۔ نئی زندگی کی ابتدا میں وہ میرے قریب آگئی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول اسے دیکھا۔ اس نے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”خدا کا شکر ہے۔ تم ہوش میں آگئے۔ میں ابھی ڈاکٹر کو انفارم کرتی ہوں۔“

وہ اٹھنا چاہتی تھی۔ میں نے کمزور سی آواز میں کہا۔ ”رک جاؤ۔“

وہ اٹھتے اٹھتے پھر بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا۔ ”ڈاکٹر سے کیا کہو گی؟ کیسے ہوش آگیا ہے؟“

وہ مجھے بڑے پیار سے گھور کر دیکھتے ہوئے بولی۔ ”اور کیسے ہوش آیا ہے...؟ کیا تم ہوش میں نہیں ہو....؟“

”میں ہوش میں تو ہوں مگر میرا نام کیا ہے؟ ڈاکٹر کو کیا نام بتاؤ گی؟“

وہ بولی۔ ”ڈاکٹر جانتا ہے۔ تمہارا نام فرہاد انور شاہ ہے۔“

”فرہاد انور شاہ... یہ مسٹر کون ہیں؟“

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ ”کمال ہے، تم اپنے مجازی خدا کا نام بھول رہی ہو۔ فرہاد علی تیمور کو فرہاد انور شاہ کہہ رہی ہو؟“

وہ سن رہی تھی۔ خوش ہورہی تھی۔ مگر بے یقینی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ”میرے ذرا قریب آؤ۔ میری طرف جھک جاؤ۔ میں سرگوشی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“

وہ قریب آکر مجھ پر جھک گئی۔ میں دھیمی سرگوشیوں میں ایسی ایسی راز کی باتیں بتانے لگا، جو صرف میاں بیوی جانتے ہیں۔ ہم نے تنہائیوں میں جیسا وقت گزارا تھا۔ اس گزرے ہوئے وقت کی ایک ایک بات سنتے ہی وہ خوشی سے لپٹ گئی۔

وہ پتھر تھی۔ رونا نہیں جانتی تھی۔ مگر خوشی کے مارے رونے لگی تھی۔ اس وقت میری خوشیوں کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ مجھے تو جیسے گمشدہ خزانہ مل گیا تھا۔

ایک مقولہ

مطالعے کی عادت ڈالنا ایک طرح سے قریباً تمام دنیاوی غم و فکر سے نجات کے لیے اپنے لیے ایک پناہ گاہ تعمیر کرنا ہے۔

(سمرسٹ ماہم)

مرادیں پوری ہونے پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کرو کم ہے۔ پھر بھی میں شکر ادا کررہا تھا اور اس سے پارس، پورس، عالی، کبریا اپنے پوتے، پوتی عدنان اور الوشے کے بارے میں بہت کچھ بول رہا تھا۔ وہ بڑے پیار سے مجھے چوم کر بولی۔ ”اب زیادہ نہ بولو۔ خاموش رہو۔ آرام کرتے رہو۔ ہمارے سارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے پاس آکر سوچ کے ذریعے بولتے رہیں گے۔“

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ میں نے پوچھا۔ ”کیا ہوا؟ کہاں جارہی ہو؟“

”کیا تمہیں پانے کی خوشی میں یہ بھول جاؤں کہ ڈاکٹر تمہارے لیے ضروری ہے؟ بس ابھی گئی اور ابھی آئی.....“

وہ ڈاکٹر کو اطلاع دینے چلی گئی۔ میں اطمینان کی اور آسودگی کی سانسیں لیتا ہوا چھت کو تک رہا تھا۔ ایسے وقت بازو میں، شانے میں اور پسلی میں تکلیف کا احساس ہوا۔ ذرا سا سر اٹھا کر اپنے زخموں پر لگی ہوئی پٹیوں کو دیکھنے لگا۔ تعجب سے سوچنے لگا۔ ”کیا میں زخمی ہوگیا تھا...؟ مگر کیسے....؟“

ڈاکٹر نے کمرے میں آکر مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا۔ پھر کہا۔ ”تھینکس گاڈ! آپ ہوش میں آگئے۔ اب کیسا محسوس کررہے ہیں؟“

وہ میرا معائنہ کرنے لگا پھر مطمئن ہوکر وارڈ بوائے سے بولا۔ ”پولیس آفیسر سے کہو، وہ یہاں آکر بیان لے سکتے ہیں۔“

وارڈ بوائے چلا گیا۔ سونیا کو پالینے کی خوشی میں اپنے زخموں کو بھول گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں، تب پتا چلا، میں ایک زخمی کی حیثیت سے اسپتال میں پڑا ہوا ہوں۔

میں نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ ”میں زخمی کیسے ہوا؟ کیا یہ پولیس کیس ہے؟“

ڈاکٹر نے چونک کر تشویش بھری نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ ”کیا آپ کو یاد نہیں ہے، اب سے چوبیس گھنٹے پہلے آپ راوی کے پار بارہ دری میں زخمی اور بے ہوش پائے گئے تھے؟“

میں حیرانی سے زیرِ لب بڑبڑانے لگا۔ ”راوی.... بارہ

وری....؟" پھر میں نے سر اٹھا کر پوچھا۔ "کیا میں پاکستان کے شہر لاہور میں ہوں؟"

جب میں بہت بیمار تھا اور غفلت کے عالم میں تھا' تب بابا صاحب کے ادارے میں تھا۔ اس وقت ہوش میں آنے کے بعد یہی سمجھ رہا تھا کہ اس ادارے کے کسی کمرے میں ہوں۔ میرا علاج ہو رہا ہے اور سونیا کسی ڈاکٹر کو بلانے گئی ہے۔

میں نے ہوش میں آنے کے بعد سونیا کو اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں تفصیل سے بہت سی باتیں کیوں بتائیں؟ یہ میں نہیں جانتا۔ ذہنی اور نفسیاتی پیچیدگیاں سمجھ میں نہیں آتیں۔ میرے تحت الشعور میں یہ بات چھپی ہوئی تھی کہ مجھے سونیا کا اعتماد حاصل کرنا ہے۔ وہ شاید خوابوں میں مجھ سے کہتی رہی تھی کہ میرے پاس آؤ۔ مجھے پہچانو....

میں ہوش میں آنے کے بعد اسے پہچان گیا تھا اور اتنی بڑی تکلیف وہ بات کو بھولا ہوا تھا کہ چوبیس گھنٹے پہلے کس طرح دشمنوں نے مجھ پر جان لیوا حملے کیے تھے؟

ڈاکٹر مجھے تشویش بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "آپ کو اپنا نام تو یاد ہوگا؟"

میں نے کہا۔ "ہاں۔ میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔"

وہ ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "نہیں مسٹر! آپ کا نام فرہاد انور شاہ ہے۔"

"فرہاد انور شاہ....؟" میں تذبذب میں پڑ گیا۔ الجھ کر سوچنے لگا۔ "تھوڑی دیر پہلے سونیا بھی مجھے اسی نام سے مخاطب کر رہی تھی پھر جب میں نے گزری ہوئی زندگی کے اور اپنے بچوں کے بارے میں اس سے باتیں کیں تو وہ مجھے فرہاد علی تیمور سمجھنے لگی۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہیں مسٹر فرہاد انور....!"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ میری وائف سونیا ابھی یہاں آئے گی۔ وہ گواہی دے گی' میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔"

ایسے وقت پولیس آفیسر اپنے ایک ماتحت کے ساتھ وہاں آیا۔ میں آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ بیان دینے کے قابل ہیں؟"

ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ بیان نہیں دے سکیں گے۔ ایک نئی پرابلم پیدا ہوگئی ہے۔ یہ اپنی یادداشت کھو چکے ہیں۔ انہیں یاد نہیں ہے کہ اب سے چوبیس گھنٹے پہلے ان پر جان لیوا حملے کیے گئے تھے۔"

پولیس آفیسر نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر ڈاکٹر سے پوچھا۔ "کیا یہ بھی نہیں بتا سکیں گے' ان پر حملہ کرنے والے دشمن کون تھے؟"

ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ دماغی طور پر اَپ سیٹ ہیں۔ انہیں تو اپنا نام بھی یاد نہیں ہے۔ پھر کسی دشمن کو کیا پہچانیں گے؟"

ڈاکٹر اور پولیس آفیسر آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایسے وقت الپا' عالی اور کبریا میرے اندر پہنچ گئے۔ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے مجھے چومنے لگے۔ نئی زندگی پالینے کی مبارکباد دینے لگے۔

میں خلا میں تک رہا تھا اور اپنے پیاروں کی محبتوں سے سرشار ہو رہا تھا۔ الپا نے کہا۔ "پاپا! مما نے آپ کو پورے یقین' پورے اعتماد کے ساتھ پہچان لیا ہے پھر بھی پولیس آفیسر کے سامنے پورے یقین سے آپ کو فرہاد علی تیمور تسلیم نہیں کریں گی۔ کچھ شبہ ظاہر کریں گی۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "تمہاری مما ایسا کیوں کریں گی؟"

"وہ مصلحتاً ایسا کرنا چاہتی ہیں۔ انہیں کرنے دیں۔ آپ ان سے تعاون کریں۔"

سونیا نے بعد میں مجھے سمجھایا کہ فرہاد انور شاہ کی حیثیت بھی میری ایک شناخت رہے۔ کیونکہ اس گمشدہ شخص کے حوالے سے بھی بہت ساری ذمہ داریاں ایسی تھیں' جنہیں نبھانا ضروری تھا۔ وہ یہ تمام تفصیلات بعد میں سمجھانے والی تھی۔

ڈاکٹر نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس نے پوچھا۔ "آپ کس سوچ میں گم ہیں؟"

"آپ نے ہی سوچنے اور الجھنے پر مجبور کردیا ہے۔ مجھے خواہ مخواہ فرہاد انور شاہ کہہ رہے ہیں۔"

پولیس آفیسر نے پوچھا۔ "کیا آپ کو ایک ذرا سا بھی یاد نہیں ہے کہ رات کو بارہ دری میں کیوں گئے تھے اور کن لوگوں نے آپ پر حملے کیے تھے؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "مجھے افسوس ہے۔ ایسی کوئی بات مجھے یاد نہیں آرہی ہے۔ میں پریشان ہو کر سوچ رہا ہوں کہ زخمی کیسے ہو گیا تھا؟ اتنی بڑی بات ہوگئی اور مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔"

ایسے وقت سونیا کمرے میں آئی۔ ڈاکٹر نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ "میڈم! آپ نے شام کو اسپتال میں آکر کہا تھا' یہاں فرہاد انور شاہ زخمی حالت میں لائے گئے ہیں۔ آپ ان سے ملنا چاہتی ہیں۔"

سونیا نے کہا۔ "بے شک۔ میں نے کہا تھا۔ میں ان سے ملنے آئی ہوں اور ابھی تک یہیں ہوں۔"

"لیکن یہ خود کو فرہاد انور شاہ تسلیم نہیں کر رہے ہیں۔ اپنا نام کچھ اور بتا رہے ہیں۔"

سونیا نے کہا۔ "ہاں۔ ہوش میں آنے کے بعد یہ مجھے اپنی وائف سونیا فرہاد کہہ رہے تھے۔ میرے شوہر کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ یہ میرے شوہر فرہاد علی تیمور ہیں۔"

پولیس آفیسر نے پوچھا۔ "اس سلسلے میں آپ کیا کہتی ہیں؟"

"میں تو ایک عرصے سے اس معاملے میں الجھی ہوئی ہوں۔ کیونکہ یہ میرے شوہر فرہاد علی تیمور کے ہم شکل ہیں۔ بالکل وہی قد' وہی جسامت' وہی آواز اور وہی لب و لہجہ ہے۔"

سونیا نے بیڈ کے سرے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میرے شوہر ایک عرصے سے لاپتا ہیں۔ میں نے فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے ان کی تصویر ایک رسالے میں دیکھی۔ یہ کاروباری دنیا میں بہت مشہور ہیں۔ ان کا نام فرہاد انور شاہ لکھا ہوا تھا۔ میں نے ان سے رابطہ کیا۔ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ یہ میرے شوہر فرہاد علی تیمور ہیں تو پھر اپنا نام فرہاد انور شاہ کیوں ظاہر کر رہے ہیں؟"

"پھر آپ نے کیا معلوم کیا؟"

"یہی کہ یہ لاہور کے ایک بہت بڑے بزنس مین فرہاد انور شاہ ہیں۔ میں مایوس ہوگئی تھی۔ لیکن ان سے برابر رابطہ رہتا تھا۔ کل رات انہوں نے کہا کہ یہ بارہ دری میں جارہے ہیں۔ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ میں رنگون میں تھی۔ آج دوپہر کی فلائٹ سے یہاں پہنچی ہوں۔ مجھے ان کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں تھا۔ لہٰذا سیدھی بارہ دری میں پہنچی تھی۔ وہاں پتا چلا' کل رات ایک شخص بری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ اسے تین گولیاں لگی تھیں اور اسے اس اسپتال میں پہنچایا گیا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "اس طرح میں یہاں پہنچی ہوئی ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ بہت خوش ہوں۔ میں نے کھویا ہوا سرمایہ پالیا ہے۔ یہ خود کو فرہاد علی تیمور کہنے لگے ہیں۔ مگر... اتنی ساری مسرتوں کے درمیان ذرا الجھن میں ہوں۔ پہلے یقین کرنا چاہتی ہوں' کیا واقعی یہ میرے مجازی خدا ہیں...؟"

سونیا نے اپنے بیان سے انہیں الجھا دیا۔ پولیس آفیسر کے ماتحت نے میرا اور سونیا کا وہ بیان قلمبند کیا۔ ان پر ہمارے دستخط لیے پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔

ابھی میرے لیے یہ کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں تھا کہ میں فرہاد انور شاہ کی شخصیت کو بھول چکا ہوں۔ مجھے تو نئی زندگی ملی تھی۔ اپنی بیوی اور بچوں کو پاکر فی الحال ساری دنیا کو بھول جانا چاہتا تھا۔

ڈاکٹر نے سونیا سے کہا۔ "شاید ان کے عزیزوں کو دوست اور احباب کو معلوم نہیں ہے کہ یہ اس اسپتال میں ایڈمٹ ہیں؟"

سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ڈاکٹر سے کہا۔ "آپ میرے ساتھ آئیں۔ میں کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ ڈاکٹر کے ساتھ چلتی ہوئی میرے کمرے سے باہر آگئی۔ ڈاکٹر سے کہنے لگی۔ "میں نے فرہاد انور شاہ کی وائف کو فون پر اطلاع دیدی ہے۔ وہ یہاں آنے والی ہیں۔ میں چاہتی ہوں' وہ تنہائی میں اپنے شوہر کے پاس جائیں اور اس سے باتیں کریں۔ بعد میں ان کی وائف کا بھی بیان لیا جا سکے گا۔"

میں پچھلی رات ساڑھے دس بجے ندا سے رخصت ہو کر بارہ دری کی طرف گیا تھا۔ اب دوسری رات کے گیارہ بجنے والے تھے۔ چوبیس گھنٹے گزر چکے تھے۔ ادھر ندا آج صبح سے پریشان تھی۔ پچھلی رات تو وہ میرا انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی۔ صبح اٹھنے کے بعد مجھے نہ پاکر اس نے فون کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا تو اسے ایک ہی آواز سنائی دیتی رہی کہ آپ کے مطلوبہ نمبر سے فی الحال رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔

اس کی پریشانی بڑھتی جارہی تھی۔ اچانک طبیعت نڈھال سی ہوگئی۔ رہ رہ کر سر چکرانے لگا۔ اس نے فیملی ڈاکٹر سے رجوع کیا۔ لیڈی ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ "خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ مبارک ہو' تم پھر ایک بار ماں بننے والی ہو۔"

یہ بہت بڑی خوشخبری تھی۔ پہلی بار ماں بنتے بنتے میرے بچے سے محروم ہوگئی تھی۔ اب قدرت اس پر ایسے وقت مہربان ہو رہی تھی' جب میں وہاں نہیں تھا اور ایک بچہ اس کی کوکھ میں دستک دے رہا تھا۔ پہلی بار ایک بچے سے محروم ہوئی تھی۔ اس بار اس کے باپ سے محروم ہو رہی تھی۔

وہ اتنی بڑی خوشی میرے ساتھ شیئر کرنا چاہتی تھی مگر تلاش بسیار کے بعد بھی میری کوئی خبر نہیں مل رہی تھی۔ میں اسے بتا کر نہیں آیا تھا کہ رات کو کہاں جا رہا ہوں؟ اس نے

ہیڈ آفس کے جنرل منیجر سے پریشانی ظاہر کی۔ وہ بے چارہ بھی مجھے ہر اس جگہ تلاش کرنے لگا' جہاں میں کاروبار کے حوالے سے جایا کرتا تھا۔

یہ بات زیادہ پریشان کر رہی تھی کہ میں اس سے رابطہ کیوں نہیں کر رہا ہوں؟ اتنی طویل خاموشی کیوں اختیار کی ہے؟ آخر اس نے اور جنرل منیجر نے تھک ہار کر رات نو بجے مقامی پولیس اسٹیشن میں میری گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی۔

اس کے ایک گھنٹے بعد ہی سونیا نے فون کے ذریعے ندا سے رابطہ کیا۔ "ہیلو ندا! میں سونیا بول رہی ہوں۔ تم یقیناً اپنے مجازی خدا کے لیے پریشان ہو رہی ہو گی؟ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے' وہ گلبرگ کے ہاسپٹل ہولی کراس میں زخمی پڑے ہیں۔ فوراً وہاں جاؤ۔"

یہ ایسی تشویش میں اور پریشانی میں مبتلا کرنے والی اطلاع تھی کہ اس نے سونیا سے کوئی دوسرا سوال نہیں کیا۔ فون بند کر کے فوراً ہی باہر آئی۔ کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی اسپتال پہنچ گئی۔ کاؤنٹر پر معلوم کیا۔ میں اسپیشل وارڈ کے ایک کمرے میں تھا۔ سونیا مجھے تنہا چھوڑ کر گئی تھی۔ یہ کہہ گئی تھی کہ تھوڑی دیر میں واپس آئے گی۔

ندا کمرے میں داخل ہوئی تو میری حالت دیکھتے ہی ٹھنک گئی۔ میں نے اسے دیکھا مگر سمجھ میں نہیں آیا' وہ کون ہے اور میرے کمرے میں کیوں آئی ہے؟ ادھر وہ مجھے زخموں سے چُور دیکھ کر صدمات سے لرز گئی تھی۔ چیختی ہوئی دوڑتی ہوئی آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے شدید حیرانی سے اسے دیکھا۔ اتنی تو عقل تھی۔ اتنی سی بات سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ مجھ سے دیرینہ وابستگی اور گہرا لگاؤ رکھتی ہے۔ تب ہی اس طرح لپٹ کر رو رہی ہے۔

میں نے کہا۔ "کون ہو تم! پلیز.... اپنے آپ کو سنبھالو۔ سیدھی ہو کر بیٹھ جاؤ اور مجھے بتاؤ' تم کون ہو؟ میرے لیے کیوں اس طرح رو رہی ہو؟"

میری یہ باتیں سنتے ہی اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ الگ ہو کر مجھے حیرانی سے دیکھنے لگی۔ پہلے تو ذہن میں یہ بات آئی تھی۔ "کیا میں غلطی سے کسی غیر کے گلے لگ گئی ہوں؟ میرا فرہاد زخمی نہیں تھا۔ وہ صحت مند تھا۔ اچھی حالت میں مجھ سے رخصت ہوا تھا۔"

وہ مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ پہچان رہی تھی۔ دل اور دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے' وہ دھوکا نہیں کھا رہی ہے پھر اس نے میرے ہاتھ کو تھام کر کہا۔ "آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں کہ میں کون ہوں اور گلے لگ کر کیوں رو رہی ہوں؟ کیا آپ سے گلے لگنے کا میرا کوئی رشتہ نہیں ہے؟"

میں اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا مگر ایک ذرا یاد نہیں آ رہا تھا کہ میں نے اسے کبھی کہیں دیکھا ہے۔ یادداشت کے کسی خانے میں اس کی صورت کی ایک جھلک بھی نہیں تھی۔ جس طرح میں اب سے پہلے سونیا اور اپنے بچوں کو بھلا چکا تھا۔ اب اسی طرح ندا میرے دماغ سے یکسر مٹ گئی تھی۔

اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ "آپ...! آپ واقعی مجھے نہیں پہچان رہے یا مذاق کر رہے ہیں؟"

"پچھلی رات مجھ پر تین گولیاں چلائی گئی ہیں۔ میں موت سے لڑتا ہوا زندگی کی سانسیں لے رہا ہوں۔ ہاسپٹل میں ہوں۔ کیا ایسی حالت میں تم سے مذاق کروں گا؟ سچ کہہ رہا ہوں اور بڑے افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔ تم بڑے والہانہ انداز میں ملنے آئی ہو۔ بڑی شدت سے اپنی محبت کا اظہار کر رہی ہو لیکن میں تمہیں پہچان نہیں پا رہا ہوں۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو اس طرح ڈھانپ لیا کہ صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ صدمات کی شدت سے اس کے اندر زلزلے پیدا ہو رہے ہیں۔ وہ بری طرح ٹوٹ رہی ہے... بکھر رہی ہے۔ اگر اسے محبت سے سہارا نہ ملا تو ایک دم سے بیٹھے بیٹھے گر پڑے گی اور زندگی ہار جائے گی۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ایسے وقت مجھے کیا کرنا چاہیے کس طرح دلجوئی کروں کہ اس کے صدیات کچھ کم ہو جائیں؟ اگرچہ وہ مکمل طور پر اجنبی سی لگ رہی تھی مگر اس کے لیے دل میں ہمدردی پیدا ہو رہی تھی۔

اس نے بڑے دکھ سے کہا۔ "میں نے کل رات آپ سے کچھ کہا تھا...."

میں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ بولی۔ "کل دوپہر میری آنکھ لگ گئی تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ آپ سونیا اور اس کے بچوں کے ساتھ تھے۔ میں سامنے آئی تو آپ نے مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ اب دیکھ رہے ہیں' یہی ہو رہا ہے۔ وہ خواب میں نے آگہی کے طور پر دیکھا تھا۔ یا خدا...! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ آج معلوم ہو رہا ہے' خواب اتنے سچے بھی ہو سکتے ہیں۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کے رونے کے انداز سے مجھے تکلیف پہنچ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "بندے مایوس کرتے ہیں۔ خدا کبھی مایوس نہیں کرتا۔ تمہیں حوصلہ رکھنا چاہیے۔ میں یہ بات سمجھ رہا ہوں' میرے ساتھ کچھ گڑبڑ ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر اور پولیس آفیسر نے یہ مان لیا ہے کہ میری یادداشت گم ہو چکی ہے اور میں فرہاد انور شاہ کی حیثیت سے خود کو بھول چکا ہوں۔"

میری باتیں سن کر اس نے ایک ذرا حوصلے سے مجھے دیکھا۔ یہ بات اسے دلاسے دے رہی تھی کہ میں ہرجائی نہیں ہوں۔ اس سے بے وفائی نہیں کر رہا ہوں۔ بلکہ قدرتی حالات نے مجھے مجبور کر دیا ہے۔ پہلے میں اس کے شوہر کی حیثیت سے کہا کرتا تھا کہ شاید اپنی پچھلی زندگی بھول گیا ہوں۔ اب بھی یہی کہہ رہا تھا' میری یادداشت گم ہو چکی ہے اور میں اسے یکسر بھلا چکا ہوں۔

اس نے مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا واقعی آپ پچھلی زندگی بھول چکے تھے اور اب وہ زندگی یاد آگئی ہے؟ خود کو کسی دوسری حیثیت سے پہچاننے لگے ہیں؟"

میں نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے بچپن سے لے کر اب تک کی پوری زندگی یاد آگئی ہے۔ میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ میری دو بیویاں ہیں۔ ایک کا نام آمنہ اور دوسری کا نام سونیا ہے.... آمنہ سے میرے دو بیٹے پارس اور پورس ہیں۔ سونیا سے ایک بیٹی عالی اور ایک بیٹا کبریا ہے۔ میری پوتی کا نام انوشے اور پوتے کا نام عدنان ہے۔"

یہ باتیں سنتے ہی اس کے حلق سے ایک دردناک کراہ نکلی۔ وہ پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کیونکہ میں اپنے ان بچوں کو یاد کر رہا تھا اور وہ یہ خوشخبری نہیں سنا پا رہی تھی کہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔

اس پر قیامت گزر رہی تھی۔ وہ شوہر کے جیتے جی ایک بیوی کی حیثیت سے اپنی شناخت کھو رہی تھی۔ دوسرا المیہ یہ تھا کہ اسے ایک ماں کی حیثیت سے فخر کرنے کی سعادت نصیب نہیں ہو رہی تھی۔ وہ ساری دنیا سے کہہ سکتی تھی کہ فرہاد انور شاہ کے بچے کی ماں بننے والی ہے لیکن بچے کا باپ اس اولاد کو کیا پہچانتا' جس کی ماں کو بھلا رہا تھا۔

وہ رو رہی تھی۔ خود ہی آنسو پونچھ رہی تھی۔ اپنا آنچل بھگو رہی تھی۔ اسی وقت سونیا کمرے میں آئی۔ ندا اسے دیکھتے ہی بستر کے سرے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ سونیا سے بولی۔ "آپ تو شاید کسی دوسرے ملک میں تھیں۔ میں ایک ہی شہر میں رہ کر اپنے شوہر سے بے خبر رہی اور آپ باخبر تھیں۔ یہ اس بری طرح زخمی کیسے ہو گئے؟"

سونیا نے اس سے وہی باتیں کہیں' جو پولیس آفیسر سے کہہ چکی تھی۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ "کچھ معلوم تو ہونا چاہیے' کن دشمنوں نے ان کی جان لینے کی کوشش کی تھی؟"

"جنہوں نے کوشش کی تھی۔ وہ تعداد میں چار تھے۔ میں نہیں جانتی' وہاں بارہ دری میں کیا ہوا تھا؟ مگر فرہاد کی سلامتی کہہ رہی ہے' انہوں نے بڑی جی داری سے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور ان چاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن ہوش میں آنے کے بعد یہ بھول گئے ہیں کہ ان کے ساتھ کیا کچھ ہو چکا ہے؟"

ندا نے کہا۔ "یہ خود کو فرہاد علی تیمور کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ مانتی ہیں' یہ آپ کے شوہر ہیں؟"

"قدرت منوا رہی ہے اور میں مان رہی ہوں۔ یہ اپنے ماضی کی' میری زندگی کی' میرے بچوں کی ایک ایک بات مجھے بتا چکے ہیں۔ یہ ثابت کر چکے ہیں کہ یہی میرے شوہر فرہاد علی تیمور ہیں۔"

ندا نے بڑے دکھ سے' بڑی مایوسی سے مجھے دیکھا۔ سونیا نے کہا۔ "تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اگر یہ مجھے پہچان رہے ہیں اور تمہیں بھول رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ان کی شریکِ حیات نہیں ہو۔ تمہارا اور فرہاد کا رشتہ آخری سانسوں تک نہیں ٹوٹے گا۔"

اس نے احسان مندی سے سونیا کو دیکھا۔ وہ بولی۔ "میں جلنے کڑھنے والی سوکن نہیں ہوں۔ تمہارے حقوق تم سے چھیننے کی حماقت نہیں کروں گی۔ یہ پوری طرح صحت یاب ہونے کے بعد پاکستان میں یا کسی بھی ملک میں رہیں گے تو تم ان کے ساتھ رہو گی۔"

ندا نے آگے بڑھ کر سونیا کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کی باتوں سے بہت حوصلہ مل رہا ہے۔ میں چاہوں گی' یہ مجھے پہلے کی طرح پہچاننے لگیں۔ مجھے قبول کریں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں مر جاؤں گی۔ ان کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔"

ایسا کہتے کہتے وہ پھر رونے لگی۔ سونیا نے اسے گلے لگا کر تھپکتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہیں پہچانیں گے۔ ضرور پہچانیں گے۔ بس ذرا صبر و تحمل سے کام لو۔"

وہ ندا کو میرے بیڈ کے پاس لا کر اس کے سرے پر بٹھاتے ہوئے بولی۔ "یہاں بیٹھو۔"

پھر وہ مجھ سے بولی۔ "جس طرح تم ہمیں بھول گئے تھے۔ اسی طرح اب ندا کو بھول رہے ہو۔ یہ کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ ہم یاد دلائیں گے اور تم یاد کرو گے تو سب کچھ

یاد آجائے گا۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم چاہتی ہو' میں خود کو فرہاد انور شاہ بھی تسلیم کرلوں؟"

"کرنا ہوگا۔ اس ملک میں اور ملک سے باہر تمہارا کروڑوں کا بزنس پھیلا ہوا ہے۔ ندا نے بڑی ذہانت سے اپنی ذمہ داریاں سنبھالی ہیں۔ اگر تم نے خود کو فرہاد انور شاہ تسلیم نہ کیا تو یہ کاروبار قانونی طور پر تمہارا نہیں رہے گا۔ تمہاری شریکِ حیات ندا بھی اتنے بڑے کاروبار سے' کروڑوں کے بینک بیلنس اور جائداد سے محروم ہوجائے گی۔ میں تمہیں ایسی غلطی نہیں کرنے دوں گی۔"

سونیا چاہتی تھی' آئندہ میں کاروبار سے دلچسپی رکھوں یا نہ رکھوں۔ مگر ندا اسے جاری رکھے اور میرا سب کچھ ندا کے نام ہوجائے۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو ہماری تمام دولت اور جائداد محکمۂ اوقاف میں چلی جائے گی۔ اس ملک میں یہ محکمہ برائے نام فلاح و بہبود کے کام کرتا ہے۔ ورنہ یہاں کے بددیانت سیاستدان اور نااہل حکمران جس طرح قومی خزانے کو خالی کردیتے ہیں۔ اسی طرح محکمۂ اوقاف میں آنے والی دولت کو بھی عیاشیوں میں اڑا دیتے ہیں۔

سونیا ایسی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں ذہنی کمزوری کے باعث سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں تھا۔ مگر وہ بڑی ذہانت سے سوچ رہی تھی۔ ہمیں مستقبل میں جو کرنا تھا' اس کی بھرپور پلاننگ کررہی تھی۔

☆☆☆

برین ماسٹر نے مجھے اپنا تابعدار بنانے کے سلسلے میں بھرپور کوششیں کی تھیں۔ حالات اس کے موافق تھے۔ میں اسے تر نوالہ دکھائی دے رہا تھا۔ میرے حالات اسے یقین دلا رہے تھے کہ وہ مجھے چبائے بغیر نگل سکے گا۔

پہلے اس نے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس طرح یہ سمجھ گیا کہ میں واقعی فرہاد علی تیمور ہوں۔ مجھ پر اعصابی کمزوری کی دوا تو کیا زہر بھی اثر نہیں کرتا ہے۔ آئندہ وہ بہت محتاط رہ کر خوب سوچ سمجھ کر مجھے ٹریپ کرنا چاہتا تھا۔

تقریباً دو ماہ تک بڑی خاموشی سے بڑی رازداری سے اپنی تدابیر پر عمل کرتا رہا۔ اس نے لاہور میں چار ضرورت مند غنڈوں اور قاتلوں کو اپنا آلہ کار بنایا۔ انہیں ایک لاکھ روپے دیے۔ مزید رقم کا لالچ بھی دیا اور خیال خوانی کے ذریعے انہیں ٹریننگ دیتا رہا کہ کس طرح مجھے ٹریپ کرنا ہے؟ یہ اچھی طرح ذہن نشین کرایا کہ مجھے ہلاک نہیں کرنا ہے صرف زخمی کرنا ہے۔

ان دنوں ایک بابا صاحب کا بہت چرچا تھا۔ ان کے بے شمار عقیدت مند پیدا ہوتے جارہے تھے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بابا صاحب کو بھی ٹریپ کیا۔ ان کی کرامات دکھا کر مجھے متاثر کیا۔ اس بات پر قائل کیا کہ بابا صاحب کی پیش گوئی پر بھروسا کرتے ہوئے مجھے آدھی رات کے بعد بارہ دری میں جانا چاہیے۔

اِدھر اس نے بابا صاحب کے دماغ پر قبضہ جما کر انہیں اپنے چار آلہ کاروں کے حوالے کیا۔ وہ انہیں لے کر بارہ دری میں آگئے تھے۔ ان کی پیش گوئی کے مطابق کسی پودے میں چنبیلی کا پھول نہیں تھا۔ اس کے آلہ کاروں نے ایک کاغذ کا پھول پودے میں لگا دیا تھا۔

بابا صاحب کی روحانی قوت ایسی تھی کہ وہ عبادت میں مصروف ہوتے تھے تو برین ماسٹر کی خیال خوانی کی گرفت سے نکل جاتے تھے۔ ایسے وقت اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے تھے۔ "یااللہ تعالیٰ! مجھے اس شیطان پر قابو پانے کی توفیق عطا فرما یا اس کے شر سے نجات حاصل کرنے کا کوئی راستہ دکھا..."

ایسے وقت وہ سمجھتے تھے' انہوں نے مجھے گمراہ کیا ہے اور خواہ مخواہ آدھی رات کو بارہ دری کی طرف جانے پر مائل کیا ہے۔

وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتے تھے۔ خیال خوانی کے ذریعے مجھے وہاں جانے سے روک نہیں سکتے تھے۔ لہٰذا جب غنڈے انہیں وہاں لے جانے لگے تو وہ راضی خوشی ان کے ساتھ بارہ دری میں آگئے۔ ان کا خیال تھا' وہ اللہ تعالیٰ کی رضا سے اور اپنی کرامات سے مجھے اس نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بچالیں گے۔

مگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا۔ میرے مقدر میں لکھ دیا گیا تھا کہ اپنے لہو میں ڈوبنا ہے۔ اس کے بعد ہی میرا گمشدہ ماضی مجھ پر روشن ہوسکے گا۔ جب میں اپنی کار میں بارہ دری کے سامنے پہنچا۔ تب ان غنڈوں نے بابا صاحب کو ہلاک کردیا۔ نیم تاریکی میں درخت کے پیچھے رہ کر ان کی لاش میرے آگے پھینک دی۔

برین ماسٹر جانتا تھا' مجھے قابو میں کرنا آسان نہیں ہوگا۔ لیکن یہ یقین تھا کہ میں اس کے ہتھے نہ چڑھا تب بھی وہ مجھے زخمی کرکے میرے دماغ میں جگہ بنالے گا۔

وہ یہ بھی جانتا تھا کہ سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے میری مدد کرنے کے لیے وہاں آسکتے ہیں۔ لیکن مجھے اس کی

عداوت سے بچا نہیں سکیں گے۔ نتیجہ وہی ہوگا' جو اب سے پہلے ٹف گائی اور وائس مین کے ساتھ ہوتا رہا تھا۔

برین ماسٹر نے انہیں اچھی طرح ٹریپ کیا تھا۔ لیکن تنویمی عمل کے بعد اپنا تابعدار بنانے میں ناکام رہا تھا۔ اسی طرح اس نے سوچا' سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی میرے دماغ میں رہ کر مجھے اس کی عداوت سے بچا نہیں پائیں گے۔ نہ ہی میرے دماغ کو لاک کرکے اسے بھگا سکیں گے۔

یعنی وہ مجھے تابعدار بنانے میں ناکام رہتا۔ تب بھی کامیابی اس طرح حاصل ہوتی کہ وہ میرے اندر وقتاً فوقتاً زلزلے پیدا کرکے دماغی طور پر مجھے کمزور بناتا رہتا اور میرے محافظ ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے ایسا کرنے سے بھی روک نہ پاتے۔

مختصر یہ کہ وہ ہمیشہ میرے لیے دردسر بنا رہتا۔ اپنے منصوبے کے مطابق اس حد تک کامیاب ہوگیا تھا کہ اسے میرے دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ میں تیسری گولی کھانے کے بعد بے ہوش ہوگیا تھا۔ میرا دماغ ہر طرح کی سوچ سے خالی ہوگیا تھا۔ اس قدر بے حس ہوگیا تھا کہ پرائی سوچ کی لہروں کو بھی قبول نہیں کررہا تھا۔

ایسی حالت میں برین ماسٹر نے سوچا' وہ میرے اندر آتا جاتا رہے گا۔ جب میں ہوش میں آؤں گا اور اس کی سوچ کی لہروں کو قبول کروں گا تو وہ حالات کا جائزہ لے گا۔ اگر سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پہریدار کی طرح میرے اندر موجود رہیں گے تو وہ انہیں میرے دماغ کو لاک کرنے کا موقع نہیں دے گا۔

وہ کامیابیاں حاصل کرنے والا یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی توقع کے خلاف کیا ہونے والا ہے؟

میں جو باباصاحب کے ادارے میں بیمار ہوا تھا اور وہاں سے داتا دربار پہنچایا گیا تھا۔ تب سے موجودہ یادداشت واپس آنے تک روحانی عوامل کارفرما رہے تھے۔ بابا فرید واسطی کی وفات کے بعد میں اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی کے روحانی عمل سے گزر رہا تھا۔

وہ خوب سمجھتے تھے کہ قدرتی حالات کے مطابق برین ماسٹر کو کب تک ڈھیل دینی ہے اور کب اس کی رسی کھینچنی ہے؟ جب وہ وقت آیا تو انہوں نے رسی کھینچ لی....

جس طرح سیارے سے آنے والا جوجا مجھے غیر معمولی مشین کے ذریعے ڈھونڈ نہیں پایا تھا۔ اسی طرح برین ماسٹر کی سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ اسے میرا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ اس نے سوچا تھا' میں ہوش میں آؤں گا تو وہ میرے دماغ میں آکر مجھ پر حاوی ہوتا رہے گا۔

لیکن میری آواز اور میرے لب و لہجے کو اچھی طرح گرفت میں لینے کے باوجود اس کی سوچ کی لہریں مجھ تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ وہ سوچنے لگا۔ "کیا فرہاد بارہ بادری میں بے ہوش ہونے کے بعد پھر ہوش میں نہیں آیا ہے؟ کیا وہ مر چکا ہے؟"

وہ صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے سونیا سے رابطہ نہیں کرسکتا تھا۔ تقریباً دو ماہ پہلے اس نے ندا کو اپنا آلہ کار بنایا تھا۔ اس کے اندر رہ کر میرے متعلق معلومات حاصل کرتا تھا۔ اب یہ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوگیا تھا کہ میں زندہ ہوں یا مر چکا ہوں؟

اس نے ندا کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ معلومات حاصل کرنے کے لیے ندا کا دماغ بھی نہیں مل رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اسے میرا اور ندا کا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے؟

اس نے تھک ہار کر الپا سے رابطہ کیا۔ خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "میں برین ماسٹر بول رہا ہوں۔"

الپا نے پوچھا۔ "کتا بھونکنے آیا ہے یا دُم ہلانے....؟"

وہ بولا۔ "جواباً میں بھی گالیاں دے سکتا ہوں۔"

"اس سے پہلے ہی میں تم پر تھوک کر سانس روک کر بھگا دوں گی۔ بہتر ہے' اپنی سانسیں گنتے رہو۔ کسی وقت بھی یہ تمہارا ساتھ چھوڑ سکتی ہیں۔ تم تڑپ تڑپ کر بہت ہی عبرت ناک موت مرنے والے ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر جھنجلانے لگا۔ یہ تجسس بڑھتا جارہا تھا کہ مجھے کس طرح پردۂ راز میں رکھا گیا ہے؟ خیال خوانی کی لہریں مجھے ڈھونڈ نہیں پارہی تھیں۔ آئندہ وہ ہمارے کسی بھی خیال خوانی کرنے والے سے رابطہ کرکے میرے متعلق ایک ذرا سی بھی معلومات حاصل نہیں کرسکتا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ ایسے وقت اس کا داماد بے باک مومن کام آسکتا تھا۔ وہ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا تھا۔ وہ میرا اور سونیا کا جانثار بیٹا تھا۔ ہمیں دل و جان سے چاہتا تھا۔ لیکن تنویمی عمل کے باعث مجبور ہوگیا تھا۔

اس نے برین ماسٹر کی مرضی کے مطابق خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس الپا سونیا سے کہہ رہی تھی۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے برین میرے پاس آیا تھا۔ میں نے اسے ذلیل کرکے بھگا دیا ہے۔ وہ یقیناً اس تجسس میں مبتلا ہے کہ ہمارے پاپا کہاں ں؟"

سونیا نے کہا۔ "صرف بھگانے سے کام نہیں چلے گا۔ ں نے تمہارے پاپا کو مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ی۔ اسے جلد سے جلد بہت ہی برے اور عبرتناک انجام تک ہنچانا ہوگا۔ فرمان اور ٹونی جے بڑی تندہی سے اسے تلاش کر رہے ہیں۔ تم بھی اس کے پیچھے پڑ جاؤ۔ وہ کم بخت پاتال میں بھی چھپا ہو تو وہیں اس کی قبر بنا دو۔"

برین ماسٹر اپنے معمول اور تابعدار بے باک مومن کے ذریعے سونیا اور الپا کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ اتنی بڑی دنیا میں صرف سونیا سے ڈرتا تھا۔ اس سے دور بھاگتا تھا۔ اس قت یہ باتیں سن کر سہم گیا۔ یہ جانتا تھا' جب سونیا اسے تلاش کررہی ہے تو ضرور کسی نہ کسی چونکا دینے والے انداز میں اس کی شہ رگ تک پہنچ جائے گی۔ وہ ایسی بلا تھی کہ سب ہی اس سے خوفزدہ رہتے تھے۔

وہ بے باک مومن کے ذریعے میری اور سونیا کی مصروفیات کے متعلق بہت کچھ معلوم کرسکتا تھا۔ بے باک نے س کی مرضی کے مطابق کہا۔ "السلام علیکم مما! میں بے باک مومن بول رہا ہوں۔"

سونیا نے کہا۔ "اچھے وقت پر آئے ہو۔ یہ بتاؤ' تمہارا وہ خبیث سسر کہاں ہے؟ کیا اس کے متعلق کچھ جانتے ہو؟"

"سوری مما! آپ تو جانتی ہیں۔ اس کمبخت کو روپوش و کر پُراسرار بن کر زندگی گزارنے کی عادت ہے۔ وہ مجھے تو کیا اپنی بیٹی کو بھی اپنی کسی خفیہ رہائش گاہ کے متعلق کچھ نہیں بتاتا ہے۔"

الپا نے سوچا۔ "جو شخص ہمارے پاپا کو اپنا تابعدار نانے کی جرأت کرسکتا ہے' وہ اپنے داماد کو کب بخشے گا؟ بے باک کو بھی ٹریپ کرنے کی کوششیں کرتا ہوگا۔ اپنے شیطانی دماغ سے سوچتا ہوگا کہ اس کے ذریعے ہمارے اندر پہنچ کر ہت سی معلومات حاصل کرسکتا ہے۔"

اس مکار کے متعلق ایسی ہی رائے قائم کی جاسکتی تھی۔ کے ذہن میں یہ بات آئی تو وہ چپ چاپ بے باک کے ر پہنچ گئی۔ وہاں پہنچتے ہی یقین ہوگیا کہ اس کے اندر کوئی جود ہے۔ اگر وہاں کوئی نہ ہوتا تو بے باک پرائی سوچ کی وں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا۔ مگر اس نے ایسا ں کیا تھا۔

وہ سونیا سے بولی۔ "مما! آپ بے باک مومن سے ہماری موجودہ مصروفیات کے متعلق کوئی بات نہ کریں۔"

سونیا نے کہا۔ "یہ میرا جانثار بیٹا ہے۔ میں اس پر اندھا اعتماد کرتی ہوں۔ کیا تمہیں اس پر کسی طرح کا شبہ ہے؟"

وہ بولی۔ "ہم سب بے باک مومن کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ جان دے دے گا۔ مگر کبھی ہمارے اعتماد کو دھوکا نہیں دے گا۔ لیکن ہمیں چند پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس پر شبہ کرنا چاہیے۔"

"جن پہلوؤں سے شبہ کررہی ہو۔ ان کی وضاحت کرو۔"

الپا نے کہا۔ "ایک تو یہ کہ بے باک باباصاحب کے ادارے سے باہر آنے کے بعد آزادی سے اینا کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے۔ تمام دشمن اکابرین اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی تاک میں رہتے ہوں گے پھر یہ کہ برین ماسٹر کا داماد ہے۔ جو شخص ہمارے پاپا کو ٹریپ کرنے کے لیے ان پر گولیاں چلا سکتا ہے۔ انہیں زخمی کرسکتا ہے تو کیا اپنے داماد کو ٹریپ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا؟"

بے باک نے فوراً ہی برین ماسٹر کی مرضی کے مطابق کہا۔ "دسسٹر! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم مجھ پر شبہ نہ کرو۔ میں بہت محتاط رہتا ہوں۔ اس خبیث سسر کو اپنے قریب پھٹکنے بھی نہیں دیتا۔"

الپا نے کہا۔ "کیا تم ہمارے پاپا سے زیادہ تجربہ کار ہو؟ ان سے زیادہ محتاط رہنے کے عادی ہو؟ کیا تمہیں خبر ہے' برین ماسٹر نے پاپا کو ٹریپ کرنے کے لیے کیسی شیطانی چالیں چلی تھیں؟ اگر نہیں جانتے تو خواہ مخواہ محتاط رہنے کا دعویٰ نہ کرو۔ وہ تمہیں داماد بنانے سے پہلے بھی تمہارا بدترین دشمن تھا۔ آج بھی دشمنی کرسکتا ہے۔ ذرا سی غفلت سے فائدہ اٹھا کر تمہیں اپنے زیرِ اثر لاسکتا ہے۔ پہلے ہم اطمینان حاصل کریں گے کہ تم اس کے زیرِ اثر نہیں ہو۔ جب یقین ہوجائے گا۔ تب تم پر بھروسا کریں گے۔"

پھر وہ سونیا سے بولی۔ "مما! آپ بے باک سے پیار و محبت کی باتیں کریں۔ مگر ہمارے اہم معاملات پر گفتگو نہ کریں۔"

سونیا نے بے باک سے کہا۔ "بیٹے! اس وقت جاؤ۔ میں پھر کسی وقت تم سے باتیں کروں گی۔"

الپا نے کہا۔ "مما! میں بھی جارہی ہوں۔ آپ تھوڑی دیر تک تنہا رہیں۔ کسی کو اپنے اندر آنے کی اجازت نہ دیں۔ کوئی چپ چاپ آنا چاہے گا تو آپ اس کی سوچ کی لہروں کو

محسوس کرلیں گی۔ ہمیں مختلف پہلوؤں سے بے باک مومن کو آزمانا چاہیے۔"

برین ماسٹر ذرا مایوس ہوگیا تھا۔ بے باک مومن سونیا کے پاس سے چلا آیا۔ الپا نے بھی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوکر فون کے ذریعے سونیا کو مخاطب کیا۔ "میں الپا بول رہی ہوں۔ اس وقت آپ کا دماغ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خالی ہے۔ ذرا سی بھی سوچ کی لہریں محسوس ہوں تو میرا یہ فون فوراً بند کردیں تاکہ کوئی ہماری باتیں نہ سن سکے۔"

"کیا تم کوئی اہم بات کرنا چاہتی ہو؟"

"جی ہاں۔ بے باک مومن کسی کے زیرِ اثر آچکا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا واقعی؟"

"جی ہاں۔ جس وقت وہ آپ کے اندر آکر بول رہا تھا۔ اس وقت میں چپ چاپ اس کے اندر پہنچی تو اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ کوئی اس کے اندر رہ کر آپ کی باتیں سن رہا تھا۔"

"اوہ گاڈ! پھر تو وہی شیطان برین ماسٹر ہوگا۔ میرے بیٹے بے باک کو ٹریپ کرچکا ہے۔ اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہے۔"

"ایسی حالت میں ہم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر اور برین ماسٹر پر شبہ کرسکتے ہیں لیکن موجودہ حالات بتا رہے ہیں، اس کم بخت نے ہی اپنے داماد کو غلام بنالیا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "ابھی اس کی اس حرکت سے انجان بن کر رہو اور چپ چاپ بے باک مومن کو اس کے تنویمی عمل سے نجات دلانے کی کوششیں کرو۔"

وہ تھوڑی دیر ناگواری سے سوچتی رہی پھر بولی۔ "ہماری دنیا میں کیسے کیسے احسان فراموش رہتے ہیں؟ میں نے برین ماسٹر کو اس وقت اکابرین سے اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بچایا تھا، جب وہ ان کے شکنجے میں آنے والا تھا۔ دشمن اس کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ گئے تھے۔ مگر ہم نے اسے مکھن کے بال کی طرح نکال کر بہ حفاظت دوسری جگہ پہنچادیا تھا۔"

الپا نے کہا۔ "صرف اتنا ہی نہیں... میں نے اور جوزف ہارڈی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا تاکہ کوئی دشمن اس کے اندر نہ پہنچ پائے۔ اگر ہم چاہتے تو آئندہ بھی اسے اپنا تابعدار بناکر رکھ سکتے تھے۔ وہ آج بھی ہمارا غلام بنا رہتا۔"

سونیا نے کہا۔ "اس کی کمینگی نے سمجھا دیا ہے، جو احسان فراموش ہوتے ہیں وہ ہمیشہ کتے کی دُم کی طرح ٹیڑھے رہتے ہیں۔ کبھی سیدھے نہیں ہوتے اور نہ ہی ہمیں ان سے کبھی ہمدردی کرنی چاہیے۔"

الپا نے سونیا کے مشورے کے مطابق فرمان اور ٹونی جے سے رابطہ کیا۔ ان سے کہا۔ "برین ماسٹر تجسس میں اور تشویش میں مبتلا ہے۔ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ ہمارے پاپا کہاں روپوش ہوگئے ہیں؟ تم یقیناً اس بدبخت کو تلاش کررہے ہوگے؟"

ٹونی جے نے کہا۔ "ہم نے تو اپنی ساری توجہ اس دشمن پر مرکوز کردی ہے۔ جو بھی راستہ اس کی طرف لے جاسکتا ہے، اس پر چل پڑتے ہیں۔"

فرمان نے کہا۔ "ایک اہم ذریعہ بے باک مومن ہے۔ آج کل وہ لندن میں اس کی بیٹی اینا کے ساتھ ہے۔ ہم اس پر توجہ دے رہے ہیں۔"

"تم واقعی بڑی ذہانت سے صحیح سمت جارہے ہو۔ ابھی میں یہی کہنے آئی ہوں، بے باک مومن کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے زیرِ اثر آچکا ہے۔ مگر اس بات سے بے خبر ہے۔ ہمیں شبہ ہے، برین ماسٹر نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے۔"

ٹونی جے نے کہا۔ "یقیناً اسی نے ایسا کیا ہوگا۔"

الپا نے کہا۔ "ابھی ہم نے بے باک مومن پر یہ ظاہر نہیں کیا ہے کہ اس پر شبہ کررہے ہیں۔ جس نے بھی اسے معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ اسے خوش فہمی میں مبتلا رہنا چاہیے۔" فرمان نے کہا۔ "ہم اس کی اس حرکت سے انجان بن کر رہیں گے۔ بڑی رازداری سے کام کریں گے اور بے باک مومن کو اس کے تنویمی عمل سے نجات دلائیں گے۔"

اُدھر برین ماسٹر کے راستے میں رکاوٹ پیدا ہوگئی تھی۔ الپا نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ جو شخص اس کے پاپا کو تابعدار بنانے کی سازشیں کرسکتا ہے۔ وہ اپنے داماد کو بھی نہیں بخشے گا۔ شاید اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہے اور سونیا نے کہا تھا، جب تک یہ شبہ دور نہیں ہوگا، تب تک بے باک مومن کو اپنے اہم معاملات سے دور رکھا جائے گا۔ اسے کسی معاملے میں شریک نہیں کیا جائے گا۔

برین ماسٹر کو بے باک سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ سونیا اسے بیٹے کی طرح چاہتی تھی۔ بے باک کو ایک خطرناک عورت کا اعتماد حاصل تھا۔ برین ماسٹر اس اعتماد کی بنیاد پر صحیح معلومات حاصل کرسکتا تھا کہ مجھے کس طرح اور کہاں گم کردیا گیا ہے؟

مگر اُس کا یہ اہم آلہ کار بھی کمزور پڑ گیا تھا۔ میری ہائی یا گمشدگی اسے طرح طرح کے اندیشوں میں مبتلا ررہی تھی۔ سونیا تو اُسے چھوڑنے والی نہیں تھی۔ میری ل سے بھی یہ اندیشہ تھا اگر میں زندہ ہوں تو اپنے زخم نے کا انتظار کررہا ہوں۔ اُس کے بعد بہت بُری طرح س سے انتقام لوں گا۔

موجودہ حالات میں بے باک مومن اس کے کام نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا وہ اس کی طرف سے غافل ہوگیا۔ یہ سوچنے ۔ آئندہ جن اکابرین کے دماغوں میں پہنچ سکتا ہے، اُن کے ذریعے میرے بارے میں اہم معلومات حاصل کرے ۔

اُس نے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ پر قبضہ جما ۔ اُس افسر نے فون کے ذریعے سونیا سے رابطہ کرنے کے بعد پوچھا۔ "کیا آپ ہمیں بتاسکیں گی، مسٹر فرہاد علی تیمور کہاں ں؟"

سونیا نے پوچھا۔ "ایک طویل عرصے کے بعد فرہاد کے متعلق کیوں سوال کیا جارہا ہے؟"

اس افسر نے برین ماسٹر کی مرضی کے مطابق کہا۔ "کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دو بار میرے اندر آچکا ہے۔ مجھ سے معلوم کرنا چاہتا ہے، ہمارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف امریکا میں ہی رہتے ہیں یا انہوں نے دوسرے ممالک میں بھی رہائش اختیار کی ہے۔ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ میں اپنے اُن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پتے ٹھکانے سے واقف ہوں یا نہیں...؟"

سونیا نے پوچھا۔ "یعنی وہ تمہارے ذریعے اُن امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچنا چاہتا ہے؟"

"ہاں یہی بات ہے۔"

"اور تمہارا خیال ہے، وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاد ہے؟"

"ہاں... کیا ہمیں مسٹر فرہاد پر شبہ نہیں کرنا چاہیے؟"

"ضرور کرنا چاہیے، بلکہ دن رات شبہ کرتے ہو۔ ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"پلیز میڈم! ہم مسٹر فرہاد سے باتیں کرنا چاہتے یں۔"

"تو پھر مجھ سے کیوں باتیں کررہے ہو۔ اُس سے ابطہ کرو۔ اگر اُس کا کوئی پتا ٹھکانا، یا فون نمبر معلوم ہوجائے تو [illegible] بھی بتانا۔ میں بھی جاننا چاہتی ہوں کہ وہ اس دنیا میں ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کہاں ہے؟"

سونیا نے رابطہ ختم کردیا۔ برین ماسٹر جھنجلانے لگا۔ کسی بھی ہتھکنڈے سے میرے متعلق اُسے کچھ معلوم نہیں ہورہا تھا۔ مگر وہ مایوس ہونا نہیں جانتا تھا۔ مجھے ڈھونڈ نکالنے کے لیے بہت دور تک پہنچنے والا تھا۔ سوچ رہا تھا، کسی طرح گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرے۔

اسے یہ تدبیر سوجھ رہی تھی کہ گریٹ ایشورارا کو پھر سے اس دنیا میں آکر حکومت کرنے کا لالچ دیا جائے۔ اس سے کسی طرح کا سمجھوتا کیا جائے۔ یقین دلایا جائے کہ وہ اپنی حکومت یہاں قائم کرسکے گا، اگر اسے گریٹ ایشورارا کا اعتماد حاصل ہوجائے گا تو دو طرح کے فائدے حاصل ہوسکیں گے۔

ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ وہ اُس سے پھر ایک بار غیر معمولی مشین حاصل کرسکے گا۔ وہ مشین مجھے ڈھونڈنے اور سونیا کی مصروفیات معلوم کرنے کے سلسلے میں بہت کام آسکتی تھی۔

دوسرا فائدہ یہ ہوتا کہ وہ ہمارے مقابلے میں بالکل تنہا نہ رہتا۔ سیارے والوں کی سائنس و ٹیکنالوجی اور ان کی ٹیلی پیتھی کی قوتیں اُس کی پشت پر ہوتیں۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "بلا سے میں گریٹ ایشورارا کے زیرِ اثر آجاؤں مگر یہ ذہنی سکون تو حاصل ہوگا کہ میں تنہا رہ کر فرہاد کے ہاتھوں مارا نہیں جاؤں گا۔ اس کے اور سونیا کے مقابلے میں کسی طرح کم تر نہیں رہوں گا۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا رہوں گا۔"

فی الحال یہ محض خیالی اُڑان تھی۔ گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اُس کی غیر معمولی مشینیں اس دنیا میں ناکارہ ہوچکی تھیں۔ جو کمیونیکیٹنگ مشینیں تھیں، وہ بھی رفتہ رفتہ بے کار ہوچکی تھیں۔ بس ایک اُمید تھی کہ گریٹ ایشورارا پھر پلٹ کر آئے گا تو اُس سے رابطہ کرنے کی کوئی صورت نکل آئے گی۔

لندن میں برین ماسٹر کی بیوی مونیکا اور اس کا بیٹا جارج رچ مین رہتے تھے۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہے تھے۔ بے باک مومن، اینا کے ساتھ اُس بنگلے میں رہنے لگا تھا۔ یہ بات فرمان اور ٹونی جے جانتے تھے۔ وہ بے باک مومن کو ٹریپ کرنے اور اسے برین ماسٹر کے شکنجے سے نکالنے کے لیے اُس شہر میں آگئے ..... اُدھر وہ بے باک مومن کو اپنے زیرِ اثر لاکر مطمئن ہوگیا تھا۔ اُس کے دماغ کو ایک مخصوص لب و لہجے کے ذریعے لاک کرکے بظاہر آزاد چھوڑ دیا تھا۔ ہم فون کے یا خیال خوانی کے ذریعے اُس سے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :۔

✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
✧ ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا

✧ ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
✧ مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
✧ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

رابطہ کرتے تو کبھی یہ معلوم نہ کر پاتے کہ اُس کم بخت سُسر نے اپنے داماد کو غلام بنا رکھا ہے۔

یہ اطمینان حاصل کرنے کے بعد اُس نے بے باک مومن کو اور اپنی بیٹی اینا کو گھومنے پھرنے کی آزادی دے دی تھی اور اُن کی طرف سے فی الحال غافل ہوگیا تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ بے باک مومن کو ہمارے خلاف استعمال کرے گا تو بھید کھل جائے گا۔ لہٰذا وہ دوسرے ذرائع سے میرے متعلق معلومات حاصل کرنے میں مصروف ہوگیا تھا۔

اینا اس حقیقت سے بے خبر تھی کہ اُس کے باپ نے بیٹی اور داماد دونوں کو ہی اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا ہے۔ اس کم بخت نے اُن دونوں کو بڑی مہلک دوا کے ذریعے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ بے باک مومن غیر معمولی قوتِ برداشت کا حامل تھا' لہٰذا اس نے اُس دوا کو برداشت کرلیا تھا۔ لیکن اینا موت کے منہ میں پہنچ گئی تھی۔ ڈاکٹروں نے بڑی مشکل سے اس کی جان بچائی تھی۔

اگر وہ بیٹی مر جاتی تو باپ کو ایک ذرا افسوس نہ ہوتا' وہ بے باک کو اپنا تابعدار بنا کر خوش رہتا۔ اینا اپنے باپ کے اس کمینے پن سے بے خبر تھی' اب بھی اسے دل و جان سے چاہتی تھی۔

برین ماسٹر نے بے باک کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ اہم ضرورت کے وقت وہ خیال خوانی کے ذریعے اُس سے رابطہ کرسکتا ہے۔ ورنہ عام حالات میں وہ اپنے سُسر کو پہلے کی طرح نظر انداز کرتا رہے گا۔

یہ ہم سب ہی جانتے تھے' وہ برین ماسٹر سے نفرت کرتا ہے۔ صرف اینا کی خاطر ایک داماد کا رشتہ نبھا رہا ہے۔ سونیا اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے دھوکا کھاتے رہتے کہ وہ اب بھی برین ماسٹر سے نفرت کرتا ہے۔

لیکن الپا نے بڑی چالاکی سے یہ بھید معلوم کرلیا تھا۔ فرمان اور ٹونی جے کو بے باک کے پیچھے لگا دیا تھا۔ وہ دونوں اُس کی رہائش گاہ کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ اگر وہ سامنے آکر بے باک سے ملاقات کرتے تو وہ بڑی خوش دلی سے اُن کا استقبال کرتا۔ لیکن وہ برین ماسٹر کی نظروں میں نہیں آنا چاہتے تھے۔ بڑی خاموشی سے بے باک کو ٹریپ کرکے اس کے شکنجے سے نکالنا چاہتے تھے۔

اگر وہ بے باک سے کہتے کہ اُسے عارضی طور پر اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے برین ماسٹر کی غلامی سے نجات دلانا چاہتے ہیں تو وہ ایک معمول اور تابعدار کی حیثیت سے کبھی انہیں اس بات کی اجازت نہ دیتا۔

فرمان اور ٹونی جے جبراً اُسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے دشمن کے سحر سے نکال سکتے تھے۔ بے باک ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف تھا۔ فرمان اور ٹونی جے سے بھی خیال خوانی کے ذریعے بارہا گفتگو ہوچکی تھی لیکن کبھی آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔ وہ انہیں چہروں سے نہیں پہچان سکتا تھا۔

ایک رات وہ دونوں اینا اور بے باک کا تعاقب کرتے ہوئے کیسینو میں پہنچ گئے۔ وہ دونوں وہاں کھانے پینے اور تفریح کرنے کی غرض سے آئے تھے۔

بے باک اپنی اینا کے ساتھ ایک میز پر بیٹھا ایک جواری کے ساتھ پتے کھیل رہا تھا۔ تین چار افراد آس پاس کھڑے اُن کا کھیل دیکھ رہے تھے۔ ایسے وقت فرمان اور ٹونی جے بھی وہاں آکر کھڑے ہوگئے۔

اُن کے پاس ایک ننھی سی سرنج تھی۔ انہوں نے کچھ کہنے کے بہانے ذرا جھک کر سرنج کی سوئیاں اُن کے جسموں میں چبھو دیں۔ اس طرح معمولی سی اعصابی کمزوری کی دو اُن کے اندر انجیکٹ کردی۔

اینا اور بے باک مومن نے ہلکی سی چبھن محسوس کی لیکن وہ اعتراض نہ کرسکے۔ اس سے پہلے ہی فرمان اور ٹونی جے نے ان کے اندر پہنچ کر دماغوں پر قبضہ جما لیا۔ انجیکٹ کی جانے والی دوا زیادہ مہلک نہیں تھی پھر یہ کہ خیال خوانی کے ذریعے انہیں سنبھالا جا رہا تھا۔

وہ دونوں ان کی مرضی کے مطابق کیسینو سے نکل کر کار ڈرائیو کرتے ہوئے اپنے بنگلے میں آگئے۔ پھر اپنے بیڈ پر جا کر لیٹ گئے۔

فرمان اور ٹونی جے اس دوران بڑی خاموشی سے اُن کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ برین ماسٹر کی آہٹ سننے کی کوششیں کر رہے تھے۔ یہ یقین ہو رہا تھا کہ وہ اس وقت ان کے اندر موجود نہیں ہے۔ کہیں دوسرے معاملات میں مصروف ہوگا۔

انہوں نے اینا اور بے باک پر تنویمی عمل کرنے میں دیر نہیں کی۔ برین ماسٹر کے سحر سے نکال کر ایک مخصوص لب و لہجے کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کردیا۔ پھر انہیں تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

وہ دونوں تنویمی نیند کے دوران بھی ان کے اندر آتے جاتے رہے۔ یہ معلوم کرنے کی کوششیں کرتے رہے کہ برین ماسٹر وہاں آ رہا ہے یا نہیں....؟ اگر آ جاتا تو اُسے معلوم ہو جاتا کہ بے باک مومن اس کے ہاتھ سے نکل رہا ہے۔ لیکن ات نہیں ہوئی۔ وہ تقریباً تین گھنٹوں تک تنویمی نیند لے کے بعد بیدار ہوگئے۔

وہ دونوں ایک ہی بیڈ پر سو رہے تھے۔ بیدار ہونے کے بعد ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے پھر اٹھ بیٹھ گئے۔ ان کے ذہنوں میں یہ سوالات گردش کر رہے تھے۔ وہ کہاں تھے؟ اب کہاں پہنچے ہوئے ہیں؟ اور انہیں ان سوالات کے جوابات بھی مل رہے تھے۔

فرمان اور ٹونی جے نے ان کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ کچھ روز پہلے برین ماسٹر نے اپنی بیٹی اور داماد کو کس طرح اعصابی کمزوری کی دوا کھلا کر اسپتال پہنچا دیا تھا؟

فرمان بے باک مومن کے پاس تھا اور ٹونی جے اینا کے اندر موجود تھا۔ وہ دونوں سوچ کے ذریعے انہیں پچھلی باتیں یاد دلا رہے تھے۔ اینا نے ٹونی جے کی مرضی کے مطابق بے باک کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں تو بہت بُری طرح اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوگئی تھی۔ ایسا ہی لگ رہا تھا' جیسے اب تب میں مرنے والی ہوں۔ بس اتنا یاد ہے کہ اسپتال میں تھی۔''

بے باک مومن فرمان کی مرضی کے مطابق سوچ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''میں بھی ناقابلِ برداشت کمزوری میں مبتلا ہو گیا تھا۔ توانائی حاصل کرنے کے لیے اپنی کمزوریوں سے لڑ رہا تھا۔ اس کے بعد پتا نہیں کیا ہوا' مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔''

اینا نے کہا۔ ''مجھے کچھ کچھ یاد آ رہا ہے۔ جب ہم کمزوری میں مبتلا ہو رہے تھے' تب تم نے کہا تھا' میرے ڈیڈ ہم سے دشمنی کر رہے ہیں۔ انہوں نے ہمارے کھانے میں مہلک دوا ملائی ہے۔''

بے باک مومن نے کہا۔ ''ہاں مجھے یاد آ رہا ہے' جب میں کمزوری کے باوجود کار ڈرائیو کرتا ہوا تمہارے ساتھ اسپتال جا رہا تھا۔ تب تمہارے باپ نے میرے اندر آ کر کہا تھا۔''

اینا نے کہا۔ ''جب وہ تمہارے اندر آئے تھے تو یقیناً میرے اندر بھی آئے ہوں گے۔''

بے باک نے فرمان کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''ہاں یاد آ رہا ہے' تمہارے باپ نے چیلنج کیا تھا' وہ مجھے اپنا تابعدار بنائے گا۔''

اس نے کیلنڈر کی طرف دیکھا۔ پھر کہا۔ ''وہ دس تاریخ کی رات تھی' جب ہم دماغی کمزوری میں مبتلا ہو گئے تھے اور اسپتال پہنچ گئے تھے۔ اب تمہارے باپ کی چالبازی سمجھ میں آ رہی ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیسی چالبازی...؟''

''اُس نے یقیناً مجھ پر تنویمی عمل کیا ہوگا' مجھے اپنا تابعدار بنایا ہوگا۔ دس تاریخ کے بعد وہ کئی بار میرے دماغ میں آ چکا ہے۔ میری مرضی کے خلاف آتا جاتا رہا ہے اور میں اُسے روکتا نہیں تھا۔ برا بھی نہیں مناتا تھا۔ وہ جو کہتا تھا' مان لیتا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے' اُس نے مجھے اپنا غلام بنا لیا تھا۔''

دوسری طرف ٹونی جے اینا کے اندر رہ کر اُسے اس حقیقت کی طرف مائل کر رہا تھا اور قائل کر رہا تھا کہ اس کے باپ نے بیٹی کے ساتھ بھی دشمنی کی ہے۔ مہلک اعصابی کمزوری کی دوا کھلا کر اسے موت کے قریب پہنچا دیا تھا۔

اینا ایک طرف بے باک کی زبان سے اپنے باپ کے خلاف سن رہی تھی۔ دوسری طرف خیال خوانی کے ذریعے اس سے یہ حقیقت تسلیم کرائی جا رہی تھی۔

پھر فرمان نے اپنی موجودگی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

''ہیلو مسٹر بے باک مومن ...! میں فرمان بول رہا ہوں۔''

اس نے چونک کر پوچھا۔ ''کیا میری یوگا کی صلاحیتیں ختم ہو چکی ہیں؟ میں نے تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کیا؟ سانس کیوں نہیں روکی؟''

''ان تمام سوالوں کے جوابات ابھی مل جائیں گے۔ فوراً مما کے پاس جاؤ۔''

وہ اُسی لمحے میں سونیا کے پاس پہنچ کر بولا۔ ''مما...! میں بے باک مومن بول رہا ہوں۔ کیا آپ نے مجھے یاد کیا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''ہاں۔ میں چاہتی ہوں' تم برین ماسٹر کی کم ظرفی اور کمینگی کو اچھی طرح سمجھ لو اور اینا کو بھی سمجھا دو۔''

''بے شک۔ مجھے ابھی معلوم ہو رہا ہے۔ برین ماسٹر نے تنویمی عمل کے ذریعے مجھے اپنا تابعدار بنا لیا تھا اور میں اس بات سے بے خبر رہا کہ اس کے زیرِ اثر آ چکا ہوں۔''

''برین ماسٹر کی اس مکاری کو الپا نے سمجھ لیا تھا۔ فرمان اور ٹونی جے لندن پہنچے ہوئے ہیں۔ انہوں نے تمہیں اس کے تنویمی عمل سے نجات دلائی ہے۔''

''میں آپ کا' الپا کا' فرمان اور ٹونی جے کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں' کم ہے۔ میں برین ماسٹر کو اس کمینگی کا منہ توڑ جواب دوں گا۔''

''سب سے پہلے تو تمہیں اس سے دور ہو جانا چاہیے۔ جس بنگلے میں ابھی رہتے ہو' اُسے چھوڑ دو۔ اپنا اور اینا کا نام اور شخصیت تبدیل کرکے ہمارے ایسٹ بورن والے بنگلے میں

رہائش اختیار کرو۔ میں چوکیدار کو ابھی فون پر کہتی ہوں' تمہیں وہاں کی چابیاں مل جائیں گی۔"

"بہت بہت شکریہ مما...! ہم آج ہی اُس بنگلے میں چلے جائیں گے۔"

بے باک نے الپا کے پاس آ کر اس کا شکریہ ادا کیا پھر فرمان اور ٹونی جے کے پاس پہنچ کر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولا۔ "ایک کام اور کر دو۔ تنویمی عمل کے ذریعے میری اور اینا کی شخصیت تبدیل کر دو۔ اس طرح کہ ہم اندر سے خود کو پہچانتے رہیں اور بظاہر ہماری شخصیت تبدیل ہو جائے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمیں اینا اور بے باک مومن کی حیثیت سے نہ پہچان سکے۔"

فرمان اور ٹونی جے نے یہی کیا۔ ان دونوں کی شخصیت تبدیل کر دی۔ وہ برین ماسٹر کا ذاتی بنگلا چھوڑ کر ایسٹ بورن والے بنگلے میں چلے گئے۔ ہر پہلو سے اپنے لیے حفاظتی انتظامات کرنے کے بعد بے باک نے اینا سے کہا۔ "اب اپنے باپ سے باتیں کرو۔"

اس نے برین ماسٹر سے رابطہ کیا۔ اس نے فون کی ننھی سی اسکرین پر بیٹی کے نمبر پڑھے۔ پھر اسے آن کر کے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو اینا...! کیا بات ہے؟ کوئی ضروری بات کرنا چاہتی ہو تو ذرا انتظار کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے دماغ میں آؤں گا۔ ابھی بہت مصروف ہوں۔"

وہ بولی۔ "یہ تم اینا کسے کہہ رہے ہو؟ کیا مجھے اپنی بیٹی سمجھ رہے ہو؟"

برین ماسٹر نے چونک کر اس کی بات پر توجہ دی تو پتا چلا' وہ اینا کی آواز اور لب و لہجہ نہیں تھا۔ اس نے پھر اپنے فون کی اسکرین پر نمبر پڑھے اور کہا۔ "بے شک تمہاری آواز اور لب و لہجہ بدلا ہوا ہے مگر جس فون سے بول رہی ہو' وہ میری بیٹی اینا کا ہے۔ تم کون ہو؟"

یہ سوال کرتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بیٹی کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس چلی گئیں۔

بے باک مومن اینا کے اندر تھا اور وہ اسی کی مرضی کے مطابق بول رہی تھی۔ "کیا ہوا؟ تم چپ کیوں ہو؟ ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتے تھے اور میں نے تمہیں بھگا دیا۔ کیا تمہاری بیٹی یوگا میں ایسی مہارت رکھتی ہے؟ تمہیں اپنے دماغ سے بھی بھگاتی ہے؟"

اس نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ میری بیٹی کا یہ فون تمہارے پاس کیسے آیا؟"

"مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ خیال خوانی کے ذریعے اپنی بیٹی سے بات کرو۔"

اس بار اس نے اینا کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی تو سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔

وہ فون پر بولا۔ "میں سمجھ گیا' تم اینا ہو۔ مگر تمہاری شخصیت آواز اور لب و لہجہ بدل چکا ہے۔"

"دوسرے لفظوں میں تمہاری بیٹی مر چکی ہے۔ وہ بیٹی جسے کچھ عرصہ پہلے تم نے بہت ہی مہلک اعصابی کمزوری کی دوا کھلائی تھی۔ وہ موت کے منہ میں جا رہی تھی۔ اس وقت تم نے بیٹی کی پروا نہیں کی۔ اپنے داماد کو غلام بنانے کے لیے اسے موت کے منہ میں دھکیل دیا۔"

وہ ذرا توقف سے بولی۔ "اس وقت وہ بچ گئی مگر نئی زندگی پا کر ایسے کم ظرف باپ کی بیٹی بن کر نہیں رہنا چاہتی تھی' جیسے تم ہو۔ وہ تمہاری دنیا سے' تمہاری زندگی سے ہمیشہ کے لیے جا چکی ہے۔ یقین نہ ہو تو اپنے غلام داماد سے پوچھ لو۔"

اس نے فوراً ہی بے باک مومن کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ جسے غلام بنایا تھا' اسے سوچ کی لہریں تلاش نہیں کر پا رہی تھیں۔ بے باک نے اینا سے فون لیتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہوا... بے باک مومن کو تلاش کر رہے ہو؟"

برین ماسٹر نے کہا۔ "تم...؟ اچھا... میں سمجھ گیا' اینا کی طرح تمہاری شخصیت اور لب و لہجہ بھی بدل چکا ہے۔"

وہ بولا۔ "ہاں۔ میں اس دنیا میں ہوتے ہوئے بھی نہیں ہوں۔ آئندہ مجھے ڈھونڈتے وقت یاد رکھنا کہ میں بھی تمہیں ڈھونڈ رہا ہوں اور تم سے پہلے تمہاری شہ رگ تک پہنچنے والا ہوں۔"

وہ بے باک کی باتیں سن رہا تھا' پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ "یہ سب اچانک کیا ہو گیا؟ سونیا کو اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیسے پتا چل گیا کہ میں نے بے باک کو غلام بنا رکھا ہے؟ یقیناً مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اسے میرے شکنجے سے نکالا ہے۔"

یہ سمجھ آ رہا تھا کہ سونیا بڑی خاموشی سے بہت دھیرے دھیرے انتقامی کارروائی کر رہی ہے۔ پہلے اسے ہر پہلو سے کمزور بنا رہی ہے۔ اس نے بے باک کو غلام بنا کر ٹیلی پیتھی کا ایک ہتھیار حاصل کیا تھا مگر وہ اسے چھین چکی ہے۔

یورپ اور امریکا کے اکابرین کبھی برین ماسٹر کو دوست بنانے والے نہیں تھے۔ نہ ہی اس کی کسی طرح کی مدد کرنے والے تھے۔ وہ ہمارے مقابلے میں بالکل تنہا رہ گیا تھا۔

ن بند کر دیا۔ بیٹی باپ کے رشتے سے انکار ی۔ بے باک مومن نہ غلام رہا تھا' نہ داماد..... وہ اور ہاں [illegible] جاننے والے کسی بھی وقت اُس کی [illegible]

☆☆☆

ہاسپٹل سے اپنی کوٹھی میں چلا آیا تھا۔ ابھی زخم ے تھے لیکن تکلیف کم تھی۔ کمزوری بھی اس لیے نہیں کر تا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اندر آ کر مجھے ل تو اہل بہلاتے رہتے تھے۔ کسی طرح کی تکلیف کا احساس نہیں ہونے دیتے تھے۔ سونیا اور ندا دونوں ہی میری داری میں مصروف رہا کرتی تھیں۔

ان دنوں میری پوری فیملی لاہور چلی آئی تھی۔ پارس' مانی' کبریا' الپا' ایمان علی' انوشے اور عدنان سب ہی ے آس پاس رہتے تھے۔ مجھے پیار کرتے تھے۔ خوب لتے تھے۔ کسی بھی مسئلے کی طرف دھیان دینے اور چنے کا موقع نہیں دیتے تھے۔

پارس اور پورس نے کہا۔ "پاپا...! جب تک آپ کا زخم اچھی طرح نہیں بھرے گا' آپ بالکل تندرست اور توانا نہیں ہوں گے۔ تب تک خیال خوانی نہیں کریں گے۔ ہماری ٹیلی پیتھی کے بغیر زندگی گزاریں گے۔"

انوشے اپنے باپ پارس کو پاپا اور پورس کو ڈیئر پاپا کہتی تھی۔ اس نے کہا۔ "پاپا اور ڈیئر پاپا...! آپ فکر نہ کریں' میں گرینڈ پا کو چوری چھپے بھی خیال خوانی کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔ میری روحانی قوتیں انہیں ایسا کرنے ہی نہیں دیں گی۔"

یہ سن کر سب ہنسنے لگے۔ میں نے کہا۔ "اگر دنیا مجھے تی ہے تو میری پوتی سوا سیر ہے۔ الپا نے مجھے ایسی پوتی جو فرہاد علی تیمور کو بھی مجبور اور بے بس بنا دیتی ہے۔"

عدنان نے میری پیٹھ پر سوار ہو کر کہا۔ "گرینڈ پا...! یہ الپا کیا چیز ہے؟ میں تو فرہاد علی تیمور کا باپ ہوں۔"

اس بات پر سب نے قہقہہ لگایا۔ میں نے کہا۔ "ہاں [illegible]...! تم تو عجیب و غریب ذہانت کے مالک ہو۔ ہے۔ میں تمہیں بابا صاحب کے ادارے سے باہر لے جایا جاتا [illegible] ہنگامے برپا کرنے لگتے ہو۔ ایک مدت کے بعد تمہیں بابا صاحب کے ادارے سے باہر آنے کا موقع ملا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے' آئندہ کیا کرنے والے ہو؟"

ندا میری باتیں سن رہی تھی اور دل ہی دل میں کہہ رہی تھی۔ "میرا ہونے والا بچہ بھی آپ کے لہو کی پیداوار ہوگا۔ انشاء اللہ وہ بھی غیر معمولی ذہانت کا حامل ہوگا۔"

سونیا سے' میری بیٹی اور بیٹوں سے' الپا اور انوشے سے ندا کو اتنی محبتیں مل رہی تھیں' جن کی وہ توقع بھی نہیں کر سکتی تھی۔ یہ یقین ہو گیا تھا کہ آئندہ کبھی اس سے ناانصافی نہیں ہوگی۔

اس نے پارس اور پورس سے کہا۔ "تم دونوں بابا صاحب کے ادارے میں رہتے ہو۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا' یہاں لاہور آ کر اپنے پاپا کا کاروبار سنبھال لو...؟"

پارس نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ "کاروبار ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ ہم میدانِ جنگ کے سپاہی ہیں۔ آپ ہمیں سپاہی رہنے دیں۔"

پورس نے کہا۔ "یہ سارا کاروبار' دولت اور جائداد صرف آپ کی اور آپ سے ہونے والے بچوں کی ہے۔ ہم میں سے کوئی اس پر حق نہیں جتائے گا۔"

اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی نے خیال خوانی کے ذریعے میری خیریت پوچھی۔ میں نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "بہت بہت شکریہ... آپ کی توجہ کے باعث برین ماسٹر مجھ تک پہنچ نہیں پا رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں' ذہنی اور جسمانی توانائی حاصل کرنے تک وہ دشمن مجھ سے دور ہی رہے۔"

انہوں نے کہا۔ "ذہنی اور جسمانی توانائی حاصل کرنے کے بعد تم اس دشمن تک پہنچ نہیں پاؤ گے۔ اس کے بخت کا ستارا عروج پر ہے۔ تمہارا پوتا عدنان اس کے لیے مصیبت بن سکتا ہے اور ایسا ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔"

وہ ذرا توقف سے بولے۔ "ہم چاہتے ہیں' یہ بچہ ابھی دنیاوی معاملات میں نہ پڑے۔ ادارے میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کرتا رہے۔ اسے اپنے پاس زیادہ نہ رکھو۔ کل تک تاشا پہنچنے والی ہے۔ وہ اسے اپنے ساتھ ادارے میں لے آئے گی۔

تاشا میری ہونے والی بہو تھی۔ اسے عدنان سے منسوب کیا گیا تھا۔ وہ ان دنوں آٹھ برس کا تھا اور تاشا اٹھارہ برس کی تھی۔ یہ اعلیٰ حضرت کی پیش گوئی تھی کہ عمر کا اتنا زیادہ فرق ہونے کے باوجود وہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزاریں گے۔

میں نے عدنان کو دیکھا۔ پھر بے اختیار مسکرانے لگا۔ جو کارنامے میں نے جوانی میں انجام دیے تھے' وہ پانچ برس کی عمر میں انجام دے چکا تھا۔ اب آٹھ برس کا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر بہترین تعلیم اور تربیت حاصل کر رہا تھا۔

اعلیٰ حضرت نے اسے میرے پاس آنے کے لیے صرف چار دنوں کی چھٹی دی تھی۔ مجھ سے اور سونیا سے کہا تھا۔ ”عدنان کو زیادہ دنوں تک ادارے سے باہر نہیں رہنا چاہیے۔ جب تک یہ تمہارے پاس رہے، اسے اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دینا۔ ورنہ یہ تم سب کے لیے طرح طرح کے مسائل پیدا کرے گا۔“

وہ اپنے روحانی عمل کے ذریعے سمجھ گئے تھے، اگر وہ ادارے سے باہر نکل کر سخت نگرانی میں نہیں رہے گا تو پھر کہیں بھٹک جائے گا۔ اس کے ستارے برین ماسٹر کے ستارے سے ٹکرائیں گے۔ پھر جانے کیسے کیسے ہنگامے برپا ہوتے رہیں گے؟ عدنان پیچھے پیچھے رہے گا اور برین ماسٹر آگے آگے بھاگتا رہے گا۔

اعلیٰ حضرت چاہتے تھے، عدنان کو چھوٹی سی عمر میں اتنے بڑے معاملات میں پڑنا نہیں چاہیے۔ اسے جوان، بالغ اور باشعور ہونے تک مکمل تعلیم و تربیت حاصل کرنی چاہیے۔

اعلیٰ حضرت کی پیش گوئی درست ہوتی تھی۔ انہوں نے فرمایا۔ ”اگر عدنان کو قابو میں رکھا جائے گا، اسے بھٹکنے نہیں دیا جائے گا اور واپس ادارے میں پہنچا دیا جائے گا تو برین ماسٹر اپنے دوسرے انجام کی طرف جائے گا۔ وہ کسی بڑی طاقت کے زیرِ اثر آکر ان کا تابعدار بن جائے گا۔“

میں نے اور سونیا نے طے کیا تھا، اعلیٰ حضرت کی مرضی کے مطابق ہم اپنے پوتے کو برین ماسٹر کے پیچھے نہیں پڑنے دیں گے۔ اسے باباصاحب کے ادارے میں پہنچا دیں گے۔ ہمیں اطلاع دی گئی تھی کہ اُسے واپس ادارے میں بلانے کے لیے میری ہونے والی بہو تاشا کو بھیجا جارہا ہے۔

عدنان نے کہا۔ ”گرینڈ پا...! میں ابھی نہیں جاؤں گا۔ ادارے میں بڑی پابندیاں ہیں۔“

میں نے سمجھایا۔ ”دادا کی جان...! پہلے تمہارا دماغ سب ہی کے لیے ناقابلِ فہم تھا۔ تمہارے اندر مختلف سوچ کی لہریں گڈمڈ ہوتی رہتی تھیں۔ کوئی انہیں پڑھ نہیں پاتا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا، جب ایک سوچ پر مرکوز نہیں ہو تو اس دنیا کو کیسے دیکھ رہے ہو؟ کیسے سمجھ رہے ہو اور کیسے حاضر دماغ رہتے ہو؟“

اس نے کہا۔ ”اب تو ایسا نہیں ہے۔ گرینڈ پا....!“

”بیٹے! اس ادارے کی پابندیوں میں تم پتھر سے ہیرا بنتے رہوگے۔ وہاں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کروگے تو ایک دن اپنے باپ کے باپ کے باپ یعنی میرے باپ بن جاؤ گے۔ تمہیں ادارے میں ہی رہنا چاہیے۔“

دوسرے دن تاشا آگئی۔ میں نے اسے اپنے پاس بٹھایا۔ اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ ”میری بیٹی بڑی ہوتی جارہی ہے۔“

عدنان نے کہا۔ ”تو کیا ہوا؟ مجھ سے بڑی کبھی نہیں ہو سکے گی۔ میری گرینڈ ماما (آمنہ) نے کہا ہے، میں بڑا ہو کر شیر ببر بن جاؤں گا اور یہ تاشا چوہیا کی طرح سکڑی سمٹی رہے گی۔“

اس بات پر سب ہی مسکرانے لگے۔ اگرچہ وہ آٹھ برس کا تھا۔ لیکن اس کا قد، اُس کی جسامت اور صحت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ آگے چل کر اپنے باپ اور دادا سے بھی زیادہ قد آور اور صحت مند ہوگا۔

تاشا اور عدنان صبح سے دوپہر تک میرے ساتھ ہنستے بولتے رہے۔ پھر تاشا نے کہا۔ ”میں تاریخی مقامات دیکھنا چاہتی ہوں۔ سنا ہے، شاہی قلعہ بہت وسیع و عریض ہے۔ میں نے اب سے پہلے ایسا کوئی تاریخی مقام نہیں دیکھا ہے۔“

تاشا اور عدنان ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہتے تھے۔ دونوں ہی جانا چاہتے تھے۔ عالی، ایمان علی، الپا، پارس اور پورس سب ہی ان کی تفریح میں شامل ہوگئے۔ یوں بھی عدنان کے متعلق تاکید کی گئی تھی کہ اُسے تنہا نہ چھوڑا جائے۔ سختی سے نگرانی کی جائے۔

ندا ان کے ساتھ خوب گھل مل گئی تھی۔ عدنان کی دلچسپ باتیں اور حرکتیں اُسے اپنی طرف کھینچتی تھیں۔ لہٰذا وہ بھی اس کی جانب کھنچی چلی گئی۔ اپنے پوتے کی طرف سے اطمینان تھا کہ وہ ہاتھ سے بے ہاتھ نہیں ہوگا۔ سب ہی اس پر توجہ دیتے رہیں گے۔

میں نے کہا۔ ”یہ ہمارا پوتا عجیب و غریب ہے۔ بعض اوقات ہم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے قابو میں بھی نہیں آتا ہے۔ خدا نہ کرے، یہ کہیں بھٹکے۔ سیدھا باباصاحب کے ادارے میں چلا جائے تو اچھا ہے۔“

سونیا نے کہا۔ ”تم فکر نہ کرو۔ اس کے ساتھ ہماری الپا جیسی ہوشیار بہو ہے۔ پارس اور پورس اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اُس کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ کل صبح کی فلائٹ میں اس کی اور تاشا کی سیٹیں او کے ہوچکی ہیں۔“

وہ سب شاہی قلعے کے مختلف حصوں میں گھوم پھر رہے تھے۔ ندا کبھی الپا، پارس اور پورس سے باتیں کرتی تھی اور کبھی تاشا اور عدنان کے پاس آکر ان کی باتوں میں دلچسپی لینے لگتی تھی۔ اس نے تاشا سے کہا۔ ”جب میں نے پہلی بار سنا کہ تم عدنان سے دس برس بڑی ہو تو بڑی حیرانی ہوئی۔“

تاشا نے پوچھا۔ ”آپ کو حیرانی کیوں ہوئی؟ کیا ہماری دنیا میں ایسا نہیں ہوتا؟“

ندا نے کہا۔ ”کیوں نہیں ہوتا۔ اور میں تمہیں بھی دیکھ رہی ہوں۔ تم عدنان کو دیوانہ وار چاہتی ہو۔“

”اس لیے چاہتی ہوں کہ میں عمر کا حساب نہیں کرتی۔ عدنان کے خاندان سے مجھے جو محبت، خلوص، تعلیم، تربیت اور جو یہاں مل رہی ہے وہ اور کہیں نہیں ملے گی۔“

عدنان نے ندا سے کہا۔ ”آپ عمر کا حساب کیوں کرتی ہیں؟ کیا ایک بیٹا عمر میں اپنی ماں سے بہت بڑا نہیں ہوتا؟“

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ”یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بیٹا بڑا ہو اور ماں اس سے چھوٹی ہو؟“

عدنان نے گلے کی انگلی ندا کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ عمر میں چھوٹی ہیں اور میرے پاپا آپ سے بہت بڑے ہیں۔“

ندا حیرت سے اسے تکتی رہ گئی۔ کوئی جواب نہ دے سکی۔ میرے بیٹے پارس اور پورس اس سے عمر میں تقریباً پندرہ سولہ برس بڑے تھے اور وہ ان کی ماں کہلاتی تھی۔

تاشا نے ہنستے ہوئے ندا کو دیکھا پھر کہا۔ ”گرینڈ ممی...! باتوں میں میرے عدنان سے کوئی جیت نہیں سکتا۔“

ندا کے ذہن کو ایک ہلکا جھٹکا سا لگا۔ اسے یاد آیا، الوشے، عدنان اور تاشا اسے گرینڈ ممی یعنی دادی جان کہتے ہیں۔ وہ صرف پارس، پورس، عالی اور کبریا کی ماں ہی نہیں بلکہ میری پوتی اور پوتے کی دادی جان بھی کہلانے لگی تھی۔

جو رشتہ ہونے والا ہو۔ وہ ہو ہی جاتا ہے۔ وہ مجھ سے عمر میں بہت چھوٹی تھی۔ ہمارے درمیان زمین آسمان کا فرق تھا۔ لیکن وہ مایوس یا دل برداشتہ نہیں تھی۔ اس کے برعکس میری زوجیت میں آکر مجھ سے محبت، نیک نامی اور عروج پا کر بہت خوش تھی۔ بہت فخر کرتی تھی۔

وہ سب قلعے کے اس حصے میں جارہے تھے، جہاں تنگ راہداریاں تھیں۔ چھوٹے بڑے نیم تاریک کمرے تھے۔ روشنی سے آنے کے بعد بعض جگہ نیم تاریکی میں بھی آگے راستہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ آگے بڑھنے کے لیے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیتے تھے۔

ایسے ہی وقت پتا چلا، ان میں سے کسی کے ہاتھ میں عدنان کا ہاتھ نہیں ہے۔ سب نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ اسی دھوکے میں تھے کہ اس کا ہاتھ اپنوں میں سے کسی کے ہاتھ میں ہے۔

الپا نے کہا۔ ”تاشا...! جب ہم نیم تاریک کمروں سے گزر رہے تھے، تب تم نے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔“

وہ بولی۔ ”ہاں مگر وہ مجھ سے ہاتھ چھڑا کر کبریا انکل کے پاس گیا تھا۔“

کبریا نے کہا۔ ”میرے پاس وہ آیا تو تھا مگر اس نے اپنا ہاتھ نہیں پکڑایا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے میری کلائی تھام لی تھی۔“

الپا نے پوچھا۔ ”تو پھر وہ کہاں ہے؟“

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ”پتا نہیں، اس نے میرا ہاتھ کب چھوڑ دیا تھا؟ مجھے یاد نہیں آرہا ہے۔ جب میرے پاس آیا تو یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ وہ میرے ساتھ ہی لگا رہے گا۔“

وہ اطمینان غارت ہوگیا تھا۔ پورس نے کہا۔ ”وہ میرے پاس بھی آیا تھا... وہاں اُس کمرے میں۔“

یہ کہتے ہی وہ چونک گیا پھر بولا۔ ”اوہ گاڈ...! گائڈ نے بتایا تھا، اس کمرے میں ایک تہ خانہ ہے۔ جب شاہوں اور شہزادوں پر برا وقت آتا تھا تو وہ وہاں سے سرنگ کے راستے فرار ہوجاتے تھے۔“

وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے، تقریباً دوڑتے ہوئے اس کمرے میں پہنچے۔ وہاں ابھی نیم تاریکی تھی۔ سب ہی نے آوازیں دیں۔ ”عدنان...! عدنان...! عدنان....!“

گائڈ نے آکر لائٹر کو روشن کیا۔ بجھے بجھے سے در و دیوار نظر آنے لگے۔ تہ خانے کے چور دروازے کو مقفل کر کے سیل کیا گیا تھا۔ یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا کہ وہ بچہ اس مقفل دروازے سے نکل کر سرنگ کے راستے کہیں دور نکل ہو گیا ہوگا۔

الپا، عالی، تاشا اور کبریا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ لیکن سوچ کی لہریں بہت ہی کمزور تھیں۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بے ہوش ہوگیا ہے۔

وہ سب پریشان ہوگئے۔ طرح طرح کے سوالات دماغ میں گونجنے لگے۔ ”وہ کہاں ہے؟ کیسے بے ہوش ہوگیا ہے؟“

یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ اچھا خاصا صحت مند لڑکا آپ ہی آپ بے ہوش ہوجائے گا۔ ضرور کسی نے اسے ٹریپ کیا ہے۔ اس کے پاس ایسی کوئی قیمتی چیز نہیں تھی جس کے لیے کوئی اسے اغوا کرتا یا قیمتی شے چھین کر اسے بے ہوش کر کے فرار ہوجاتا۔

وہ سب دور دور تک جاکر اسے تلاش کرنے لگے۔ مجھے اور سونیا کو خیال خوانی کے ذریعے اطلاع دی گئی کہ

عدنان کہیں گم ہو گیا ہے۔

الپا نے کہا۔ ''خدا اس پر رحم کرے۔ وہ زندہ سلامت ہے۔ مگر کہیں بے ہوش پڑا ہے۔''

سونیا نے کہا۔ ''تم نے' پارس نے' پورس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ دنیا جہان کا تجربہ رکھتے ہو۔ تمہارے ساتھ عالی' تاشا اور کبریا خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ اس کے باوجود وہ تمہارے درمیان سے گم ہو گیا؟''

وہ بولی۔ ''مما...! آپ جانتی ہیں' وہ پارے کی طرح مچلتا ہے۔ کہیں ایک جگہ ٹکتا نہیں ہے۔ یہاں بھی وہ کبھی تاشا کے' کبھی میرے' کبھی پورس اور پارس کے پاس اِدھر سے اُدھر پھدکتا پھر رہا تھا۔ ہم قلعے کے اندر نیم تاریکی میں یہی دھوکا کھاتے رہے کہ وہ ہم میں سے کسی ایک کے پاس ہے۔''

میں نے سونیا سے کہا۔ ''کیوں الپا کو ڈانٹ رہی ہو؟ کیا اپنے پوتے کی عادت سے واقف نہیں ہو؟ اعلیٰ حضرت نے بھی تاکید کی تھی' اسے بالکل ڈھیل نہیں دینی ہے۔ اس پر بہت زیادہ توجہ رکھنی ہے۔ وہ ہم پر بھی بھروسا نہیں کر رہے تھے۔ اسی لیے عدنان کو صرف چار دنوں کی چھٹی دی گئی تھی۔ وہ اسے جلد سے جلد ادارے میں بلا لینا چاہتے تھے مگر...''

میں نے آگے کچھ نہیں کہا۔ کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ وہ سب اسے ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے تھے۔ مایوس ہو کر ہمارے پاس واپس آگئے۔ اس وقت بھی خیال خوانی کے ذریعے یہی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کہیں بے ہوش پڑا ہوا ہے۔

ان حالات میں ہم سب نے الوشے کی طرف دیکھا۔ وہ روحانی علوم کے مراحل طے کرنے والی اعلیٰ حضرت اور آمنہ کی طرح یہ جانتی تھی کہ کون کہاں ہے اور کس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟

اعلیٰ حضرت نے اسے تاکید کی تھی کہ قدرت کے بھید کسی کو بتائے نہیں جاتے۔ ہمیشہ خاموش رہا کرو۔ جو ہوتا ہے' اسے قدرتی منشا کے مطابق ہونے دیا کرو۔

اس نے ہم سب کی نگاہوں کو خود پر مرکوز ہوتے دیکھا تو فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ سر جھکا کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے تک گئی۔ پھر وہاں سے پلٹ کر بولی۔ ''گرینڈ مما...! گرینڈ پا...! سوری میں کچھ نہیں جانتی۔ بس اتنا کہہ سکتی ہوں کہ ہمارے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ فتنہ تو ہوا کی طرح ہے۔ کسی کی مٹھی میں آ نہیں سکتا۔ اپنی زندگی آپ گزارنا جانتا ہے۔ لہٰذا اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔''

یہ کہہ کر وہ کمرے سے چلی گئی۔ دل نہیں مان رہا تھا کہ ہمارا بچہ گھر سے بے گھر ہو کر نظروں سے اوجھل ہو جائے اور ہمیں اس کی خیر خیریت بھی معلوم نہ ہو۔ سونیا نے فون کے ذریعے اعلیٰ حضرت سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ''آپ ہماری پریشانیاں سمجھ رہے ہوں گے۔ آپ خود ہی چاہتے تھے کہ وہ سیدھا ادارے میں چلا آئے۔ برین ماسٹر کے پیچھے نہ پڑے لیکن پہلے کی طرح وہ پھر اچانک ہی گم ہو گیا ہے۔''

انہوں نے کہا۔ ''بے شک۔ میں یہی چاہتا تھا' وہ سیدھا یہاں آجائے اور اپنی تعلیم و تربیت جاری رکھے۔ میرے علم میں یہ بات تھی کہ ہم کوشش کریں گے تو ایسا ہو سکے گا۔ وہ کہیں بھٹکنے سے پہلے ہی ادارے میں واپس آجائے گا لیکن ایسا نہ ہوا۔ لہٰذا قدرت کی مرضی کے مطابق جو ہو رہا ہے' اسے ہونے دو۔''

سونیا نے کہا۔ ''آپ کی توجہ اور روحانی علاج کے باعث وہ ذہنی طور پر عجوبہ نہیں رہا ہے۔ اب اس کے دماغ میں مختلف سوچیں گڈمڈ نہیں ہوتیں۔ یہ اطمینان ہے' وہ ہوش میں آئے گا تو ہمارے خیال خوانی کرنے والے اس کی خیریت معلوم کرتے رہیں گے۔ مگر....''

''میں نے کہا نا... اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ تمام خیال خوانی کرنے والوں سے کہہ دو' کوئی اس کے اندر نہ جائے۔ تاشا کو کل صبح کی فلائٹ سے واپس آجانا چاہیے۔''

یہ کہہ کر انہوں نے رابطہ ختم کر دیا۔ سونیا نے ریسیور رکھ کر میری طرف دیکھا۔ الپا' پارس اور پورس وغیرہ بھی سوالیہ نظروں سے سونیا کو دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت نے سختی سے تاکید کی ہے' ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا عدنان کے اندر نہ جائے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔''

عالی دوسرے کمرے میں ایمان علی کے ساتھ بیٹھی تھی۔ ایمان علی نے کہا۔ ''معلوم تو کرو۔ عدنان کو ہوش آچکا ہے یا نہیں؟''

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچ کر دیکھا' وہ ہوش میں آچکا تھا۔ وہ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

لیکن ابتدائی خیالات پڑھتے ہی چونک گئی۔ عدنان اپنے آپ کو نہیں پہچان رہا تھا۔ عالی نے اسے مخاطب کیا۔ ''عدنان...! میں عالی تمہارے پاس آئی ہوں۔''

وہ ایک میز پر بیٹھا سینڈوچ کھا رہا تھا اور جوس پی رہا تھا۔ عالی کے مخاطب کرنے کے نتیجے میں کوئی ردِعمل پیش نہیں

کررہا تھا۔ وہ بولی۔ ''عدنان...! کیا تم میری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہے ہو؟''

اس بار بھی اس نے کوئی ردِّعمل پیش نہیں کیا۔ یہ یقین کرنا پڑا کہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا ہے۔

عالی نے الپا کے پاس آ کر کہا۔ ''سسٹر...! عدنان کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ خیریت سے ہے لیکن میری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا ہے۔ اتنا پتا چلا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھول چکا ہے۔''

یہ تشویش میں مبتلا کرنے والی بات تھی۔ میں نے پریشان ہو کر سونیا کو دیکھا۔ وہ بولی۔ ''عالی...! ابھی اعلیٰ حضرت نے مجھ سے کہا ہے' کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے پاس نہ جائے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔''

الپا نے کہا۔ ''مما...! یہ سننے کے بعد کہ وہ ہوش میں آ گیا ہے۔ اپنے آپ کو پہچان نہیں رہا ہے تو دل کیسے مانے گا؟''

تاشا نے بھی پریشان ہو کر کہا۔ ''گرینڈ مما...! کم از کم یہ تو معلوم ہونا چاہیے' وہ ابھی کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟''

عالی نے کہا۔ ''بس اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک مکان کے اندر ہے۔ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا مزے سے سینڈوچ کھا رہا ہے اور جوس پی رہا ہے۔ اسے ذرا فکر نہیں ہے کہ ہم سے جدا ہو کر کہاں پہنچا ہوا ہے؟''

پورس نے کہا۔ ''میں باپ ہوں۔ میرا بھی دل اس کے لیے تڑپ رہا ہے۔ لیکن خیال خوانی کرنے کا فائدہ کیا ہوگا' جبکہ وہ عالی کی سوچ کی لہروں کو سن نہیں پا رہا ہے۔''

تاشا نے کہا۔ ''گرینڈ مما...! آپ ہمیں اجازت دیں' ہم صرف ایک بار اس کے اندر جا کر معلوم کریں گے کہ وہ ہماری سوچ کی لہروں کو سن رہا ہے یا نہیں؟ یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟''

سونیا نے کہا۔ ''جب اعلیٰ حضرت نے کہا ہے' اس سے رابطہ نہیں کرنا چاہیے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ رابطہ کرنے کے باوجود تم میں سے کسی کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اگر اپنی تسلی کرنا چاہتے ہو تو ایک بار جا کر آزما لو۔''

اجازت ملتے ہی وہ سب خیال خوانی کرنے والے چشم زدن میں عدنان کے اندر پہنچ گئے۔

وہ جوس کا آخری گھونٹ پینے کے بعد میز پر سے اتر گیا تھا۔ وہاں سے چلتا ہوا ایک ایسے کمرے میں پہنچا تھا' جہاں جدید الیکٹرانک کھلونے رکھے ہوئے تھے۔ کمپیوٹر بھی تھا۔ ایک بچے کے دل بہلانے کا تمام سامان وہاں موجود تھا۔ وہ ایک ایک چیز کو بڑے شوق سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ اپنوں سے بچھڑنے کا کوئی دکھ کوئی افسوس نہیں ہے۔

وہ سب اسے باری باری مخاطب کررہے تھے۔ کچھ نہ کچھ بول رہے تھے۔ لیکن یوں لگ رہا تھا' جیسے وہ دماغی سماعت سے محروم ہو چکا ہے۔ صوتی لہروں کو سن نہیں پا رہا ہے۔

وہ سب تھک ہار کر دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ سونیا نے پوچھا۔ ''کیا ہوا...؟''

الپا نے کہا۔ ''وہ ہماری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا ہے۔ جب تک اس مکان سے باہر نہیں نکلے گا۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ اسی شہر میں ہے یا کسی دوسری جگہ پہنچایا گیا ہے؟''

سونیا نے کہا۔ ''جب اسے وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے گا تو ہو سکتا ہے' پھر بے ہوش کر دیا جائے۔ تم میں سے کسی کو معلوم نہیں ہوگا کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟''

میں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ مان لو کہ عدنان کے دماغ میں رہ کر کسی طرح کی معلومات حاصل نہیں کر سکو گے۔ اعلیٰ حضرت چاہتے ہیں' وہ اپنے مقدر کے مطابق جن حالات سے گزر رہا ہے۔ اسے اپنے طور پر گزرنے دیا جائے۔ ہم میں سے کوئی مداخلت نہ کرے۔''

سونیا نے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت ہم سے بہتر جانتے ہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ انہوں نے تم سب کو خیال خوانی سے منع کیا ہے تو پھر ان کی ہدایت پر عمل کرو۔ آئندہ عدنان کے پاس نہ جاؤ۔''

سب کے منہ لٹک گئے۔ کسی کا دل نہیں مان رہا تھا کہ اس بچے کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے۔ جبکہ اس کے تمام اپنے ہر طرح اس کے کام آ سکتے تھے۔ کسی نہ کسی طرح اسے تلاش کر سکتے تھے۔ ڈھونڈنے سے نہ ملتا' تب بھی دل کو اطمینان حاصل ہوتا کہ وہ اسے تلاش کرنے کے سلسلے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے ہیں۔

تاشا بابا صاحب کے ادارے میں پچھلے تین برسوں سے عدنان کے ساتھ رہتی آئی تھی۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے ہاسٹل الگ تھے۔ لیکن وہ تعلیم و تربیت ایک ساتھ حاصل کرتے تھے۔ ایک دوسرے کے ساتھ اچھا خاصا وقت

اتے تھے۔ ہنستے بولتے رہتے تھے۔ دونوں میں اتنی تھی کہ ایک دوسرے سے جدا ہونا گوارا نہیں کرتے تھے۔ ور ہو جانے کے بعد تاشا خیال خوانی کے ذریعے اس سے یں کرتی رہتی تھی۔

بعض اوقات اس کی ذہنی حالت عجیب سی ہو جاتی تھی' وہ ہمارے قابو میں نہیں آتا تھا۔ اعلیٰ حضرت اس کا حانی علاج کرتے تھے۔ وہ تاشا سے بہت متاثر تھا۔ وہ ی محبت سے اسے قابو کر لیا کرتی تھی۔ اس کی دس باتیں مان کر اپنی ایک اہم بات منوا لیا کرتی تھی۔ اس لیے اعلیٰ حضرت ان دونوں کو کبھی کبھی ساتھ رہنے اور کہیں ساتھ آنے جانے کی آزادی دے دیا کرتے تھے۔

تاشا کی سیٹ او کے ہو چکی تھی۔ دوسری صبح اُسے یہاں سے جانا تھا۔ مگر اس رات اُسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ عدنان کے حالات معلوم کرنے کے لیے بے چین تھی۔ عالی نے کہا تھا' وہ خود کو بھول چکا ہے۔

تاشا نے بھی الپا اور کبریا کے ساتھ اُس کے دماغ میں جا کر یہی معلوم کیا تھا۔ وہ خود کو عدنان کی حیثیت سے نہیں پہچان رہا تھا۔ اس بات کی بھی تشویش نہیں تھی کہ وہ کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ اس کے ماں باپ کون ہیں؟ کہاں ہیں؟ وہ خود کہاں سے آیا ہے؟ ایسے سوالات اس کے ذہن میں نہیں ابھر رہے تھے۔ وہ اپنے حال میں مست تھا۔

وہ ہر رات سونے سے پہلے خیال خوانی کے ذریعے عدنان سے باتیں کرتی تھی۔ اسے شب بخیر کہنے کے بعد سو جاتی تھی۔ اس وقت بھی اس نے سوچا۔ ''اگرچہ گرینڈ مما نے اس کے دماغ میں جانے سے منع کیا ہے۔ مگر میں چپ چاپ جاؤں گی' یہ اطمینان حاصل کروں گی کہ وہ خیر خیریت سے ہے اور اب بستر پر پہنچ کر سونے والا ہے۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو سنے یا نہ سنے۔ میں اسے شب بخیر کہہ کر آؤں گی' تب ہی مجھے سکون سے نیند آئے گی۔'' وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس وقت وہ گہری نیند میں تھا۔ وہ خوش ہو گئی۔ کیونکہ عدنان خواب کی اسکرین پر اپنی تاشا کو دیکھ رہا تھا۔ مگر پتا نہیں' وہ خواب میں آنے والی اس سے کیا کہنا چاہتی تھی؟ تاشا نے اس خواب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''تم مجھے دیکھ رہے ہو۔ کیا میری آواز بھی سن رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''کیوں نہیں سنوں گا؟ میں بہرہ تو نہیں ہوں۔''

وہ بولی۔ ''خدا کا شکر ہے۔ یہ بتاؤ' کیا مجھے پہچان رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ ایسے سوالات کیوں کر رہی ہو؟''

''اس لیے کر رہی ہوں کہ نیند کی حالت میں تو پہچان رہے ہو۔ لیکن جب جاگ رہے تھے اور میں تمہارے دماغ میں آ کر بول رہی تھی تو نہ میری آواز سن رہے تھے۔ نہ خود کو پہچان رہے تھے۔''

''تم جھوٹ بول رہی ہو۔ کیا میں اپنے آپ کو نہیں پہچانوں گا؟''

''تم جانتے ہو' میں تم سے کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ کبھی بحث نہیں کرتی۔ یہ بتاؤ' جب خود کو پہچان رہے ہو تو یہ بھی یاد ہوگا کہ کس طرح تمہیں اغوا کیا گیا ہے اور کہاں پہنچایا گیا ہے؟ یہ کونسی جگہ ہے؟''

''ہاں۔ مجھے سب کچھ یاد ہے۔ جب ہم قلعے میں تھے' تب کسی نے میرے اندر آ کر پوچھا تھا' مجھ سے دوستی کرو گے...؟

میں نے کہا' ہاں کروں گا۔ مگر تم کون ہو اور کہاں ہو؟

وہ بولا' تم وہاں سے باہر آؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

اس وقت میں نے پاپا کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ میں ہاتھ چھوڑ کر چپ چاپ دبے قدموں چلتا ہوا باہر آ گیا۔ تم میں سے کسی نے مجھے نہیں دیکھا۔ باہر ایک آدمی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا' آؤ۔ مجھ سے ہاتھ ملاؤ۔ آج سے ہم دوست ہیں۔ میں تمہارے لیے بہترین آئس کریم لے کر آیا ہوں۔''

میں نے اس سے ہاتھ ملایا۔ اس کے ساتھ ایک بڑا سا تھرماس تھا۔ اس نے اسے کھول کر آئس کریم نکالی۔ پھر مجھے کھانے کو دی۔ واہ کتنی مزیدار آئس کریم تھی۔ میں وہاں سے اڑتا ہوا اس گھر میں پہنچ گیا۔''

تاشا نے پوچھا۔ ''آئس کریم کھا کر پرواز کیسے کر سکتے ہو؟ اچھی طرح یاد کرو' تم اُسے کھاتے ہی بے ہوش ہو گئے تھے۔''

وہ بولا۔ ''کچھ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں یہاں بڑے آرام سے لیٹا ہوا تھا۔''

''یہ کون سی جگہ ہے؟''

''میں نہیں جانتا۔ جب سے آیا ہوں۔ باہر نہیں گیا۔ یہاں بڑی مزیدار کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔ ایک سے ایک الیکٹرانک گیمز ہیں۔''

"کیا تم کھانے پینے' کھیلنے اور سونے میں ایسے مست ہوگئے ہو کہ اپنی تاشا کو بھول گئے...؟"

"میں تمہیں نہیں بھول سکتا۔ تم بہت اچھی ہو۔ میں کل تمہیں اپنے پاس بلاؤں گا۔ یہاں بڑا مزہ آتا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں تو قیدیوں کی طرح رہنا پڑتا ہے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ جب سو کر اٹھو گے تو پھر اپنے آپ کو بھول جاؤ گے۔ ابھی نیند کی حالت میں ہو۔ اپنی تاشا کی بات مانو... فوراً اٹھ کر اس مکان سے باہر نکلو۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے' تمہیں کہاں پہنچایا گیا ہے؟ یہ لاہور شہر ہے یا کوئی دوسرا علاقہ ہے؟"

"نہیں۔ میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ مجھے بہت اچھی نیند آرہی ہے۔"

"کیا اپنی تاشا کی بات نہیں مانو گے؟ کیا تم نہیں چاہتے' کل میں تمہارے پاس آؤں؟"

"ہاں۔ تمہارے بغیر مزہ نہیں آتا۔ میں تمہیں ضرور بلاؤں گا۔ تمہیں آنا ہی ہوگا۔"

"تو پھر میری بات مانو۔ آنکھیں کھولو اور یہاں سے اٹھ کر باہر جاؤ۔ یہ سمجھ لو کہ میں تم سے ملنے آئی ہوں۔ باہر انتظار کررہی ہوں۔ آؤ۔ خود دروازہ کھولو۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا سچ مچ تم آئی ہو؟ کیا باہر کھڑی ہوئی ہو؟"

"ہاں تم آنکھیں تو کھولو اٹھ کر باہر تو آؤ۔"

اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اِدھر اُدھر سر گھما کر اس کمرے کو دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا۔ "میں ابھی خواب دیکھ رہا تھا۔ پتا نہیں کیا دیکھ رہا تھا؟ کیوں اچانک اٹھ کر بیٹھ گیا؟"

تاشا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تم ابھی خواب میں مجھے دیکھ رہے تھے۔ کیا اتنی جلدی بھول گئے؟"

وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ "کتنی اچھی نیند آئی تھی پھر میری آنکھ کیسے کھل گئی؟ جبکہ میں نے کوئی ڈراؤنا خواب بھی نہیں دیکھا تھا۔"

تاشا نے کہا۔ "عدنان...! پلیز میری بات کا جواب دو۔ کیا تم میری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہے ہو؟"

وہ نہیں سن رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ سوتے سوتے کیوں اچانک اٹھ بیٹھا ہے؟ ایسے وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے سائڈ ٹیبل کی طرف دیکھا۔ پھر ہاتھ آگے بڑھا کر ریسیور کو اٹھایا۔ اسے کان سے لگا کر بولا۔ "ہیلو میرے دوست...! کیا یہ تم ہو؟"

دوسری طرف سے کسی کی آواز سنائی دی۔ "ہاں۔ میں تمہارا دوست بول رہا ہوں۔ ہم اتنے پکے دوست ہیں کہ تمہیں بھوک لگتی ہے تو مجھے بھی بھوک لگتی ہے۔ تم سوتے ہو تو میں بھی سوتا ہوں' تم جاگتے ہو تو میں بھی جاگ جاتا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں' تم سوتے سوتے جاگ گئے ہو۔ کیا بات ہے؟ کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ؟"

تاشا وہ آواز سن کر چونک گئی۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں تمام دشمن خیال خوانی کرنے والوں کی آوازوں کو اور لب و لہجوں کو اچھی طرح سنا تھا۔ وہ پہچان گئی۔ فون پر برین ماسٹر بول رہا تھا۔ عدنان نے اس سے کہا۔ "مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ بس یوں ہی سوتے سوتے اچانک آنکھ کھل گئی تھی۔"

برین ماسٹر نے کہا۔ "دوست...! تم بہت پُراسرار ہو۔ جب قلعے میں تھے تو میں نے تمہارے اندر آکر دوستی کی آفر کی تھی۔ تم باہر آکر میرے دوست بن گئے تھے۔ اُس وقت تم نے اپنے اندر میری آواز سن لی تھی۔ اب کیوں نہیں سنتے ہو؟"

وہ بولا۔ "میں نہیں جانتا' تم کس طرح مجھ سے بول رہے تھے؟ وہاں اندھیرا تھا۔ میری سمجھ میں یہی آرہا تھا کہ تم میرے اندر آکر بول رہے ہو۔"

"ہاں میرے دوست! یقین کرو۔ اُس وقت میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے دماغ میں آکر بول رہا تھا۔ تم نے میری باتیں سنی تھیں۔ اب کیوں نہیں سنتے ہو؟ میں بار بار تمہارے اندر آتا ہوں' تمہارا دماغ ایک خالی گنبد کی طرح لگتا ہے۔ میری سوچ کی لہریں وہاں گونجتی رہتی ہیں۔"

وہ ذرا توقف سے بولا۔ "تم میری آواز نہیں سنتے مگر میں تمہارے خیالات پڑھتا رہتا ہوں۔ کیا یہ عجیب سی بات نہیں ہے' تم اچانک اپنی یادداشت کھو بیٹھے ہو۔ یہ بھول گئے ہو کہ تمہارا نام عدنان ہے۔ تم فرہاد علی تیمور کے پوتے ہو۔"

"تم کہتے ہو تو میرا نام عدنان ہی ہوگا۔ مجھے میرے دادا فرہاد علی تیمور کے پاس لے چلو۔"

پھر اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ "مگر ایک بات ہے..."

اس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"تم کہتے ہو میں عدنان ہوں اور میرا کوئی دادا فرہاد علی تیمور ہے۔ مگر دادا اور پوتے کے بیچ ایک باپ ہوا کرتا ہے کیا میرا کوئی باپ نہیں ہے؟"

[illegible]۔ ایک ماں بھی تھی۔ تمہارا بہت بڑا [illegible] تم [illegible] کو یاد کرو گے۔ تب میں آگے کچھ بتا [illegible]

[illegible] یاد نہیں آرہا ہے تو کیا یاد کروں؟ تم مجھے [illegible]ادا کے پاس لے چلو۔"

[illegible]غلطی میں کبھی نہیں کروں گا۔ تم نہیں جانتے' [illegible] کتنی خطرناک ہے؟ وہ میری جان کی دشمن [illegible] تمہیں [illegible] بنا کر اپنے پاس رکھوں گا تو وہ ساری [illegible] کی۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔ مجھے نیند [illegible]۔ اب فون بند کرو۔"

"ہاں تمہیں سو جانا چاہیے۔ کل صبح آٹھ بجے تم یہاں [illegible]ری جگہ جاؤ گے۔"

"کیا اپنے دادا کے پاس...؟"

"نہیں۔ تم میرے پاس آؤ گے۔ میں فون بند کررہا [illegible]۔ اب آرام سے سو جاؤ۔"

[illegible]ن کا رابطہ ختم ہوگیا۔ عدنان نے ریسیور کریڈل پر [illegible] تاشا اس کے اندر رہ کر برین ماسٹر کی تمام باتیں سن [illegible]ی۔ دشمن کا نام معلوم ہوگیا تھا۔ مگر اس کا پتا ٹھکانا معلوم [illegible]ان نہیں تھا۔

[illegible]نان بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرچکا تھا۔ وہ سوچ [illegible] برین ماسٹر کے بارے میں سونیا کو اور الپا کو بتانا [illegible] نہیں؟

[illegible] دماغ میں آئی کہ نہیں بتانا چاہیے۔ "گرینڈ مما [illegible]نان کے پاس جانے سے منع کیا تھا۔ اگر انہیں اور [illegible]معلوم ہوگا تو ڈانٹ پڑے گی۔"

[illegible]کو بتانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ الپا اور دوسرے [illegible] والے بھی عدنان کے اندر پہنچ کر اس کا کچھ [illegible]کتے تھے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی' اس کا [illegible]ا ہو گیا ہے؟ وہ کیوں اپنے آپ کو بھول گیا [illegible] کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کرتا ہے؟

[illegible]نان کے اندر پہنچ کر دشواریاں پیش آرہی [illegible]ال خوانی کے ذریعے کنٹرول نہیں کیا جا سکتا [illegible]دہ یہ تھا کہ دشمنی کے ارادے سے اسے [illegible]رین ماسٹر بھی اس کے اندر پہنچ کر ناکام ہورہا [illegible] عدنان اس کی سوچ کی لہروں کو نہیں سنتا تھا۔ اس [illegible] اس پر تنویمی عمل بھی نہیں کرسکتا تھا۔

[illegible]ل برین ماسٹر کی کامیابی اتنی ہی تھی کہ اس نے عدنان کو کہیں چھپا رکھا تھا اور اب وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا چاہتا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اس کے آلہ کار کل صبح آٹھ بجے عدنان کو اس چار دیواری سے کہیں لے جانے والے تھے۔

تاشا نے سوچا۔ "مجھے بھی فوراً سو جانا چاہیے۔ صبح اٹھ کر اپنے عدنان کے اندر آؤں گی۔ دیکھوں گی' اسے کہاں لے جایا جائے گا؟"

اس نے سونے سے پہلے عدنان کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا اور خواب کی اسکرین پر تاشا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ خوش ہوگئی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ نیند کی حالت میں وہ اپنے آپ کو اور اپنی تاشا کو پہچان رہا ہے۔

وہ خواب کی اسکرین پر آنے والی اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔ تاشا اس کے ذریعے بولنے لگی۔ "عدنان...! یہ کتنی تعجب کی بات ہے' تم نیند کی حالت میں مجھے اور اپنے آپ کو پہچانتے ہو۔ مگر بیدار ہوتے ہی سب کچھ بھول جاتے ہو؟"

"تم کیسی باتیں کررہی ہو؟ میں بھلا خود کو کیسے بھول سکتا ہوں؟"

"میں نے ابھی تمہیں بیدار ہونے کو کہا تھا۔ تم آنکھیں کھولتے ہی مجھے اور اپنے آپ کو بھول گئے تھے۔"

اس نے کہا۔ "بے شک۔ تم نے مجھے بیدار ہونے کو کہا تھا۔ مگر میں تب سو رہا تھا' نہ اب سو رہا ہوں۔ میں تو جاگ رہا ہوں۔ اسی لیے تم سے باتیں کررہا ہوں۔ اگر سو جاتا تو باتیں کیسے کرتا؟"

تاشا نے پریشان ہو کر کہا۔ "میں تم سے بحث نہیں کر سکوں گی اور نہ تمہیں بھولی ہوئی باتیں دلا سکوں گی۔ بہرحال اب آرام سے سوتے رہو' کل صبح تمہارے پاس آؤں گی۔"

تاشا نے خود کو اس کے خواب کی اسکرین سے گم کردیا۔ وہ چپ چاپ گہری نیند سوتا رہا۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ بستر پر لیٹ کر دماغ کو ہدایت دی کہ صبح پانچ بجے بیدار ہو جائے... اس کے بعد وہ بھی گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

☆☆☆

برین ماسٹر اس وقت بہت زیادہ بوکھلا گیا تھا۔ جب اینا اور بے باک مومن اس کے تنویمی عمل کے اثر سے نکل گئے تھے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی تھی کہ سونیا بڑی دھیمی رفتار سے انتقام لے رہی ہے اور اسے رفتہ رفتہ کمزور بنا رہی ہے۔ اس بات کا دھڑکا لگا ہوا تھا کہ وہ خطرناک بلا اچانک ہی

کسی وقت بھی اس کی شہ رگ تک پہنچ سکتی ہے۔

اس نے اکابرین کے اور سونیا کے خلاف خود کو بہت طاقتور بنانے کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کرنا شروع کیا تھا۔ اگر وہ کامیاب ہو جاتا تو اپنے ماتحت خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے کسی بھی چیلنج کا بھرپور جواب دے سکتا تھا۔ لیکن اس کے مقدر میں ناکامی بھی تھی اور کامیابی بھی۔

ناکامی یہ ہوئی کہ اس نے پہلے لف گاگی اور وائس مین کو بڑی کامیابی سے ٹریپ کیا مگر انہیں قابو میں نہ رکھ سکا اور ان سے محروم ہو گیا۔ اس کے بعد اپنے داماد بے باک مومن کو معمول اور تابعدار بنایا۔ یہ خوش فہمی تھی کہ گھر کے اندر کی بات ہے' سونیا تک نہیں پہنچے گی مگر یہ خوش فہمی جلد ہی ختم ہو گئی اور بے باک مومن بھی اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

ایسی حالت میں اس کی نیندیں اڑ گئی تھیں۔ وہ اپنی ایک خفیہ رہائش گاہ میں چھپ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس دنیا کی کوئی طاقتور تنظیم اسے سونیا کے انتقام سے نہیں بچا سکتی تھی۔ اس نے مجھے ٹریپ کرنے اور زخمی کرنے کی بہت بڑی حماقت کی تھی۔ یہ سوچ اس کے دماغ میں پتھر کی طرح لگتی تھی کہ سونیا بہت ہی بے دردی سے انتقام لے گی۔

اس کے سامنے بچاؤ کے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ گریٹ اینشور ارا سے کسی طرح رابطہ ہو جائے اور وہ اس کی پناہ میں چلا جائے۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ میری اور سونیا کی کوئی کمزوری اس کے ہاتھ آ جائے۔

ایسے ہی وقت اسے معلوم ہوا' سونیا اور میرے تمام بچے لاہور پہنچے ہوئے ہیں۔ مزید جستجو کے بعد یہ بھی معلوم ہوا کہ میں زندہ ہوں' بری طرح زخمی ہونے کے باعث زیر علاج ہوں۔ اس لیے میری فیملی کے تمام افراد ایک ہی شہر میں ایک ہی چھت کے نیچے یکجا ہو گئے ہیں۔

ایسے وقت وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے پھر مجھ پر اور میرے بچوں پر طرح طرح سے حملے کرا سکتا تھا۔ مگر مجھے تنہا ٹریپ کرنے کے سلسلے میں جو ناکامیاں ہو چکی تھیں۔ اُن سے یہ عقل آ گئی تھی کہ حملے کرائے گا تو شاید میری فیملی کے دو چار افراد مارے جائیں گے۔ لیکن اس کے بعد وہ اور زیادہ غیر محفوظ ہو جائے گا۔ اصل مسئلہ اپنی سلامتی' اور بھرپور سیکیورٹی کا تھا۔

عقل سمجھا رہی تھی' وہ ہماری کوئی بہت بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھ کر ہمیں مجبور اور بے بس بنا سکتا ہے۔ میرے بچوں میں سے کسی کو بھی یرغمال بنا کر اسے اپنے شکنجے میں رکھے گا تو بے شک ہم کسی حد تک کمزور پڑ جائیں گے اور اسے ایک نامعلوم مدت کے لیے بھرپور تحفظ حاصل ہوتا رہے گا۔

وہ میری اولاد میں سے کسی کو اغوا کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ بس ایک آٹھ برس کا بچہ تھا' جو اسے کمزور اور بے ضرر دکھائی دے رہا تھا۔ وہ میرے پوتے عدنان کو بڑی آسانی سے اغوا کر سکتا تھا اور اس نے یہی کیا تھا۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں' اس کے مقدر میں کامیابی اور ناکامی ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ کامیابی یہ تھی کہ وہ عدنان کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پتا نہیں کب تک اسے اپنے شکنجے میں رکھنے والا تھا؟

ناکامی یہ تھی کہ جسے ہماری کمزوری بنانا چاہتا تھا' اس کا دماغ گنبد کی طرح خالی تھا۔ اس کی اپنی سوچ کی لہریں عدنان کے اندر آ کر گونجتی تھیں مگر اسے متاثر نہیں کر پاتی تھیں۔ نہ وہ اس پر تنویمی عمل کر سکتا تھا' نہ ہی اسے اپنی انگلیوں پر نچا سکتا تھا۔

اس نے پہلے دن عدنان کے اندر الپا' عالی' تاشا اور کبریا وغیرہ کی آوازیں سنی تھیں۔ یہ دیکھ کر اطمینان ہوا تھا کہ وہ بھی عدنان کو اپنے قابو میں نہیں کر سکے تھے۔

اب اسے یہ سوال پریشان کر رہا تھا۔ "کیا مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے عدنان کے اندر رہ کر یہ معلوم کرتے رہیں گے کہ اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ کہاں منتقل کیا جا رہا ہے؟"

برین ماسٹر نے لاہور کے ایک عیسائی بوڑھے کو آلہ کار بنایا تھا۔ سوئٹزر لینڈ اور پیرس جانے والی ایک فلائٹ میں اس بوڑھے اور عدنان کے لیے دو سیٹیں حاصل کی تھیں۔ یہ جانتا تھا' ہم عدنان کو ائیر پورٹ میں بھی تلاش کریں گے۔ ہر فلائٹ کے مسافروں کی فہرست چیک کریں گے۔ یہ معلوم کریں گے کہ کس فلائٹ میں کتنے بچے لاہور سے جا رہے ہیں؟

اس نے اس بچے کو ہماری نظروں سے بچا کر لے جانے کے بڑے ٹھوس انتظامات کیے تھے۔ اس کے دو آلہ کار صبح پانچ بجے عدنان کے پاس پہنچ گئے تھے۔ اس نے فون کے ذریعے اسے سمجھایا تھا کہ اس کا میک اپ کیا جا رہا ہے۔ چہرے کو اس لیے تبدیل کیا جا رہا ہے کہ اس کے بہت سے دشمن ہیں۔ ان کی نظروں سے چھپانے کے لیے اس کا حلیہ تبدیل کرنا ضروری ہے۔

عدنان کا قد تقریباً ساڑھے چار فٹ تھا۔ دو گھنٹے کے

اندر اسے ایک بوڑھا بونا بنا دیا گیا۔ سر کے بال ہلکے سفید ہو گئے۔ چہرے پر کہیں کہیں جھریاں پڑ گئیں۔ آئی لینسز کے ذریعے آنکھوں کا رنگ بدل گیا۔ ایسی مہارت سے میک اپ اور گیٹ اپ کیا گیا تھا کہ وہ سچ مچ کوئی بونا بوڑھا دکھائی دے رہا تھا۔

اتنی کامیابیوں کے باوجود برین ماسٹر کو ایک ہی اندیشہ تھا کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے عدنان کے دماغ میں ائی کر شاید یہ سب کچھ دیکھ رہے ہوں گے اور آگے چل کر اس کی ساری محنت کو خاک میں ملا دیں گے۔

لیکن یہ سب کچھ کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ عدنان کو زیادہ عرصے تک لاہور میں یا پاکستان کے کسی علاقے میں چھپا کر نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس کی عقل' اس کا تجربہ کہہ رہا تھا۔ "اس بچے کو جتنی جلدی ہو سکے پاکستان کی سرحد سے نکال کر سوئٹزر لینڈ پہنچا دینا چاہیے۔"

اس اندیشے کے باوجود اسے کامیابی کی امید بھی تھی۔ وہ دیکھ رہا تھا' ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ہی بار عدنان کے دماغ میں آئے تھے۔ پھر ناکام ہونے کے بعد دوسری بار کوئی اس کے پاس نہیں آیا تھا۔

دوسری صبح جب اس کا حلیہ تبدیل کیا جا رہا تھا' تب ین ماسٹر اس کے اندر پہنچ کر خوشی سے کھل گیا۔ کیونکہ عدنان کے دماغ میں دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس کے اطراف کا ماحول دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ دماغ ہر طرح کی سوچ سے خالی تھا اس لیے یہ بھی معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ اس کا حلیہ تبدیل کیا جا رہا ہے۔

اس وقت عدنان کی ذہنی حالت برین ماسٹر کی مرضی کے مطابق تھی۔ وہ عجیب و غریب دماغ رکھنے والا بچہ اسے کامیابی کی طرف لے جا رہا تھا۔ تاشا اپنے مقررہ وقت م بیدار ہونے کے بعد سفر کی تیاری کر رہی تھی۔ اسے بھی ں کے لیے روانہ ہونا تھا۔ ایسے وقت وہ عدنان کے اندر گئی تو پریشان ہو گئی۔

عدنان کے اندر اور اس کے اطراف دھند سی محسوس... ں۔ اس کا دماغ ہر طرح کی سوچ سے خالی تھا۔ اس لیے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' وہ کہاں ہے؟ کیا کر رہا ہے اور اس کے اتھ کیا ہو رہا ہے؟

وہ دل برداشتہ ہو کر بیٹھ گئی۔ سوچنے لگی۔ "کیا اں ..؟ کیسے اسے تلاش کروں؟ پتا نہیں' اسے کہاں سے اں لے جایا جائے گا؟ میں پیرس میں سکون سے نہیں رہ سکوں یا اللہ! میں کیا کروں؟ کس طرح اپنے عدنان تک اپنی آواز پہنچاؤں یا خود اس کے پاس پہنچ جاؤں؟"

اسے ہر حال میں پیرس جانا تھا اور بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنا تھا۔ وہ وہاں جانے سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ کبریا نے آ کر اس کا سفری بیگ اٹھایا۔ وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی ہمارے پاس آ گئی۔

میں نے اور سونیا نے اسے بڑے پیار سے رخصت کیا۔ الپا' ندا' عالی اور کبریا اسے رخصت کرنے کے لیے ائیر پورٹ تک آئے۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ پیرس جانے والی اس فلائٹ میں کوئی بچہ اپنے ماں باپ کے ساتھ یا کسی سرپرست کے ساتھ سفر نہیں کر رہا ہے۔

انہوں نے ایک بوڑھے بونے کو دور سے دیکھا۔ وہ ایک اور بوڑھے کے ساتھ کچھ فاصلے سے گزرتا ہوا بورڈنگ کارڈ حاصل کرنے جا رہا تھا۔ تاشا بار بار عدنان کے اندر جا رہی تھی۔ مگر وہاں دھند کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ عدنان کی اپنی سوچ کی لہریں بھی نہیں تھیں۔ اگر ہوتیں تو ان کے ذریعے معلوم ہو جاتا کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور اسے کس طرح ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف لے جایا جا رہا ہے!

وہ بھی الپا' عالی اور کبریا سے رخصت ہو کر بورڈنگ کارڈ حاصل کرنے کے لیے کاؤنٹر پر آ گئی۔ اس وقت تک عدنان اپنے بوڑھے ساتھی کے ساتھ وہاں سے جا چکا تھا۔

برین ماسٹر اس بوڑھے آلہ کار کے دماغ میں موجود تھا۔ کیونکہ عدنان کے اندر رہ کر کچھ معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ ایسی ناکامی کے باوجود بہت خوش تھا۔ یہ اطمینان تھا کہ ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اس کے اندر نہیں ہے۔

اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ عدنان کا دماغ اسی طرح سوچ کی لہروں سے خالی رہے گا' وہاں دھند چھائی رہے گی تو وہ اسے جلد از جلد اپنی ایک خفیہ پناہ گاہ میں لے آئے گا۔

وہ اس دنیا کا ایسا عجیب و غریب بچہ تھا' جس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ قدرت نے اسے عجوبہ بنا رکھا تھا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے حیران پریشان تھے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ جب اس کا ذہن خود اپنی سوچ کی لہروں سے خالی رہتا ہے تو اس کے دماغ کو ساکت اور سُن ہو جانا چاہیے۔ پانچ حواسوں کو ختم ہو جانا چاہیے۔

تمام سوچ کی لہروں سے خالی ہونے کے بعد نہ وہ دیکھ رہا ہو گا' نہ سن رہا ہو گا' نہ سمجھ رہا ہو گا تو پھر وہ کیسے چل پھر رہا ہے؟ اس دنیا کو دیکھ رہا ہے؟ سمجھ رہا ہے اور ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کے لیے جہاز میں سوار ہو چکا ہے؟ ٹیلی

پیتھی جاننے والوں کے لیے یہ بات نا قابلِ فہم تھی۔

ایسا اس دنیا کے کسی انسان کے ساتھ نہیں ہو سکتا کہ ذہن اپنی ہی سوچ کی لہروں سے خالی ہو اور وہ ایسی حالت میں زندہ ہو۔ حقیقتاً خدا کی قدرت جتنی واضح اور سمجھ میں آنے والی ہوتی ہے' اتنی ہی پیچیدہ بھی ہوتی ہے۔ بہت سی باتیں نا قابلِ فہم بن جاتی ہیں۔

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے غلط سمجھ رہے تھے۔ عدنان کا ذہن سوچ سے خالی نہیں تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا' سمجھ رہا تھا اپنے بوڑھے ساتھی سے باتیں کر رہا تھا۔ لیکن قدرت نے صرف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے اس کے دماغ کو سوچ کے بغیر ایک خالی گنبد بنا دیا تھا۔

تاشا جہاز کے اندر آ گئی۔ عدنان پچھلی قطار میں بیٹھا اس بوڑھے ہمسفر سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ اس کے قریب سے گزرتی ہوئی آگے جا کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ بہت دل برداشتہ تھی۔ اپنے کمسن محبوب کے بغیر بابا صاحب کے ادارے میں واپس نہیں جانا چاہتی تھی۔ دل کہہ رہا تھا' بغاوت کر دے ادارے میں نہ جائے۔ مجھے اور سونیا کو دھوکا دے کر اسی شہر میں رہے اور کسی طرح معلوم کرے' عدنان کو کہاں پہنچایا گیا ہے؟

لیکن وہ جذبات میں بہ کر کوئی غلط فیصلہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اگر اعلیٰ حضرت کی ہدایت کے مطابق بابا صاحب کے ادارے میں نہ آتی تو ہم سب ناراض ہو جاتے۔

یہ اندیشہ بھی تھا کہ سزا کے طور پر عدنان سے اس کی منگنی توڑ دی جائے گی۔ گویا اس کی جان جسم سے نکال لی جائے گی اور یہ اسے منظور نہیں تھا۔ اس لیے دل پر پتھر رکھ کر وہاں سے جا رہی تھی۔ دھیرے سے جہاز رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہوا۔ پھر اپنی منزل کی طرف پرواز کرنے لگا۔ تاشا اپنی منزل کے قریب ہونے کے باوجود بے خبر تھی۔ درمیانی قطار کی ایک سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور عدنان پچھلی قطار میں تھا۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے' دو دل قریب قریب ہوتے ہیں پھر بھی دھڑکنیں سنائی نہیں دیتیں۔ ایک ذرا سی آہٹ بھی نہیں ملتی۔

اور کبھی کبھی قدرت اچانک ہی کرشمہ دکھا دیتی ہے۔ تاشا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہاں سے پلٹ کر واش روم کی طرف جانے لگی۔ پچھلی سیٹ پر وہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس بار دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ وہ اس پر ایک نظر ڈالتی ہوئی گزر گئی لیکن وہ بونا ایک دم سے چونک گیا۔

بے شک! وہ عارضی طور پر اپنے آپ کو بھول گیا تھا۔ تاشا کو بھی یاد نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس کی تصویر دیکھ لیتا تو فوراً ہی اسے پہچان لیتا۔ پچھلی رات اس نے تصویر نہیں دیکھی تھی۔ خواب میں اسے متحرک دیکھا تھا اور دیکھتے ہی پہچان گیا تھا۔

اسے ایک معصوم بچے کے پیار کی شدت کہہ سکتے ہیں۔ وہ رومانس اور ازدواجی رشتے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ تاشا کو طلب کرتے وقت کوئی لالچ کوئی خود غرضی نہیں ہوتی تھی۔ بس وہ اچھی لگتی تھی اور وہ چاہتا تھا' ساری زندگی اس کے ساتھ رہے۔ جب بھی اسے دیکھتا تھا اس کے پاس رہنے اور وقت گزارنے کے لیے مچل جاتا تھا۔

پچھلی رات تاشا نے خواب میں آ کر اسے بھولی ہوئی محبت یاد دلائی تھی۔ اس بار اس کے سامنے سے گزرتی ہوئی گئی تو وہ جیسے ہڑبڑا کر غفلت بھری نیند سے بیدار ہو گیا۔

اگر سر گھما کر نہ دیکھتا اور وہ اس کے سامنے سے گزرتی ہوئی واش روم میں جا کر نظروں سے اوجھل ہو جاتی تو وہ پھر اسے بھول جاتا۔ خود کو بھی فراموش کر دیتا۔ پیار ایسے معجزے دکھاتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

تاشا کی محبت اس کے لیے ایک طلسم سے کم نہیں تھی۔ وہ خود کو گم کرنے والا اس کے طلسم سے جاگتا تھا۔ اگر وہ سامنے آ کر سحر نہ پھونکے تو گہری غفلت بھری نیند سو جاتا تھا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس بوڑھے آلہ کار نے پوچھا۔ ”کیا ہوا؟“

”میں ابھی واش روم سے آتا ہوں۔“

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے چلتا ہوا واش روم کی طرف جانے لگا۔ وہ ٹائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر جانے والی تھی۔ اس نے آواز دی۔ ”تاشا...!“

وہ ایسی آواز تھی' جو اس کے دل کو دھڑکا دیتی تھی۔ اس نے ایک بوڑھے بونے کو وہاں آتے دیکھا۔ وہ قریب آتے ہی دوڑ کر اس سے لپٹ گیا۔

وہ چشم زدن میں سمجھ گئی کہ عدنان غفلت سے ہوش مندی کی طرف آ گیا ہے اور وہ ائیر پورٹ سے یہاں تک اسے بوڑھا بونا سمجھ کر دھوکا کھاتی رہی ہے۔

وہ فوراً ہی ٹائلٹ کا دروازہ کھول کر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی اندر آ گئی پھر دروازے کو بند کرتے ہوئے بولی۔ ”یہاں تمہارے ساتھ اور کون ہے؟“

”میرا ایک دوست ہے۔ وہ مجھے جنیوا لے جا رہا ہے۔ وہاں ایک اور اچھا دوست میرا انتظار کر رہا ہے۔“

وہ فوراً ہی اس کے دماغ کے اندر پہنچ گئی۔ وہ پہلے کی اغ سوچ کی لہروں سے خالی تھا۔ دھند کے سوا اور کچھ نہ ل۔ اس نے پوچھا۔ ”کیا تمہارے اندر آ کر کوئی بولتا ہے؟“

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ”نہیں... ہاں۔ مگر میرا دوست فون کے ذریعے باتیں کرتا ہے۔“

”تم اچانک ہی مجھے کیسے پہچان گئے؟“

”ابھی یاد آیا ہے' میں نے پچھلی رات خواب میں تمہیں دیکھا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' تمہیں بھول کیوں جاتا ہوں؟ جب دیکھتا ہوں تو یاد آ جاتی ہو۔“

”کیا تم اپنے آپ کو پہچان رہے ہو کہ کون ہو؟ کس کے بیٹے اور کس کے پوتے ہو؟“

وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ تاشا نے پوچھا۔ ”تمہارا نام کیا ہے؟“

اس نے جواب دیا۔ ”دوست... میرا وہ دوست ٹیلی فون پر مجھے اسی نام سے مخاطب کرتا ہے۔“

”کیا تم نے اس دوست کو کبھی دیکھا ہے؟“

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ”ہاں ایک بار دیکھا تھا۔ اس نے مجھے آئس کریم کھلائی تھی۔ اب جنیوا جا کر اسے دیکھوں گا۔“

وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ ”تم ابھی بچے ہو۔ انسانی دماغ کی کارکردگی کو سمجھتے نہیں ہو۔ بس اتنا سمجھ لو' جب تک انسان زندہ رہتا ہے۔ کچھ نہ کچھ سوچتا رہتا ہے۔ اس کے ذہن میں سوچ کی لہریں آتی جاتی رہتی ہیں پھر تمہارا دماغ ان سوچ کی لہروں سے خالی کیوں ہے؟“

وہ چپ چاپ کھڑا اس کا منہ تک رہا تھا۔ اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس نے کہا۔ ”میں نہیں جانتا' تم کیا بول رہی ہو؟ میں تو سوچتا ہوں۔ سمجھتا بھی ہوں۔ ابھی تمہیں سمجھ رہا ہوں کہ تم میری تاشا ہو۔“

وہ بولی۔ ”بے شک۔ تم سوچتے ہو' سمجھتے ہو۔ اسی لیے لاہور سے یہاں تک کسی کے ساتھ آئے ہو۔ جنیوا جا رہے ہو۔ دنیا کو دیکھ رہے ہو' کھا رہے ہو' پی رہے ہو' مجھ سے باتیں کر رہے ہو۔ یقیناً تمہارا دماغ سوچ کی لہروں سے خالی نہیں ہے۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہاری سوچ کی کوئی لہر کیوں نہیں ملتی؟“

وہ اس کا بازو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے بولا۔ ”ہم اتنے دنوں بعد ملے ہیں اور تم الجھی ہوئی باتیں کر رہی ہو۔ اچھی اچھی باتیں کرو۔“

تاشا کا ذہن بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا۔ وہ عدنان کی موجودہ حالات پر غور کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ”ابھی تم کہہ رہے تھے' مجھے دیکھتے ہو تو پہچان لیتے ہو۔ ورنہ بھول جاتے ہو۔ کیا میں یہاں سے جا کر اپنی سیٹ پر بیٹھوں گی اور تم اپنی سیٹ پر چلے جاؤ گے۔ مجھے نہیں دیکھو گے تو پھر بھول جاؤ گے؟“

”میں نہیں جانتا' تم یاد آؤ گی یا نہیں... مگر میں کسی دوسری سیٹ پر کیوں جاؤں گا؟ اب تو تمہارے ساتھ ہی رہوں گا۔“

وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ”میری ایک بات مانو... جو کہتی ہوں' وہی کرو۔ ابھی ہم ایک ساتھ نہیں رہیں گے۔ جہاز میں تمہارے ساتھ ایک آدمی ہے۔ اسے دکھانے کے لیے ہم اجنبی بن کر ایک دوسرے سے دور دور رہیں گے۔“

”ہم ایسا کیوں کریں گے؟“

”تم نہیں جانتے' وہ جو ٹیلی فون پر باتیں کرتا ہے۔ تمہیں جنیوا بلا رہا ہے۔ وہ تمہارا دوست نہیں' بہت بڑا دشمن ہے۔“

وہ بولا۔ ”نہیں... وہ میرا دوست ہے۔“

”پلیز۔ تم جانتے ہو' تمہاری تاشا کبھی جھوٹ نہیں بولتی ہے۔ کیا میری بات کا یقین نہیں کرو گے کہ وہ تمہارا دشمن ہے۔ دوست بن کر دھوکا دے رہا ہے۔“

اس نے تاشا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا پھر سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”ہاں۔ تم کہتی ہو تو وہ دشمن ہے۔“

”شاباش...! اب تم وہی کرو گے' جو میں کہوں گی۔ ابھی یہاں سے جاؤ۔ ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن کر رہیں گے۔ میں تم سے دور رہوں گی مگر نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گی۔ تمہارے ذریعے اس دشمن برین ماسٹر تک پہنچوں گی۔“

وہ بولا۔ ”ٹھیک ہے۔ میں جاتا ہوں۔“

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ ”جسٹ اے منٹ... یہاں سے جانے کے بعد مجھے بھول جاؤ گے۔ میری صورت دیکھنے کے بعد یاد کرو گے۔ میں چاہتی ہوں' تم مجھے وقتاً فوقتاً یاد کرتے رہو۔“

”پھر تو تم مجھے اپنی صورت دکھاتی رہو گی۔“

”ہمیشہ یہ ممکن نہیں ہوگا۔ میں اپنی ایک تصویر تمہارے پاس پہنچا دوں گی۔ تم اسے چھپا کر رکھنا۔ کبھی کبھی نکال کر دیکھو گے تو میں یاد آ جایا کروں گی۔“

وہ جانے لگا۔ اس نے پھر اسے روک کر پوچھا۔ ”کیا ایسا نہیں ہو سکتا' میں چپ چاپ تمہارے دماغ میں آیا

کروں۔ تم مجھ سے ضروری باتیں کیا کرو۔ جب میں چلی جاؤں تو مجھے بھول جایا کرو۔ اس طرح وہ دشمن تمہارے اندر آ کر ہمارے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکے گا۔‘‘

وہ اس کا منہ تک رہا تھا۔ اس کی باتیں سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ’’میں نہیں جانتا‘ تم میرے دماغ میں آؤ گی تو میں کس طرح بولوں گا اور بعد میں کس طرح تمہیں بھول جاؤں گا؟ میں کچھ نہیں جانتا۔‘‘

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ’’ہاں تم مجبور ہو۔ اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتے کہ کیسے قدرتی حالات سے گزر رہے ہو؟ ٹھیک ہے جاؤ... اللہ مالک ہے۔ میں اپنی تصویر تمہارے پاس پہنچا دوں گی۔‘‘

وہ باتھ روم کے دروازے سے باہر آ گیا۔ وہاں سے چلتا ہوا اپنے اس بوڑھے ساتھی کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت برین ماسٹر اپنے اس آلہ کار سے کہہ رہا تھا۔ ’’وہ بچہ واش روم میں گیا ہے۔ بہت دیر ہو چکی ہے۔ ذرا اس کی خبر لو۔‘‘

ایسے ہی وقت عدنان وہاں آ کر بیٹھ گیا۔ برین ماسٹر نے اس آلہ کار کو حکم دیا۔ ’’اس سے پوچھو اتنی دیر کیوں لگا دی؟ باتھ روم میں کیا کر رہے تھے؟‘‘

عدنان نے سوالیہ نظروں سے اس آلہ کار کو دیکھا۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ ابھی باتھ روم سے واپس آیا ہے۔ لیکن یہ بھول گیا تھا کہ وہاں تاشا سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اس کی نظروں کے سامنے نہیں تھی۔ اس لیے اسے بھول چکا تھا۔

اس آلہ کار نے پوچھا۔ ’’خاموش کیوں ہو؟ جواب دو۔ وہاں واش روم میں اب تک کیا کر رہے تھے؟‘‘

وہ اسے گھور کر بولا۔ ’’تم واش روم میں جا کر کیا کرتے ہو؟‘‘

’’میں اتنی دیر نہیں لگاتا۔‘‘

’’میں نہیں جانتا‘ کتنی دیر ہو چکی ہے؟ دوسری بار جاؤں گا تو تمہیں ساتھ لے جاؤں گا۔ وہاں ناک پر رومال رکھ کر دیکھتے رہنا میں کیا کرتا رہتا ہوں؟‘‘

برین ماسٹر اپنا شبہ دور کرنے کے لیے اس کے دماغ میں آیا تو وہی دھند چھائی ہوئی تھی۔ سوچ کی ایک لہر بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔

وہ جھنجلا گیا۔ سوچنے لگا۔ ’’اگر اس کا دماغ ایسی حالت میں رہا تو میں اپنی خفیہ پناہ گاہ میں اس پر تنویمی عمل نہیں کر پاؤں گا۔‘‘

اس نے ذرا توقف سے سوچا۔ ’’جب تک پورے استحکام سے اس کے دماغ پر قبضہ نہیں جماؤں گا‘ تب تک دوست بن کر رہنا ہوگا۔ شکر ہے‘ یہ نادان بچہ ہے۔ میں اسے بہلا پھسلا کر مدتوں اپنے پاس رکھ سکوں گا۔‘‘

تاشا اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئی تھی۔ جہاز میں کھانے کی اور شراب کی ٹرالی گردش کر رہی تھی۔ اس بوڑھے آلہ کار نے برین ماسٹر سے کہا۔ ’’سر...! مجھے یہاں تھوڑی سی پینے کی اجازت دیں۔ میں بالکل نارمل رہوں گا۔ پوری توجہ سے اس بچے کی نگرانی کرتا رہوں گا۔‘‘

برین ماسٹر نے کہا۔ ’’ٹھیک ہے۔ کھانے سے پہلے ایک پیگ لے سکتے ہو۔ اس سے زیادہ نہیں۔‘‘

جب ٹرالی اس کے قریب آئی تو وہ ایک پیگ لے کر پینے لگا۔ تاشا نے سر گھما کر اس کی طرف دیکھا۔ واش روم سے واپس آتے وقت اس آلہ کار کی آواز سنی تھی۔ وہ عدنان سے باتیں کر رہا تھا۔ تاشا ایک آدھ فقرہ سنتی ہوئی اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئی تھی۔

اس نے اس آلہ کار کی آواز اور لب و لہجے کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ جب وہ پینے لگا تو وہ فوراً ہی کسی رکاوٹ کے بغیر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔

پتا چلا‘ وہ یوگا کا ماہر ہے۔ برین ماسٹر کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ اس کے حکم کے مطابق عدنان کو جنیوا پہنچانے جا رہا ہے۔ وہاں ایئرپورٹ پر‘ ایک جوان عورت سے ملاقات ہوگی۔ وہ عدنان کو اس کے حوالے کر دے گا۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ جنیوا پہنچ کر اس آلہ کار کا کام ختم ہو جائے گا۔ وہ واپس پاکستان چلا جائے گا۔ تاشا سوچنے لگی۔ ’’پتا نہیں‘ جنیوا پہنچنے کے بعد حالات کیسے ہوں گے؟ میری کوشش ہوگی کہ اس اجنبی عورت کو اپنے زیر اثر لا سکوں۔ مگر ناکامی بھی ہو سکتی ہے۔‘‘

اس نے سر گھما کر دور بیٹھے ہوئے عدنان کی طرف دیکھا۔ وہ پوری طرح نظر نہیں آ رہا تھا۔ دل اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی آئندہ وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو جائے۔

بس ایک تصویر کا آسرا تھا کہ تاشا کی تصویر اس کے پاس رہے گی تو وہ اسے وقتاً فوقتاً یاد کرتا رہے گا لیکن خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں رہے گا۔ نہ ہی وہ فون کے ذریعے اسے بتا سکے گا کہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

وہ عدنان کو آئندہ کھونے کی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ سنجیدگی سے اور ذہانت سے سوچ رہی تھی کہ تنہا اس کی نگرانی

نہیں کر سکے گی۔ اسے الپا کی ذہانت اور تجربات سے فائدہ اٹھانا ہوگا۔

وہ الپا کے پاس پہنچ کر بولی۔ ''میں تاشا ہوں۔''

الپا نے کہا۔ ''ہاں۔ میں تمہارے پاس آکر خیریت معلوم کرنا چاہتی تھی۔ ابھی تو تم جہاز میں ہی ہو؟''

''جی ہاں۔ آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

''ہاں۔ بولو کیا بات ہے؟''

وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ ''پہلے وعدہ کریں‘ میں جو کہہ رہی ہوں وہ باتیں آپ گرینڈ مما کو نہیں بتائیں گی۔ ورنہ وہ مجھ سے ناراض ہو جائیں گی۔''

وہ بولی۔ ''مما سے سب ہی ڈرتے ہیں اور تم نے ڈرنے کے باوجود کوئی غلطی کی ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں انہیں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ بولو کیا بات ہے؟''

''اعلیٰ حضرت کے حکم کے مطابق گرینڈ مما نے تاکید کی تھی‘ ہم میں سے کوئی عدنان کے دماغ میں نہ جائے۔ مگر میں ان کے حکم کے خلاف اس سے رابطہ رکھتی ہوں۔''

الپا نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کس طرح رابطہ رکھتی ہو؟ میں دو چار بار اس کے دماغ میں جا کر دیکھ چکی ہوں۔ وہاں ہمیشہ دھند چھائی رہتی ہے۔ سوچ کی کوئی لہر سنائی نہیں دیتی۔ پھر تم اس سے کس طرح رابطہ رکھتی ہو؟''

وہ بولی۔ ''عدنان اپنے آپ کو بھول چکا ہے۔ یہ نہیں جانتا‘ کس کا بیٹا ہے؟ کس کا پوتا ہے؟ وہ اپنے حال میں مست رہتا ہے۔ لیکن ایک عجیب سی حیران کرنے والی بات یہ ہے کہ جب مجھے دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو بھی پہچان لیتا ہے۔''

''کیا اس نے تمہیں کہیں دیکھا ہے؟''

''پچھلی رات خواب میں دیکھا تھا۔ ایسے ہی وقت میں اس کے اندر پہنچ گئی۔ خواب میں آنے والی کی حیثیت سے باتیں کرنے لگی تو پتا چلا‘ وہ صرف مجھے ہی نہیں... اپنے آپ کو بھی پہچان رہا ہے۔ میں جیسا سمجھا رہی تھی‘ وہ ویسا ہی سمجھ رہا تھا۔''

تاشا بڑی تفصیل سے الپا کو اس کے متعلق بتانے لگی کہ جب وہ تاشا کو دیکھتا ہے تو وہ یاد آتی ہے۔ خود کو بھی پہچاننے لگتا ہے۔ پھر جیسے ہی نظروں سے اوجھل ہوتی ہے۔ وہ سب کچھ بھول جاتا ہے۔

اس نے بتایا کہ برین ماسٹر نے فون کے ذریعے رابطہ کیا تھا۔ اس طرح پتا چلا‘ وہ بھی اس کے دماغ میں آکر اسے متاثر کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ عدنان کی سوچ کی کوئی لہر اسے بھی نہیں ملتی۔ اسی لیے وہ مجبور ہو کر فون کے ذریعے اس سے رابطہ کرتا ہے۔

اس کے بعد تاشا نے بتایا کہ برین ماسٹر کس طرح اسے بوڑھا بونا بنا کر پاکستان سے باہر لے جا رہا ہے۔

الپا نے چونک کر کہا۔ ''ہاں۔ ائیرپورٹ میں ہم نے ایک بوڑھے بونے کو دیکھا تھا۔ اوہ گاڈ! کیا وہ ہمارا عدنان تھا؟''

''جی ہاں۔ میں بھی اسے پہچان نہیں پائی تھی۔ خدا کا شکر ہے‘ وہ اس جہاز میں میرا ہمسفر ہے۔ ہمارا آمنا سامنا ہو گیا ہے۔ وہ پچھلی رات خواب میں دیکھنے کے بعد مجھے بھول گیا تھا۔ اب سامنا ہوتے ہی پھر پہچان گیا ہے۔''

وہ الپا کو بتانے لگی کہ کس طرح اس نے عدنان کو سمجھا دیا ہے کہ وہ جسے دوست سمجھ رہا ہے‘ وہ دوست نہیں... بدترین دشمن ہے۔

تاشا نے کہا۔ ''ابھی مجھے پتا چلا ہے‘ جنیوا پہنچ کر اسے ایک نوجوان عورت کے حوالے کیا جائے گا۔ میں وہاں پہنچنے تک اپنی تصویر کسی طرح عدنان تک پہنچا دوں گی۔ وہ کبھی کبھی اسے دیکھتا رہے گا۔ مجھے یاد کرتا رہے گا۔ یہ بات بھی یاد آتی رہے گی کہ وہ کسی دوست کے پاس نہیں‘ دشمن کے پاس پہنچ رہا ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''شاباش...! تم بہت سمجھداری سے کام لے رہی ہو۔ اپنی تصویر ضرور اس کے پاس پہنچاؤ۔ ابھی اس پر توجہ دو۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔''

الپا دماغی طور پر حاضر ہو کر عدنان کے موجودہ حالات پر غور کرنے لگی۔ پھر اس نے کبریا‘ بے باک مومن‘ فرمان اور ٹونی جے کو باری باری مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میرے پاس آؤ۔ بہت اہم معاملہ ہے۔''

وہ چاروں فوراً ہی اس کے اندر پہنچ گئے۔ اس نے کہا۔ ''اس وقت تاشا عدنان کے ساتھ ایک جہاز میں سفر کر رہی ہے۔ یہ معلوم ہو چکا ہے‘ اسے اغوا کرنے والا دشمن برین ماسٹر ہے۔ میں ابھی تم چاروں کو تاشا کے پاس لے چلتی ہوں۔ اس کے ذریعے جہاز کے مختلف مسافروں کے دماغوں میں جگہ بناؤ اور ان کے ذریعے عدنان کی نگرانی کرتے رہو۔''

بے باک مومن نے کہا۔ ''مسٹر...! یہ میرا بدمعاش سسرا ایسا شیطان ہے۔ جسے میں زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا۔ ہم سب مل کر بڑی سمجھداری سے اور بڑی رازداری سے اسے ٹریپ کریں گے۔''

''اس مکار کی چالبازیوں کو اچھی طرح سمجھ کر بڑی

اور بڑے اعتماد سے اسے اپنے شکنجے میں لانے کی

شیں کرو۔ جلد بازی میں کوئی بھی جذباتی قدم اٹھاؤ گے تو ہاتھوں سے نکل جائے گا۔''

پھر الپا نے تاشا کے پاس آکر کہا۔ ''اس وقت میرے فرمان‘ ٹونی جے‘ بے باک مومن اور کبریا آئے ہیں۔ یہ تمہارے ذریعے عدنان کے آس پاس بیٹھے ہوئے سافروں کے دماغوں میں جگہ بنائیں گے اور ان کے ریعے اس کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ اب اس اعتماد سے ین ماسٹر تک پہنچنے کی کوشش کرو کہ تم تنہا نہیں ہو۔ خیال خوانی کے ذریعے اور بے شمار آلہ کاروں کے ذریعے تمہیں مدد ملتی ہے گی۔''

برین ماسٹر کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے چاروں طرف کیسی رازداری سے جال پھیلایا جا رہا ہے؟ وہ پچھلے چوبیس گھنٹوں سے یہ دیکھتا آیا تھا کہ سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے عدنان کے دماغ میں پہنچ کر ناکام ہو رہے تھے۔ اس کے ذریعے کسی طرح کی معلومات حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ پھر وہ بھی اپنے آپ کو بھولا ہوا تھا۔ اپنے باپ دادا کے پاس جانے کی ضد نہیں کر رہا تھا۔ یہ تمام حالات برین ماسٹر کے موافق تھے۔

تاشا اور عدنان جنیوا پہنچ گئے۔ تاشا کو پیرس جانا تھا۔ قانوناً اسے جنیوا میں اترنے اور عدنان کے پیچھے جانے کی اجازت نہیں مل سکتی تھی۔ لیکن تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے امیگریشن کے شعبے میں اہم افراد کے دماغوں پر قبضہ جمایا تو تاشا کسی چیکنگ اور رکاوٹ کے بغیر تمام مراحل سے گزر کر ائیرپورٹ کی عمارت سے باہر آگئی۔

برین ماسٹر کا بوڑھا آلہ کار عدنان کو ایک نوجوان عورت کے حوالے کر رہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا۔ ''یہ تمہارے دوست کی وائف مسز میک آرتھر ہے۔ تم انہیں مسز میکی کہہ سکتے ہو۔ اب تم ان کے ساتھ رہو گے۔''

عدنان نے پوچھا۔ ''ان کے پاس کیوں رہوں گا؟ میں تو اپنے دوست کے پاس جانا چاہتا ہوں۔'' مگر بوڑھا آگے بڑھ چکا تھا۔

مسز میکی سگریٹ کا کش لگا رہی تھی اور بڑی مکاری سے مسکراتے ہوئے عدنان کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''تم میرے شوہر میکی کے دوست ہو۔ میرے بھی دوست بن جاؤ۔ میرے ساتھ چلو... وہاں میک آرتھر سے تمہاری ملاقات ہوگی۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''ایسی بات ہے تو میں تم سے دوستی کروں گا۔ تمہارے ساتھ چلوں گا۔''

تاشا بہت آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے قریب سے گزر رہی تھی تاکہ اس عورت کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح سن لے اور عدنان سے بھی سامنا ہو جائے۔

سامنا ہوتے ہی وہ ایکدم سے چونک گیا۔ خوش ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ تاشا نے آنکھوں کے اور ہاتھوں کے اشارے سے سمجھایا کہ وہ اس سے شناسائی ظاہر نہ کرے پھر وہ عدنان کی اوپری جیب کی طرف اشارہ کرتی ہوئی وہاں سے گزر گئی۔

فرمان‘ ٹونی جے‘ بے باک مومن اور کبریا تاشا کے ذریعے مسز میکی کی آواز اور لب و لہجہ سن چکے تھے۔ اسی لیے میں اس کے اندر پہنچ گئے۔ وہ ایک سگریٹ سے دوسری سگریٹ سلگا رہی تھی۔

ادھر عدنان نے اپنی اوپری جیب کو سہلاتے ہوئے کوئی چیز محسوس کی۔ پھر ہاتھ ڈال کر اسے نکالا۔ تاشا کی مسکراتی ہوئی تصویر دکھائی دی۔ وہ بھی مسکرانے لگا۔

مسز میکی نے ایک کش لگا کر دھواں چھوڑتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا دیکھ رہے ہو؟''

وہ تصویر کو جیب میں رکھتے ہوئے بولا۔ ''کچھ نہیں... میری ایک گرل فرینڈ ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''اچھا تو تم نے اتنی سی عمر میں ایک گرل فرینڈ بھی بنا لی ہے؟ ویری نائس... ہم اسے بھی تمہارے پاس بلا لیں گے۔ اب یہاں سے چلو۔''

وہ اس کے ساتھ آکر ایک کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''بہت لمبی ڈرائیو ہے۔ اگر تھکے ہوئے ہو تو پچھلی سیٹ پر جا کر لیٹ جاؤ۔ بھوک لگے تو کھانے کا بہت سا سامان ڈگی میں ہے۔''

الپا نے اپنے چاروں خیال خوانی کرنے والوں سے پوچھا۔ ''تم لوگوں کا کیا خیال ہے‘ یہ عدنان کو کہاں لے جا رہی ہے؟''

فرمان نے کہا۔ ''ابھی یہ لمبی ڈرائیو کرتی رہے گی اور برین ماسٹر اس کے ذریعے معلوم کرتا رہے گا کہ ہم یہاں عدنان کے آس پاس موجود ہیں یا نہیں..؟''

وہ چاروں مسز میکی کے اندر بالکل خاموش رہتے تھے۔ بہت محتاط تھے‘ بھول سے بھی اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ایک دوسرے سے ضروری باتیں کرنی ہوں تو اس کے دماغ سے نکل کر دوسرے کے دماغ میں آکر بولتے تھے۔ اس وقت بھی وہ باری باری الپا کے اندر آکر

بول رہے تھے۔

ٹونی جے نے الپا کے پاس آ کر کہا۔ ”برین ماسٹر ہمیں احمق سمجھتا ہے۔ اس نے جان بوجھ کر ایک سگریٹ پینے والی عورت کو عدنان کے ساتھ لگایا ہے۔ وہ چاہتا ہے' ہم اس کے اندر آ کر عدنان کی نگرانی کریں اور یہ معلوم کریں کہ اسے کہاں پہنچایا جارہا ہے؟“

کبریا نے کہا۔ ”مسٹر...! میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ بڑی خاموشی سے مسز میکی کے اندر موجود ہے۔ صبر و تحمل سے انتظار کررہا ہے کہ کوئی غلطی ہو اور ہم اپنی موجودگی ظاہر کردیں۔“

بے باک مومن نے کہا۔ ”جب اسے اطمینان ہو جائے گا کہ ہم میں سے کوئی موجود نہیں ہے اور واقعی عدنان کے دماغ میں کسی خیال خوانی کرنے والے کو جگہ نہیں مل رہی ہے' تب وہ عدنان کو اپنی خفیہ پناہ گاہ میں بلائے گا۔“

الپا نے کہا۔ ”تم چاروں اس کے متعلق صحیح رائے قائم کررہے ہو۔ اس کی طرح تم بھی صبر و تحمل سے انتظار کرتے رہو۔ دیکھتے رہو' وہ عدنان کو کہاں کہاں لے جائے گا؟ کتنا وقت ضائع کرے گا؟ آخر کہیں نہ کہیں وہ اونٹ کسی کروٹ ضرور بیٹھے گا۔“

عدنان وہاں شام چار بجے پہنچا تھا۔ تب سے وہ رات نو بجے تک ڈرائیو کرتی رہی۔ پھر کنٹری سائڈ کے ایک موٹل میں آ کر رک گئی۔ عدنان نے پوچھا۔ ”کیا میرے دوست کا گھر آ گیا؟“

”نہیں۔ گھر ابھی بہت دور ہے۔ ہم آج رات یہاں قیام کریں گے۔ دوسری صبح پھر ایک لمبی ڈرائیو ہوگی۔“

وہاں انہوں نے ایک کمرا حاصل کیا۔ رات کو کھانے پینے کے بعد وہ سونا چاہتا تھا۔ ایسے وقت برین ماسٹر نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ ”ہیلو دوست...! خیریت سے ہو؟ کیا میری وائف تمہیں محبت اور توجہ دے رہی ہے؟“

”تمہاری وائف بہت اچھی ہے مگر تم اچھے نہیں ہو۔ میں کتنی دور سے تمہارے پاس آ رہا ہوں اور تم مجھ سے دور ہوتے جارہے ہو۔“

”دور ہونے کی ایک خاص وجہ ہے اور وہ وجہ تمہیں بتا چکا ہوں۔ میرے اور تمہارے کتنے ہی دشمن ہیں جو کہیں نہ کہیں چھپے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی میں تم سے ملنے آؤں گا وہ ہم دونوں کو گولی ماردیں گے۔“

”پھر تو تم کبھی نہیں ملو گے' جب بھی ملنے آؤ گے تو دشمن ہمیں گولی ماردیں گے۔“

”ایسی بات نہیں ہے۔ میں بھی چھپ کر دشمنوں کو دیکھ رہا ہوں اور انہیں ٹھکانے لگا رہا ہوں۔ جب وہ سب ختم ہو جائیں گے' مر جائیں گے' تب میں تمہارے پاس چلا آؤں گا۔“

”پتا نہیں ایسا کب ہوگا؟ یہ تمہاری وائف مجھے ابھی کہاں لے جارہی ہے؟“

”میرے پاس لارہی ہے۔ جب تک تم یہاں پہنچو گے۔ اس وقت تک میں تمام دشمنوں کو ختم کرچکا ہوں گا۔ فکر نہ کرو... ہماری ملاقات جلد ہی ہوگی۔ ابھی فون بند کررہا ہوں۔ کل کسی وقت تم سے باتیں کروں گا۔“

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ الپا اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مسز میکی کے اندر رہ کر عدنان کی اور برین ماسٹر کی باتیں سن رہے تھے۔ رابطہ ختم ہونے کے بعد عدنان نے بستر پر لیٹتے ہوئے مسز میکی سے کہا۔ ”اب تم جاؤ۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔“

وہ برین ماسٹر اور عدنان کی تابعدار تھی۔ چپ چاپ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ الپا نے تاشا سے کہا۔ ”یہ سونے جا رہا ہے۔ ہوسکتا ہے' خواب میں پھر تمہیں دیکھے۔ تم اس کے خواب میں ضرور جاؤ۔ مگر ایسی باتیں کرو' جیسے ہم سب ہی اس کی جدائی میں تڑپ رہے ہیں اور اسے تلاش کررہے ہیں۔ مگر اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔“

”بے شک۔ مجھے محتاط رہنا چاہیے۔ برین ماسٹر نیند کے دوران اس کے اندر آ سکتا ہے اور خواب کی اسکرین پر مجھے دیکھ سکتا ہے۔ میری باتیں سن سکتا ہے۔ میں بہت محتاط رہوں گی۔“

دونوں طرف سے بڑی احتیاطی تدابیر پر عمل کیا جارہا تھا اگر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے محتاط تھے تو برین ماسٹر ہم سے زیادہ محتاط رہنے کا ثبوت دے رہا تھا۔ اس وقت عدنان سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اسی موٹل کے ایک کمرے میں رات گزارنے آیا تھا۔

بلندیوں پر پرواز کرنے والے پرندوں کو زمین پر بکھرے ہوئے دانے تو نظر آتے ہیں مگر جال دکھائی نہیں دیتا۔ یوں کہنا چاہیے' مصیبتوں کی طرف بڑھتے وقت آنکھیں کام نہیں آتیں۔ دماغ پر دھند چھائی ہوتی ہے۔

اس بلند پرواز برین ماسٹر کو صرف ایک چھوٹا سا دانہ ایک ننھا سا بچہ دکھائی دے رہا تھا اور وہ اسے دیکھتے ہوئے کشاں کشاں ایک گہری دلدل میں دھنسنے چلا آرہا تھا۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفرگڑھ

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو پچاسی ماہ سے جاری ہے

فرہاد علی تیمور

دیوتا

ہنگاموں، رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ دونسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک وقوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم ونازک ہتھیار سے خاک وخون میں نہلادینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسر پیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفرگڑھ

جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفرگڑھ

جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفرگڑھ

برین ماسٹر پچھلے چوبیس گھنٹوں میں بڑی حد تک مطمئن ہوگیا تھا کہ ہم میں سے کوئی عدنان کے قریب نہیں ہے۔ سب ہی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے تلاش کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔

اس نے سوئٹزر لینڈ کے ایک علاقے میں خفیہ رہائش گاہ بنائی تھی۔ وہ چاہتا تھا' جلد از جلد عدنان کو وہاں لا کر اس کے عجیب و غریب دماغ کی اسٹڈی کرے۔ اس کا برین واش کرے' پھر تنویمی عمل کرے۔ تب ہی وہ اس ننھے سے دماغ کو پوری طرح اپنے شکنجے میں رکھ پائے گا۔

بڑی حد تک اطمینان کرنے کے بعد وہ بھی جنیوا ائیر پورٹ پہنچا ہوا تھا۔ دور ہی دور سے اس کی نگرانی کرنا چاہتا تھا۔ اچھی طرح معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس اس کے آس پاس موجود ہیں یا نہیں؟

وہ مسز میکی کے ساتھ مسافروں کی بھیڑ میں کھڑا ہوا تھا۔ آس پاس سے کتنے ہی لوگ گزر رہے تھے۔ تاشا بھی اس کے قریب سے گزرتی ہوئی گئی تھی۔ برین ماسٹر چونکہ بہت دور تھا' اس لیے تاشا اور عدنان کی اشارے بازیاں نہ دیکھ سکا۔ یہ بھید کھلتے کھلتے رہ گیا کہ اسے ٹریپ کرنے کے لیے زبردست جال بچھایا گیا ہے۔

مسز میکی جب عدنان کو اپنی گاڑی میں بیٹھا کر لے گئی تو اس نے فوراً ہی تعاقب نہیں کیا۔ بڑے آرام سے کئی میل کا فاصلہ رکھتے ہوئے اس کے پیچھے جاتا رہا۔ اگر بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس عدنان کا تعاقب کرتے تو وہ بہت دور رہ کر انہیں دیکھ سکتا تھا۔ ایک اندازہ کرسکتا تھا کہ وہ لوگ اس بچے کی نگرانی کر رہے ہیں اور اس کے ذریعے اسے ٹریپ کرنے کی فکر میں ہیں۔

کنٹری موٹل میں رات کو قیام کرنے تک اسے اچھی طرح یقین ہوگیا کہ عدنان کا تعاقب نہیں کیا جا رہا ہے خیال خوانی کے ذریعے بھی اس کی نگرانی نہیں کی جاسکتی تھی۔ وہ دیکھ رہا تھا' اس کے دماغ میں مستقل دھند چھائی ہوئی تھی۔ وہ خود بھی ناکام ہو رہا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ ''عدنان ابھی گہری نیند میں ڈوب جائے گا۔ پھر میں کمرے میں جا کر اُسے دیکھ سکتا ہوں۔ اس کی اسٹڈی کرسکتا ہوں۔ خوابیدہ دماغ میں پہنچ کر اس پر تنویمی عمل کرنے کا کوئی راستہ تلاش کرسکتا ہوں۔''

وہ اس پہلو پر بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ ''مجھے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ یہ اچھا موقع ہے' سونیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا عدنان تک پہنچ نہیں پا رہا ہے۔ مجھے جلد از جلد اس کے دماغ کو اپنے شکنجے میں لے لینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو' وہ خطرناک بلا اچانک ہی میری شہ رگ تک پہنچ جائے پھر میں دیکھتا کا دیکھتا رہ جاؤں گا۔ بے بسی سے کچھ کر نہیں پاؤں گا۔''

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے الپا کے مشوروں پر عمل کر رہے تھے اور کامیاب ہو رہے تھے۔ انہوں نے ائیر پورٹ میں کسی کو آلہ کار نہیں بنایا تھا۔ مسز میکی کے دماغ میں جگہ مل رہی تھی' یہی کافی تھا۔ اگر وہ دوسرے آلہ کار بناتے اور ان کے ذریعے عدنان کا تعاقب کرتے تو یقیناً برین ماسٹر کی نظروں میں آجاتے۔ ایسا نہیں ہوا تھا' اس لیے وہ دشمن دھوکا کھا رہا تھا۔

جب مسز میکی عدنان کے ساتھ اس موٹل میں پہنچی تو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے ذریعے وہاں کے اسٹاف کے اندر پہنچنا شروع کیا۔ رات کو ڈیوٹی دینے والے جتنے اہم افراد تھے' ان سب کے دماغوں میں جگہ بنا لی۔ ان کے ذریعے معلومات حاصل کرتے رہے کہ رات کے وقت اس ہوٹل میں کون آ رہا ہے اور کون وہاں سے جا رہا ہے؟

وہاں مسز میکی اور عدنان کے بعد دو مسافر آئے تھے۔ ان میں سے ایک نوبیاہتا جوڑا تھا۔ دوسرا ایک عمر رسیدہ صحت مند شخص تھا۔ اس نے موٹل کے رجسٹر میں اپنا نام جیکسن میلر لکھوایا تھا۔ منیجر نے اسے کمرا دکھاتے ہوئے کہا۔ ''اگر یہ پسند ہو تو یہاں قیام کرسکتے ہیں۔ مجھے گاڑی کی چابی دیں۔ ہمارا ملازم آپ کا سامان لے آئے گا۔''

جیکسن میلر نے کہا۔ ''میرے پاس کوئی بھاری سامان نہیں ہے' جو ہے وہ کار کی ڈکی میں ہے۔ میں صرف ایک رات رہوں گا۔ صبح چلا جاؤں گا۔''

کبریا اس منیجر کے اندر تھا۔ وہ کبریا کی مرضی کے مطابق بولا۔ ''آپ کون سی ڈرنک لینا پسند کریں گے؟''

اس نے کہا۔ ''میں شراب نہیں پیتا۔''

منیجر نے بڑی حیرانی سے کہا۔ ''سر...! یہ سوئٹزر لینڈ ہے۔ باہر برف پڑ رہی ہے۔ اتنی شدید سردی میں سب ہی کچھ نہ کچھ پیتے ہیں۔ یہاں آنے والوں کو جو پہلی ڈرنک دی جاتی ہے' اس کا کوئی بل پیش نہیں کیا جاتا۔''

وہ بولا۔ ''میں نے کہا نا... میں شراب نہیں پیتا۔ تمہارا شکریہ۔ پلیز میں تنہائی چاہتا ہوں۔''

منیجر اس کمرے سے چلا آیا۔ کبریا نے الپا سے کہا۔ ''مسٹر...! ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بتا دو۔ اس موٹل میں جو نیا مسافر آیا ہے' اس کا نام جیکسن میلر ہے اور وہ

راب نہیں پیتا ہے۔''

الپا نے فرمان' ٹونی جے اور بے باک مومن تک یہ اطلاع پہنچائی۔ وہ تینوں کبریا کے پاس آگئے۔ کبریا نے انہیں بتایا کہ منیجر اور جیکسن میلر کے درمیان کیا باتیں ہو چکی ں؟ وہ شراب نہیں پیتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی سامان نہیں ہے۔ صرف ایک رات گزارنے آیا ہے۔ صبح وہاں سے لا جائے گا۔ سمجھ میں یہی بات آ رہی ہے کہ یہ شخص جنیوا ائیر پورٹ سے عدنان کا تعاقب کرتا آ رہا ہے۔

فرمان نے کہا۔ ''یہ نشہ نہیں کرتا ہے' اس لیے ہم اس کے دماغ میں نہیں جاسکتے۔ اگر یوگا کا ماہر ہوگا اور ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا تو محتاط ہو جائے گا۔ ہماری گرفت میں آنے سے پہلے فرار ہو جائے گا۔''

انہوں نے نائٹ ڈیوٹی کرنے والے ہوٹل کے تمام ملازموں کو بڑی توجہ سے اپنا آلہ کار بنا لیا۔ ان کے ذریعے معلوم کرنے لگے کہ جیکسن میلر اپنے کمرے میں کیا کر رہا ہے؟ پتا چلا' وہ جاگ رہا ہے۔ اس نے اپنے لیے سینڈوچ اور کافی منگائی تھی۔

جو ملازم کافی لے کر کمرے میں گیا تھا۔ اس کے ذریعے دیکھا گیا کہ بستر کی چادر پر شکنیں نہیں پڑی تھیں۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے' نہ وہ سو رہا تھا' نہ بستر پر آرام سے لیٹ رہا تھا۔ اس طرح یہ رائے قائم کی گئی کہ وہ کچھ پریشان ہے۔ کمرے میں بیٹھا رہتا ہے یا ٹہلتا رہتا ہے۔

برین ماسٹر واقعی کچھ بے چین ہوگیا تھا۔ اس نے چپ چاپ مسز میکی کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا' اسے عدنان کی جیب سے ایک نوجوان لڑکی کی تصویر ملی تھی۔ اس نے کہا تھا' وہ لڑکی اس کی گرل فرینڈ ہے۔ برین ماسٹر نے مسز میکی سے پوچھا۔ ''اس لڑکی کی عمر کیا ہوگی؟''

''یہی کوئی سترہ یا اٹھارہ برس ہوگی۔''

''وہ اس کی گرل فرینڈ کیسے ہوسکتی ہے؟ جبکہ عدنان شاید سات یا آٹھ برس کا بچہ ہے۔ کیا تم نے اس سے پوچھا نہیں کہ وہ لڑکی کہاں رہتی ہے؟ اس سے کب دوستی ہوئی تھی؟''

''اس نے وہ تصویر دوسری بار جیب سے نہیں نکالی۔ میں بھی بھول گئی۔ اس لیے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔''

''میں ابھی اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم تصویر لے کر کمرے سے باہر نکلو۔ آس پاس اچھی طرح دیکھو' کوئی دکھائی نہ دے تو کمرا نمبر ٹو زیرو تھری کے دروازے پر آجاؤ اور اس تصویر کو دروازے کے نچلے حصے سے اندر پھینک کر فوراً واپس چلی جاؤ۔''

یہ برین ماسٹر کی خوش قسمتی تھی کہ اس وقت ہمارے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے مسز میکی کے اندر نہیں تھے۔ کبریا ہوٹل منیجر کے اندر تھا۔ بے باک مومن اس ویٹر کے دماغ میں تھا' جو رات کے وقت کال بیل کی آواز پر مختلف کمروں میں جاتا تھا۔ فرمان الپا سے باتیں کر رہا تھا اور ٹونی جے کچن کے انچارج کے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ یہ ارادہ تھا کہ جیکسن میلر کھانے پینے کی کوئی چیز طلب کرے گا تو اس میں کوئی ایسی ضرر رساں دوا ملا دی جائے گی' جس سے وہ عارضی طور پر کمزور ہو جائے گا۔

وہ سب اپنی اپنی جگہ مصروف تھے۔ ایسے وقت مسز میکی نے تاشا کی وہ تصویر روم نمبر ٹو زیرو تھری میں پہنچا دی۔ برین ماسٹر نے اسے اٹھا کر دیکھا۔ پہلے اس پر سرسری سی نظر ڈالی پھر ایکدم سے چونک گیا۔ اسے توجہ سے دیکھنے لگا۔ یہ یاد آنے لگا کہ اس نے اس تصویر والی لڑکی کو ائیر پورٹ میں دیکھا ہے۔ وہ عدنان کے قریب سے گزرتی ہوئی گئی تھی۔

یوں تو عدنان کے آس پاس سے درجنوں مسافر گزرتے جا رہے تھے۔ ان میں تاشا بھی تھی لیکن سوال یہ پیدا ہوا کہ جس کی تصویر وہ اپنی جیب میں رکھتا ہے' وہ اس کے سامنے سے گزر کر گئی تھی' انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا بھی تھا۔ مگر کسی نے کسی سے کوئی بات کیوں نہیں کی تھی؟

اب اصل بات سمجھ میں آ رہی تھی۔ برین ماسٹر کا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا۔ ''وہ گرل فرینڈ کہلانے والی لڑکی فرہاد علی تیمور کی فیملی سے یا بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتی ہے۔ بڑی رازداری سے عدنان کی نگرانی کرتی چلی آ رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے' سونیا خاموش نہیں بیٹھی ہے۔ پوری طرح ایکشن میں ہے۔ اس لڑکی کے ذریعے بڑی کامیابی سے مجھ تک پہنچ رہی ہے۔''

وہ سوچ رہا تھا اور بدحواسی میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ ذہن میں یہی بات آ رہی تھی کہ وہ لڑکی یقیناً عدنان کی نگرانی کرتی ہوئی یہاں تک آئی ہوگی اور صبح ہونے کا انتظار کر رہی ہوگی۔

اس کے ذہن میں اچانک ہی ایک سوال پیدا ہوا کہ عدنان خود کو بھول چکا ہے پھر اس لڑکی کو کیسے یاد رکھتا ہے؟ اس کی تصویر کو کیسے پہچانتا ہے؟ اسے اپنی جیب میں سینے سے لگائے کیوں رکھتا ہے؟ کیا اس لڑکی سے اس بچے کی کوئی دلی اور ذہنی وابستگی ہے؟

اگر ذہنی وابستگی ہے تو پھر خیال خوانی کے ذریعے ان

دونوں کے درمیان رابطہ ہوسکتا ہے...

یہ خیال آتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور عدنان کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ خواب کی اسکرین پر اسی لڑکی کو دیکھ رہا تھا‘ جس کی تصویر ابھی برین ماسٹر کے سامنے رکھی ہوئی تھی۔

وہ کہہ رہی تھی۔ ’’عدنان! تم کہاں ہو؟ اپنا پتا ٹھکانا کیوں نہیں بتاتے؟ ہم پریشان ہوگئے ہیں تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے ہیں۔‘‘

الپا نے تاشا کو یہی مشورہ دیا تھا کہ جب بھی خواب کے ذریعے رابطہ ہو تو وہ ایسے ہی باتیں کرے‘ جیسے اب تک عدنان کو ڈھونڈنے میں ناکام ہو رہی ہو۔

الپا نے صحیح اندازہ لگایا تھا کہ برین ماسٹر عدنان کے خوابیدہ دماغ میں آئے گا تو تاشا کی ایسی باتوں سے دھوکا کھا جائے گا۔ یہی تاثر پیدا ہوگا کہ تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے اس بچے کو تلاش کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔

لیکن کبھی کبھی وہ نہیں ہوتا‘ جو ذہانت سے سوچا اور سمجھا جاتا ہے۔ بعض اوقات ذہانت بھی مات کھا جاتی ہے۔ اس وقت خواب کی اسکرین پر عدنان چونکہ تاشا کو دیکھ رہا تھا‘ اس لیے اسے پچھلی تمام باتیں یاد آ رہی تھیں۔ وہ خود کو بھولنے والا بچہ نہیں رہا تھا۔ حیرانی سے کہہ رہا تھا۔ ’’تاشا...! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ تم نے تو مجھے ڈھونڈ نکالا ہے۔ میرے ساتھ جنیوا تک آئی ہو۔ اپنی تصویر بھی مجھے دی ہے۔ وہ میری جیب میں رکھی ہوئی ہے۔‘‘

یہ سنتے ہی برین ماسٹر اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ وہ تصویر اس کے سامنے رکھی ہوئی تھی۔ عدنان نے اسے تاشا کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ برین ماسٹر کو بھولی ہوئی بات یاد آ گئی۔ تاشا کئی برسوں سے بابا صاحب کے ادارے میں گمنامی کی زندگی گزار رہی تھی۔ اس لیے اس کی یادداشت سے محو ہوگئی تھی۔

اب یاد آ رہا تھا کہ تاشا اگرچہ عدنان سے عمر میں بڑی ہے۔ لیکن اس سے منسوب کردی گئی ہے۔ ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے۔

برین ماسٹر یہ بات سمجھنے سے قاصر تھا کہ عدنان اپنے آپ کو اور اپنے ماضی کو بھولنے کے باوجود تاشا کو کیسے یاد رکھتا ہے؟ ان دونوں کی گہری وابستگی خطرے کی گھنٹی بجا رہی تھی۔ یہ ثابت ہو رہا تھا کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اگرچہ اس کے دماغ میں آ کر ناکام رہتے ہیں۔ مگر وہ لڑکی بڑی کامیابی سے رابطہ رکھتی ہے۔ اسی لیے اس کے ساتھ یہاں تک چلی آئی ہے۔

اسے پچھلے تیس گھنٹوں سے اپنی کامیابی کا یقین ہو رہا تھا۔ مگر اب یہ خوف دل کو دہلا رہا تھا کہ وہ تنہا نہیں ہوگی۔ اس کے پیچھے تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہوں گے اور پتا نہیں اس ہوٹل میں کیا کر رہے ہوں گے...؟

اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ اپنے اندر توانائی پیدا کرنے کی کوششیں کرنے لگا مگر ایسا لگ رہا تھا‘ جیسے اچانک ہی بارود کے ڈھیر میں آ کر کھڑا ہوگیا ہے اور اب تب میں دھماکا ہونے والا ہے۔

دھماکا تو ہونے والا تھا۔ اس کے سامنے دو ہی راستے تھے کہ مرنا ہے تو پھر مرنا ہی ہے۔ ورنہ کچھ کر گزرنا ہے۔

الپا اور ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس بات سے بے خبر تھے کہ برین ماسٹر چوکنا ہو چکا ہے۔ الپا نے ٹونی جے سے کہا۔ ’’تم جیکسن میلر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتے ہو اور انتظار کر رہے ہو کہ وہ ہوٹل کے کچن میں کھانے پینے کی کسی چیز کا آرڈر دے گا مگر ایسا نہیں ہو رہا ہے‘ اسی انتظار میں صبح ہو جائے گی اور وہ شخص یہاں سے چلا جائے گا۔‘‘

ٹونی جے نے کہا۔ ’’ہم اسے جانے نہیں دیں گے۔ پہلے اس کی اصلیت معلوم کریں گے۔‘‘

’’بہتر ہوگا‘ تم اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اس کے دروازے پر جا کر دستک دو۔ یہ کہو کہ تم سی آئی اے والے ہو۔ تب وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر تم سب سے باتیں کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔‘‘

الپا نے یہ مشورہ ان چاروں خیال خوانی کرنے والوں کو دیا۔ کبریا نے کہا۔ ’’ہمیں یہی کرنا چاہیے۔ جب وہ ہمارے آلہ کاروں کے روبرو باتیں کرتا رہے گا اور ہمیں اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دے گا تو ہمارے آلہ کار اس پر حملہ کر کے عارضی طور پر اسے کمزور بنا دیں گے۔ پھر ہمیں اس کے خیالات پڑھنے کا موقع ملے گا۔‘‘

ایسے وقت تاشا نے الپا کے پاس آ کر کہا۔ ’’میں ابھی عدنان کے پاس سے آ رہی ہوں۔ آپ کی ہدایت کے مطابق برین ماسٹر کو دھوکا دینے کے لیے اس سے کہہ رہی تھی کہ اسے تلاش کرنے کے سلسلے میں مسلسل ناکام ہو رہی ہوں لیکن عدنان نے میری بات سے انکار کیا۔ کہنے لگا‘ ہم ایک دوسرے سے مل چکے ہیں۔ میں اس کے ساتھ یہاں سوئٹزرلینڈ پہنچی ہوئی ہوں۔‘‘

الپا نے پوچھا۔ ’’تمہارا کیا خیال ہے‘ اس وقت برین ماسٹر اس کے خوابیدہ دماغ میں آیا ہوگا؟ کیا اس نے تمہاری

نی ہوں گی؟‘‘

’’میرا خیال ہے‘ برین ماسٹر ایسے وقت عدنان کے ں میں آیا تھا۔ اگر آتا اور ہماری باتیں سن لیتا تو چیلنج کے ر پر مجھے ضرور مخاطب کرتا۔ یہ ضرور کہتا..... کہ وہ ہماری ال کو اور ہمارے طریقۂ کار کو سمجھ چکا ہے۔‘‘

فرمان نے کہا۔ ’’یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تمہیں یا ہمیں چیلنج کرے گا۔ میرا خیال ہے‘ وہ صبح سے پہلے عدنان کو کسی بھی طرح وہاں سے آگے لے جانے کی کوشش کرے گا۔‘‘

تاشا نے کہا۔ ’’اب وہ عدنان کو ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ وہ خود کو پہچاننے لگا ہے۔ نیند سے بیدار ہوتے ہی اس نے سب سے پہلے اپنی جیب کو ٹٹول کر پوچھا ہے کہ میری تصویر کہاں ہے؟‘‘

الپا نے کہا۔ ’’تم نے اپنی تصویر اس کی جیب میں رکھی تھی‘ کیا اب وہ اس کے پاس نہیں ہے؟‘‘

’’نہیں... وہ اپنے سامان میں اسے تلاش کر رہا ہے۔‘‘

بے باک مومن نے پوچھا۔ ’’کیا تم مسز میکی کے دماغ میں گئی تھیں؟ اگر تصویر عدنان کے پاس نہیں ہے تو اسی نے اس کی جیب سے نکالی ہوگی۔‘‘

وہ سب اسی وقت مسز میکی کے اندر پہنچ گئے۔ مختصر سے خیالات پڑھتے ہی معلوم ہوگیا کہ اس نے عدنان کی جیب سے وہ تصویر نکالی تھی۔ کسی نے خیال خوانی کے ذریعے اسے حکم دیا تھا کہ وہ روم نمبر ٹو زیرو تھری کے دروازے پر آئے۔ پھر دروازے کے نچلے حصے سے اس تصویر کو اندر پہنچا کر فوراً واپس چلی جائے اور اس نے یہی کیا تھا۔

یہ معلوم ہوتے ہی الپا نے کہا۔ ’’اب کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ روم نمبر ٹو زیرو تھری میں برین ماسٹر چھپا ہوا ہے۔ فوراً اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اسے دبوچ لو۔‘‘

وہ چاروں اپنے چار آلہ کاروں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ انہیں دوڑاتے ہوئے اس کمرے کے دروازے پر لے آئے۔ ٹھیک اسی وقت برین ماسٹر دروازہ کھول کر باہر نکل رہا تھا۔ وہ وہاں سے فرار ہونے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اچانک ہی ہوٹل کے چار آدمیوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر اس نے ایک کو گولی ماری۔ باقی تین کو دھمکی دی۔ ’’اگر کوئی میرا راستہ روکے گا تو حرام موت مرے گا۔‘‘

وہ تینوں فوراً ہی زمین پر بیٹھ گئے۔ وہ دوڑتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ فرمان‘ ٹونی جے‘ بے باک مومن اور کبریا دوسرے آلہ کاروں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ وہاں صرف ہوٹل منیجر کے پاس ریوالور تھا۔ فرمان اسے دوڑاتا ہوا ہوٹل کے کاؤنٹر کے پاس لے آیا۔ برین ماسٹر سیڑھیوں سے اترتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف جا رہا تھا۔

منیجر نے اس پر فائر کیا۔ مگر نشانہ چوک گیا۔ برین ماسٹر نے پلٹ کر فائر کیا۔ گولی منیجر کے قریب سے گزر گئی۔ وہ دونوں چھپ کر ایک دوسرے پر فائر کرنے لگے۔ ٹونی جے‘ بے باک مومن‘ اور کبریا بھی اس منیجر کے اندر آ گئے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ برین ماسٹر کم از کم زخمی ہو جائے مگر ایسا نہ ہوسکا۔ منیجر کا ریوالور خالی ہوگیا۔

برین ماسٹر دوڑتا ہوا ہوٹل کے باہر چلا آیا۔ ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں پہلے ہی اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے جیب سے چابی نکال کر اسے کھولنا چاہا تو پتا چلا وہ مقفل نہیں ہے۔ یہ یاد کرنے اور سوچنے کا موقع نہیں تھا کہ وہ کار کو لاک کرنا بھول گیا تھا۔

وہ فوراً ہی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار کو اسٹارٹ کرتا ہوا تیز رفتاری سے باہر جانے لگا۔ وہ چاروں خیال خوانی کرنے والے منیجر کے ریوالور کو لوڈ کرانے کے بعد اسے دوڑاتے ہوئے باہر لے آئے تھے۔ وہ احاطے سے باہر جانے والی کار پر فائر کرنے لگا مگر دیر ہو چکی تھی۔ کار فائرنگ رینج سے دور ہوتی چلی جا رہی تھی۔

وہ رفتار بڑھاتا جا رہا تھا۔ یہ خوب سمجھتا تھا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ اپنے آلہ کاروں کو اس کے تعاقب میں دوڑائیں گے۔ ایسے وقت وہ خطرناک رفتار سے ڈرائیو کرتا ہوا زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا چاہتا تھا۔ آگے تین سمتوں میں تین راستے گئے تھے۔ وہ کسی ایک راستے پر مڑ کر تعاقب کرنے والوں کو ڈاج دے سکتا تھا۔

تقریباً بیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد معلوم ہوا کہ کوئی گاڑی اس کے تعاقب میں نہیں آ رہی ہے۔ وہ ایک سنسان راستے پر سلامتی سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ اپنی مجرمانہ زندگی کی ابتدا سے اب تک بڑی مہارت اور چالبازیوں سے روپوش رہ کر پُراسرار برین ماسٹر کہلاتا آ رہا تھا۔ اب سے پہلے وہ کبھی اس طرح دشمنوں کے نرغے میں نہیں آیا تھا۔ دیکھا جائے تو وہ ننھا سا فتنہ عدنان اس کی شامت بن گیا تھا۔ سمجھا جائے تو برین ماسٹر اسے اپنی موت بنا کر پاکستان سے یہاں لے آیا تھا۔

یہ اپنے محاسبے کا وقت تھا کہ اس نے اب تک کیا پایا اور کیا کھویا...؟ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹف گائی اور رداس مین

کو حاصل کرتے کرتے کھو چکا تھا۔ اپنے داماد بے باک مومن کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کے بعد بھی اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکا تھا۔

تیسری بار اس نے عدنان کو اغوا کیا۔ اسے بھی بڑی کامیابی سے حاصل کرتا ہوا تقریباً اپنے گھر کے دروازے تک لا چکا تھا۔ دوسری صبح ایک خفیہ پناہ گاہ میں پہنچانے والا تھا۔ مگر ناکامیاں جوتے مار رہی تھیں۔ وہ اس بچے کو بھی حاصل نہ کر سکا۔ اسے چھوڑ کر اپنی سلامتی کے لیے بھاگ رہا تھا۔

مصیبتوں کے پاؤں انسان کی رفتار سے زیادہ تیز ہوتے ہیں۔ وہ بھاگ کر کہاں جا سکتا تھا؟ جب شامت آتی ہے تو پھر آ ہی جاتی ہے۔ وہ ڈرائیو کرتے کرتے ایکدم سے چونک گیا۔ عدنان کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو دوست...!''

اس نے بڑی حیرانی سے کار کی رفتار کو کم کرتے ہوئے عقب نما آئینے کا رخ تبدیل کیا۔ وہ ننھا فتنہ پچھلی سیٹ پر آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ برین ماسٹر کو یوں لگا، جیسے تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے دبوچنے کے لیے کار کے اندر چلے آئے ہوں۔

اس نے گھبرا کر رفتار بڑھادی۔ عقب نما آئینے کا رخ اِدھر اُدھر بدل کر دیکھنے لگا۔ پچھلی سیٹ پر اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا۔ ''تم یہاں تنہا کیسے آ گئے؟''

اس نے جواب دیا۔ ''جیسے تم آ گئے۔''

وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے کے باعث خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر نہیں جا سکتا تھا۔ اس کے لیے رفتار سست کرنی پڑتی۔ دل میں یہ خوف سمایا ہوا تھا کہ رفتار کم کرے گا تو دشمن آ کر گھیر لیں گے۔ اس نے پوچھا۔ ''تمہاری مدد کرنے والے ٹیلی پیتھی جاننے والے کیا تمہارے اندر موجود ہیں؟''

''میں نہیں جانتا۔''

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔''

''میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔''

''تمہاری وہ گرل فرینڈ تاشا کہاں ہے؟''

''وہ تو ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہے، میں بھی اس کے ساتھ رہتا ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔''

''وہ ابھی تمہارے ساتھ کیوں نہیں ہے؟''

''وہ بہت اچھی ہے، میں کسی کی بات نہیں مانتا۔ اس کی مانتا ہوں۔ اس نے کہا، جاؤ... اپنے دوست کی کار میں چل کر بیٹھو تو میں فوراً یہاں آ کر بیٹھ گیا۔''

''اس نے کیا سوچ کر تمہیں میرے حوالے کیا ہے؟ وہ خود کہاں ہے؟''

''وہ اور کہاں ہوگی...؟ کیا میری باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں؟ میں ابھی کہہ چکا ہوں، وہ میرے ساتھ ہوتی ہے۔ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس وقت بھی وہ میرے ساتھ ہے۔''

یہ سنتے ہی اس نے گاڑی کی رفتار دھیمی کرتے ہوئے اسے سڑک کے کنارے روک دیا۔ سر گھما کر کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ ایکدم سے چونک گیا۔ اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان سے تاشا ابھر کر سامنے آ گئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور وہ نشانے پر تھا۔

وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا انتہائی سفاک درندہ اور پُراسرار بن کر رہنے والا برین ماسٹر تھا۔ اس کے سامنے پچھلی سیٹ پر دو معصوم چہرے تھے۔ عدنان تو معصوم تھا ہی... تاشا بھی اٹھارہ برس کی ایک ایسی معصوم لڑکی تھی، جس نے ابھی بدترین حالات کی سردی و گرمی کا مزہ نہیں چکھا تھا۔ اس کے باوجود بابا صاحب کے ادارے میں جو تعلیم و تربیت حاصل کرتی آ رہی تھی۔ اس نے اسے چوکنا اور حاضر دماغ رہنا سکھا دیا تھا۔

اس نے کہا۔ ''میں نہیں جانتی، تم ابھی کیسی چالبازی دکھاؤ گے؟ مجھے یہ سمجھایا گیا کہ دشمن کو کبھی کچھ کر گزرنے کا موقع نہ دو۔''

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلادی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے شانے کے آر پار ہوتی ہوئی ونڈ اسکرین کے شیشے کو ایک زوردار دھماکے کے ساتھ چکنا چور کرتی ہوئی گزرتی چلی گئی۔ شیشہ ننھے ننھے موتیوں کی طرح کار کے اندر اور باہر بکھر گیا تھا۔ تاشا فائر کرتے ہی عدنان کے ساتھ پچھلی سیٹ پر جھک گئی تھی۔

برین ماسٹر کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ گولی کے زخم اور ونڈ اسکرین کے دھماکے نے اسے حواس باختہ کر دیا تھا۔ حواس ذرا بحال ہوئے تو اس نے تکلیف کی شدت کے باوجود ایک طرف جھکتے ہوئے سیٹ پر رکھے ہوئے ریوالور کو اٹھانا چاہا۔ مگر اٹھا نہ سکا۔

دوسری بار، تیسری بار اسے اٹھانے کی کوشش کی۔ پھر پریشان ہو کر تاشا کو دیکھنے لگا۔ وہ اپنا ریوالور اس کی طرف اچھالتے ہوئے بولی۔ ''اسے لو اور ہمیں گولی ماردو۔ اپنی حسرت پوری کر سکتے ہو تو کر لو۔''

اس نے تاشا کے ریوالور کو کیچ کیا پھر اسے کار کے باہر
ک دیا۔ تاشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہارے
الے میں نہیں ہوں۔ تمہیں اپنے تمام بزرگ ٹیلی پیتھی
انے والوں کے حوالے کر چکی ہوں۔ میرا کام ختم ہو
ہا ہے۔''

تاشا نے اسے زخمی کرتے ہی الپا کو اطلاع دی تھی کہ
اس کے دماغ کا دروازہ کھل چکا ہے۔ یہ اطلاع سنتے ہی
رمان، ٹونی بجے، بے باک مومن اور کبریا سب ہی اس کے
ماغ میں گھس آئے تھے۔ وہ جو ایک طویل عرصے سے
اطرانہ چالیں چلتا آ رہا تھا، بہت اچھلتا رہا تھا۔ اب جھاگ
کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

تاشا نے عدنان سے کہا۔ ''ہلکی ہلکی برف باری ہو رہی
ہے، باہر چلو ہم برف سے کھیلیں گے۔''

عدنان نے خوش ہو کر کہا۔ ''ہاں چلو۔''

وہ دونوں پچھلی سیٹ کے دروازے کھول کر باہر چلے
ئے۔ اس خطرناک چالباز برین ماسٹر کو یوں نظر انداز
کرتے ہوئے کار میں چھوڑ دیا، جیسے اس کی کوئی اہمیت ہی نہ
ہو۔ وہ اپنے زخمی شانے کو سہلاتے ہوئے انہیں باہر برف
سے کھیلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

بے چینی اور اضطراب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ انتظار کر رہا
تھا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی کچھ بولیں گے مگر
اس کے اندر گہری خاموشی تھی۔ کوئی کچھ نہیں بول رہا تھا۔ کسی
خیال خوانی کرنے والے کی ہلکی سی آہٹ بھی سنائی نہیں دے
رہی تھی۔

تاشا نے اسے اپنا ریوالور دیا تھا، جسے اس نے بے
اختیار کسی ارادے کے بغیر کھڑکی کے باہر پھینک دیا تھا۔ اب
اس کا اپنا ریوالور وہیں قریب ہی سیٹ پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے
باہر برف میں کھیلنے والے بچوں کو دیکھا پھر فوراً ہی ہاتھ بڑھا
کر اپنے ریوالور کو اٹھالیا۔

یہ یقین ہو گیا تھا، کوئی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا
اس کے اندر نہیں ہے۔ تاشا جھوٹ بول گئی ہے۔ اس نے
ریوالور کو اچھی طرح گرفت میں لے کر کھڑکی کے باہر تاشا کا
نشانہ لیا۔

عدنان برف کا گولہ بنا کر اس کی طرف پھینک رہا
تھا اور وہ اسے کیچ کرنے کے لیے دوڑ رہی تھی۔ اس کے
ساتھ ساتھ ریوالور کی نال بھی اِدھر سے اُدھر ہو رہی تھی۔ گولی
چلانا کچھ مشکل نہ تھا۔ ٹریگر پر صرف انگلی کا دباؤ بڑھانا تھا اور
وہ ایسا نہیں کر پا رہا تھا۔

تب اس کا دل ڈوبنے لگا، یہ بات سمجھنے میں آ رہی تھی کہ اس کا دماغ اپنے قابو میں نہیں ہے۔ وہ اپنی مرضی سے ٹریگر پر رکھی ہوئی انگلی کو حرکت نہیں دے سکے گا۔

ایسی حالت میں سمجھنے کے لیے کچھ نہیں رہ جاتا۔ وہ جھنجلا کر ریوالور کو پھینک دینا چاہتا تھا مگر پھینک نہ سکا۔ اس کے دستے پر گرفت اور مضبوط ہو گئی پھر اس کا ہاتھ اپنی طرف مڑنے لگا۔ ریوالور کی نال پیشانی کی طرف آنے لگی۔ وہ گھبرا کر بولنے لگا۔ ''نہیں... نہیں مجھے ہلاک نہ کرو۔ پلیز... میری بات سنو۔''

کوئی اس کی بات سننا نہیں چاہتا تھا۔ اس سے کچھ کہنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے اس کا منہ آپ ہی آپ کھل گیا اور ریوالور کی نال منہ کے اندر چلی گئی۔ وہ بول نہیں سکتا تھا، اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ ریوالور کو منہ سے نکال نہیں سکتا تھا۔

یہ اندیشہ تھا کہ ٹریگر دب جائے گا۔ وہ اپنی انگلی وہاں سے ہٹانا چاہتا تھا۔ خوف اور دہشت سے دیدے پھٹ گئے تھے۔ دوسروں کی زندگی سے کھیلنے والے کو اب پتا چل رہا تھا کہ زندگی کتنی اہم ہوتی ہے اور موت کتنی ظالم...؟

ابھی مر جائے گا تو پھر کبھی زندگی کی طرف لوٹ کر نہیں آئے گا۔ دوسری بار زندگی نہیں ملے گی، جو ملی تھی، اسے محبت اور امن دامان سے نہیں گزار رہا تھا۔ وہ موت کو ٹال کر پھر سے ایک نئی زندگی گزار سکتا تھا۔

مگر موت کو کیسے ٹال سکتا تھا؟ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ زخمی ہونے کے بعد خیال خوانی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ورنہ سب سے پہلے سونیا کے پاس جا کر دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑا کر معافی مانگتا لیکن موت منہ کے اندر آ کر حلق تک گھس گئی تھی۔ زندگی کی طرف لوٹنے کا کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

تب اس نے دیکھا، ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹس قریب آ رہی تھیں۔ وہ آنے والے دشمن بھی ہو سکتے تھے اور اس راستے سے گزرنے والے مسافر بھی ہو سکتے تھے۔ ان مسافروں سے مدد ملنے کی توقع تھی۔ شاید وہ اس کے منہ کے اندر سے ریوالور نکال سکتے تھے۔ وہ بڑی ہی مضحکہ خیز حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔

وہ گاڑی کچھ فاصلے پر آ کر رک گئی۔ اس میں سے دو افراد باہر آئے۔ وہ مقامی باشندے تھے۔ انہوں نے قریب آ کر کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا۔ ''یہ ایسے کیوں بیٹھا ہوا ہے؟''

دوسرے نے کہا۔ ''صاف پتا چلتا ہے' خودکشی کرنا چاہتا ہے۔''

ایک نے کار کا دروازہ کھول کر اس کے سر پر ایک زور دار ہاتھ جماتے ہوئے کہا۔ ''یو نان سنس...! خودکشی کرنا قانون کے خلاف ہے۔ اگر تم گولی کھا کر مرو گے تو ہم تمہیں گرفتار کرکے لے جائیں گے۔''

برین ماسٹر نے غصے اور بے بسی سے انہیں دیکھا۔ دل ہی دل میں کہا۔ ''یہ کمبخت کیسی بے تکی باتیں کررہے ہیں؟ میں گولی مار کر مرجاؤں گا تو پھر یہ مجھے کیسے گرفتار کریں گے؟''

وہ ہاتھ کے اشارے سے بول رہا تھا۔ ''اس ریوالور کو میرے منہ سے نکالو۔''

دوسرے نے اپنے ساتھی سے کہا۔ ''دیکھو یہ کہہ رہا ہے' ریوالور اچھی طرح منہ کے اندر نہیں گیا ہے۔ کیا یہ کمبخت گولیوں سمیت اس ریوالور کو بھی کھا جانا چاہتا ہے؟''

اس نے اُوں۔ اُوں کی آوازیں نکالتے ہوئے انکار میں سر ہلاتے ہوئے اشارے سے سمجھایا کہ ریوالور کو منہ سے باہر نکالنا چاہتا ہے۔

ایک نے کہا۔ ''یہ باہر نکالنے کی بات کررہا ہے' یعنی جتنی گولیاں نگلے گا۔ بعد میں انہیں قے کرتے ہوئے نکالے گا۔''

صاف پتا چل رہا تھا کہ اس کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ وہ اپنی بے بسی اور توہین پر جھنجلا رہا تھا۔ ایسے وقت اس کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اس نے ریوالور کو اپنے منہ سے نکال لیا۔ ایک نے کہا۔ ''ارے واہ۔ ریوالور تو باہر نکل آیا۔ اس میں گولیاں ہیں۔ کیا تم ہمیں گولی مارو گے؟''

دوسرے نے ایک زوردار تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا۔ ''ابے سوچتا ہے' گولی کیوں نہیں مارتا؟''

اس کے منہ پر تھپڑ پڑا تھا۔ اس نے جھنجلا کر ریوالور کو سیٹ کے نیچے پھینک دیا۔ پھر پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ ''مجھے اس تھپڑ مارنے والے کو شوٹ کردینا چاہیے تھا۔ میں نے ریوالور کیوں پھینک دیا؟''

دوسرے نے اس کے منہ پر تھوک کر کہا۔ ''چل اٹھا ریوالور اور گولی چلا....''

ساری دنیا میں اپنی طاقت کا لوہا منوانے والا برین ماسٹر ایسی ناقابلِ برداشت ذلت پر چیخنے لگا۔ نہ وہ جی سکتا تھا' نہ مر سکتا تھا' نہ اپنی عزت اور مان مرتبہ قائم رکھ سکتا تھا۔ دو نہتے افراد کے سامنے مٹی کا کیڑا بن کر رہ گیا تھا۔ وہ اسے پیروں تلے کچل سکتے تھے۔ مگر اس سے پہلے اسے اس کی موجودہ اوقات کا شدت سے احساس دلا رہے تھے۔ ایک نے پوچھا۔ ''کہاں گئی تمہاری ٹیلی پیتھی...؟''

دوسرے نے پوچھا۔ ''تمہاری طاقت' تمہارا غرور' تمہاری روپوشی' تمہاری پُراسراریت وہ سب کیا ہوئی...؟ کیا ان میں سے کوئی چیز تمہارا ساتھ دے سکتی ہے...؟ اب سے پہلے کبھی سوچا تھا کہ تم بھی ایک انسان ہو؟ کبھی کسی وقت بدترین حالات سے دوچار ہو کر اس طرح بے دست و پا ہو سکتے ہو؟''

پھر بولنے والے کی آواز اور لب و لہجہ اچانک ہی بدل گیا۔ برین ماسٹر نے اسے چونک کر دیکھا۔ اس کی زبان سے اس کا اپنا داماد بے باک موسن بول رہا تھا۔ ''کوئی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا تجھ جیسے کتے سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ اتنی دیر بعد صرف میں دو چار باتیں کہنے آیا ہوں۔

''تجھ جیسے لوگ پیار محبت امن و امان کو نہیں سمجھتے۔ میں تیری بیٹی کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔ مگر تُو نے اپنی بیٹی کو بھی مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اس کے باوجود بیٹیاں بڑی نادان ہوتی ہیں۔ اپنے باپ سے نفرت نہیں کر پاتیں۔ اس نے مجھے قسم دی ہے کہ کبھی تُو میرے قابو میں آئے تو میں تجھے جان سے نہ ماروں۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''میری مما نے تجھے میرے حوالے کیا ہے۔ مجھ پر فیصلہ چھوڑ دیا ہے۔ میں تجھے کتے کی موت بھی مار سکتا ہوں اور زندہ بھی چھوڑ سکتا ہوں۔''

وہ جلدی سے دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے بولا۔ ''مجھے چھوڑ دو۔ ایک بار زندہ رہنے کا موقع دو۔ میں تمہارا تابعدار بن کر تمہارے اشارے پر چلوں گا۔ تم میری بیٹی کو دل و جان سے چاہتے ہو۔ میں تمہیں اس کی قسم دیتا ہوں' تم نے اس سے وعدہ بھی کیا ہے کہ مجھے جان سے نہیں مارو گے....''

اس شخص نے اپنا ریوالور نکال کر اسے نشانے پر لیتے ہوئے کہا۔ ''ہاں۔ میں نے اپنی اینا سے وعدہ کیا ہے اور اسے پورا کروں گا' تجھے جان سے نہیں ماروں گا۔''

یہ کہہ کر اس نے دو گولیاں چلائیں۔ اس کے دونوں گھٹنوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ وہ تکلیف کی شدت سے کار کے اندر ماہی بے آب کی طرح پھڑ پھڑانے لگا۔ بے باک نے کہا۔ ''آئندہ تُو اپاہج بن کر زندہ رہے گا۔ ہم کبھی تجھے خیال خوانی کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔ میں تیرا برین واش کرکے تیرے ذہن سے ٹیلی پیتھی کی تمام صلاحیتیں مٹا دوں گا۔''

پھر وہ دونوں وہاں سے پلٹ کر اپنی گاڑی کی طرف

گے۔ ان میں سے ایک نے تاشا اور عدنان کو آواز دی۔ ابو ...! تم دونوں کو صبح کی فلائٹ سے بابا صاحب کے ے میں واپس جانا ہے۔''

وہ دونوں دوڑتے ہوئے آکر اس گاڑی میں بیٹھ گاڑی اسٹارٹ ہو کر دوسری طرف مڑ کر جہاں سے آئی ی' اس طرف جانے لگی۔

الپا نے برین ماسٹر کے دماغ میں آکر کہا۔ ''پولیس لوں کو اطلاع دے دی گئی ہے۔ وہ تمہیں کسی ہاسپٹل میں دیں گے۔ ہم کبھی نہیں چاہیں گے کہ تمہارے دونوں نوں کی ہڈیاں جوڑی جائیں۔ تم ہمیشہ اپاہج بن کر رہو گے۔ ہم تمہیں راستے کا بھکاری بنا کر رکھیں گے۔''

وہ چلی گئی۔ برین ماسٹر اس ویران سڑک پر بے و دگار پڑا ہوا تھا۔ کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آیا۔ دل سے دعا مانگ رہا تھا کہ پولیس والے جلدی آئیں اسے گرفتار کرلیں۔ اس کے ساتھ جو بھی سلوک کریں۔ مگر ہاسپٹل پہنچا دیں۔

☆☆☆

زندگی قدرے آرام اور سکون سے گزرنے لگی تھی۔ ی ایسا قابل ذکر دشمن نہیں رہا تھا' جو خواہ مخواہ ہمارے لیے کلات پیدا کرنے چلا آتا۔ آٹھ ماہ گزر گئے تھے۔ سیارے سے آنے والے دشمن یہاں سے جانے کے بعد واپسی کا ستہ بھول گئے تھے۔ بڑے بڑے ممالک اور سپر پاور کہلانے والے دشمن اب بھول سے بھی دشمنی کا سبق نہیں دہرا ہے تھے۔

ان کے بعد برین ماسٹر نے اپنی طاقت کا لوہا منوانے ہمیں کمزور بنانے کی بھرپور کوششیں کی تھیں۔ اب خود اپاہج ر کمزور بن چکا تھا۔ پہلے ہم نے سوچا تھا' کبھی اس کا علاج ہیں ہونے دیں گے۔ کسی ڈاکٹر کو اس کے گھٹنوں کی ٹوٹی لی ہڈیاں جوڑنے کا موقع نہیں دیں گے۔ وہ ایسی ہی قابل برداشت تکلیف میں مبتلا رہ کر دو ٹانگوں کے بغیر جہنم پہنچ جائے گا۔ مگر ہم نے ایسا نہیں کیا۔

میں نے سونیا سے کہا۔ ''یہ تکلیف میں مبتلا رہ کر جلدی جائے گا۔ جبکہ ہم اسے عبرت کا سامان بنا کر رکھنا چاہتے ۔ اس کا علاج ہونے دیا جائے۔ یہ علاج کے بعد بھی ج بن کر رہے گا۔''

وہ ایک ہاسپٹل میں پڑا ہوا تھا۔ یورپ اور امریکا کے ین اس کی بے بسی اور لاچاری سے بہت خوش تھے۔ وہ ہی چاہتے تھے کہ اس کا معقول علاج نہ ہو اور وہ اسی ہاسپٹل

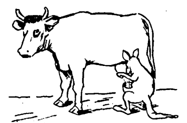

سے اپنی قبر میں پہنچ جائے۔ امریکی اکابرین چاہتے تھے' وہ اپاہج بن کر اور ان کا آلہ کار بن کر زندہ رہے۔ مگر وہ اپنا یہ ارادہ ظاہر نہیں کررہے تھے۔

یہ جانتے تھے کہ ہم برین ماسٹر کو آئندہ کبھی خیال خوانی کرنے اور کسی کا تابعدار بننے نہیں دیں گے۔ وہ دیکھ رہے تھے' ڈاکٹر اس کی ہڈیاں جوڑنے میں ناکام ہورہے ہیں۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ ایسا ہماری مرضی کے مطابق ہورہا ہے۔

بہرحال ہم نے اپنا فیصلہ بدل دیا۔ ڈاکٹر اس کا علاج کرنے لگے۔ ایسے وقت ہمارے خیال خوانی کرنے والے ان ڈاکٹروں کے اندر موجود رہتے تھے۔ جب ہڈیاں جوڑ دی گئیں تو پتا چلا' اس کی دونوں ٹانگیں کبھی گھٹنوں کی طرف سے مڑ نہیں سکیں گی۔ وہ ٹائلٹ میں بھی سیدھا کھڑا رہے گا۔

یہ دنیا والوں کے لیے قابلِ دید سزا تھی۔ اس کے دماغ کو اس قدر کمزور بنا دیا گیا تھا کہ وہ دماغی مریض بن چکا تھا۔ جب ہاسپٹل سے اس کی چھٹی ہوئی تو وہ جنیوا کی سڑکوں پر مارا مارا پھرنے لگا۔ جب بھوک لگتی تو مانگ کر پیٹ بھر لیتا۔ رات ہوتی تو کہیں بھی زیر زمین سب وے میں جا کر پھٹے پرانے کمبل میں لپٹ کر سو جاتا تھا۔

جنیوا کی انتظامیہ کسی بھیک مانگنے والے کی متحمل نہیں تھی۔ امریکی اکابرین اور تمام سی آئی اے والے اسے اچھی طرح جانتے تھے۔ لہٰذا اسے لندن پہنچا دیا گیا۔ وہ ہمدردی کررہے تھے' یہ چاہتے تھے کہ لندن میں اس کی جو دولت و جائداد ہے' اسے واپس مل جائے۔

وہ میرا پہلا دشمن تھا۔ جس نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے مجھے گولیوں سے چھلنی کرایا تھا۔ یہ بات میرے بچے اور منہ بولے بیٹے فرمان' ٹونی جے اور بے باک موسن کبھی بھول نہیں سکتے تھے۔ وہ اسے ہمیشہ اپاہج بنا کر اور دنیا والوں کا محتاج بنا کر رکھنا چاہتے تھے۔

انہوں نے امریکی اکابرین سے صاف صاف کہا۔

"آپ حضرات برین ماسٹر سے ہمدردی نہ کریں۔ اس سے دور ہی رہیں۔ سی آئی اے کے اعلیٰ افسران سے اور اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہہ دیں' وہ درپردہ رازداری سے بھی اس کے کام نہ آئیں۔ ورنہ ہمارے درمیان جو امن و امان ہے' وہ درہم برہم ہو جائے گا۔"

بے شک ہماری ٹیلی پیتھی کی دنیا میں فی الحال امن و امان تھا۔ ہم سے عداوت کرنے کے نتیجے میں اکابرین نے اچھا خاصا نقصان اٹھایا تھا اور آئندہ ایسے نقصانات کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ انہوں نے برین ماسٹر کے سلسلے میں کوئی بحث نہیں کی۔ اس کی حمایت بھی نہیں کی۔ یوں چپ سادھ لی' جیسے ہماری بات مان گئے ہوں اور اس کے معاملے سے لاتعلق ہو گئے ہوں۔

یوں بھی ہمارے معاملات میں مداخلت کرنے اور برین ماسٹر کی حمایت کرنے کا انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔ ایک دوسرے کی بات مان لینے سے ہی دوستی رہتی ہے' امن و امان قائم رہتا ہے۔ یہ امن تقریباً ایک برس تک قائم رہا۔ امریکا اور دوسرے بڑے ممالک نے اسلام سے دشمنی کا جو سلسلہ جاری رکھا تھا' وہ بھی ختم ہوگیا۔

ہمیشہ امن و امان قائم رہے' قہقہے گونجتے رہیں تو انسان ایسی مسرتوں کے درمیان بھی بے زار ہو جاتا ہے۔ وہ دوسروں کو تکلیف پہنچا کر' کسی کا مال و اسباب چھین کر' کسی کی آبرو لوٹ کر بے انتہا خوشی محسوس کرتا ہے۔ ایسے ہی بدلتے ہوئے مزاج کے باعث دنیا میں جرائم بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ابتدا میں باقاعدہ برین ماسٹر کی نگرانی کرتے رہے۔ برین واش کرنے کے باوجود اس کے اندر آتے جاتے رہے۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے پاس چوری چھپے آتے ہیں یا نہیں...؟

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کبھی برین ماسٹر کے اندر ان کی آہٹ بھی نہیں ملی۔ پچھلے ایک برس میں یہ یقین ہوتا گیا کہ وہ آئندہ بھی ذہنی طور پر مفلوج رہا کرے گا۔ ہم اسے نظر انداز کرنے لگے۔ کبھی بھولے بھٹکے اس کے اندر جاتے تھے' معلوم کرتے تھے کہ وہ کس حال میں ہے۔ ہم چپ چاپ جاتے تھے اور چپ چاپ چلے آتے تھے۔

پھر ایک دن پتا چلا' وہ کہیں بے ہوش پڑا ہے۔ ہماری سوچ کی لہریں یہ معلوم نہ کر سکیں کہ وہ بے ہوش کیسے ہوگیا ہے؟ جب ہوش میں آتا' تب ہی اس کی بے ہوشی کی وجہ معلوم ہو سکتی تھی۔

سونیا نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے' امریکی اکابرین پھر اپنی پرانی روش پر آرہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "یہی ہو سکتا ہے۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے برین ماسٹر کو بے ہوش کر کے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہم اب اس کے دماغ میں جایا کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں جاتے تو وہ اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیں گے۔"

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر دس پندرہ منٹ کے بعد اس کے اندر جانے لگے۔ بے ہوشی کے دوران انسانی سوچ کی لہریں اس قدر کمزور ہو جاتی ہیں کہ بے ہوش ہونے والا خود اپنے آپ کو پہچان نہیں پاتا۔ سمجھ نہیں پاتا کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

اس لیے اس کے دماغ میں جانے والے بھی کچھ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ وہ کہاں بے ہوش پڑا ہوا ہے؟

کئی گھنٹے گزر گئے۔ وہ ہوش میں نہیں آرہا تھا۔ الپا نے امریکی اکابرین سے کہا۔ "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے برین ماسٹر کے ساتھ کیسی حرکتیں کر رہے ہیں؟ اسے کئی گھنٹوں سے بے ہوشی کی حالت میں کیوں رکھا گیا ہے؟"

وہ اکابرین قسمیں کھانے لگے کہ نہ انہوں نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے' نہ وہ ان کے حکم کے بغیر برین ماسٹر کی طرف رخ کرتے ہیں۔

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "برین ماسٹر نے ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے لف گائی اور والس مین کو چھین لیا تھا۔ اس کے بعد سے وہ ہمارے پاس واپس نہیں آئے۔ کہیں آزادی سے زندگی گزار رہے ہیں' جس طرح برین ماسٹر نے کبھی انہیں اغوا کیا تھا۔ اب وہ انتقام لینے کے لیے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانے کی کوششیں کر رہے ہوں گے۔"

اکابرین نے الپا سے کہا۔ "تمہیں لف گائی اور والس مین کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ یقیناً وہ دونوں برین ماسٹر سے انتقام لے رہے ہوں گے۔"

ان کی یہ باتیں ذہن قبول کر رہا تھا۔ یقیناً وہ برین ماسٹر کے خلاف بہت کچھ کر سکتے تھے اور شاید کر رہے تھے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ان دونوں سے باری باری رابطہ کیا اور کہا۔ "ہم برین ماسٹر کو سزائیں دے رہے ہیں۔ تم دونوں اس معاملے میں مداخلت کیوں کر رہے ہو؟"

لف گائی نے کہا۔ "آپ ہمیں غلط نہ سمجھیں۔ ہم پچھلے

ں سے یہ دیکھتے آرہے ہیں کہ برین ماسٹر آپ کے ہرناک سزائیں پارہا ہے۔ ایسی سزائیں ہم بھی اسے ے سکتے تھے۔ اس لیے چپ چاپ تماشا دیکھ رہے وش ہو رہے ہیں کہ وہ اپاہج ہوگیا ہے۔ ذہنی طور پر ہے۔ دردر کا بھکاری بن گیا ہے۔"

والس مین نے کہا۔ "اس کی یہی سزا ہونی چاہیے تھی۔ من ہیں۔ یہ اچھی طرح جانتے ہیں' اسے ٹریپ کر کے نویمی عمل کر کے نہ تو اسے ذہنی توانائی دے سکیں گے' نہ پنا معمول اور تابعدار بنا سکیں گے۔ آپ اور آپ کے تھی جاننے والے ہمیں کبھی ایسا کرنے نہیں دیں گے۔ لیے ہم ایسی کوئی حماقت نہیں کر رہے ہیں۔ پلیز ہم پر شبہ یں۔"

اکابرین اپنے طور پر صفائی پیش کر چکے تھے۔ لف گائی والس مین کی باتیں بھی درست لگ رہی تھیں۔ دس گھنٹے ہم نے برین ماسٹر کے اندر رہ کر محسوس کیا' وہ ہماری خیال انی کی لہروں سے دور جا رہا تھا' اس کا دماغ بجھ رہا تھا۔ ایسا رہا تھا' جیسے اس کی موت واقع ہو رہی ہے۔ میں ٹیلی یتھی کی ایک ایک تکنیک سے واقف ہوں۔ اس کے باوجود سمجھ میں نہیں آرہا تھا' ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

تھوڑی دیر بعد ہی اس کا دماغ گم ہوگیا۔ ہماری سوچ ی لہریں واپس آگئیں' اب ہمیں اس کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ فی الحال یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ وہ مر چکا ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے لندن ے اس حصے میں اسے تلاش کرتے رہے' جہاں وہ بے گھر ے در پڑا رہتا تھا۔ اگر وہ مر چکا تھا تو وہاں اس کی لاش ملنی ے تھی لیکن وہ صرف دماغی طور پر ہی نہیں' جسمانی طور پر ی کہیں گم ہوگیا تھا۔

ہم نے لف گائی' والس مین اور دوسرے امریکی ٹیلی یتھی جاننے والوں سے کہا' وہ لندن میں برین ماسٹر کو تلاش ریں۔ اگر وہ مر چکا ہے تو اس کی لاش ضرور ملنی چاہیے۔

ایسا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا' جو لندن میں ے تلاش نہیں کر رہا تھا۔ بڑی حیرانی کی بات تھی' اس کا مردہ سم نہیں مل رہا تھا۔ وہ ہمیشہ روپوش رہ کر پُراسرار بن کر زندگی ارتا رہا تھا۔ مرنے کے بعد اور زیادہ پُراسرار بن گیا تھا۔ ک مرنے والا روپوشی اختیار نہیں کر سکتا۔ پتا نہیں' وہ کہاں ر کس طرح روپوش ہوگیا تھا؟

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے کئی دنوں تک تلاش تے رہے۔ آخر مایوس ہوگئے۔ اس کی موت یا گمشدگی ایک راز بن کر رہ گئی تھی۔ جو راز سمجھ میں نہیں آتا' اسے پسِ پشت ڈال دیا جاتا ہے' بلکہ رفتہ رفتہ بھلا دیا جاتا ہے۔

پھر وقت گزرنے لگا۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اب سے پہلے اتنا طویل امن و امان قائم نہیں ہوا تھا۔ دوسرا برس بھی گزرنے لگا۔ ہر طرف سکون تھا' شانتی تھی۔ یہ حقیقت دیکھنے میں آئی ہے کہ سمندر کی سطح پُرسکون ہو تو اس سکون کے پیچھے طوفان چھپا ہوتا ہے۔ کچھ ایسے ہی آثار تھے۔ کوئی طوفان اٹھنے والا تھا۔

تقریباً دو برس گزر گئے۔ تب ایک شام چھ بجے ساری دنیا چونک گئی۔ یہاں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہزاروں ٹی وی چینلز جاری رہتے ہیں۔ وہ کبھی رُکتے نہیں ہیں۔ چوبیس گھنٹے کوئی نہ کوئی پروگرام پیش کرتے رہتے ہیں۔

جس طرح انسان سانسیں لیتا رہتا ہے' اسی طرح وہ ہزاروں ٹی وی چینلز دن رات سانسیں لیتے اور جاگتے رہتے ہیں۔

ٹھیک شام چھ بجے تمام ٹی وی چینلز یک لخت رُک گئے۔ جاپان سے لے کر امریکا تک تمام ماہرین نے معلوم کرنا چاہا کہ کیا خرابی پیدا ہوئی ہے؟ فون اور فیکس کے ذریعے تمام ممالک کے ماہرین ایک دوسرے سے رابطہ کر رہے تھے اور انہیں معلوم ہو رہا تھا کہ سارے ہی ملکوں کے چینلز میں ایسی خرابی پیدا ہوگئی ہے' جو سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ کسی ٹھوس تکنیکی وجہ کے بغیر چینلز رُک گئے ہیں۔

ایسا صرف پانچ منٹ کے لیے ہوا تھا۔ اس کے بعد دنیا کے تمام چینلز روشن ہو گئے مگر اس روشنی میں وہ پروگرام نظر نہیں آرہے تھے' جو اپنے اپنے ملک اور اپنی اپنی قوم کے مزاج کے مطابق پیش کیے جاتے تھے۔ اس کے برعکس ایک سفید پوش شخص دھندلا دھندلا سا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بہت ہی سلو موشن میں کبھی دریاؤں سے' کبھی سمندروں سے' پہاڑوں سے اور کبھی بادلوں سے گزرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

تمام ممالک کے ماہرین' سربراہ اور آرمی کے اعلیٰ افسران ایک دوسرے سے فون پر رابطہ کر رہے تھے۔ معلوم ہو رہا تھا' دنیا کی تمام ٹی وی اسکرین پر وہی ایک شخص دکھائی دے رہا ہے۔ وہ کون ہے...؟ کہاں سے آیا ہے...؟ خود کو دنیا کے تمام ٹی وی چینلز کے ذریعے کیسے پیش کر رہا ہے...؟

یہ بات ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ سب ہی پریشان تھے۔ صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے اپنی بھرپور تکنیکی صلاحیتوں کو آزما رہے تھے۔

اسکرین پر نظر آنے والا وہ سفید پوش دنیا کے کئی ملکوں

سے' کئی علاقوں سے گزرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ ہر پانچ دس سیکنڈ میں منظر بدلتا جا رہا تھا۔ تمام مناظر پر ہلکی ہلکی سی دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس دھند میں اس کا چہرہ واضح نہیں تھا۔

وہ خاموش تھا اور اس کی خاموشی تمام دیکھنے والوں کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ سب یہی سوچ رہے تھے' وہ اگلے لمحے میں کچھ بولنے والا ہے۔ وہ نہ بولتے ہوئے بھی جیسے بہت کچھ بول رہا تھا اور تجسس پیدا کرتا ہوا سب ہی کو متاثر کرتا جا رہا تھا۔

ایک شخص نے بیک وقت دنیا کے تمام چینلز پر قبضہ جمایا تھا' یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ سب ہی اس سے متاثر ہو رہے تھے۔ ماہرین بڑی تندہی سے اس کے متعلق کچھ جان لینے کی تگ و دو میں لگے ہوئے تھے۔

تب اس کی آواز سنائی دی۔ آواز اگرچہ بھاری بھر کم تھی۔ مگر اس میں بڑی نرمی اور مٹھاس تھی۔ جب وہ بولنے لگا تو سننے والوں کو ایسا لگا' جیسے وہ آواز کانوں میں نہیں دلوں میں اتر رہی ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''اے لوگو...! کیا تم جانتے ہو؟ اتنی زندگی گزارنے کے بعد یہ سمجھتے ہو کہ اس دنیا میں سب سے اہم چیز کیا ہے...؟''

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا نگاہوں کے سامنے آ رہا تھا۔ مگر فاصلہ پہلے کی طرح برقرار تھا۔ چہرہ اب بھی واضح نہیں تھا۔ وہ ہلکی ہلکی سی دھند میں چھپا ہوا تھا اور پوچھ رہا تھا۔ ''کیا زندگی کی سانسیں اہم ہیں؟ یہ نہیں ملیں گی تو زندگی نہیں ملے گی۔ زندگی نہیں ملے گی تو یہ دنیا نہیں ملے گی...؟

''نہیں... سانسیں اہم تو ہیں۔ تمہیں زندگی تو دیتی ہیں مگر تم دوسروں کے محتاج اور غلام بن کر رہتے ہو۔

''میں پھر وہی سوال کرتا ہوں' تمہاری اس دنیا میں سب سے زیادہ ضروری چیز کیا ہے جو تمہیں کسی کا محتاج اور غلام نہیں بناتی ہے؟''

وہ ایسا سوال پیش کر رہا تھا' جس کا جواب معلوم کرنے کے لیے سب ہی الجھ گئے تھے۔ دنیا بھر سے پیش کیے جانے والے دلچسپ ٹی وی پروگراموں کو وقتی طور پر بھول گئے تھے۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ ''کیا تمہاری دنیا میں علم کی روشنی اور طرح طرح کی ہنرمندی ضروری ہے؟

''ہاں ضروری ہے... مگر تمہاری دنیا میں علم کو بہت مہنگا اور پیچیدہ بنا دیا گیا ہے۔ تم ہنرمند بنتے ہو۔ مگر اپنے ہنر کو صحیح طور پر کام میں لانے کے لیے دولت مندوں اور حکمرانوں کے تابعدار بن جاتے ہو۔ پھر وہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ تم کسی نہ کسی صورت میں تابعدار اور غلام بن کر رہتے ہو۔''

وہ ایسی سچی اور کھری باتیں کر رہا تھا' جن سے کوئی ذی فہم انکار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں پھر وہی سوال کرتا ہوں' تمہاری دنیا میں تمہارے لیے سب سے اہم چیز کیا ہے؟''

اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی۔ کسی پر انگلی اٹھانا ایک کہاوت ہے۔ اس کے معنی ہیں' کسی کو الزام دینا۔ لیکن آسمان کی طرف ایک انگلی اٹھائی جائے تو یہی بات ذہن میں آتی ہے کہ ایک اللہ کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ ''کیا تمہاری اس دنیا میں تمہارے لیے مذہب بہت ضروری ہے؟''

دنیا کے نوے فیصد لوگوں کا جواب ہاں میں ہوتا۔ مگر وہ انکار میں سر ہلا رہا تھا... ہلتا ہوا سر ''نہیں نہیں'' کہہ رہا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ''ایک انسان دوسرے انسان سے کچھ مانگتا ہے اور نہیں ملتا تو کہا جاتا ہے' اپنے رب سے مانگو ضرور ملے گا... پھر سوچو' سمجھو اور جواب دو... کیا تمہیں اپنے رب سے مل جاتا ہے؟

''کسی کو ملتا ہے' کسی کو نہیں ملتا۔ اس اوپر والے سے بھی کسی کسی کو ملتا ہے' سب کو کیوں نہیں ملتا...؟ مسجدوں میں سجدہ کرنے سے' مندروں میں پوجا کرنے سے اور گرجا گھروں میں گھنٹا بجانے سے بھی کتنے ہی محتاج مایوس اور نامراد ہی رہتے ہیں۔

''کسی بھی مذہب کا خدا' لارڈ' ایشور یا اللہ کسی کسی کو دیتا ہے' سب کو نہیں دیتا۔ جس طرح اس دنیا کے سرمایہ دار اور حکمران کسی کسی پر مہربان ہوتے ہیں۔ باقی سب کو نظرانداز کر دیتے ہیں... یہ بتاؤ' کسی اللہ یا ایشور سے تمہیں کیا ملتا ہے...؟ جواب دو۔ کیا اس دنیا میں مذہب تمہارے لیے ضروری ہے؟''

اس کی یہ باتیں سننے والوں اور دیکھنے والوں کے دلوں کو دھڑکا رہی تھیں' ذہنوں میں جھٹکے پیدا کر رہی تھیں۔ وہ ایسے ٹھوس حقائق بیان کر رہا تھا' جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تمام مذاہب کے پیشوا اور دینی احکامات کے ایک ایک اصول پر سختی سے عمل کرنے والے علمائے کرام حیران تھے' پریشان ہو رہے تھے۔ اسکرین پر نظریں جمائے اسے دیکھتے ہوئے انتظار کر رہے تھے کہ وہ آئندہ کیا کہنے والا ہے؟ کیا کرنے والا ہے...؟

وہ جو بھی کہنے اور کرنے والا تھا' اس سے پہلے ہی یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ شیطان کا کوئی چیلا ہے۔ موجودہ

ص اور ٹیکنالوجی کا سہارا لے کر ٹی وی چینلز کے ذریعے ا کے ایک ایک گھر میں اپنے شر انگیز خیالات پھیلا رہا ہے۔

میں 'سونیا' میرے تمام بچے اور ٹیلی پیتھی جاننے لے اپنی اپنے ٹی وی کی اسکرین پر اسے دیکھ رہے تھے۔ ہم اس کے دماغ میں پہنچنے کی بھی کوششیں کیں مگر ناکام رہے۔

ہا نہیں' وہ کون تھا؟ اچانک ہی اس دنیا میں حیرت انگیز مل کرنے اور شاید حیرت انگیز تماشے دکھانے چلا آیا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں پھر وہی سوال کر رہا ہوں۔ اس یا میں تمہارے لیے سب سے ضروری چیز کیا ہے....؟''

پہلے اس نے آسمان کی طرف ایک انگلی اٹھائی تھی۔ پھر پانچوں انگلیاں ملا کر سختی سے ایک مٹھی بنائی تو بادل گرجنے لگے' بجلیاں کڑکنے اور چمکنے لگیں۔ ایسی طوفانی ہوائیں چلنے لگیں کہ بڑے بڑے مضبوط اور تناور درخت جڑوں سے اکھڑنے لگے۔ زلزلوں کے جھٹکوں سے بلند و بالا پہاڑ زمیں بوس ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔

اس شخص کی سختی سے بندھی ہوئی مٹھی اسکرین پر دکھائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''طاقت... طوفانی ہواؤں کی طاقت....

طاقت... زلزلوں اور سیلابی بلا کی طاقت... ایسی طاقت جس پر انسان کا بس نہیں چلتا۔ وہ اسے قدرتی آفات کہہ دیتا ہے۔ جبکہ ایک عرصۂ دراز سے تحقیقات کے بعد یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان آفات کے رونما ہونے کی ٹھوس وجوہات ہوتی ہیں۔ کسی وجہ کے بغیر کوئی چیز عمل کے دائرے میں نہیں آتی۔''

پھر اسکرین پر اس کی مٹھی دکھائی دی۔ اس نے کہا۔ ''طاقت....''

اسکرین پر دو بادشاہ تلوار سے مقابلہ کرتے ہوئے دکھائی دیے۔ جو بادشاہ کمزور تھا' اس کی تلوار ٹوٹ گئی۔ طاقتور نے اس کی گردن اڑا دی۔ اسکرین پر مٹھی کی سختی کہہ رہی تھی۔ ''طاقت....''

اسکرین پر دوسری جنگِ عظیم کا منظر دکھائی دیا۔ جاپان ے طاقتور ملک ثابت ہو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت امریکا لے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے۔ طاقتور جاپان کی کمر توڑ ڈالی اور خود شہزور بن گیا۔ اسکرین پر نظر آنے والی مٹھی کہہ رہی تھی۔ ''طاقت...''

پھر وہی سفید پوش ہلکی ہلکی سی دھند میں نظر آنے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''اے دنیا والو...! مان لو' تمہارے لیے اس دنیا میں سب سے ضروری طاقت ہے۔ طاقت کے بغیر تم مٹی کے کیڑے ہو۔ شہزوروں کے جوتے تمہیں روندتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ تم معمولی رعایا ہو۔ کیا اپنی آواز حکمرانوں تک پہنچا سکتے ہو...؟

''نہیں... دیکھو' طاقت کیا ہوتی ہے؟ میں اپنی آواز اس دنیا کے ایک ایک گھر تک پہنچا رہا ہوں اور تمہاری دنیا کا کوئی حکمران' کوئی ماہر میری آواز بند نہیں کر سکتا۔ میری زبان روک نہیں سکتا۔ میں بول رہا ہوں اور ہر شام چھ بجے سے سات بجے تک بولتا رہوں گا۔ کوئی مجھے اپنے چینل میں آنے سے روک نہیں پائے گا۔''

وہ اپنی بات منوا رہا تھا۔ طاقت کے ذریعے ناممکن کو ممکن بنا رہا تھا۔ دنیا کے تمام ماہرین اسے اپنے چینل میں آنے سے روک نہیں سکتے تھے۔ وہ حکمرانوں کے خلاف بولتا تو کوئی اس کی آواز بند نہیں کر سکتا تھا۔

وہ مذہب اور خدا کے خلاف ڈنکے کی چوٹ پر بول رہا تھا اور کوئی اسے روکنے والا نہیں تھا۔ یہ منوا رہا تھا کہ وہ طاقتور ہے۔ اپنی طاقت سے اس وقت دنیا کے ایک ایک گھر پر قبضہ جما رہا ہے۔

ان لمحات میں سب ہی اپنی مصروفیات کو اور دنیا جہان کی دلچسپیوں کو بھول گئے۔ اگرچہ اس سفید پوش کی باتیں ان کے مذہب اور دھرم کے خلاف تھیں۔ تاہم پیش کردہ حقائق اس قدر ٹھوس تھے کہ تمام دیکھنے اور سننے والے کشمکش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ تجسس پیدا ہو گیا تھا کہ وہ آئندہ کیا کہنے والا ہے اور کیا کرنے والا ہے؟

وہ کہہ رہا تھا۔ ''آج تک دنیا میں جس نے بھی طاقت حاصل کی۔ صرف اپنے مقاصد کے لیے اور اپنے مفادات کے لیے حاصل کی... صاف بات یہ ہے کہ یہاں جو بھی طاقت حاصل کرتا ہے' وہ دوسروں کو اپنا محتاج بنانے اور اپنے زیرِاثر رکھنے کی کوششیں کرتا رہتا ہے۔''

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''اے لوگو...! میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں تمہاری دنیا میں آ رہا ہوں۔ تمہاری محتاجی اور کمزوریاں دور کرنے کے لیے... تمہارے اندر توانائی اور طاقت پہنچانے کے لیے... میں ثابت کر دوں گا' اس دنیا میں کوئی محکوم اور کوئی حاکم بننے کے لیے پیدا نہیں ہوا ہے۔ میں جب تک تمہاری دنیا میں رہوں گا' کوئی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائے گا' نہ تم کسی پر حکومت کرو گے' نہ کوئی تم پر حکومت کرے گا۔ کھانے پینے کا سامان اتنا سستا ہوگا کہ کبھی کوئی شخص بھوکا نہیں مرے گا۔ تم سب اپنے پسند کے ملبوسات پہنو گے۔ تمہارے پاس آنے جانے اور گھومنے پھرنے کے

لیے گاڑیوں کی سہولت ہوگی۔''

ہماری دنیا میں ہر انسان کو اپنی پسند کی زندگی گزارنے کے مواقع نہیں ملتے۔ مگر وہ دعویٰ کررہا تھا کہ ایسا ضرور ہوگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''جب تمہیں تمام دکھ اور تکالیف سے نجات مل جائے گی تو تم صرف علم و ہنر حاصل کرنے میں مصروف رہا کرو گے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں اتنا آگے بڑھ جاؤ گے کہ اس کائنات کے تمام سیارے والے تم سے کم تر ہوجائیں گے اور تمہاری برتری کو تسلیم کرلیں گے۔''

وہ چند لمحوں تک چپ رہا پھر بولا۔ ''جب تمہاری تمام کمزوریاں ختم ہوجائیں گی اور تم اپنی طاقت کے بل پر زندگی گزارو گے تو پھر کسی طاقت کے آگے گڑگڑانے کے لیے سجدہ نہیں کرو گے۔ ہاتھ پھیلا کر کسی ایسے گاڈ یا بھگوان سے کچھ نہیں مانگو گے جو کبھی کہیں نظر نہیں آتا۔ ایسے خدا کو نہیں مانو گے' جو کسی کو بہت کچھ دیتا ہے اور کسی کو کچھ نہیں دیتا۔ میں سب کو دوں گا' کسی کو کسی کا محتاج نہیں رہنے دوں گا۔

''اے لوگو...! میری یہ باتیں ابھی خواب کی طرح ہیں۔ لیکن جلد ہی تم سب اس کی تعبیر دیکھو گے۔ اب میں رخصت ہورہا ہوں۔ اس وقت انڈیا میں شام کے سات بجے ہیں۔ یہاں کے وقت کے مطابق رات کے دو بجے تمام دنیا کے لوگوں کو نظر آؤں گا' جو مجھے دیکھنا چاہتے ہیں' میری باتیں سننا چاہتے ہیں۔ وہ انڈیا کے وقت کے مطابق رات کے دو بجے اپنے گھروں سے باہر نکل آئیں۔ میں سب کے سامنے آؤں گا اور یہ بتاؤں گا کہ تم لوگوں کے لیے آئندہ کیا کرنے والا ہوں؟ کس طرح تمہارے دن پھیرنے والا ہوں؟''

اسکرین پر اس کی مضبوطی سے بندھی ہوئی مٹھی دکھائی دی۔ اس نے کہا۔ ''طاقت اور صرف طاقت.....''

اس کے ساتھ ہی اسکرین بجھ گئی۔ دنیا کے تمام ٹی وی چند سیکنڈ کے لیے خاموش ہوئے پھر روشن ہوگئے۔ تمام چینلو سے پیش کیے جانے والے پروگرام نظر آنے لگے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہلچل سی پیدا ہوگئی تھی۔ لوگ تمام چینلو کے پروگراموں کو نظر انداز کرکے صرف اس سفید پوش کے متعلق باتیں کررہے تھے۔ انڈیا کے وقت کے مطابق اپنی اپنی گھڑی کا وقت درست کررہے تھے۔

سب ہی کے ذہنوں میں یہ سوالات ابھر رہے تھے کہ وہ سفید پوش کون ہے...؟ اچانک کہاں سے آیا ہے...؟ وہ کس قدر طاقتور ہے کہ اس نے آتے ہی اس دنیا کے تمام ٹی وی چینلو کو ناکارہ بنادیا تھا۔ ایک گھنٹے تک ان کے ذریعے اپنا مدعا بیان کرتا رہا تھا۔

تمام ممالک کے حکمران' آرمی کے اعلیٰ افسران اور تمام انٹیلی جنس والے ایک دوسرے سے فون کے ذریعے رابطہ کررہے تھے اور اسی سلسلے میں باتیں کررہے تھے۔ سائنس دانوں نے اور ماہرین فلکیات نے اس دوران یہ سراغ لگایا کہ خلا میں کچھ نئے سٹیلائٹس ہیں۔ نئے خلائی اسٹیشن قائم کیے گئے ہیں اور ایسے ہی ایک خلائی اسٹیشن سے دنیا کے تمام ٹی وی چینلو کو وقتی طور پر ناکارہ بناکر اس سفید پوش کو پیش کیا گیا ہے۔

ابھی یہ ایک مفروضہ تھا۔ کسی نئے انجانے خلائی اسٹیشن کی موجودگی کا ثبوت نہیں ملا تھا۔ مگر بڑی حد تک یقین سے کہا جارہا تھا کہ دنیا کے تمام ٹی وی چینلو کو کسی خلائی سٹیلائٹ کے ذریعے ہی کنٹرول کیا گیا تھا۔

میں اور میرے خیال خوانی کرنے والے دنیا کے تمام بڑے سائنس دانوں اور ماہرین فلکیات کے اندر پہنچ کر ان کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ وہ اپنی تمام تر ذہانت اور علمی صلاحیتوں کے ذریعے سمجھنے کی کوششیں کررہے تھے کہ اس سفید پوش کو کسی خلائی سٹیلائٹ سے پیش کرنے کے لیے کیسی ٹیکنیک استعمال کی گئی ہوگی؟

تمام دنیا کے حکمرانوں کے لیے یہ لمحۂ فکریہ تھا کہ جو سفید پوش مذہب کے خلاف بول رہا ہے' خدائی دعویٰ کررہا ہے اور اچانک ہی دنیا کے ہر گھر میں پہنچ کر طاقتور ہونے کا ثبوت دے رہا ہے۔ وہ حکمرانوں کی تمام سیاسی اور فوجی قوتوں کو بھی مسل کر رکھ دے گا۔

اگر اپنے بیان کے مطابق واقعی اتنا طاقتور ہے کہ دنیا کے کسی بھی شخص کو محکوم نہیں رہنے دے گا تو اس کا مطلب یہی سمجھ میں آتا تھا کہ آئندہ ہماری دنیا میں کوئی حکمران نہیں رہے گا۔ صرف وہی سفید پوش شہزور اور طاقتور بن کر رہے گا۔

دنیا کے تمام مذہبی پیشوا بھی اس سفید پوش کی باتیں سن کر پریشان ہوگئے تھے۔ انہیں اپنے اپنے عقیدے کے مطابق یقین تھا کہ وہ سفید پوش اگر صرف خدا کے خلاف بولے گا تو اس سے اچھی طرح نمٹ لیا جائے گا اور ٹھوس دلائل کے ساتھ اپنے خدا کے وجود کو ثابت کیا جائے گا۔ لیکن وہ دنیا والوں کو مذہب اور خدا سے منحرف کرنے کا ایک نیا اور عجیب راستہ دکھا رہا تھا۔

اس سفید پوش نے کہا تھا' جب انسان کمزور اور مجبور ہوجاتا ہے۔ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے کسی حاکم کے سامنے یا خدا کے سامنے جھکتا ہے تو اس کی کچھ ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور کچھ نہیں ہوتیں۔ مگر وہ نئے خواب اور سبز باغ دکھانے والا دعویٰ کررہا تھا کہ اس دنیا کے ہر انسان کی ضرورتیں پوری کرے گا۔

یعنی بنیادی مسئلہ ضرورت کا ہے۔ ضرورت پوری ہو جائے تو کوئی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا' کسی سے کچھ نہیں مانگتا' کسی کے آگے نہیں جھکتا۔ اگر ایسا ہوگا تو لوگ اپنے اپنے خدا کو بھول جائیں گے۔ عبادت کرنا چھوڑ دیں گے۔ مسجد' مندر اور کلیسا ویران ہوجائیں گے۔

یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ مذہب اور خدا کے بغیر یہ دنیا آباد رہ سکتی ہے یا نہیں...؟

میں نے جناب علی اسداللہ تبریزی سے رابطہ کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ ''یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہر دور میں مذہب اور خدا کے خلاف محاذ آرائی کی گئی ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس بار نئے سائنٹیفک انداز میں ہمارے دین کو چیلنج کیا جائے گا۔''

وہ ذرا چپ ہوئے' پھر ایک گہری سانس لے کر بولے۔ ''مرحوم بابا فرید واسطی نے اپنی آخری سانسوں میں پیش گوئی کی تھی' دین میں بڑے فتنے پیدا ہوں گے۔''

میں نے کہا۔ ''وہ اجنبی سفید پوش صرف ہمارے دین کے ہی نہیں' دوسرے تمام مذاہب کے خلاف بھی بول رہا تھا۔''

''یہ حقائق آئندہ دیکھنے میں آئیں گے کہ دوسرے مذاہب اس نئے چیلنج کا سامنا کس طرح کریں گے؟ ہمیں تو اپنے دین کے تحفظ کے لیے جہاد کرنا ہے۔ یہ جو تمہیں نئی زندگی ملی ہے۔ یہ اپنے دین کی خاطر جہاد کرنے کے لیے ہے۔ تم سب کو پُرسکون رہ کر انتہائی ذہانت اور حاضر دماغی سے پیش آنے والے حالات کو سمجھنا ہوگا۔ پھر بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اس نئے چیلنج کا منہ توڑ جواب دینا ہوگا۔''

میں نے کہا۔ ''آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں' آپ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ کیا یہ بتانا چاہیں گے کہ...''

انہوں نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا۔ ''آگے نہ بولو' کچھ نہ پوچھو' جو ہورہا ہے' اسے دیکھتے رہو' سمجھتے رہو اور اپنی ذہانت سے کام لیتے رہو۔ باقی اللہ پر چھوڑ دو۔ اس ربِ جلیل نے خود اپنے دین کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔''

میں نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوکر سونیا کو اور اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اعلیٰ حضرت کی ہدایات سنائیں۔ ان کی باتیں دہرائیں کہ ہر دور میں مذہب اور خدا کے خلاف محاذ آرائیاں ہوتی رہی ہیں۔ ہم سائنس اور ٹیکنالوجی کے ترقی یافتہ دور سے گزر رہے ہیں۔ اسی مناسبت سے چیلنج کا یہ نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ یہ چیلنج کرنے والے جو بھی ہیں' جتنے بھی طاقتور ہیں۔ انہیں منہ توڑ جواب دینے کے لیے ہمیں جان کی بازی لگانی ہوگی۔

ابھی تو وہ سفید پوش ٹی وی چینلو کے ذریعے دنیا والوں کے سامنے آیا تھا۔ اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ کیسی غیر معمولی قوتوں کا حامل ہے؟

اس نے دنیا والوں کو جو خواب دکھائے تھے' ان کے متعلق فی الحال یہی کہا جاسکتا تھا کہ سبز باغ دکھا رہا ہے۔ دیکھنا یہی تھا کہ وہ امیر اور غریب' حاکم اور محکوم' شہزور اور کمزور کے فرق کو کس طرح مٹائے گا؟ ہماری دنیا میں قدرت کا جو قانون چلا آرہا ہے' اسے کیسے تبدیل کرے گا؟

آخر میں اس نے جاتے جاتے یہ بے چینی اور اضطراب پیدا کردیا تھا کہ رات کے دو بجے ساری دنیا والوں کے سامنے آنے والا ہے۔ بڑی ہی عجیب اور ناقابلِ فہم بات تھی۔ وہ ایک شخص بیک وقت ساری دنیا والوں کے سامنے کیسے آئے گا؟

اس نے کہا تھا' جو اسے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کی باتیں سننا چاہتے ہیں' وہ رات کو مقررہ وقت کے بعد اپنے اپنے گھروں سے باہر آجائیں۔ تب ہی اسے دیکھ پائیں گے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دوسری بار کسی ٹی وی چینل کے ذریعے نہیں آئے گا۔ بنفسِ نفیس نگاہوں کے سامنے آکر باتیں کرے گا۔

یہ تو سراسر بچگانہ بات تھی۔ عقل تسلیم نہیں کررہی تھی کہ ایک شخص بیک وقت تمام دنیا والوں کے سامنے آئے گا اور ہر ایک کو اپنی باتیں سنائے گا؟

اس سفید پوش کی یہ بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ ساری دنیا جیسے پاگل ہورہی تھی۔ کیا عورتیں' کیا مرد' کیا بچے اور کیا بوڑھے اس رات سونا بھول گئے تھے۔ بار بار گھڑی دیکھ رہے تھے اور وقت تھا کہ گزر نہیں رہا تھا۔ جنون کی حد تک عشق و محبت کرنے والوں نے اپنی کسی محبوبہ کا اتنی شدت سے انتظار نہیں کیا ہوگا' جتنی شدت اور جوش و خروش سے اس سفید پوش کا انتظار کیا جارہا تھا۔

تمام ممالک کی پولیس' انٹیلی جنس اور آرمی والے پوری طرح مسلح اور مستعد ہوگئے تھے۔ ہر شہر' ہر علاقے میں پھیل گئے تھے۔ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ سفید پوش جب بھی نظر آئے' اسے فوراً گھیر کر گرفتار کرلیا جائے۔ ایسے وقت ہنگامے ہوسکتے تھے۔ دنیا والے اس سے ملنے اور اس کی باتیں سننے کے لیے قانون کے محافظوں کے سامنے رکاوٹ بن سکتے

تھے۔ یہ توقع کی جارہی تھی کہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بڑے ہنگامے برپا ہوں گے۔

یہ بھی سوچا جارہا تھا کہ وہ ایک ہی بندہ ہے۔ اسے کسی ایک ہی جگہ گھیرا جائے گا اور گرفتار کیا جائے گا۔ جبکہ اس نے بیک وقت دنیا کے ہر حصے میں پہنچنے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس دعوے نے الجھا دیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' کیا ہونے والا ہے؟

وہ دنیا کی پہلی رات تھی' اس رات کی مثال پھر کبھی مل نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ ایک بجے کے بعد دنیا کے سارے گھر خالی ہوگئے تھے۔ سب ہی اپنے گھروں سے باہر نکل آئے تھے۔ انسانی آبادی کے ہر حصے میں خصوصی طور پر اضافی روشنی کے انتظامات کیے گئے تھے۔ آدھی رات سے پہلے ہی جگہ جگہ کھانے پینے کی دکانیں کھل گئی تھیں۔ مسلح پولیس اور آرمی والوں کو دیکھ کر لوگ اعتراض کررہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ وہ سب اپنے اس مسیحا سے باتیں کرنا چاہتے ہیں' جو ان کے دکھ درد دور کرنے آرہا ہے۔ اگر اسے عوام سے ملنے نہیں دیا جائے گا تو سب ہی مارنے مرنے پر تیار ہوجائیں گے۔

پولیس اور آرمی والے ہزاروں' لاکھوں افراد کو کنٹرول کرسکتے تھے لیکن دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اربوں افراد کی مرضی کے خلاف اس مسیحا کو گرفتار نہیں کرسکتے تھے۔ دو بجے کے بعد ایسا کچھ ہونے والا تھا' جس کی پہلے سے توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

ہر رات دو بجتے ہیں' اس رات بھی گھڑی کے کانٹے کو دو تک پہنچنا تھا۔ وقت کبھی ایک ساعت کے لیے بھی آگے پیچھے نہیں ہوتا۔ آخر دو بج ہی گئے...

لوگوں نے سر اٹھا کر دیکھا' دور خلا میں کبھی اِدھر کبھی اُدھر روشنی ایسے جلنے بجھنے لگی تھی۔ جیسے چمکدار ستارے جلتے بجھتے ہوئے دور تک جارہے ہوں اور کبھی واپس آرہے ہوں۔ دوسرے ممالک کے لوگ فون کے ذریعے ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔ "کیا تمہیں جلتے بجھتے چمکدار ستارے دکھائی دے رہے ہیں؟"

ہر ملک کے ہر علاقے سے یہی جواب مل رہا تھا کہ وہ سب ایسے ستاروں کو دیکھ رہے ہیں۔ یوں لگ رہا ہے' جیسے خلا میں آتش بازی کا مظاہرہ کیا جارہا ہو۔

آتش بازی ایک طرح سے مسرتوں کا اظہار ہے۔ کسی کی آمد پر اسی طرح جشن منایا جاتا ہے اور وہ مسیحا آرہا تھا۔ سب ہی اسے حیرانی اور توجہ سے دیکھنے لگے۔ وہ سب کو نظر تو آرہا تھا مگر واضح نہیں تھا... ٹرانس پیرنٹ تھا۔ یعنی اس کے آرپار دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا جسم ٹھوس نہیں تھا۔ وہ خلا سے اترتا ہوا زمین پر پہنچا تھا۔ لوگوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ کتنے ہی افراد اسے چھونے کی کوشش کررہے تھے۔ مگر ان کے ہاتھ اس کے جسم کے آرپار ہوجاتے تھے اور وہ مسکراتا ہوا ان کے پاس سے گزر جاتا تھا۔

ابھی وہ کچھ نہیں بول رہا تھا۔ صرف اپنی موجودگی ظاہر کررہا تھا۔ یقین دلا رہا تھا کہ وہ وہی مسیحا ہے' جسے ساری دنیا والے ٹی وی اسکرین پر دیکھ چکے ہیں۔ اسکرین پر وہ دھند میں لپٹا ہوا تھا۔ مگر اس وقت رات کے اندھیرے میں ٹرانس پیرنٹ ہونے کے باعث واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

ابھی وہ کچھ بولنے والا تھا۔ تمام مسلح پولیس اور آرمی والے اسے تک رہے تھے۔ ان کی مستعدی اور ٹھوس انتظامات کسی کام آنے والے نہیں تھے۔ وہ ایک ٹرانس پیرنٹ مسیحا کو گرفتار نہیں کرسکتے تھے۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کے ماہرین اس ٹرانس پیرنٹ مسیحا کی اسٹڈی کررہے تھے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی تھی کہ کسی خلائی اسٹیشن سے مووی کیمرے کے ذریعے اس مسیحا کو پیش کیا جارہا ہے۔ اسی لیے وہ ٹرانس پیرنٹ دکھائی دے رہا ہے۔

ہماری دنیا کے تمام ماہرین اسے بڑی توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ بڑی حد تک سمجھ رہے تھے اور کسی خلائی اسٹیشن کا سراغ لگانے کی کوششیں کررہے تھے۔ یہ رائے قائم کی جارہی تھی کہ جس طرح کسی ٹی وی پروگرام کے ذریعے ایک شخص کو ایک ہی وقت میں دنیا کی تمام ٹی وی اسکرین پر پہنچایا جاتا ہے۔ اسی طرح کسی خاص تکنیک کے ذریعے اس سفید پوش مسیحا کو ایک ہی وقت میں دنیا کے ہر علاقے میں پیش کیا جارہا تھا۔

وہ بڑی دیر بعد ایک اونچی جگہ آکر' وہاں رُک کر ہر طرف نظریں دوڑاتے ہوئے بولا۔ "میں جو کہتا ہوں' وہ ضرور کرتا ہوں۔ میں نے کہا تھا' آج رات دو بجے تمام دنیا والوں کے سامنے آؤں گا اور میں آگیا ہوں... تم سب یہ دیکھو اور سمجھو...! تمہاری اس دنیا میں کتنے خودغرض اور مفاد پرست لوگ ہیں؟ وہ کسی کی بہتری نہیں چاہتے۔ تمہاری بہتری نہیں چاہتے۔ اس سے پہلے کہ میں تمہارے لیے کچھ کروں' یہ لوگ مجھے گرفتار کرکے کسی کال کوٹھری میں پھینک دینا چاہتے تھے۔"

اس نے دور تک دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ مسلح سپاہی اور آرمی کے افراد بڑے بڑے ہتھیار لیے مجھے گرفتار کرنے اور ہلاک کرنے آئے ہیں۔ اے لوگو...! میری ایک ایک بات کو اپنی گرہ میں باندھ لو۔ طاقت کو کوئی کچل نہیں سکتا اور سچائی کو کوئی مار نہیں سکتا۔ میں طاقت بھی ہوں اور سچائی بھی...

"اے لوگو...! سب سے پہلے یہ سمجھو کہ کھانے پینے کی چیزیں تمہارے گھروں تک آسانی سے کیوں نہیں پہنچتیں؟ میں سب سے پہلے کھانے پینے کی چیزیں سستی کروں گا۔ اس دنیا کے تمام زمیندار اور جاگیردار سن لیں... وہ چوبیس گھنٹوں کے اندر گیہوں' چاول' دال اور کھیتوں میں اُگنے والے تمام اناج کی قیمتیں آدھی سے بھی زیادہ کم کردیں گے جو اناج کی قیمتیں نہیں گرائے گا۔ وہ سزا پائے گا اور یہ سزائیں موت تک جاکر ختم ہوں گی۔

"ساری دنیا میں اناج کی منڈیوں کے جتنے تاجر ہیں وہ میرا حکم سن لیں۔ چوبیس گھنٹوں کے اندر تمام اقسام کے اناج کی قیمت اسّی فیصد کم کردیں۔ اگر کسی اناج کی قیمت سو روپے ہے تو چوبیس گھنٹے بعد وہی اناج عوام کو صرف بیس روپے میں ملے گا۔ جو میرے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا وہ یا تو تجارت چھوڑ دے گا یا موت کو گلے لگائے گا۔"

لوگ سن رہے تھے اور خوش ہوکر اس مسیحا کی واہ واہ کررہے تھے۔ اس کے لیے زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ کیونکہ وہ سب سے پہلے انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت پوری کررہا تھا۔ کھیتوں سے اگنے والا ہر طرح کا اناج کوڑیوں کے مول ملنے والا تھا۔ انسان کو تین وقت کی روٹی آسانی سے حاصل ہوجائے تو اس کی آدھی سے زیادہ فکر و پریشانیاں ختم ہوجاتی ہیں۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "میں چوبیس گھنٹے بعد ثابت کردوں گا کہ تمہارا مسیحا ہوں۔ ہر دکھ کا ہر درد کا علاج کرنے آیا ہوں۔ کسی کو سبز باغ نہیں دکھا رہا ہوں۔ دنیا کے وقت کے مطابق چوبیس گھنٹے بعد وہی ہوگا' جو میں کہہ رہا ہوں۔ جو زمیندار' جاگیردار' سرمایہ دار اور حکمران میرے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا' اس کا آخری وقت آجائے گا۔"

وہ تمام ٹیکسٹائل ملز کے تاجروں سے کہہ رہا تھا کہ وہ اپنی اپنی ملوں سے اعلیٰ کوالٹی کے کپڑے تیار کریں گے اور انہیں کم سے کم قیمت پر فروخت کریں گے۔

اس کے احکامات سن کر یہ سوال پیدا ہورہا تھا کہ ابھی تک وہ بالکل تنہا دکھائی دے رہا ہے۔ کسی ملک کا تو کیا ایک چھوٹی سی بستی کا بھی حکمران نہیں ہے۔ اس کے پاس فوجی طاقت نہیں ہے۔ پھر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک زمینداروں' جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو کس طرح مجبور کرے گا کہ وہ کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی چیزیں کم سے کم قیمت پر فروخت کریں؟ وہ احکامات کی تعمیل نہیں کریں گے تو کتنوں کو سزائے موت دے گا؟

اور وہ کسی کو کیسے ہلاک کرے گا...؟ جبکہ خود ٹھوس جسم اور وجود کے ساتھ اس دنیا میں نہیں آیا ہے۔ نہ کوئی اسے چھو سکتا ہے اور نہ ہی وہ کسی کو چھو سکتا ہے۔ پھر کسی کو ہلاک کیسے کرے گا؟

دنیا کے تمام ممالک کے حکمران ایسے سوالوں کے جواب چاہتے تھے اور اس سے مذاکرات کرنا بھی ضروری ہوگیا تھا۔

تمام جاگیردار اور سرمایہ دار اس مسیحا سے کہنا چاہتے تھے' وہ بے تکی باتیں کررہا ہے۔ جو مال سو روپے میں بیچا جاتا ہے۔ اسے بیس روپے میں فروخت کیا جائے گا تو تجارت کرنے والے اور زمینداری کرنے والے بھوکے مرجائیں گے۔

بات مرنے اور جینے کی ہی ہوتی ہے۔ جو دوسروں کو موت دینے اور زندگی دینے کی طاقت رکھتا ہے' اسی کی حکمرانی قائم رہتی ہے۔ اسی کے احکامات کی تعمیل کی جاتی ہے۔ ابھی یہ پوری طرح معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ مسیحا واقعی دوسروں کی زندگی چھین لینے کی طاقت رکھتا ہے یا نہیں...؟

ابھی تک تو باتیں ہی بنا رہا تھا۔ اس نے شام چھ بجے سے رات تین بجے تک دو بار اپنی غیر معمولی قوتوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ ایک تو یہ کہ دنیا کے تمام ٹی وی چینلز کو ایک گھنٹے کے لیے ناکارہ بنا دیا تھا۔ پھر ان تمام چینلز کے ذریعے خود کو پیش کرتا رہا تھا اور ساری دنیا کو اپنی باتوں سے متاثر کرتا رہا تھا۔

اس نے دوسری بار رات کے دو بجے یہ ثابت کردیا کہ دنیا کی کوئی طاقت نہ اسے گرفتار کرسکتی ہے نہ ہلاک کرسکتی ہے بلکہ اسے چھو بھی نہیں سکتی۔ اس طرح یہ یقین ہورہا تھا کہ وہ غیر معمولی قوتوں کا حامل ہے۔ ہماری دنیا میں آکر جو احکامات صادر کررہا ہے۔ زمینداروں اور سرمایہ داروں سے اس پر عمل ضرور کرائے گا۔

تمام ممالک کے سرکاری نمائندوں نے اس سے کہا۔ "تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ تم نے اپنا تعارف پیش نہیں کیا۔ منظرِ عام پر آتے ہی احکامات صادر کرنا شروع کردیے ہیں۔"

ایک اور سرکاری نمائندے نے کہا۔ "بے شک۔ تم سائنس اور ٹیکنالوجی کے سلسلے میں زبردست مہارت رکھتے ہو۔ ہماری دنیا کے بڑے بڑے نامور تاجر جاگیردار اور

حکمرانوں کو تم سے مل کر خوشی ہوگی۔ ہم تم سے باقاعدہ مذاکرات کرنا چاہتے ہیں اور تمہیں سمجھاتے ہیں' مذاکرات کرنے سے پہلے ایسے بے تکے احکامات صادر نہ کرو۔''

اس اجنبی مسیحا نے ان کی باتیں سنیں۔ پھر عورتوں' مردوں' بوڑھوں اور جوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''اے لوگو...! میں یہاں بہت طاقتور کہلانے والے جاگیرداروں' سرمایہ داروں اور حکمرانوں سے مذاکرات کرنے نہیں آیا ہوں۔ میں تمہارا مسیحا ہوں' جب تمہارے دکھ درد دور کرتا رہوں گا۔ تمام مسائل حل کرتا رہوں گا۔ تمہیں ایک خوشحال زندگی ملتی رہے گی تو پھر مجھے کسی سے مذاکرات کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ تم سب خود ہی اپنی دنیا کے تمام طاقتور منافع خوروں اور مطلب پرستوں کو ٹھکرا دو گے۔''

اس نے مضبوطی سے مٹھی بند کی۔ پھر اسے فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ ''طاقت... میں ہوں طاقت... اب سے چوبیس گھنٹے بعد تم سب دیکھو گے' جو لوگ میرے احکامات کی تعمیل نہیں کریں گے' ان کا انجام کتنا عبرتناک ہوگا؟ دوسرے منکر اور نافرمان میری اطاعت پر مجبور ہو جائیں گے۔ میں جا رہا ہوں۔ آج کی رات اور کل کی رات گزرنے دو۔ پرسوں صبح یہ دنیا منافع خوروں کی نہیں... صرف تمہاری ہوگی۔''

یہ کہتے ہی وہ اچانک غائب ہو گیا۔ اس کے یوں آنے' ٹرانس پیرنٹ ہونے اور گم ہو جانے کی تکنیک سمجھ میں آ گئی۔ وہ کہیں تیز روشنیوں کے درمیان ایک کیمرے کے سامنے تھا۔ وہاں سے اسے پوری دنیا میں نشر کیا جا رہا تھا۔ اُدھر کیمرے کو آف کیا گیا' اِدھر یہ نگاہوں کے سامنے سے اوجھل ہو گیا۔

یہ تو تمام بڑے ممالک کے حکمرانوں نے اور ہم نے تسلیم کر لیا کہ وہ مسیحا کہلانے والا اجنبی اندر سے بہت گہرا ہے۔ انتہائی ترقی یافتہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں غیر معمولی مہارت رکھتا ہے۔ اس مہارت نے اسے ناقابلِ شکست بنا دیا ہوگا۔ تب ہی وہ پورے یقین کے ساتھ ہماری دنیا میں آتے ہی ایک حکمران کی طرح احکامات صادر کر رہا تھا۔

جدید سائنسی کرشمات کو نہ سمجھنے والے ناخواندہ افراد کہہ رہے تھے کہ وہ مسیحا پُراسرار علوم جانتا ہے۔ یا پھر روحانی اور ناقابلِ فہم قوتوں کا مالک ہے۔ ایسی ہی ناقابلِ فہم قوتوں کا مالک آج تک خدا' ایشور اور گاڈ کہلاتا آیا ہے۔ وہ جلیل القدر مسیحا ازل سے اب تک روپوش رہنے کے بعد ساری دنیا والوں کے سامنے آیا ہے۔ آئندہ کسی شک وشبے کے بغیر لوگوں کے دکھ درد دور ہوں گے اور انسانوں کو صحیح معنوں میں انسانوں کی طرح جینے کا حق حاصل ہوگا۔

بے شک۔ وہ اجنبی مسیحا انسانی زندگی کے تمام مسائل حل کرے گا اور انسان کسی فکر و پریشانی کے بغیر آسانی سے خوشحال زندگی گزاریں گے تو یہ اس اجنبی کا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ لیکن ایسے کارنامے کے نتیجے میں لوگ اپنے خدا' بھگوان اور گاڈ کو بھول جائیں گے۔ نہ ان سے کچھ مانگنے کی ضرورت ہوگی نہ ہی ان کی عبادت کریں گے۔

ہماری دنیا کو عجیب معاملہ درپیش تھا۔ اب سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا' کیا ہماری دنیا کے لوگ مذہب اور خدا کے بغیر زندگی گزار سکیں گے؟ رنج وغم' فکر و پریشانی' دکھ و بیماری' قدرتی آفات اور انسانوں کی لائی ہوئی آفات سے یہ دنیا خالی ہو جائے گی؟ کیا یہ ممکن ہے؟ آئندہ انسان جب تک جاگتا رہے گا ہنستا بولتا' کھیلتا کودتا اور ناچتا گاتا رہے گا؟ کیا ان حالات میں وہ محنت و مشقت کرنے کا عادی بن سکے گا؟ کھیتوں میں ہل اور ٹریکٹر چلا کر اناج پیدا کرنے کی زحمت گوارا کرے گا؟ نئی مشینیں اور نئے سائنسی آلات ایجاد کرنے کی لگن اس میں پیدا ہوگی؟

وہ اجنبی مسیحا ہماری دنیا کو ایک نئے موڑ پر لا کر ایک نئی سمت کی طرف لے جا رہا تھا۔ پتا نہیں آئندہ کیا ہونے والا تھا؟ یہ سوال سب ہی کے ذہنوں میں ابھر رہا تھا۔ سب ہی تجسس میں مبتلا تھے۔

میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے آتے رہتے تھے اور اس نئی صورتحال پر مجھ سے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ بے باک مومن نے کہا۔ ''میں سمجھتا ہوں' وہ اجنبی مسیحا تنہا نہیں ہے۔ اس کے پیچھے بے شمار کارندے ہیں۔ ہماری دنیا کے جاگیردار' سرمایہ دار اور حکمران حکم عدولی کریں گے' اس کی مخالفت کریں گے تو اس کے کارندے مخالفت کرنے والوں کو سزائیں دیں گے۔ اس مسیحا کے قانون اور فیصلے کے مطابق انہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔''

''یہ اتنا آسان نہیں ہوگا۔ ہر ملک کے حکمرانوں کو' جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو زبردست سیکورٹی فراہم کی جائے گی۔ حفاظتی انتظامات اتنے سخت ہوں گے کہ کوئی ان تک پہنچ نہیں پائے گا۔''

الپا نے کہا۔ ''خیال خوانی کرنے والے تو پہنچ پائیں گے۔''

الپا کی یہ بات سب ہی کے ذہن میں تھی۔ وہ بہت پہلے سے یہ سوچتے آ رہے تھے کہ وہ اجنبی مسیحا خود ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا اور اپنے پیچھے خیال خوانی کرنے والوں کی ایک فوج رکھتا ہوگا۔

تب یہ سوال پیدا ہوا کہ اس نے خیال خوانی کرنے والوں کی اتنی بڑی فوج کیسے بنائی ہوگی؟

اس کا جواب یہی ملتا تھا کہ گریٹ ایشو رارا کے تمام اعت اور عقیدت مند ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ سیارے کی ب و ہوا اور وہاں کی قدرتی عنایات کچھ ایسی ہیں کہ لوگ ائشی طور پر کسی کوشش کے بغیر خیال خوانی کی لہروں کو ایک وسرے تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ اور یہی بات پورے یقین کے ساتھ سمجھ میں آ رہی تھی کہ گریٹ ایشو رارا اپنے ایک اعت مسیحا کے ذریعے نیا چونکا دینے والا ڈراما پلے کر رہا ہے۔

یورپ اور امریکا کے اکابرین گریٹ ایشو رارا کو بہت ری طرح بھگت چکے تھے۔ ان کا بھی یہی خیال تھا۔ انہوں نے مجھ سے اور سونیا سے رابطہ کیا اور پوچھا۔ ''کیا اس ہروپیے مسیحا کے پیچھے گریٹ ایشو رارا چھپا ہوگا؟''

سونیا نے کہا۔ ''بے شک... وہ نافرمانی کرنے والے جاگیرداروں' سرمایہ داروں اور حکمرانوں کو سزائیں دینے اور ہلاک کرنے کی باتیں کر رہا ہے۔ سخت سیکورٹی کے باوجود وہ خیال خوانی کے ذریعے ہی مطلوبہ نافرمان افراد کو ہلاک کرے گا۔ تم سب ہزار کوششوں کے باوجود اسے انتقامی کارروائیوں سے باز نہیں رکھ سکو گے۔''

''پھر تو اس کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے تم لوگوں کو بھی ٹریپ کریں گے۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں' تم سب کیسی کیسی حفاظتی تدابیر پر عمل کر رہے ہو؟''

''ہم اس سے خوفزدہ نہیں ہیں۔ ہماری پوری زندگی بے شمار خیال خوانی کرنے والوں سے نمٹتے ہوئے گزری ہے۔ پھر بھی احتیاطاً کچھ دنوں کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں جا رہے ہیں۔ پہلے اس اجنبی مسیحا کی اچھی طرح اسٹڈی کریں گے۔ معلوم کریں گے' اس کے پیچھے کیسی قوتیں کارفرما ہیں اور گریٹ ایشو رارا خود کو کب تک ظاہر کرنے والا ہے؟ تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہم بابا صاحب کے ادارے سے باہر آئیں گے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''میڈم...! آپ اپنے فیملی ممبران اور تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ محفوظ رہیں گی۔ آپ سے درخواست ہے' ایسے وقت ہماری دفرمائیں۔ ہمارے درجنوں اکابرین اور بے شمار صنعتکار ہیں' جن کی سلامتی ہمارے ملک اور ہماری قوم کے لیے بہت ضروری ہے۔ ہمارے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان سب کو تحفظ فراہم نہیں کر سکیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''ہماری طرف سے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تم سے رابطہ رکھیں گے۔ تمہارے کام آتے رہیں گے۔ ان کے علاوہ تمہارے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' جو پابندیوں سے آزاد رہ کر گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ میں ابھی ان سے کہتا ہوں' وہ بھی تمہارے کام آئیں گے۔''

میں نے نف گائی اور واٹس مین سے رابطہ کیا۔ اگرچہ وہ میرے تابعدار نہیں تھے، لیکن میری عزت کرتے تھے اور میری بات مانتے تھے۔ میں نے کہا۔ ''تم دونوں امریکی ہو۔ اس وقت تمہارے ملک کو تمہاری خیال خوانی کی ضرورت ہے۔ میں چاہتا ہوں' تم اپنے اکابرین کی مرضی کے مطابق ان کے کام آؤ۔''

ان دونوں نے کہا۔ ''ابھی ہم یہی باتیں کر رہے تھے اور فیصلہ کر رہے تھے کہ اپنے اکابرین سے رابطہ کیے بغیر ایسے صنعتکاروں کے اندر پہنچتے رہیں گے' جنہیں وہ اجنبی مسیحا ٹریپ کر کے ہلاک کرنا چاہے گا۔ ہم آپ کی بات مان کر اپنے اکابرین سے بھی رابطہ رکھیں گے اور ان کی مرضی کے مطابق ان کے کام کرتے رہیں گے۔''

انہوں نے اپنے اکابرین سے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ ''مسٹر فرہاد نے تمہاری سفارش کی ہے کہ ہم تمہاری مرضی کے مطابق کام آئیں۔ ویسے بھی یہ ہمارا ملک ہے۔ ہم اس کی بہتری کے لیے اپنے طور پر کام کرتے رہیں گے۔''

اس طرح ان اکابرین کے پاس سات ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو گئے۔ میں نے مزید دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان کے حوالے کیا۔ سونیا نے کہا۔ ''ہم پہلے بھی تم سب سے بھرپور تعاون کرتے رہے ہیں مگر برا وقت ٹلنے اور مطلب پورا ہونے کے بعد تم لوگ جس ذلالت اور کمینگی کا ثبوت دیتے ہوا ہے ہم کبھی نہیں بھولتے۔ اس کے باوجود اس برے وقت میں تمہارے کام آ رہے ہیں۔''

پاکستان میں صنعتیں برائے نام ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر شہرت حاصل کرنے والی چند صنعتیں فیصل آباد میں ہیں۔ وہاں کے ایک ٹیکسٹائل مل اونر ملک افتخار احمد سے میری اچھی خاصی جان پہچان تھی۔ وہ اس اجنبی مسیحا کے احکامات کی تعمیل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اپنے مل کے تیار کردہ کپڑے کی قیمت گرانے سے اسے کروڑوں روپے کا نقصان پہنچنے والا تھا۔

اس نے اپنے طور پر سیکورٹی کے سخت انتظامات کیئے

تھے۔ یہ طے پایا تھا کہ آئندہ چند ہفتوں تک اپنے سگے رشتہ داروں سے بھی ملاقات نہیں کرے گا۔ ایک چھوٹی سی کوٹھی میں رہے گا۔ وہاں سیکورٹی گارڈز دن رات مستعد رہا کریں گے۔ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ دشمن خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جائے گا۔ میں اسے سمجھانا نہیں چاہتا تھا کہ ٹیلی پیتھی کیا ہوتی ہے اور وہ کس طرح اجنبی مسیحا کی انتقامی کارروائی کا شکار ہوسکتا ہے؟

میں نے طے کرلیا تھا کہ چپ چاپ اس کے دماغ میں جاتا آتا رہوں گا اور بہ وقتِ ضرورت اسے تحفظ دینے کی پوری کوشش کروں گا۔ ویسے میرا خیال تھا' وہ مسیحا پہلے دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے بڑے بڑے صنعتکاروں کی طرف توجہ دے گا۔ پاکستان جیسے چھوٹے سے ملک کے صنعتکاروں سے بعد میں نمٹے گا۔

دوسرے دن شام چھ بجے پھر دنیا کے تمام ٹی وی چینلو ناکارہ ہوگئے۔ ایک منٹ کے بعد ہی وہ اجنبی مسیحا نظر آنے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''اے لوگو...! ہر روز شام چھ بجے سے سات بجے تک اس دنیا کے تمام ٹی وی چینلو میرے قبضے میں رہیں گے۔ ساری دنیا صرف مجھے دیکھے گی اور میری باتیں سنے گی۔''

پھر اس نے اپنی مٹھی فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ ''طاقت... اس طاقت کا حکم ہے کہ تمام جاگیردار اور صنعتکار اپنے اپنے ملک کے ٹی وی اسٹیشن پہنچ جائیں۔ مجھے مخاطب کرکے اعلان کریں' کم سے کم الفاظ میں یہ بتائیں' وہ میرے حکم کی تعمیل کررہے ہیں یا نہیں...؟ جو انکار کرے گا۔ وہ اپنے اس ٹی وی اسٹیشن سے زندہ واپس نہیں جائے گا۔ تمام دنیا والے اس کی موت کا نظارہ ٹی وی اسکرین پر دیکھیں گے۔

''میں سب سے پہلے انگلینڈ کے ایک علاقے برمنگھم میں پہنچ رہا ہوں۔ وہاں کے تاجروں سے کہتا ہوں' وہ ابھی پون گھنٹے بعد سات بجے ٹی وی اسٹیشن میں آکر اپنے مال کی قیمتیں کم کرنے کی خوش خبری سنائیں۔

''ٹریڈ اینڈ کامرس کے بورڈ آف ڈائریکٹرز سے بھی کہتا ہوں' وہ بھی تمام مل اونرز کے ساتھ آئیں۔ یہ اعلان کریں کہ انگلینڈ کی تمام مارکیٹوں میں کھانے پینے اور اوڑھنے پہننے کی چیزیں مہنگی نہیں ہوں گی۔ سب کی قیمتیں میرے حکم کے مطابق گرادی جائیں گی۔''

وہ آہستہ آہستہ دوسری طرف گھومتے ہوئے بولا۔ ''اگر سات بجے کے بعد یہ لوگ ٹی وی اسکرین پر دکھائی نہ دیے' انہوں نے میرے احکامات کی تعمیل نہ کی تو اے دنیا والو! تم سب اپنے اپنے ٹی وی آن رکھنا۔ میں تمہیں ان کی موت کا نظارہ دکھاؤں گا۔ ابھی جارہا ہوں۔ ٹھیک سات بجے اسکرین پر نظر آؤں گا۔''

وہ اسکرین تھوڑی دیر کے لیے بجھ گئی۔ ساری دنیا کے چینلو اپنے اپنے پروگراموں کے مطابق روشن ہوگئے۔ وہ چالیس منٹ کے بعد مطلوبہ تاجروں کا محاسبہ کرنے کے لیے پھر اسکرین پر آنے والا تھا۔ اس سلسلے میں دنیا کے تمام چینلو پر خبریں نشر کی جانے لگیں اور تبصرے ہونے لگے۔

خبروں میں کہا جارہا تھا کہ وہ کوئی مسیحا نہیں ہے۔ بہت بڑا فراڈ ہے۔ ہماری دنیا کو تباہ و برباد کرنے آیا ہے۔ دین' دھرم اور خدا کی عظمت کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ یہ سراسر شیطانی عمل ہے اور ہم جلد ہی اس شیطان کو مار بھگائیں گے۔

یہ بھی کہا جارہا تھا کہ مسیحا نے جن تاجروں کو اپنے احکامات کی تعمیل کرنے پر مجبور کیا ہے' وہ مجبور نہیں ہوں گے۔ وہ دشمن رفتہ رفتہ ہماری تمام صنعتوں کی پیداوار کم کرکے قیمتیں گرا کر تمام ممالک کو معاشی اور اقتصادی طور پر تباہ و برباد کردینا چاہتا ہے۔ اس طرح ہماری دنیا قدیم زمانے کی طرح پسماندہ ہوجائے گی۔

پندرہ منٹ بعد ان تمام تاجروں کے اور ڈائریکٹرز آف ٹریڈ اینڈ کامرس کے بنگلوں اور کوٹھیوں کو ٹی وی چینلو کے ذریعے دکھایا گیا۔ وہاں ہر طرف مسلح آرمی موجود تھی۔ کہا جارہا تھا' یہاں سیکورٹی کے انتظامات ایسے سخت ہیں کہ کوئی چیونٹی بھی رینگتی ہوئی اندر نہیں پہنچ پائے گی۔

دوسرے تاجروں کو بھی یقین دلایا جارہا تھا اور حوصلہ دیا جارہا تھا کہ وہ مسیحا ان کی طرف موت بن کر نہیں آسکے گا۔ کیونکہ اس دنیا میں وہ ٹرانس پیرنٹ بن کر آتا ہے۔ نہ کسی فرد کو چھو سکتا ہے' نہ کسی پر جان لیوا حملہ کرسکتا ہے۔ لہٰذا سرمایہ داروں' جاگیرداروں اور حکمرانوں کو خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔

میں نے اور سونیا نے گریٹ ایشو رارا کے متعلق صحیح رائے قائم کی تھی۔ وہی اس مسیحا کے پیچھے یہ سارے تماشے دکھا رہا تھا۔ یہ بھید رفتہ رفتہ کھلنے والا تھا۔ جب وہ اپنے چیلنج کے مطابق کسی نافرمان تاجر کو ہلاک کرنا چاہتا تو سخت سیکورٹی کے پیشِ نظر اس کے پاس صرف ایک ہی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہوتا اور وہ یہی ہتھیار استعمال کرنے والا تھا۔

اب ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ چیلنج کرنے والا ان بنگلوں اور کوٹھیوں کے اندر کیسے پہنچے گا؟ کیسے، اس

کے حالات معلوم کرے گا؟

ایسے وقت پھر یہ بھید کھل رہا تھا کہ اس مسیحا کے پس پشت گریٹ ایشو رارا موجود ہے۔ اب سے ڈھائی برس پہلے اپنے ماتحتوں کے ساتھ غیر معمولی مشینیں لے کر آیا تھا۔ ایسی غیر معمولی مشینوں کی خصوصیات یہ تھیں کہ وہ کسی بھی روپوش رہنے والے مطلوبہ فرد تک پہنچادیتی تھیں۔ وہ شخص جہاں بھی ہوتا تھا' وہاں کے پورے ماحول کو اسکرین پر پیش کرتی تھیں۔ اگر وہ ٹوائلٹ میں ہوتا تھا تو وہ مشین وہاں کا منظر بھی پیش کرتی تھی۔ یہ بتادیتی تھی کہ مطلوبہ شخص ٹوائلٹ میں یا کسی تہ خانے میں کہاں چھپا ہوا ہے؟

ہم اس سلسلے میں بڑی مغز ماری کررہے تھے۔ ہر پہلو سے غور کرتے ہوئے یہ سمجھنا چاہتے تھے کہ گریٹ ایشو رارا اپنے سیارے میں ہے پھر خیال خوانی کے ذریعے یا اپنی غیر معمولی مشینوں کے ذریعے ہماری زمین تک کیسے پہنچے گا؟

آواز کی یا خیال خوانی کی لہریں کشش ثقل تک محدود رہتی تھیں۔ جہاں زمین کی کشش ختم ہوتی تھی' وہیں آواز کی یا خیال خوانی کی لہریں بھی دم توڑ دیتی تھیں۔ غیر معمولی مشین کی کارکردگی بھی اس کشش سے باہر رہ کر زمین تک نہیں پہنچتی تھی۔

پھر سوال پیدا ہوتا تھا' گریٹ ایشو رارا کس طرح اپنے خیال خوانی کرنے والے ماتحتوں کو اور مشین کی کارکردگی کو زمین پر اپنے مطلوبہ افراد تک پہنچائے گا؟

اس کا جواب یہی سمجھ میں آتا تھا کہ اس نے زمین کی کشش کے اندر خلائی اسٹیشن قائم کیا ہے۔ وہاں سے خیال خوانی کی لہروں کو اور اپنی مشین کی کارکردگی کو زمین تک پہنچانے والا ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے اندازے درست ثابت ہورہے تھے۔ اب سے ڈھائی برس پہلے سونیا نے گریٹ ایشو رارا کو دنیا سے بھاگنے پر مجبور کردیا تھا۔ اس کی تصویریں ہماری غیر معمولی مشین میں محفوظ ہوگئی تھیں۔ وہ جب بھی ارضی دنیا میں واپس آتا تو ہم اس کی شہ رگ تک پہنچ جاتے۔ لہٰذا وہ ایک طویل عرصے تک واپس نہیں آیا۔ ہماری دنیا کو تسخیر کرنے کے دوسرے راستے تلاش کرتا رہا۔ اب اس نے یہ راستہ اپنایا تھا۔

ہمیں یہ باتیں بعد میں رفتہ رفتہ معلوم ہوتی رہیں کہ وہ اپنے تابعدار مسیحا کو خلائی اسٹیشن کے ذریعے ہماری دنیا میں بھیجتا رہا۔ اس کا خلائی اسٹیشن زمین کی کشش کے اندر ہی رہتا تھا۔ وہاں سے وہ اپنے تابعدار مسیحا کو ہماری دنیا میں بھیجتا تھا۔ مگر اس کا جسم ٹھوس نہیں ہوتا تھا۔ اس کا صرف عکس دکھائی دیتا تھا اور آواز سنائی دیتی تھی۔

ان لوگوں کی خیال خوانی کی لہریں ہماری زمین تک پہنچتی تھیں۔ اس کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے اس خلائی اسٹیشن کے ذریعے غیر معمولی مشین میں اپنے مطلوبہ افراد کو دیکھتے تھے۔ پھر ان کے دماغوں میں خیال خوانی کے ذریعے پہنچ جاتے تھے۔

اس اجنبی مسیحا نے برمنگھم کے تاجروں کو اور ڈائریکٹرز آف ٹریڈ اینڈ کامرس کو دھمکیاں دی تھیں کہ اس کے حکم کی تعمیل نہیں کریں گے تو وہ انہیں سزائیں دے گا' انہیں ہلاک کرے گا اور ان کی ہلاکت کا منظر ساری دنیا کو ٹی وی چینلو کے ذریعے دکھائے گا۔

وہ جو کہہ رہا تھا' اس کے لیے ممکن تھا۔ اس نے ڈائریکٹرز آف ٹریڈ اینڈ کامرس اور برمنگھم کے تاجروں کو وارننگ دی تھی اور اس سے پہلے ہی وہ ان سب کو اپنی غیر معمولی مشین میں محفوظ کرچکا تھا۔ اس مشین کی اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔

ان کے بنگلوں اور کوٹھیوں کے باہر مسلح آرمی اور پولیس والوں کا سخت پہرا تھا۔ بنگلوں اور کوٹھیوں کے اندر ان کا اپنا کوئی رشتہ دار بھی نہیں تھا۔ وہ سب تنہا اپنے اپنے کمروں میں تھے۔ کسی سے فون کے ذریعے بھی باتیں نہیں کررہے تھے۔ وہاں کوئی ہتھیار نہیں رکھا گیا تھا۔ حتیٰ کہ پھل کاٹنے کا چاقو بھی ہٹادیا گیا تھا۔

یہ احتیاطی تدابیر اس لیے تھیں کہ دشمن ان کے دماغوں میں آکر انہیں خودکشی کرنے پر مجبور نہ کرسکے۔

ہم گریٹ ایشو رارا کے منصوبوں سے بے خبر تھے۔ یہ نہیں جانتے تھے' وہ ہماری بے خبری میں کیا کررہا ہے؟ اس نے تو بہت پہلے ہی یہ طے کرلیا تھا کہ برمنگھم کے تاجروں کو اور ڈائریکٹرز آف ٹریڈ اینڈ کامرس کو نشانہ بنائے گا۔ لہٰذا انہیں دھمکیاں دینے سے پہلے ہی اپنا آلۂ کار بنا کر ان کے گھروں میں تباہی کا اور موت کا سامان پیدا کرچکا تھا۔

جب شام چھ بجے اس اجنبی مسیحا نے ان سب کو چیلنج کیا' تب امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تاجروں کے دماغوں میں پہنچ کر قبضہ جمالیا۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر دماغوں کو لاک کردیا۔ اس طرح ان کا خیال تھا کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے سیکورٹی کے سخت انتظامات کو توڑ کر وہاں تک نہیں پہنچ پائیں گے۔

اس اجنبی مسیحا نے کہا تھا' وہ شام سات بجے کے بعد...

ں والو نظر آئے گا اور جو اس کا حکم ماننے سے انکار کرے گا' اسے سزائیں دے گا۔ سات بجے کے بعد دنیا والوں کو اور اس طور پر اس مسیحا کو خبریں سنائی جارہی تھیں۔ یہ کہا جارہا تھا کہ ٹیکسٹائل ملز سے تیار ہونے والے کپڑوں کی قیمت گرانے کے لیے پہلے مشینوں کی قیمتیں کم کرنی ہوں گی۔ وہ مشینیں لاکھوں اور کروڑوں روپے کی آتی ہیں۔ مزدوروں کو ہزاروں روپے تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ ایک مل کو قائم رکھنے اور پروڈکشن کو جاری رکھنے کے لیے کروڑوں روپے خرچ ہوتے رہتے ہیں۔

اتنے بھاری اخراجات کے پیش نظر کپڑوں کی قیمتیں گرائی جائیں گی تو مزدوروں کو ان کی مطلوبہ تنخواہیں نہیں دی جاسکیں گی۔ مہنگی مشینیں خریدی نہیں جاسکیں گی اور نہ ہی معیاری کپڑے تیار کیے جاسکیں گے۔ اس طرح تمام ملیں بند ہوجائیں گی۔

ایسے وقت وہ مسیحا دنیا کے تمام ٹی وی چینلو کے ذریعے دکھائی دینے لگا۔ جب پہلی بار اسکرین پر نظر آیا تھا تو اپنے ٹھوس جسم کے ساتھ تھا۔ لیکن اس بار ٹرانس پیرنٹ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں نے کپڑوں کی قیمت گرانے کو کہا ہے' اب ہم یہ نہیں جانتے کہ کتنی دولت خرچ کرنے کے بعد بڑی بڑی ملیں قائم ہوتی ہیں؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ ''ہاں۔ عوام نہیں جانتے' میں جانتا ہوں۔ تم کروڑوں روپے خرچ کرتے ہو۔ مگر یہ بھی جانتا ہوں کہ اربوں روپے منافع کے طور پر کماتے ہو۔ حکمرانوں کو ٹیکس دیتے ہو۔ ان حکمرانوں کا فرض ہے' وہ انہیں سستی کریں۔ تمہیں ایسی سہولتیں فراہم کریں کہ بہترین کپڑے تیار کرنے کی لاگت کم سے کم ہو اور قیمت بھی کم سے کم ہوتی چلی جائے۔''

پھر اس نے کہا۔ ''عوام تمہارے منافع میں شریک نہیں ہوتے۔ لہٰذا انہیں بے سروپا اخراجات کا حساب بتا کر نہ الجھاؤ اور نہ ہی میں الجھنے والا ہوں۔ ایک ہی جواب سننا چاہتا ہوں' کپڑے کی قیمت گرائی جارہی ہے یا نہیں...؟ ہاں یا ناں میں جواب دو۔''

اس سے کہا گیا۔ ''جواب دینے سے پہلے ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں' تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ آتے ہی الی خدمتگار کیوں بن گئے ہو؟ ہماری دنیا والوں کو مذہب اور خدا سے منحرف کیوں کررہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''پہلے انسانوں کی بنیادی ضرورتیں کھانا' کپڑا اور دوائیں سستی کرو۔ اس کے بعد میرے اور تمہارے درمیان مذاکرات ہوں گے۔''

اسے جواب دیا گیا۔ ''نہیں... پہلے مذاکرات ہوں گے۔ پھر ہم سب مل بیٹھ کر فیصلہ کریں گے کہ تمہاری خواہش کے مطابق ہر بنیادی چیز کی قیمت کتنی کم کی جاسکتی ہے؟''

اس نے کہا۔ ''عوام کو ہمیشہ اسی دھوکے میں رکھا گیا کہ حالات سازگار ہوتے ہی انہیں زندگی کی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔ اس کے لیے مذاکرات ہوتے ہیں۔ اسٹینڈنگ کمیٹیاں بنائی جاتی ہیں۔ مگر عوام کا بھلا نہیں ہوتا۔ ان کی حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی ہے۔ میں آخری بار پوچھ رہا ہوں' میرے احکامات کی تعمیل کی جائے گی یا نہیں...؟''

ٹھوس لہجے میں جواب دیا گیا۔ ''ہرگز نہیں... پہلے مذاکرات ہوں گے۔''

اس اجنبی مسیحا نے دنیا والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''اے لوگو...! تم سب گواہ ہو' یہ تمہارا بھلا نہیں کرنا چاہتے۔ تمہیں زندگی کی سہولتیں نہیں دینا چاہتے۔ اس لیے میں سزا دے رہا ہوں۔ اب دیکھو کہ جن لوگوں کو سزا دینے والا ہوں' ان نافرمانوں کو زندہ سلامت رکھنے کے لیے حکمرانوں نے کیسے کیسے سخت حفاظتی انتظامات کیے ہیں؟''

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسکرین ذرا دیر کے لیے بجھ گئی' پھر روشن ہوگئی۔ اب وہ بنگلے اور کوٹھیاں باری باری نظر آنے لگیں' جن کے اندر برمنگھم کے تاجروں کو اور ڈائریکٹرز آف ٹریڈ اینڈ کامرس کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔

اجنبی مسیحا کہہ رہا تھا۔ ''ان بنگلوں اور کوٹھیوں کے اطراف مسلح آرمی اور پولیس والوں کے سخت انتظامات ہیں۔ انہیں خوش فہمی ہے' میں اندر نہیں جاسکوں گا... ارے میں تو کیا... ساری دنیا والے ان بنگلوں اور کوٹھیوں کے اندر ابھی پہنچیں گے۔ دیکھو... وہاں وہ منافع خور کس طرح چھپے ہوئے ہیں؟''

دوسرے ہی لمحے میں منظر بدلنے لگا۔ ان بنگلوں اور کوٹھیوں کے اندرونی مناظر باری باری دکھائی دینے لگے۔ مسیحا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ''اس میں شبہ نہیں کہ حکمرانوں نے ان کی موت کا وقت ٹالنے کے لیے حفاظتی انتظامات میں کسی طرح کی کمی نہیں کی ہے۔ حتیٰ کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ان کے دماغوں میں پہنچادیا ہے۔''

ساری دنیا کے افراد اپنے اپنے ٹی وی اسکرین پر برمنگھم کے تاجروں کو اور ڈائریکٹرز آف ٹریڈ اینڈ کامرس کو ان کے گھروں میں دیکھ رہے تھے۔ وہ سب بھی وہی مناظر دیکھ رہے تھے' جو دنیا والوں کو نظر آرہے تھے۔ یعنی وہ خود اپنے

آپ کو ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ بری طرح سہمے ہوئے تھے' سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' وہ اجنبی مسیحا ان کے گھروں کے اندر کیسے گھس آیا ہے؟ کس طرح انہیں دنیا والوں کے سامنے پیش کر رہا ہے؟

وہ مسیحا کہہ رہا تھا۔ ''ڈرتے رہو' پریشان ہوتے رہو۔ اپنے حکمرانوں سے گڑگڑا کر کہتے رہو کہ وہ کسی اور طرح تمہاری حفاظت کریں۔''

اسکرین پر ایک مٹھی فضا میں بلند ہوئی پھر اس کی آواز سنائی دی۔ ''طاقت... اس طاقت کو مان لو۔ موت تمہاری دہلیز پار کر کے گھروں میں گھس آئی ہے۔ تم سب بر منگھم کے مختلف بنگلوں اور کوٹھیوں میں ہو لیکن سب کو بیک وقت موت آئے گی۔ ملک الموت تمہارے پاس پہنچ کر مطمئن ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہی تمہاری روحیں قبض کرے گا۔ تب تک معافی کی گنجائش ہے۔ توبہ کرو' کان پکڑو' ہاتھ جوڑو اور میری اطاعت قبول کر لو۔ کل صبح ہوتے ہی اپنی اپنی ملوں سے تیار ہونے والے کپڑوں کی قیمتیں گرادو۔''

وہ بری طرح بوکھلائے ہوئے تھے۔ یہ سمجھ گئے تھے کہ جو شخص اتنے سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ناکارہ بنا کر ان کے گھروں میں گھس آیا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں پا رہی ہے تو یقیناً وہ جب چاہے گا' ان کی روحیں نکال لے گا۔

ٹریڈ اینڈ کامرس کے ڈائریکٹروں نے وہاں کے اکابرین سے فون پر بات کی اور کہا۔ ''ہمیں امید تھی' جب تمہاری دولت اور فوجی طاقت اس مسیحا کی انتقامی کارروائیوں سے بچا نہیں پائے گی تو ٹیلی پیتھی جاننے والے ضرور ہمیں تحفظ دیں گے لیکن یہ لوگ بھی ناکام ہو رہے ہیں۔ اب آخری بار ٹیلی پیتھی کی دنیا کے ناقابلِ شکست خیال خوانی کرنے والے فرہاد علی تیمور سے پوچھنا چاہتے ہیں' کیا ٹیلی پیتھی کا ہتھیار بالکل ہی ناکارہ ہو گیا ہے؟ کیا فرہاد علی تیمور ہمیں ناکردہ گناہوں کی سزاؤں سے اور ہم پر مسلط کی جانے والی موت سے بچا سکتا ہے؟''

میں نے اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے فون کے ذریعے تمام ڈائریکٹرز سے کہا۔ ''ہماری دنیا کے بڑے بڑے تجربہ کار سائنس دان اور ماہرین ابھی تک اس اجنبی مسیحا کو اچھی طرح سمجھ نہیں پائے ہیں۔ اس کی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا رہا ہے۔ اگر تمہارے تمام اکابرین کی طرح میں بھی یہ کہوں کہ اس کے احکامات کی تعمیل نہ کرو۔ وہ تمہیں جان سے نہیں مارے گا تو یہ سراسر حماقت ہوگی۔ اس اجنبی مسیحا نے اب تک جس قدر اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے' اس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ کسی وقت بھی تم لوگوں کی جان لے سکتا ہے۔

ان حالات میں میرا مشورہ یہی ہے' اس اجنبی شخص کے احکامات کی تعمیل کرو' بعد میں ہم دیکھیں گے' اس سے کس طرح مذاکرات کیے جا سکتے ہیں اور اپنی دنیا کو اس کی فرعونی قوتوں سے کس طرح بچا سکتے ہیں؟''

موجودہ حالات کے مطابق میرا جواب نہایت ہی معقول تھا۔ بر منگھم کے پندرہ تاجروں اور گیارہ ڈائریکٹروں میں سے بائیس افراد نے فوراً ہی اپنا فیصلہ سنایا کہ وہ اجنبی مسیحا کے احکامات کی تعمیل کریں گے۔

باقی چار تاجر ضد پر اڑے رہے۔ انہوں نے کہا۔ ''بے شک۔ وہ اجنبی مسیحا ہمارے گھروں میں گھس آیا ہے۔ لیکن ٹرانس پیرنٹ ہے۔ کسی بھی طرح ہمیں ہلاک نہیں کر سکے گا۔''

انہوں نے یہ بھی کہا۔ ''اگر ہماری موت آئی ہے تو ہم اس کے احکامات کی تعمیل کر کے' کروڑوں ڈالرز کا نقصان اٹھا کر کتنے دنوں تک جی پائیں گے؟ آج نہیں تو کل مرنا ہی ہے۔ ہم اپنے اصولوں پر ڈٹ کر رہیں گے اور اپنی جان دیں گے۔''

یہ فیصلہ سنتے ہی اس اجنبی مسیحا نے بائیس افراد سے کہا۔ ''تمہارے پاس صرف بیس سیکنڈ کا وقت ہے۔ پھر یہاں زبردست دھماکے ہوں گے۔ اس سے پہلے یہاں سے نکل بھاگو۔ جتنی دور جا سکتے ہو' چلے جاؤ۔ میں تمہیں زندگی دے رہا ہوں۔ ذرا سی دیر کرو گے تو میری مہربانیوں کے باوجود مارے جاؤ گے۔''

وہ تمام افراد فوراً ہی اپنے اپنے گھروں سے نکل کر باہر بھاگنے لگے۔ سیکورٹی گارڈز سے بھی کہنے لگے کہ وہ وہاں سے دور نکل جائیں۔ یہ صورتحال دیکھ کر اکابرین نے باقی چار افراد سے بھی کہا کہ بے شک وہ اپنی ضد پر اڑے رہیں' اس کے احکامات کی تعمیل نہ کریں مگر اپنی پناہ گاہوں سے فوراً نکل بھاگیں۔

دنیا کے تمام ٹی وی چینلز پر یہ منظر دیکھا جا رہا تھا۔ وہ پناہ گاہوں میں چھپنے والے بری طرح دہشت زدہ تھے۔ وہاں سے نکل کر دور بھاگتے چلے جا رہے تھے۔ مسلح آرمی اور پولیس والے بھی وہاں سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ ٹھیک بیس سیکنڈ کے بعد ساری دنیا نے ان پناہ گاہوں میں لرزہ خیز دھماکے ہوتے دیکھے۔

دور دور تک بھڑکتے ہوئے شعلے اور دھوئیں کے ٹی وی اسکرین تاریک ہوتی دکھائی دے رہی ں۔ پھر ایک مٹھی فضا میں بلند ہوتی دکھائی دی۔ پھر اس کی سنائی دی۔ ''طاقت... اے لوگو! دیکھو... میں کیا ہوں ئندہ کیا کر سکتا ہوں...؟ جن لوگوں نے میرے احکامات یل کرنے کا وعدہ کیا ہے' انہیں سزائے موت نہیں دی۔ سے پہلے ہی زندہ سلامت رہنے کا موقع دے دیا۔

لیکن وہ چار تاجر جنہوں نے میرے احکامات سے کیا' وہ بھی اپنی پناہ گاہوں سے نکل کر بھاگ رہے ۔ تم انہیں اسکرین پر دیکھ رہے ہو... دیکھو کیا وہ اس موت سے بھاگ سکتے ہیں جو میں ان پر مسلط کر چکا ہوں...؟''

وہ کہہ رہا تھا اور ساری دنیا دیکھ رہی تھی' وہ چاروں سمتوں میں بھاگ رہے تھے اور مختلف سمتوں سے آنے والی گولیاں انہیں موت کے سامنے اوندھے منہ گرا رہی تھیں۔ ہلاک کرنے والے آرمی اور پولیس کے مسلح سپاہی ۔ وہ حیران ہو رہے تھے' پریشان ہو کر کہہ رہے ۔ ''ہمیں کچھ خبر نہیں ہے کہ ہم نے کیوں ان پر گولیاں الی ہیں؟''

یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ گئی کہ انہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا تھا۔ اس اجنبی مسیحا کے خیال خوانی رنے والوں نے ذرا سی دیر کے لیے آرمی اور پولیس والوں کو آلۂ کار بنا کر ان چار نافرمان تاجروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ تمام چینلز سے سرکاری نمائندے' قانون کے محافظ عہدیدار اور اعلیٰ افسران چیخ رہے تھے۔ ''وہ مسیحا نہیں ہے' درندہ ہے۔ اس نے چار بے قصور تاجروں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔''

اس اجنبی مسیحا کی آواز گونج رہی تھی۔ ''چیختے رہو۔ جلد ہی چیخ و پکار بھول جاؤ گے۔ میں حکم دیتا ہوں' تمام چینلز والے ہر دس منٹ کے بعد ان بائیس تاجروں اور ٹریڈ اینڈ امرس کے ڈائریکٹروں کو ٹی وی اسکرین پر پیش کرتے ہیں۔ ان کی تصویریں نشر کرتے رہیں۔ یہ اعلان کرتے کہ انگلینڈ میں ادنیٰ اور اعلیٰ کوالٹی کے کپڑوں کی قیمت کم کم ہو چکی ہے۔ آئندہ اس ملک کے باشندے ہی نہیں وہاں سے ایکسپورٹ ہونے والے تمام کپڑے دوسرے ملک میں پہنچا کر اسی طرح سستے داموں فروخت کیے جائیں گے۔''

پھر اس نے کہا۔ ''انگلینڈ جیسے ترقی یافتہ ملک میں بھی فاقے کرتے ہیں۔ اب اگر کل سے کھانے پینے کی چیزیں سستی نہ کی گئیں تو اناج کی تجارت کرنے والے تمیں بڑے تاجر شام چھ بجے سے پہلے مارے جائیں گے۔''

اناج کی منڈی سے تعلق رکھنے والے تاجر یہ بہت پہلے سے سمجھ رہے تھے کہ صنعتکاروں کے بعد ان کی باری آئے گی اور وہ سب اپنی آنکھوں سے چار صنعتکاروں کو سزائے موت پاتے دیکھ چکے تھے۔ اگر باقی بائیس تاجر برادری سے تعلق رکھنے والے اہم عہدیدار بھی اس اجنبی مسیحا کی اطاعت قبول نہ کرتے تو وہ بھی حرام موت مارے جاتے۔

اس اجنبی شخص کی ظالمانہ کارروائیوں کے باعث سب ہی بری طرح دہشت زدہ ہو گئے تھے۔ وہ اجنبی مسیحا دنیا کے تمام ٹی وی چینلز پر ہر دس منٹ کے بعد کہہ رہا تھا۔ ''میری ان ابتدائی کارروائیوں کو ایک نمونہ سمجھا جائے۔ دنیا کے دوسرے ممالک بھی آج سے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی چیزوں کی قیمت کم سے کم کر دیں۔''

وہ کہہ رہا تھا۔ ''آئندہ میں کسی خاص ملک کے تاجروں اور منافع خوروں کو خاص طور پر چیلنج نہیں کروں گا۔ کیونکہ تمام ممالک کی تجارتی منڈیاں میری نظروں میں ہیں۔ جہاں قیمتیں کم نہیں کی جائیں گی' وہاں میرے احکامات نہ ماننے والے تاجر ہر روز ٹی وی اسکرین پر سزائیں پاتے' اذیتوں سے گزرتے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے ہوئے دکھائی دیں گے۔''

انگلینڈ میں اناج کی منڈی سے تعلق رکھنے والے سیکڑوں تاجر تھے۔ اس اجنبی مسیحا نے اس بار ان تمیں تاجروں کی نشاندہی نہیں کی تھی' جنہیں وہ دوسری شام چھ بجے تک نافرمانی کے جرم میں ہلاک کرنے والا تھا۔

ہماری دنیا میں سیکڑوں ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں تھے۔ سیکڑوں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔ جہاں تک حفاظتی انتظامات کا تعلق تھا' اس سلسلے میں بھی وہ رکاوٹیں پیدا کرنے لگا۔

اس نے یہ حکم صادر کیا کہ آرمی' پولیس اور انٹیلی جنس والے کسی بھی تاجر کے گھر کے قریب نہ جائیں' نہ ہی انہیں تحفظ فراہم کریں۔ ایک بھی تاجر کے گھر کے اطراف سیکورٹی انتظامات کیے گئے تو دس تاجروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ دوسری شام چھ بجے تک انتظار نہیں کیا جائے گا۔

ایسے احکامات صادر کر کے وہ حکمرانوں کو اور قانون کے محافظوں کو بے دست و پا کر رہا تھا۔ اس نے یہ بھی دھمکی دی تھی کہ سیکڑوں تاجروں کو تحفظ فراہم کیا جائے گا تو اس ملک کے حکمرانوں کی اور فوج کے اعلیٰ افسران کی شامت آ جائے

گی۔ اگر وہ تمہیں تاجروں کو تحفظ فراہم کریں گے تو ان کی جگہ تمہیں اکابرین مارے جائیں گے۔

اب تو وہ خون خرابے اور زندگیاں چھین لینے کے سوا کوئی دوسری بات نہیں کر رہا تھا۔ صرف چار صنعتکاروں کے مارے جانے سے ایسی دہشت طاری ہوگئی تھی کہ کوئی بھی تاجر اس کی نافرمانی کے خیال سے ہی کان پکڑتا تھا اور کہتا تھا۔ ”ہم تو وہی کریں گے، جو اجنبی مسیحا کہہ رہا ہے۔“

سب سے پہلے میں نے ہی یہ فیصلہ کیا تھا کہ فی الحال اس اجنبی مسیحا کے احکامات کی تعمیل کرنی چاہیے۔ بعد میں تمام ممالک کے حکمرانوں نے بھی اسی فیصلے کو تسلیم کیا۔ ان کے سامنے بھی یہی ایک راستہ تھا کہ جب تک اس اجنبی مسیحا کی کمزوریاں ہاتھ نہیں آئیں گی۔ جب تک وہ ہمارے قابو میں نہیں آئے گا، تب تک اناج کے اور کپڑے کے تاجروں کو زندہ سلامت رہنے کے لیے اس اجنبی شخص کے آگے جھکتے رہنا چاہیے۔

اس طرح کچھ دن گزرنے لگے۔ دفتروں، کارخانوں اور بڑی بڑی ملوں میں کام کرنے والوں کی تنخواہیں کم کردی گئیں۔ اس اجنبی شخص کا حکم تھا کہ کوئی کم تنخواہ لینے پر اعتراض نہ کرے۔ کیونکہ ضروریاتِ زندگی کی بنیادی چیزیں سستی کی جارہی تھیں۔

پھر اس نے حکم صادر کیا کہ جو جس مکان میں رہتا ہے۔ اس کا کرایہ ادا نہیں کرے گا بلکہ اس مکان کا مالک بن جائے گا۔ بڑے بڑے مہنگے ہوٹلوں کا کرایہ اتنا کم ہوگا کہ دوسرے ممالک سے آنے والے مزدور بھی وہاں کے مہنگے لگژری کمروں میں رہ سکیں گے۔

وہ اجنبی مسیحا زندگی گزارنے کے سلسلے میں ایسی ایسی سہولتیں مہیا کر رہا تھا کہ سب ہی اس کے گن گانے لگے تھے۔ اس کے عقیدتمند ہوگئے تھے۔ وہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل سے نجات دلا رہا تھا۔ بیماروں کے لیے مفت علاج اور مفت دوائیں مہیا کر رہا تھا۔ ایسے کارنامے انجام دے رہا تھا کہ آج تک دنیا میں کسی نے کبھی ایسا کرنے کے متعلق سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ ناممکن کو ممکن بنا رہا تھا۔

سکھ کے پیچھے دکھ، خوشی کے پیچھے غم اور رحمت کے پیچھے زحمت کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے۔ پھول کی نزاکت کے ساتھ کانٹے نہ چبھیں، دوستی کے پیچھے دشمنی نہ لگے تو انسان یکسانیت سے گھبرا جائے گا۔ دوستی اور دشمنی کے تضاد سے جو تجسس پیدا ہوتا ہے۔ وہ انسان کو متحرک رکھتا ہے۔ کیا وہ اجنبی مسیحا یکسانیت پیدا کرکے اس دنیا کے حسن کو اور دلکشی کو برقرار رکھ سکے گا؟

ابھی تو ابتدا تھی۔ لوگ خوش تھے، بڑی آسانی سے زندگی کی سہولتیں حاصل ہو رہی تھیں۔ جو چیز آسانی سے حاصل ہو جائے، اس کی قدر زیادہ نہیں ہوتی۔ مسلسل مسرتوں کی بارش ہوتی رہے تو اس بارش میں بھیگنے والا ذہنی طور پر بیمار ہو جاتا ہے۔ ایسی باتیں رفتہ رفتہ سمجھ میں آنے والی تھیں۔

دنیا کے تمام حکمران اور انٹیلی جنس والے اپنے اپنے ٹی وی چینلو کے ذریعے اس اجنبی مسیحا کو مخاطب کرتے تھے اور کہتے تھے، اسے ہماری دنیا میں آنا چاہیے۔ جب وہ ہمارے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دے رہا ہے، سب کے دل جیت رہا ہے تو اسے اپنی لائف ہسٹری بھی بتانی چاہیے۔ ساری دنیا اس کی عقیدت مند ہو چکی ہے۔ اگر وہ کہے گا تو لوگ اس کے آگے سجدے میں گرنے لگیں گے۔ اتنی زبردست کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد اسے روپوش نہیں رہنا چاہیے۔

وہ جواب دیتا تھا۔ ”روپوشی اسرار اور تجسس پیدا کرتی ہے۔ جو چیز اپنے ہاتھوں کی پہنچ سے دور ہو، اس کی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ میں نظر آتا رہتا ہوں۔ مگر اپنے ٹھوس وجود کے ساتھ دنیا والوں کے درمیان نہیں آتا۔ جب تک اپنے اس طریقۂ کار پر عمل کرتا رہوں گا، تب تک میری قدر ہوتی رہے گی۔ میرا احترام کیا جائے گا اور تم لوگ مجھ سے خوفزدہ بھی رہو گے کہ پتا نہیں، کب میں تم سب پر مہربان ہوتا ہوں اور کب نامہربان ہو کر اچانک کسی کی بھی موت بن جاتا ہوں؟“

وہ فی الحال اتنا طاقتور تھا کہ کسی بھی دنیاوی طاقت کے زیرِ اثر نہیں آسکتا تھا۔ دنیا کے تمام حکمران اپنی فوجی قوتوں کے ذریعے اسے جھکنے پر مجبور نہیں کرسکتے تھے اور اب تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اسے کسی طرح مذاکرات پر آمادہ نہیں کرسکتے تھے۔ وہ ہماری دنیا میں آتے ہی اپنی مرضی کا مالک اور خود مختار بن گیا تھا جو چاہتا تھا، وہ کرتا جا رہا تھا۔

دیکھا جائے تو ہمارے پاس اس نوزائیدہ فرعون کی مخالفت کرنے کا کوئی معقول جواز نہیں تھا۔ کیونکہ وہ دنیا کے تمام انسانوں کی بہتری کے لیے احکامات صادر کر رہا تھا اور ان پر جبراً عمل کرا رہا تھا۔

یہ جانتا تھا، سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلے گا۔ کوئی منافع خور منافع حاصل کرنے سے باز نہیں آئے گا۔ کبھی کسی غریب سے، مزدور سے اور محتاج سے ہمدردی نہیں کرے گا۔ اس لیے وہ جبر کر رہا تھا۔ تمام جاگیرداروں کو اور صنعت کاروں کو بس

رقم ملتی تھی، جتنی ایک خوشحال زندگی کے لیے ضروری ہوتی ۔ یہ رقم ان کے لیے بہت تھوڑی تھی۔

اس کے علاوہ انسانوں کے درمیان جو برتری اور کم ی کا احساس رہتا ہے، وہ ختم ہو رہا تھا۔ ان کی سماجی حیثیت روں میں کام کرنے والوں اور مزدوروں کے برابر ہو رہی ی۔ انھوں نے اس مسیحا سے التجا کی کہ وہ اتنی بڑی بڑی ملوں اور کارخانوں کی ذمہ داریاں سنبھال نہیں پائیں گے۔ لہٰذا وہ ان کے کارخانوں کو اپنی تحویل میں لے کر ان الان کی گزر اوقات کے لیے ایک مخصوص رقم مقرر کردے۔

اس اجنبی مسیحا نے یہی کیا۔ زمینداروں سے ان کی میں لے لیں، صنعتکاروں سے ان کی ملیں اور کارخانے لے ر ماہانہ تنخواہیں مقرر کردیں۔ جاگیرداروں اور تاجروں کا یال تھا، وہ اپنی زمینوں سے اور اپنے کارخانوں سے دست ار ہو جائیں گے تو زراعت اور صنعت کو زوال آئے گا۔ ہلے کی طرح کھیتوں سے زیادہ اناج پیدا نہیں ہوگا۔ نہ ہی ملوں اور کارخانوں سے کپڑے اور دوسری ضرورت کی چیزیں ار کی جاسکیں گی۔

ان کا یہ خیال جلد ہی غلط ثابت ہونے لگا۔ اس اجنبی سیحا نے نامعلوم افراد کو ملوں، کارخانوں اور زمینوں کی ذمہ اریاں سونپ دیں۔ ان کی پیداوار اور آمدنی میں کسانوں اور مزدوروں کو حصہ دار بنادیا۔ بس اسی مرحلے سے گریٹ ورارا کے ماتحت نظروں میں آنے لگے۔

ہم جانتے تھے، ذرا صبر و تحمل سے انتظار کرتے رہیں ے تو وہ کسی نہ کسی مرحلے پر ظاہر ہو جائے گا۔ ہمیشہ خود کو اسرار بنا کر نہیں رکھ سکے گا۔ گریٹ ایشورارا نے بڑی ازداری سے اپنے ماتحتوں کو زمین پر بھیجا تھا۔ وہ تمام ماتحت میندار وں اور صنعتکاروں کی جگہ لے رہے تھے۔

ہم نے خیال خوانی کے ذریعے ان کے متعلق معلومات اصل کرنے کی کوششیں کیں تو ناکام رہے۔ وہ سب ٹیلی ھی جانتے تھے۔ یوگا میں مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے ماری سوچ کی لہروں کو اپنے اندر پہنچنے نہیں دیا۔

اس اجنبی مسیحا نے تمام ٹی وی چینلو کے ذریعے ہمیں لنج دیتے ہوئے کہا۔ ”میں اس دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی انے والوں کو وارننگ دیتا ہوں، اگر وہ میرے کارندوں و خیال خوانی کے ذریعے زیرِ اثر لانے کی کوششیں کریں گے و ان کے اور میرے خیال خوانی کرنے والوں کے درمیان سی جنگ چھڑ جائے گی، جو ایک طویل عرصے تک قائم رہے ی۔ اس کے نتیجے میں ان تمام انسانوں کو نقصان پہنچے گا، جنہیں میں زندگی کی سہولتیں فراہم کر رہا ہوں۔“

پھر اس نے تمام دنیا والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اے لوگو...! تم میں سے بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ تمہاری دنیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دو گروہ ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ کا تعلق امریکا سے ہے۔ ان کے سات عدد خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ لیکن دوسرا گروہ بہت مضبوط اور کثیر تعداد میں ہے۔ یہ سب مسلمان ہیں۔ ان کا تعلق بابا فرید واسطی کے ادارے سے ہے۔ یہ لوگ بہت ہی بزدل ہیں۔ کبھی سامنے آکر مقابلہ نہیں کرتے۔ ہمیشہ بابا صاحب کے ادارے میں جاکر چھپ جاتے...“

وہ مزید آگے نہ کہہ سکا۔ اچانک ہی سانس روک لی۔ کیونکہ میں اس کے اندر پہنچنا چاہتا تھا۔ اس نے ایسی بات کہہ دی تھی، جس کا جواب دینا بہت ضروری ہوگیا تھا۔ یہ بات ہمارے لیے ناقابلِ برداشت تھی کہ وہ صرف الزامات دے رہا تھا۔ نہ ہمارا جواب سن رہا تھا، نہ ہی مذاکرات کے لیے آمادہ ہو رہا تھا۔ اس کا یہ رویّہ ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہوگیا تھا۔

اس نے میری سوچ کی لہروں کو روکا۔ پھر سانس لی تو الپا، عالی، کبریا، فرمان، ٹونی جے اور بے باک مومن سب ہی اس پر یلغار کرنے لگے۔ یکے بعد دیگرے بار بار اس کے دماغ میں جانے لگے۔ وہ بار بار سانسیں روک رہا تھا۔ گہری سانس لینا چاہتا تھا۔ مگر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اسے پھر سانس روکنی پڑ جاتی تھی۔

ہم سب نے اسکرین پر دیکھا۔ وہ پریشان ہوگیا تھا۔ اِدھر سے اُدھر لڑکھڑا رہا تھا۔ پہلے دن سے اب تک کبھی واضح طور پر نظر نہیں آیا تھا۔ ہمیشہ دھند میں چھپا رہتا تھا۔ جب ٹرانس پیرنٹ ہوکر سامنے آتا تھا، تب بھی اس کا چہرہ واضح نہیں ہوتا تھا۔ کیمرے کے سامنے جہاں بھی رہتا تھا، وہاں اس کے چہرے کو تاریکی میں رکھا جاتا تھا۔ باقی وہ جسم دکھائی دیتا تھا۔

وہ بار بار سانس روکنے کی تکلیف سے لڑکھڑاتا ہوا اِدھر سے اُدھر ہوا تو کسی ارادے کے بغیر روشنی میں چلا آیا۔ دنیا کے تمام ٹی وی اسکرین پر پہلی بار اس کا چہرہ واضح طور پر دکھائی دیا۔ ہم سب اسے دیکھتے ہی حیرت سے اچھل پڑے۔ وہ کوئی اور نہیں... برین ماسٹر تھا۔

وہ روشنی میں آکر صرف چند لمحوں تک نگاہوں کے سامنے رہا پھر اسکرین سے گم ہوگیا۔ وہ جہاں بھی ہوگا وہاں کی تمام لائٹس آف کردی گئی تھیں یا کیمرا بند کردیا

گیا تھا۔

اس لیے وہ اب دنیا کی کسی ٹی وی اسکرین پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں' سونیا' میرے بچے اور ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی حفاظت کی خاطر بابا صاحب کے ادارے میں آگئے تھے۔ وہاں ایک جگہ بیٹھے اسکرین پر اسے دیکھ رہے تھے۔ جب وہ گم ہوگیا تو ہم سب حیرانی سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

وہ برین ماسٹر جس کے ہم نے دونوں گھٹنے توڑ دیے تھے' دماغی طور پر اسے مفلوج بنا دیا تھا۔ وہ اچانک ہی ہماری دنیا سے گم ہوگیا تھا۔ ہم سمجھ رہے تھے' وہ مر چکا ہے۔ ایک کمزور سا خیال یہ بھی تھا کہ اس کے گم ہونے کے سلسلے میں کوئی گڑبڑ ہے۔ کیونکہ اس کی لاش کسی کو نہیں ملی تھی۔

ایسا تقریباً ڈیڑھ برس پہلے ہوا تھا۔ اس عرصے میں یقین کرلیا گیا تھا' شاید کسی نے اسے ہلاک کرکے دریا میں بہا دیا ہے یا سمندر میں پھینک دیا ہے۔ وہ تمام عمر روپوش رہ کر پُراسرار بنتا آیا تھا۔ ڈیڑھ برس سے اپنی موت کا ڈراما پلے کر کے مزید پُراسرار بن کر ہمیں حیرانی میں مبتلا کر رہا تھا۔

حیرانی کی بات یہ تھی کہ وہ جسمانی طور پر اپاہج اور ذہنی طور پر مفلوج ہونے کے بعد اچانک ہی غیر معمولی اور حیرت انگیز قوتیں کہاں سے حاصل کر رہا تھا؟ کیا سیارے والوں کی اور گریٹ ایشورارا کی پشت پناہی کے باعث ناقابلِ شکست بن رہا تھا؟

ہم پہلے ہی دن سمجھ گئے تھے کہ جو ہماری دنیا والوں کے لیے نجات دہندہ اور مسیحا بن کر آیا ہے' اس کا تعلق ضرور گریٹ ایشورارا سے ہے۔ وہ بڑی آسانی سے اس کی جھولی میں پہنچ گیا تھا۔

اس سلسلے میں یہ ہوا تھا کہ گریٹ ایشورارا نے خلائی اسٹیشن قائم کرنے کے بعد دنیا کے تمام حکمرانوں اور تمام طاقتور تنظیموں کو اپنے زیرِ اثر لانے کے سلسلے میں بڑے ہی ٹھوس انتظامات کیے تھے۔ اس بار یہ طے کیا تھا کہ اپنے کسی بھی ماتحت کو زمین پر اس وقت تک نہیں بھیجے گا' جب تک وہاں اپنی طاقت نہیں منوالے گا۔

پچھلی بار ہم نے اس کے کئی اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کیا تھا۔ وہاں نائب ایشورارا بن کر آنے والے بھی مارے گئے تھے۔ اس نے جب اپنے نقصان کا حساب کیا تو یہ بات سمجھ آئی کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ روحانی قوتیں بھی ہیں۔ جن کے ذریعے ہم ان پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا پہلے روحانی قوتوں کو ختم کرنا ہوگا اور انہیں ختم کرنے کے لیے مذہب اور خدا کی بندگی کو مٹا دینا ہوگا۔

اس کا خیال تھا' جب خدا کا کوئی تصور نہیں ہوگا' کوئی مذہب نہیں ہوگا' کہیں عبادت نہیں کی جائے گی۔ روحانی علوم حاصل نہیں کیے جائیں گے تو مجھ سمیت تمام مسلمان خیال خوانی کرنے والے ناقابلِ فہم روحانی قوتوں سے محروم ہو جائیں گے۔ پھر ہم پر قابو پانا اور ہمیں ختم کر دینا آسان ہو جائے گا۔

اس نے منصوبہ بنایا تھا کہ مذہبی حیثیت کو کم کرنے اور ختم کرنے سے پہلے دنیا والوں کو سمجھائے گا۔ طاقت سب سے بڑی چیز ہے۔ طاقت کے ذریعے ہی انسان دنیا پر حکومت کرتا ہے اور دنیا کے تمام کمزور انسانوں کو اپنا غلام بنا کر رکھتا ہے۔ اسی طاقت کو دنیا والے خدا' گاڈ اور ایشور کہتے ہیں۔ اس سے خوفزدہ ہو کر اس کے آگے جھکتے رہتے ہیں۔

اس کے منصوبے کا اہم پہلو یہ تھا کہ دنیا کے تمام انسانوں کو روٹی' کپڑے اور مکان کے مسائل سے نجات دلائی جائے۔ ان کے دکھ بیماریوں کا علاج آسان سے آسان کیا جائے۔ وہ اس انسانی فطرت کو سمجھ رہا تھا کہ لوگ بھوک اور بیماریوں سے مجبور ہو کر مصائب اور ناگہانی آفات سے خوفزدہ ہو کر نادیدہ قوتوں کو خدا' گاڈ اور بھگوان مان کر ان کے آگے سجدے کرنے لگتے ہیں۔

اس نے ٹھوس پلاننگ کی تھی کہ کس طرح دنیا کے لوگوں کو فاقوں سے' بیماریوں سے اور مصائب سے نجات دلا کر انہیں اپنے آگے جھکائے گا اور ایسے ہی طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے ساری دنیا پر حکومت کرے گا۔

وہ خلائی اسٹیشن قائم کرنے کے بعد ہمارے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اپنی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دیکھ رہا تھا' ہم کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ یہ پہلے ہی طے کر چکا تھا کہ ہم سے بالکل چھیڑ چھاڑ نہیں کرے گا۔ ہمارے معاملات سے دور رہ کر تمام مسلمان خیال خوانی کرنے والوں کو چیلنج کیے بغیر بڑی خاموشی سے دنیا والوں کے دل جیتے گا۔

وہ یورپ اور امریکا کے اکابرین اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرتا رہا تھا۔ ان کے بارے میں بھی یہ طے کر چکا تھا کہ کس طرح رفتہ رفتہ ان کی حکومتوں کو' ٹیلی پیتھی کی اور فوج کی قوتوں کو کمزور بنائے گا؟

ہماری دنیا کے تمام شہزوروں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے دوران اس نے غیر معمولی مشین کی اسکرین پر برین ماسٹر کو دیکھا۔ اس کے خیالات پڑھنے کے بعد معلوم

س طرح ہم نے اسے جسمانی طور پر اپاہج اور ذہنی طور بنادیا ہے۔

رین ماسٹر اس کے بہت کام آنے والا تھا۔ اسے دنیا کے متعلق ان کے مقابلے میں زیادہ معلومات نہیں۔ گریٹ ایشورارا اس کا علاج کر کے اس کی ٹیلی کی صلاحیتوں کو بحال کر سکتا تھا۔ پھر اسے اپنے مقاصد لیے بھرپور طریقے سے استعمال کر سکتا تھا۔

رین ماسٹر کے مقدر میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اسے ابھی بے ے مرنا نہیں... شہزور اور شرپسند بن کر جینا تھا۔ گریٹ رارا کے چند ماتحتوں نے ایک رات اسے اغوا کیا۔ پنے خلائی جہاز کے ذریعے ایشورارا کے پاس پہنچا دیا۔

وہ پچھلے ڈیڑھ برس تک سیارے میں زیرِ علاج رہا۔ اس نے جسمانی اور ذہنی توانائی حاصل کی پھر یہ تربیت ل کی کہ آئندہ اسے ہماری دنیا میں کس طرح ایک نجات اور مسیحا کا رول ادا کرنا ہے...؟ ایسی تمام منصوبہ وں پر عمل کرتے ہوئے بھرپور تربیت کے بعد اسے خلائی ن میں پہنچا دیا گیا تھا۔

میں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا۔ م سب دنیا کے مشہور و معروف ٹی وی چینلز کے نیوز ریڈرز ال کار بنائیں گے۔ ان کے ذریعے دنیا والوں کو بتائیں ۔ کچھ عرصہ پہلے سیارے سے آنے والے دشمن ہماری دنیا جانا چاہتے تھے۔ ہمیں غلام بنا کر حکمران بن کر رہنا تے تھے۔ ہم نے ان سب کو کس طرح اپنی دنیا سے بھگایا اور اب وہ ایک نئے انداز میں نئے بہروپ میں نجات دہندہ بن کر آرہے ہیں۔"

میں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس طرح ہاتیں سمجھائیں کہ وہ سب فرہاد علی تیمور بن کر مختلف چینلز ذریعے دنیا والوں کو مخاطب کرنے لگے۔ انہیں ایک دہندہ کے پیچھے چھپے ہوئے گریٹ ایشورارا کے متعلق بتانے لگے۔

سب سے پہلے تو ہم نے مختلف چینلز کے ذریعے یہ گیا کہ آدھے گھنٹے کے بعد اس نجات دہندہ کے متعلق معلومات فراہم کی جائیں گی۔ دنیا والوں کو یہ حقیقت م ہو جائے گی کہ جسے خالص دودھ سمجھا جارہا ہے' اس میں قدر پانی ملا ہوا ہے؟

دنیا کے ہر ملک' ہر علاقے کے لوگ برین ماسٹر سے قدر متاثر ہو گئے تھے کہ اسے پوجنے اور اس کے آگے کی حد تک اس کے عقیدت مند ہو گئے تھے۔ جب وہ اچانک ہی تمام چینلز کی اسکرین سے غائب ہوگیا پھر پلٹ کر نہیں آیا تو سب ہی پریشان ہوگئے۔

لاکھوں افراد فون کے ذریعے اپنے اپنے ملک کے حکمرانوں اور ٹی وی چینلز کے مالکان سے سوالات کر رہے تھے۔ "ہمیں بتایا جائے' ہمارا نجات دہندہ اچانک کہاں گم ہوگیا ہے؟ اگر حکمرانوں نے اس کے خلاف کوئی کارروائی کی ہوگی' اس سے دشمنی کی ہوگی تو ہم تمام ٹی وی چینلز کو آگ لگا دیں گے۔ حکمرانوں کو اقتدار کی کرسیوں سے نیچے گرا دیں گے۔"

ہم بھی انتظار کر رہے تھے کہ شاید وہ جلد ہی پلٹ کر آئے گا۔ ہم سب نے خیال خوانی کے ذریعے بار بار اس کے اندر پہنچنا چاہا۔ پہلے تو معلوم ہوا' اس کا ذہن بہت ہی کمزور ہو گیا ہے۔ سوچ کی لہریں یہ نہیں بتا رہی ہیں کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟ پھر اچانک ہی اس کا دماغ کہیں گم ہو گیا۔ ہماری سوچ کی لہریں اسے ڈھونڈنے میں ناکام ہونے لگیں۔

پہلے بھی ایسا ہوا تھا اور ہم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ شاید وہ مر چکا ہے۔ جبکہ اسے زمین سے اغوا کر کے سیارے میں لے جایا گیا تھا۔ اس وقت بھی یہی بات سمجھ میں آرہی تھی کہ گریٹ ایشورارا کے حکم سے اسے اس خلائی اسٹیشن سے دور اپنے سیارے میں پہنچا دیا گیا ہے۔ چونکہ وہ کششِ ثقل سے باہر جا چکا ہے' اس لیے ہماری سوچ کی لہریں اس کے دماغ تک پہنچ نہیں پا رہی ہیں۔

ہم نے آدھے گھنٹے بعد کئی ٹی وی چینلز کے ذریعے دنیا والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے دنیا والو...! جسے تم آسمان سے اتر کر آنے والا نجات دہندہ سمجھ رہے ہو۔ وہ ہماری' تمہاری طرح محض ایک انسان ہے۔ اسی دنیا کا ایک آدمی ہے۔ ایک عرصہ دراز سے برین ماسٹر کے نام سے جانا پہچانا جاتا رہا ہے۔

یہ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ ایک سیارے کی مخلوق نے ہماری دنیا پر حملے کیے تھے۔ وہ ہم سب کو غلام بنا کر ہماری پوری دنیا کے حکمران بن کر رہنا چاہتے تھے۔ مگر ہم نے انہیں مار بھگایا تھا۔"

میں نے کہا۔ "اس بار بھی ہم یہی کریں گے۔ اس دنیا پر صرف ہمارا حق ہے۔ ہم کسی بھی سیارے سے آنے والوں کو یہاں حکمران بن کر رہنے کا موقع نہیں دیں گے۔ ابھی تم سب نے دیکھا ہے' وہ نام نہاد مسیحا کہلانے والا اچانک ہی تمہیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ اسے ہم نے بھگایا ہے۔ یقیناً

وہ پھر آئے گا اور پھر منہ کی کھائے گا۔''

مختلف چینلز کے انچارج اور مالکان کو ہزاروں افراد فون کے ذریعے کال کرنے لگے۔ پوچھنے لگے۔ ''یہ ہمارے نجات دہندہ کے خلاف بولنے والا کون ہے؟ آج سے پہلے اس نے یا دنیا کے کسی حکمران نے ہمارے لیے روٹی، کپڑے اور مکان کی سہولتیں مہیا نہیں کیں۔ جو مسیحا ہماری زندگی کو خوشحال بنا رہا ہے۔ اس سے دشمنی کیوں کی جارہی ہے؟''

ہزاروں کال کرنے والے پوچھ رہے تھے۔ ''وہ دشمنی کرنے والا اور ابھی چینلز کے ذریعے بولنے والا کون ہے؟ اس کا نام اور پتا ٹھکانا بتایا جائے۔ ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

میں نے مخالفانہ فون کالز کے جواب میں کہا۔ ''میرا نام اور پتا ٹھکانا معلوم ہوگا، تب بھی کوئی مجھ تک پہنچ نہیں پائے گا۔ جب میں تم سب کو سیارے والوں کا اصلی چہرہ دکھاؤں گا اور انہیں پھر یہاں سے دُم دبا کر بھاگنے پر مجبور کردوں گا۔ اس کے بعد تم سب کو معلوم ہوگا، ہم کون ہیں؟ تمہاری بہتری کے لیے اب تک کیا کرتے آرہے ہیں اور کیا کرتے رہیں گے؟''

یورپ، امریکا کے اکابرین اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ دیکھ رہے تھے کہ اس بار بھی ہم نے سیارے والوں کو فی الحال اپنی دنیا سے گم ہوجانے پر مجبور کیا ہے۔ شاید بھگا دیا ہے اور پتا نہیں، ہم آئندہ کیا کرنے والے ہیں؟

وہ تمام اکابرین اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم سے خوفزدہ تھے۔ ہمارے خلاف کچھ نہیں بول رہے تھے۔ لیکن یہ بات چھپی رہنے والی نہیں تھی کہ فرہاد علی تیمور اور اس کے جاں نثار ٹیلی پیتھی جاننے والے اس نجات دہندہ اور مسیحا کے خلاف کارروائیاں کررہے ہیں۔

ہم نئے مسائل سے دوچار ہونے لگے۔ پہلے امریکا اور دوسرے بڑے ممالک مسلمانوں کو دہشت گرد کہہ کر بدنام کرتے تھے۔ پھر ہم نے اس نام نہاد مسیحا برین ماسٹر کے خلاف کارروائیاں شروع کیں تو رفتہ رفتہ ساری دنیا والے ہمیں دہشت گرد کہنے لگے۔

دوسرے دن پھر برین ماسٹر تمام چینلز کے ذریعے دنیا والوں کو دکھائی دینے لگا۔ ان سے کہنے لگا۔ ''اے لوگو...! تمہارا یہ مسیحا کمزور نہیں ہے، بلکہ دشمنوں کو کمزور بنانا چاہتا ہے۔ دراصل اچانک ہی میرے اور تمہارے درمیان رکاوٹیں پیدا کی جارہی تھی۔ میں ان رکاوٹوں کو دور کرنے میں مصروف ہوگیا تھا۔ آئندہ بھی ایسا ہی کچھ ہوتا رہے گا۔

''تمہاری دنیا میں فرہاد علی تیمور نامی ایک شخص ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ کہلاتا ہے۔ وہ اور اس کے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف اپنے دینِ اسلام کی بہتری اور برتری چاہتے ہیں۔ باقی تمام مذاہب کے لوگوں کو خود سے کم تر بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ میں تمہیں ان کے مقابلے میں برتر اور طاقتور بنادوں۔''

میں نے مختلف چینلز کے ذریعے کہا۔ ''برین ماسٹر...! تمہارا بھید کھل چکا ہے۔ تم پانوراما سیارے کے گریٹ ایشورارا کے غلام بن چکے ہو اور اپنی دنیا کے لوگوں کو بھی اس کا غلام بنانے کے لیے ایک مسیحا بن کر عارضی طور پر روٹی، کپڑے اور مکان کی سہولتیں فراہم کررہے ہو۔''

اس نے کہا۔ ''بے شک۔ میں اسی دنیا کا باشندہ ہوں میرا اصل نام رِچ مین ہیمگر برین ماسٹر کہلاتا رہا تھا۔ میں نے کبھی خود کو آسمان سے اتر کر آنے والا فرشتہ نہیں کہا۔''

وہ اپنی مٹھی فضا میں بلند کرتے ہوئے بولا۔ ''طاقت... اے لوگو...! میں نے طاقت حاصل کرنے کے لیے اور تم سب کو زندگی کی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے پانوراما سیارے والوں سے دوستی کی ہے۔ یہ سراسر غلط ہے کہ میں تم لوگوں کو ان کا غلام بنانا چاہتا ہوں... ہرگز نہیں... تم نے دیکھا ہے، جن جاگیرداروں نے اپنی زمینیں چھوڑ دیں، صنعتکاروں نے اپنی ملیں اور کارخانے ہمارے حوالے کردیے اور یہ کہا کہ اناج سستا کرنے سے، ملوں میں تیار کرنے والے کپڑوں کی قیمت گرانے سے یہ ملیں اور کارخانے نہیں چلیں گے۔ کھیتوں سے اناج کی پیداوار کم سے کم ہوتی چلی جائے گی تو میں نے یہ چیلنج قبول کیا۔ سیارے سے چند ماہرین کی خدمات حاصل کیں۔ لیکن یہاں کی زمینوں کا، ملوں کا اور کارخانوں کا مالک اور انچارج اسی دنیا کے لوگوں کو بنایا ہے۔ یہ سب تم دیکھ رہے ہو۔ اگر انہیں غلام بنانا ہوتا تو یہ غریب کسان، مزدور، زمیندار اور صنعتکار ملوں کے مالک کیسے بن جاتے...؟''

میں نے جواباً کہا۔ ''ابتدا میں تمام دنیا والوں کے دل جیتنے کے لیے بڑی خوبصورتی سے دھوکا دیا جارہا ہے۔ دنیا والے یہ نہیں سمجھ رہے ہیں کہ اناج ہو یا ضروریاتِ زندگی کی دوسری چیزیں ہوں، جب تک ان کی پیداواری لاگت کے مطابق قیمتیں قائم نہیں کی جائیں گی۔ تب تک پیدوار کی لاگت، اس کی تقسیم اور اس کی سپلائی کا توازن قائم نہیں رہ سکے گا۔ میری یہ باتیں ابھی عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئیں گی

لیکن آئندہ بہت جلد اناج کا اور ضروریاتِ زندگی کی سپلائی کا بہت بڑا بحران آنے والا ہے۔''

مختلف چینلو کے ذریعے میری باتیں دنیا والوں تک پہنچ رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ ''اے دنیا والو! جب ہماری دنیا میں اناج کا اور دوسری ضروریاتِ زندگی کا بحران پیدا ہونے لگے گا، تب یہی برین ماسٹر اور اس کا آقا گریٹ ایشورارا رفتہ رفتہ ہر چیز کی قیمت بڑھانے لگے گا۔ ایسا کچھ عرصے بعد ہوگا۔ لیکن اس وقت تک یہ لوگ تمہارے دل جیت چکے ہوں گے۔ تم سب ان کے اندھے عقیدتمند بن چکے ہوگے۔ تمہاری اس دنیا میں آگے چل کر کیا ہونے والا ہے، ہم اس کی واضح تصویر ابھی پیش نہیں کرسکتے۔''

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ''اے دنیا والو...! میں تم سب کے سامنے برین ماسٹر سے اور گریٹ ایشورارا سے کہتا ہوں، یہ اپنی خیریت چاہتے ہیں تو ہماری دنیا کے مذاہب کے خلاف اور خصوصاً دینِ اسلام کے خلاف ایک لفظ زبان سے نہ نکالیں۔ لوگوں کو ان کے مذاہب سے اور اپنے اپنے خدا سے منحرف نہ کریں۔ اگر انہوں نے ہمارے دینِ اسلام پر حملہ کیا تو اس بار ہم انہیں صرف اپنی دنیا سے نہیں بھگائیں گے، بلکہ اس سیارے میں پہنچ کر انہیں ہمیشہ کے لیے نابود کر دیں گے۔''

اس نے کہا۔ ''ہمیں تمہارے دینِ اسلام سے اور دوسرے مذاہب سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں آسمان سے نہیں سیارے سے اتر کر آیا ہوں۔ اب تک کوئی خدائی دعویٰ نہیں کیا ہے اور نہ ہی کروں گا۔ میں مسیحا بن کر آیا ہوں، ہمیشہ دنیا والوں کے دکھ درد دور کرتا رہوں گا اور ان کے مسائل حل کرتا رہوں گا۔''

پھر اس نے فضا میں مٹھی بلند کرتے ہوئے کہا۔ ''طاقت... طاقت کا دوسرا نام خدا ہے۔ میں کبھی تمہارے خدا کے خلاف کچھ نہیں بولوں گا لیکن اپنی طاقت سے دنیا والوں کے دن پھیر دوں گا۔ یہ نہ کسی کے محتاج رہیں گے، نہ ہی کسی ضرورت سے مجبور ہوتے رہیں گے۔ کسی دولت مند، کسی حکمران اور کسی نادیدہ قوت کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے۔ تب یہ خود ہی فیصلہ کریں گے اور یہی بات سب کی سمجھ میں آئے گی۔''

وہ مٹھی پھر فضا میں بلند ہوئی۔ ''طاقت... طاقت صرف اسی مٹھی میں ہے۔''

جب مخالفین آپس میں بحث کرتے ہیں تو اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ دونوں ہی فریق خود کو درست اور جائز سمجھتے ہیں اور اپنی باتیں منوانا چاہتے ہیں۔ بعد میں گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ بہت ہی صحیح نتائج برآمد ہوتے رہتے ہیں کہ کس کے عمل کے ساتھ کون سا ردِعمل ظاہر ہو رہا ہے...؟

اگرچہ وقت آہستہ آہستہ گزرتا ہے۔ لیکن گزر جانے کے بعد پتا چلتا ہے کہ بڑی تیزی سے گزر چکا ہے۔ اس بہروپیے مسیحا برین ماسٹر کی آمد کے بعد دوسرا برس بھی گزر رہا تھا۔ ہماری، بابا صاحب کے ادارے کی اور دنیائے اسلام کے تمام علمائے کرام کی یہ کوششیں تھیں کہ خواندہ اور ناخواندہ مسلمان دینی تعلیمات کو ان کے صحیح معنی و مفہوم اور مکمل تشریحات کے ساتھ اس طرح سمجھتے رہیں کہ کسی کے بہکانے سے، بھٹکانے سے گمراہ نہ ہونے پائیں۔

ہمارے تبلیغ کرنے والے عالم فاضل علمائے کرام صرف مسلمانوں کو ہی نہیں، ساری دنیا کو یہ سمجھا رہے تھے کہ محنت و مشقت کے بغیر آسانی سے زندگی کی آسائشیں حاصل کرنے والے جسمانی، ذہنی اور اخلاقی طور پر کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ان دو برسوں میں دنیا والوں کو کھانے کے لیے روٹیاں، پہننے کے لیے کپڑے اور رہنے کے لیے مکانات بڑی آسانی سے حاصل ہو رہے تھے۔ یہ حقیقت سامنے آرہی تھی کہ ہر گھنٹے اور بارہ گھنٹے کام کرنے والے اب آرام طلب ہوتے جا رہے تھے، جو کام زیادہ محنت طلب ہوتا تھا، اس سے کتراتے تھے۔

سردیوں میں ٹھٹھرنا، بارشوں میں بھیگنا اور دھوپ میں جلنا نہیں چاہتے تھے۔ کم سے کم محنت کرکے بھی وہی زندگی کی آسائشیں حاصل ہوتی تھیں۔

یہ ضرور تھا کہ زیادہ محنت کرنے والوں کو کچھ زیادہ معاوضہ ملتا تھا۔ آرام و آسائش ہر طرح سے حاصل تھا۔ اس لیے جہاں زیادہ آرام اور سکون ملتا تھا، لوگ انہی راستوں پر چل رہے تھے۔ برین ماسٹر انہیں یہ ترغیب دے رہا تھا کہ جو شخص ادب، صنعت و حرفت اور سائنس و ٹیکنالوجی کے شعبوں میں زیادہ محنت کرے گا۔ نئی تخلیقات اور نئی ایجادات سے دنیا والوں کو فائدہ پہنچائے گا، اسے انعام کے طور پر بڑی رقم اور بڑے اعزازات دیے جائیں گے۔

برین ماسٹر ایسے اعلانات صرف اس لیے کر رہا تھا کہ ہم اس پر انگلی نہ اٹھائیں۔ اس کے خلاف کچھ بول نہ پائیں۔ حقیقتاً وہ گریٹ ایشورارا کے منصوبوں کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ دنیا والوں کو آرام طلب اور ہڈحرام بنا رہا تھا۔

زراعتی، صنعتی اور سائنس و ٹیکنالوجی کے شعبوں میں ے سے آنے والے گریٹ ایشورارا کے ماتحت چھا تھے۔ ان کے دو ہی مقاصد تھے۔ ایک تو یہ کہ دنیا والوں ضروریاتِ زندگی کی چیزیں آسانی سے فراہم کرکے انہیں ام طلب بنا دیا جائے اور عیش و عشرت میں غرق کردیا ئے۔ اس مقصد کے لیے شراب کی مہنگی بوتلیں بھی سستی دی گئی تھیں۔ جوان عورتیں ہر گلی کوچے میں حاصل ہونے ل تھیں۔

ان کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ دنیا والوں کو مذہبی عقیدوں و خدا کے تصور سے دور کردیا جائے۔ انہیں اس مقام پر پہنچا یا جائے جہاں وہ گریٹ ایشورارا کو قوتِ کل اور مختارِ کل تسلیم کرلیں۔ وہ ہماری دنیا میں خدا نہیں، صرف حکمران کہلانا چاہتا ۔ مگر ہر پہلو سے خدائی انداز اختیار کرتا جا رہا تھا۔ خود کو نہ سی مگر اپنی طاقت کو خدا کا نام دے رہا تھا۔

اب سے پہلے گریٹ ایشورارا نے ہماری دنیا پر قبضہ جمانے اور حکمران بننے کے لیے بڑا ہی جارحانہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ اسے یقین تھا، وہ اپنی ایڈوانس سائنس و ٹیکنالوجی کی ت سے ہم پر غالب آجائے گا مگر اس دنیا کی صرف ایک ورت سونیا کے ہاتھوں ناقابلِ برداشت نقصان اٹھا کر یہاں سے چلا گیا تھا۔

برسوں شکست خوردگی کی ذلتیں برداشت کرتا رہا تھا و بڑی ٹھوس پلاننگ کرتا رہا تھا۔ اب اسی پلاننگ پر عمل تے ہوئے ساری دنیا کو عیش و طرب کی دلدل میں پہنچا رہا تھا۔ اس دلدل میں ایسا حسن اور کشش، اتنا آرام، سکون اور ا سودگی تھی کہ کوئی وہاں سے نکلنا نہیں چاہتا تھا۔

مندر، کلیسا اور دوسرے مذاہب کی عبادت گاہیں ران ہوتی جا رہی تھیں۔ اپنے اپنے خدا سے کچھ مانگنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس لیے وہ کسی نادیدہ خدا کو یاد نہیں کرتے تھے۔

مسلمان بھی انسان ہی ہوتے ہیں۔ انسانی فطرت مطابق ان کے اندر بھی جھوٹ اور بے ایمانی ہوتی ہے۔ ب حالات اور اپنے مزاج سے مجبور ہوتے ہیں تو اپنا ایمان ہی بدلنے لگتے ہیں۔ کروڑوں کی تعداد میں ایسے مسلمان ہیں، جو صرف عید اور بقر عید کی نمازیں پڑھتے ہیں یا کبھی دکھ اور مصیبت میں خدا کو یاد کرلیتے ہیں۔ ایسے مسلمانوں کا ایمان بدلنے میں دیر نہیں لگتی۔

بابا فرید واسطی نے اپنی آخری سانسوں میں یہ پیش گوئی کی تھی کہ دین میں بڑے فتنے سر اٹھائیں گے —— ب ان کی باتیں سمجھ میں آرہی تھیں۔ پہلے ان مسلمانوں کو گمراہ کیا جا رہا تھا، جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کو نہیں سمجھتے تھے۔ صرف اپنی ضرورت سے مجبور ہوکر کبھی اس کے آگے جھکتے تھے اور ضرورتیں پوری ہونے کے بعد اسے بھول جاتے تھے۔ خواہشات اور ضروریات کے مطابق زندگی گزارنے والوں کا دین ایمان ہمیشہ کمزور ہوتا ہے۔ وہ وقت اور حالات کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔

گریٹ ایشورارا نے یہ طے کرلیا تھا کہ مسلمان کثیر تعداد میں نہ رہیں۔ ان کی تعداد کم سے کم ہوتی چلی جائے۔ بالآخر اتنی کم ہو جائے کہ وہ دنیا کے ایک گوشے میں جا کر سمٹ جائیں اور وہاں انہیں آسانی سے کچل دیا جائے۔

جب امریکا مسلمان ملکوں کو خرید سکتا ہے اور اسرائیل کے یہودی حکمران مسلمانوں کو اپنا حمایتی بنا سکتے ہیں تو گریٹ ایشورارا کے لیے یہ کون سی بڑی بات تھی؟ وہ بھی آرام و آسائش سے بھرپور زندگی دے کر انہیں خرید رہا تھا۔

ابھی ہم مایوس نہیں تھے۔ ایسے مسلمان کثیر تعداد میں تھے، جو کسی قیمت پر اپنے دین سے، ایمان سے پھرنا نہیں چاہتے تھے۔ ایسا مستحکم ایمان رکھنے والے گلی کوچوں اور گھروں میں جاکر لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ جنہیں سمجھایا جاتا تھا، انہیں ہم خیال خوانی کے ذریعے سمجھنے کی طرف مائل کرتے تھے۔

اور ساری دنیا والوں کے لیے سمجھنے کی بات یہ تھی کہ محنت و مشقت کے بغیر آرام و آسائش حاصل کرنے والے کس سمت جا رہے ہیں؟ ایسے لوگ کھیل تماشے اور رقص و موسیقی میں ڈوب گئے تھے۔ ہوٹلوں میں اور گھروں میں شراب پانی کی طرح پی جاتی تھی۔ راہ چلتے ہر عمر کی عورتیں اتنی آسانی سے مل جاتی تھیں کہ گناہ گاری ایک عادت بن گئی تھی۔ شراب اور شباب کے حصول کو خلاف قانون نہیں کہا جاتا تھا۔

گھریلو زندگی تباہ ہو گئی تھی۔ بیویاں اپنے عیاش شوہروں سے نالاں تھیں۔ انہیں باہر نئی مل جاتی تھی۔ گھر میں پرانی کی کوئی قدر نہیں ہوتی تھی۔ وہ صرف بچے پالتی تھی اور بچے بھی اپنے اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چل کر اخلاقی طور پر تباہ ہو رہے تھے۔

گریٹ ایشورارا ایسی چاہتا تھا کہ دنیا والے تہذیبی اور اخلاقی طور پر پست رہیں۔ یہ پستی انہیں ایسی احساسِ کمتری میں مبتلا کر رہی تھی کہ وہ سیارے سے آنے والوں کو خود سے برتر سمجھنے لگے تھے۔ کیونکہ وہ ہماری دنیا میں آکر جاگیردار، صنعت کار اور مختلف شعبوں کے سربراہ بن رہے تھے۔

اگرچہ گریٹ ایشورارا نے باقاعدہ اپنی حکومت قائم نہیں کی تھی۔ پھر بھی سیارے سے آنے والے اور یہاں کی اہم ذمہ داریاں سنبھالنے والے سب ہی سرکاری عہدیدار سمجھے جاتے تھے۔ ہماری دنیا کے لوگ ان کے احکامات کی تعمیل کرتے تھے اور ان کے ہر حکم پر سر جھکاتے تھے۔

امریکا اور دوسرے تمام بڑے ممالک کی فوجی اور ایٹمی قوت صفر ہو کر رہ گئی تھی۔ کیونکہ ان کے مقابلے پر جو حکمران تھا' وہ نادیدہ تھا۔ اس نے دنیا کے کسی ملک میں کسی علاقے میں اپنی حکومت قائم نہیں کی تھی۔ اگر وہ ایسا کرتا تو اس پر حملہ کیا جاتا۔ فوجی اور ایٹمی قوت سے اسے کچل دیا جاتا۔ مگر وہ ایسا حکمران تھا' جو نہ ہوتے ہوئے بھی ان کی حکمرانی کو اور رعب ودبدبے کو خاک میں ملا چکا تھا۔

کوئی اپنے ملک کے قوانین کا پابند نہیں تھا۔ برین ماسٹر ٹی وی چینلو کے ذریعے جو احکامات صادر کرتا تھا۔ پولیس والے بھی اسی کے مطابق عمل کرتے تھے۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں دنیا کے مختلف علاقوں میں پولیس کے اعلیٰ عہدیدار مارے گئے تھے۔

ہماری دنیا کے اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے اگرچہ برین ماسٹر اور گریٹ ایشورارا سے خوفزدہ رہتے تھے۔ مگر اس سے خوش بھی تھے۔ خوشی کی وہی بنیادی وجوہات تھیں کہ ان کی زندگی کی ساری ضروریات بڑی آسانی سے پوری ہو رہی تھیں۔

ویسے گریٹ ایشورارا کی ذہانت کی داد دینی چاہیے۔ وہ بڑے ہی عجیب وغریب انداز میں ہماری دنیا پر مسلط ہو رہا تھا۔ کسی خون خرابے کے بغیر یہاں کے تمام حکمرانوں کو زیر کر رہا تھا اور اقتدار کی کرسی پر نہ بیٹھنے کے باوجود اس دنیا کا حکمران سمجھا جانے لگا تھا۔

ساری دنیا والوں کی ذہانت صفر ہو گئی تھی۔ عقل کام نہیں کر رہی تھی کہ کس طرح اسے اپنی دنیا میں آنے سے روکا جائے؟

اس نے تمام دنیا والوں کو اپنا حمایتی بنا لیا تھا۔ عوام سب سے مضبوط اور پائیدار ہتھیار ہوتے ہیں۔ یہی حکومتوں کو قائم رکھتے ہیں اور یہی حکومتیں گراتے ہیں۔ ہر ملک کے عوام نے اپنے حکمرانوں کو فی الحال نظروں سے گرا دیا تھا۔

وہ اپنے ملکی قوانین پر نہیں بلکہ گریٹ ایشورارا کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کرتے تھے۔ اس سے اس لیے خوش تھے کہ وہ انہیں جبراً محنت مزدوری کے لیے نہیں کہتا تھا۔ جو لوگ اپنی زندگی میں نمایاں کام کرنے کے لیے' آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے لیے محنت کرتے تھے۔ وہ ان کی قدر کرتا تھا۔ انہیں انعامات دیتا تھا اور جو محنت سے جی چراتے تھے۔ صرف اچھا کھانے' اچھا پہننے اور اچھی رہائش اختیار کرنے کے لیے چند گھنٹے کام کرتے تھے' ان سے بھی خوش رہتا تھا۔

گریٹ ایشورارا کی حکمتِ عملی یہ تھی کہ دنیا کے ذہین اور محنتی لوگوں سے کام لے۔ باقی لوگوں کو ہڈحرام اور آرام طلب بنا دے۔ ان کی تمام ضروریات پوری کر کے انہیں اپنا عقیدت مند بنا کر رکھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ تین برسوں میں پوری دنیا کا نادیدہ حکمران بن گیا تھا۔

تمام اکابرین ایک دوسرے سے رابطہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ ''اب پانی سر سے گزر چکا ہے۔ گریٹ ایشورارا نے نہ ہم سے جنگ کی' نہ مذاکرات کیے' نہ اس دنیا پر حکومت کرنے کے لیے ہم سے کوئی سمجھوتا کیا۔ پچھلے تین برسوں میں رفتہ رفتہ ہماری حیثیت گرا دی ہے۔ ہم حکمران ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں ہیں۔''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''اگر وہ یہاں موجود ہوتا تو اس کے خلاف سازشیں کی جاتیں۔ کسی بھی ہتھکنڈے سے اسے ہلاک کر دیا جاتا۔ مگر یہاں اس کے صرف جاں نثار ماتحت ہیں۔ انہوں نے پوری دنیا کی زراعت اور صنعتوں پر قبضہ جما لیا ہے۔ اس حکمتِ عملی سے پوری دنیا کی معیشت کو اپنی مٹھی میں کر لیا ہے۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ آفسر نے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا یہاں خود موجود نہیں ہے لیکن اس کے جاں نثار ماتحت ہیں۔ ہم ان تمام ماتحتوں کو بڑی رازداری سے ایک ایک کر کے ہلاک کرائیں گے۔ اس دنیا کو ان کے لیے کانٹوں کا بستر بنا دیں گے۔''

سی آئی اے اور انٹرپول والوں کے علاوہ دنیا کی دوسری تنظیموں کے جاسوس بھی یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ کتنے سیارے والے کس ملک میں کن شعبوں میں سربراہوں کی حیثیت سے یہاں کا کاروبار چلا رہے ہیں۔

وہ تمام جاسوس بڑی رازداری سے ان سب کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ جرمنی کی ایک طیارہ ساز کمپنی کو سیارے کے پچیس انجینئر بڑی کامیابی سے سنبھال رہے تھے اور نئے ڈیزائن کے جدید طیارے تیار کر رہے تھے۔

سراغرسانوں کی معلومات کے مطابق وہ پچیس انجینئر اور ماہرین ایک کانفرنس ہال میں ضروری معاملات پر بحث کرنے والے تھے۔ سراغرسانوں نے بڑی رازداری سے کانفرنس ہال میں ایک بہت ہی طاقتور بم نصب کر دیا۔

تین برسوں میں پہلی بار سیارے والوں کے خلاف ایک زبردست دھماکا ہوا اور سیارے سے آنے والے پچیس ماہرین چشم زدن میں ہلاک ہو گئے۔ گریٹ ایشورارا کے لیے یہ بہت ہی لرزہ خیز واردات تھی۔

اس کے نمائندے برین ماسٹر نے تمام ٹی وی چینلو کے ذریعے غصے سے کہا۔ ''یورپ اور امریکا کے اکابرین کی شامت آ گئی ہے۔ انہوں نے ہمارے پچیس ماہرین کو ہلاک کیا ہے۔ ہم یورپ کی متحدہ آرمی کے پانچ سو سپاہیوں اور اعلیٰ افسروں کو ہلاک کریں گے۔''

اکابرین نے جواباً کہا۔ ''یہ سراسر ظلم ہو گا۔ اس دنیا میں درجنوں ایسی خطرناک تنظیمیں ہیں' جو ہمارے خلاف بھی مجرمانہ وارادات کرتی رہتی ہیں۔ ایسی ہی کسی تنظیم نے ہمیں ایک خط لکھ کر بھیجا ہے۔ ہم پوری دنیا کے سامنے یہ خط پڑھ کر سنا رہے ہیں۔''

ایک آرمی افسر نے ایک بڑا سا کاغذ کھول کر دکھایا۔ دنیا کی تمام ٹی وی اسکرین پر وہ کھلا ہوا خط دکھائی دینے لگا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ ''ہم یورپ اور امریکا کے تمام اکابرین کو اور خصوصاً گریٹ ایشورارا کو مخاطب کر رہے ہیں۔

''پہلے تو ہم تمام اکابرین پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ یہ بڑے بڑے ممالک کے حکمران اور سپر پاور کہلانے والے پچھلے تین برسوں سے اپنی دنیا کی تباہی کا تماشا دیکھ رہے ہیں مگر سیارے والوں کے خلاف کوئی جوابی کارروائی نہیں کر رہے ہیں۔

ان تمام اکابرین کو اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی بڑی فکر ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ جوابی کارروائی کے نتیجے میں گریٹ ایشورارا انہیں ہلاک کر دے۔ یہ لوگ خاموش تماشائی بن کر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ انہوں نے ہماری دنیا پر گریٹ ایشورارا کی حکمرانی تسلیم کر لی ہے مگر ہم نہیں کریں گے۔ سیارے والوں کو یہاں سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔ اگر ہم چاہتے تو فون کے ذریعے تم سے رابطہ کر سکتے تھے لیکن یہ جانتے ہیں' گریٹ ایشورارا اپنی غیر معمولی مشین کے ذریعے کسی کی بھی آواز سن کر اس کے دماغ میں اور پھر اس کے گھر کے اندر پہنچ جاتا ہے لیکن ہم اسے اپنے سائے تک بھی پہنچنے نہیں دیں گے۔

''یہ پہلا بم دھماکا ایک نمونہ ہے۔ سیارے کے پچیس ماہرین مارے گئے ہیں۔ اس کے نتیجے میں گریٹ ایشورارا یورپ اور امریکا کے اکابرین کو ہلاک کرے گا۔ لہٰذا ان اکابرین کو مرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے زیادہ گریٹ ایشورارا ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ہماری دنیا میں جتنی بڑی بڑی صنعتیں اور اہم تنصیبات ہیں' انہیں گریٹ ایشورارا تباہ نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ یہاں حکومت کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے یہاں کی تمام اہم صنعتیں اور اہم تنصیبات اس کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ اگر وہ ان تنصیبات کو اور اہم صنعتوں کو تباہ کرے گا' تب بھی ہمارے باپ کا کیا بگڑے گا...؟ ہم انڈر ورلڈ کے لوگ ہیں۔ ہر حال میں مست رہتے ہیں۔ ہاں مگر ہمیں ایک بات پسند نہیں ہے اور وہ یہ کہ دوسرے سیارے والے آ کر ہم پر حکومت کریں۔

''ویسے ہم گریٹ ایشورارا کو اور اس کے ساتھیوں کو برداشت کر لیں گے۔ شرط یہی ہے کہ وہ ہماری دنیا کے تمام حکمرانوں سے سمجھوتا کرے۔ ان سے دوستی کرے۔ ہمارے ملکوں کے عوام کو اخلاقی طور پر تباہ نہ کرے۔ سستا اناج' کپڑا اور رہائش فراہم کر کے انہیں بے وقوف نہ بنائے۔ اگر عوام کا دل جیتنا ہے' یہاں رہ کر اپنی برتری جتانا ہے تو ہماری دنیا میں آئے اور تمام ممالک کے حکمرانوں کے ساتھ مل بیٹھ کر یہاں کی بہتری کے لیے کام کرے۔

''ہم جو چاہتے ہیں' وہ نہ ہوا تو گریٹ ایشورارا کے تمام جاں نثار ماتحت یہاں ایک ایک کر کے مارے جائیں گے۔ ان کی موت کے نتیجے میں اکابرین کی شامت آتی رہے گی اور ہم خاموش تماشائی بن کر دونوں کی تباہی کا تماشا دیکھتے رہیں گے۔''

وہ تحریر ختم ہو گئی۔ اس خط کو پڑھنے والا آرمی کا اعلیٰ افسر تمام ٹی وی چینلو کے ذریعے دنیا والوں کو نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''پچھلے تین برسوں سے گریٹ ایشورارا ہماری دنیا میں اپنی من مانی کرتا آ رہا ہے۔ ہم نے کبھی اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ کیونکہ ہمیں اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی جانیں عزیز ہیں۔ اب کوئی خفیہ تنظیم سیارے والوں کے خلاف محاذ آرائی کر رہی ہے تو اس کی سزا ہمیں نہیں ملنی چاہیے۔ یہ ہم پر سراسر ظلم ہو گا۔''

جرمنی کے ایک سرکاری اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''ہم گریٹ ایشورارا سے درخواست کرتے ہیں' وہ اس خفیہ تنظیم کا سراغ لگائے۔ اگر یہ جھوٹ ہو کہ ایسی کوئی خفیہ تنظیم نہیں ہے اور ہم نے ہی اس کے پچیس ماہرین کو ہلاک کیا ہے تو پھر وہ جو چاہے' ہمیں سزا دے۔ جتنے اکابرین کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہے' اتار دے۔''

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم اس خفیہ تنظیم کے سربراہوں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ✧ ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

سے بھی کہتے ہیں، وہ ٹی وی چینلو کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کریں۔ اسے یقین دلائیں کہ ان پچیس سیارے والوں کی ہلاکت کے ذمہ دار ہم نہیں ہیں۔“

برین ماسٹر نے کہا۔ ”ہم کسی خفیہ خطرناک تنظیم کو نہیں جانتے اور نہ ہی جاننا چاہتے ہیں۔ اگر ایسی کسی تنظیم کا وجود ہے تو ہم یورپ اور امریکا کے اکابرین کو چھ گھنٹے کی مہلت دیتے ہیں۔ وہ ان افراد کو ڈھونڈ نکالیں اور انہیں ہمارے سامنے پیش کریں۔ ورنہ ہم ان کی متحدہ آرمی کے پانچ سو سپاہیوں اور افسران کو موت کے گھاٹ ضرور اتاریں گے۔“

کسی خفیہ تنظیم نے ان سیارے والوں کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ اگر وہ کسی فرضی تنظیم کو پیش کرتے تو ایشورارا غیر معمولی مشین کے ذریعے ان کی اصلیت معلوم کرلیتا اور اکابرین کا فراڈ کھل جاتا۔ اب تو اس کا سامنا کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔

ان تین برسوں میں تمام دنیا کے ذہین اور تجربہ کار جاسوس یہ اچھی طرح معلوم کر چکے تھے کہ سیارے کے کتنے افراد ہماری دنیا میں ہیں اور کس ملک کے کس شعبے میں اہم فرائض ادا کر رہے ہیں۔ وہ تمام جاسوس ایک طویل عرصے سے ان کی نگرانی کر رہے تھے اور بڑی رازداری سے ان کے قدموں تلے بارود بچھاتے آ رہے تھے۔

گریٹ ایشورارا نے انہیں چھ گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ اکابرین نے آدھے گھنٹے کے اندر گرینڈ آپریشن کا فیصلہ کرلیا۔ تمام جاسوسوں کو حکم دیا کہ بیک وقت ان سیارے والوں پر حملے کیے جائیں۔ کسی کو بچ کر نکل بھاگنے کا موقع نہ دیا جائے۔

پھر انہوں نے ٹی وی کے ذریعے کہا۔ ”تمام چینلو کے ذریعے ہماری دنیا میں آنے والے برین ماسٹر! اپنے گریٹ ایشورارا سے کہو، اگلے چند لمحوں میں ایسے نظارے پیش کیے جارہے ہیں، جن کی توقع اس نے کبھی نہیں کی ہوگی۔“

پھر برین ماسٹر اور گریٹ ایشورارا نے چند لمحوں کے بعد ہی غیر معمولی مشین کی اسکرین پر دیکھا۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جن ملکوں میں سیارے سے جانے والے ماہرین موجود تھے، وہاں بارودی دھماکے ہو رہے تھے۔ یا پھر ان ماہرین کو گولیوں سے چھلنی کیا جارہا تھا۔ گولیاں چلانے والے غیر معمولی مشین کی اسکرین پر نظر نہیں آرہے تھے۔

اگر کسی ایک ملک کے ماہرین پر حملہ ہوتا تو گریٹ ایشورارا دوسرے ممالک کے ماہرین کو بچالینے کی کوششیں کرتا۔ لیکن وہاں ٹھوس پلاننگ کے مطابق بیک وقت سب ہی کو موت کے گھاٹ اتارا جارہا تھا۔ صرف ایک گھنٹے کے اندر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام سیارے والوں کا صفایا ہوگیا۔

گریٹ ایشورارا غصے سے مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔ دانت پیس رہا تھا۔ اس نے تین ہزار ماہرین ہماری دنیا میں بھیجے تھے۔ وہ سب کے سب بیک وقت مارے گئے تھے۔ پہلے اس نے چیلنج کیا تھا کہ تمام ملکوں کی متحدہ آرمی کے پانچ سو سپاہیوں اور افسران کو ہلاک کرے گا۔ اب وہ طیش میں آکر پانچ ہزار یا دس ہزار اکابرین اور آرمی کے افسران کو ہلاک کرسکتا تھا۔ لیکن ہماری دنیا میں اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا باقی نہیں بچا تھا۔

خلائی اسٹیشن میں گریٹ ایشورارا، برین ماسٹر اور چند کارندے تھے۔ ان سے زیادہ کی وہاں گنجائش نہیں تھی۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ہلاک کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ خیال خوانی کرنے والوں کی ضرورت تھی اور وہ اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو فورا ہی زمین پر نہیں پہنچا سکتا تھا۔ وہ لوگ زمین کی کشش میں رہ کر ہی انتقامی کارروائی کر سکتے تھے۔

اکابرین نے ٹی وی چینلو کے ذریعے مخاطب کیا۔ ”ہیلو گریٹ ایشورارا...! اپنے بہروپیے مسیحا برین ماسٹر کو تمام چینلو کی اسکرین پر بھیجو... تاکہ دنیا والے ہماری اور تمہاری باتیں سن سکیں۔ یہ معلوم کرسکیں کہ ان کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟“

چند لمحوں کے بعد ہی برین ماسٹر بھی اسکرین پر نظر آنے لگا۔ آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”اپنے گریٹ ایشورارا سے کہو، ہم اکابرین کھل کر اس کے مقابلے پر آگئے ہیں۔ ہم نے اس کے تین ہزار ماہرین کو ہلاک کیا ہے۔ اب یہاں سیارے کا ایک بھی فرد نہیں ہے۔“

دوسرے افسر نے کہا۔ ”انتقاماً وہ بھی ہمارے ہزاروں، لاکھوں اہم افراد کو ہلاک کرنا چاہے گا۔ لیکن ایسا کرنے سے پہلے یہ حساب کرے کہ ہماری دنیا کی آبادی کتنی ہے اور اس کے سیارے میں کتنے جاں نثار رہ گئے ہیں؟“

ماہرین میں سے ایک نے کہا۔ ”ہماری معلومات کے مطابق تمہارے سیارے میں پچاس لاکھ سے زیادہ افراد نہیں ہیں۔ تم لوگوں کی اوسط عمر چالیس برس ہے۔ زیادہ سے زیادہ پچاس یا پچپن برس تک زندگی گزارتے ہو، پھر طبعی موت مرجاتے ہو۔“

ایک اور ماہر نے کہا۔ ”ہماری دنیا کی آبادی تقریباً چھ ے۔ ہماری اوسط عمر پچاس برس ہے اور ہم ستر اسی سے بھی زیادہ جی لیتے ہیں۔ تمہارے سیارے میں بہ ا پندرہ بیس لاکھ جنگجو جاں نثار ہوں گے۔ جبکہ ہماری دنیا پچاس کروڑ سے زیادہ تربیت یافتہ فوجی اور جاسوس ۔“

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”تمہارے ٹیلی پیتھی نے والوں کو ہم پر حملہ کرنے کے لیے کششِ ثقل کی حدود آنا ہوگا۔ زمین پر اترنا ہوگا۔ اس بار ہمارے جاسوس اور ساس آلات زمین کے چپے چپے کی نگرانی کر رہے ہیں تمہارا خلائی جہاز جہاں بھی پہنچے گا، ہمارے راڈرز اس کی ندہی کریں گے۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”ہم نے پچھلے تین برسوں تک خاموش رہ کر اپنی دنیا میں حفاظتی انتظامات کو مستحکم کیا ہے۔ ہم تمہارے ممکنہ حملوں کا توڑ جانتے ہیں۔ تم فضا میں مٹھی بلند کر کے اپنی طاقت کا اور ناقابلِ شکست ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ اب تمہیں معلوم ہوگا کہ ہمارے مقابلے میں کس طرح ت خوردہ ہو چکے ہو؟“

برین ماسٹر نے کہا۔ ”بے شک تم نے سخت حفاظتی انتظامات کیے ہوں گے۔ لیکن ہمارے سیارے سے خیال خوانی کرنے والے کس طرح تمہاری زمین پر پہنچیں گے، یہ ہم جانتے ہیں؟ فی الحال ہمارے خلائی اسٹیشن میں جتنے بھی خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔ یہ انتقامی کارروائی کرنے کے لیے کافی ہیں۔ تم نے ہمارے تین ہزار ماہرین کو ہلاک کیا ہے۔ ہم تمہارے دس ہزار سائنس دانوں، انجینئروں، ڈاکٹروں اور دوسرے شعبے کے ماہرین کو ہلاک کریں گے۔ اب دنیا والے ہماری انتقامی کارروائی کا تماشا دیکھیں گے۔“

میں اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس لڑائی میں حصہ نہیں لے رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی نے ہدایت کی تھی کہ ہم خیال خوانی کے ذریعے ان تمام مسلمان سائنس دانوں، انجینئروں، ڈاکٹروں اور مختلف شعبوں کے ماہرین کے اندر پہنچتے رہیں اور ان کے دماغوں کو لاک کرتے رہیں۔ وہ سب ہمارے دین کا سرمایہ تھے۔ ہمارے لیے بہت لازمی تھے۔

ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کثیر تعداد تھی۔ پھر ہمیں روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا بھی سہارا ملتا رہا۔ اس لیے ہم نے پچھلے تین برسوں میں تقریباً دس لاکھ اہم مسلمانوں کے دماغوں کو لاک کر دیا اور ان کے آس پاس

سیکورٹی کے انتظامات بہت ہی مستحکم کردیے۔

اکابرین نے اور مختلف ممالک کے سراغ رسانوں نے جس انداز میں جنگ شروع کی تھی۔ اس سے اندازہ ہورہا تھا‘ وہ گریٹ ایشورارا کو پسپا ہونے پر مجبور کردیں گے لیکن وہ سیارے سے اپنے خلائی اسٹیشن تک پہنچنے والا اور وہاں سے ہماری دنیا پر قبضہ جمانے والا کمزور اور بے بس نہیں تھا۔ آئندہ خوب سوچ سمجھ کر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زمین پر پہنچانا چاہتا تھا۔

اس سے پہلے وہ اور برین ماسٹر اپنے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ خلائی اسٹیشن میں موجود تھے۔ انہوں نے جوابی انتقامی کارروائی کرنے میں دیر نہیں کی۔ یورپ اور امریکا کے دو سو اہم افراد کو ہلاک کردیا۔ چونکہ گریٹ ایشورارا کے پاس خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اس لیے بڑی سست رفتاری سے انتقامی کارروائی کرتا رہا۔ دو سو افراد کو ہلاک کرنے میں تقریبا دو دن اور دو راتیں گزر گئیں۔

کبھی تقدیر ساتھ دیتی ہے‘ کبھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ اس نے اپنے پچاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بڑی رازداری سے دوسری رات زمین پر اتارنا چاہا۔ لیکن وہ خلائی جہاز راڈر کی زد میں آگیا۔ اس سے پہلے کہ وہ پچاس ٹیلی پیتھی جاننے والے زمین پر اتر کر خلائی جہاز سے نکل کر کسی آبادی کی طرف جاتے۔ انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ اس بار گریٹ ایشورارا کا زبردست نقصان یہ ہوا کہ اس کے خلائی جہاز کو واپس جانے سے پہلے ہی تباہ کردیا گیا۔ وہ پچاس ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی مارے گئے۔

جنگ کے دوران یہی ہوتا ہے۔ کبھی ایک کا اور کبھی دوسرے کا پلڑا بھاری ہوتا ہے۔ کسی کو شکست کے آثار نظر آئیں تو وہ مایوس نہیں ہوتا۔ بلکہ نئی حکمتِ عملی سے نئے جنگی حربے استعمال کرتا ہے۔

گریٹ ایشورارا نے برین ماسٹر سے کہا۔ ”آئندہ ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زمین پر نہیں بھیجیں گے۔ اسی خلائی اسٹیشن میں رہ کر بہت آہستہ آہستہ اپنے دشمنوں سے انتقام لیتے رہیں گے۔“

برین ماسٹر نے کہا۔ ”بے شک۔ اس حکمتِ عملی سے یورپ اور امریکا کے بڑے بڑے سائنس دان‘ انجینئر‘ ڈاکٹر اور دیگر شعبوں کے ماہرین مارے جاتے رہیں گے اور تمام اکابرین کے ہوش اڑتے رہیں گے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آتی رہے گی کہ وہ رفتہ رفتہ اندر سے کھوکھلے اور کمزور ہوتے جارہے ہیں۔“

پھر اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ ”لیکن وہ خاموش نہیں بیٹھیں گے۔ اس بار ہمارے خلائی اسٹیشن پر حملے کریں گے۔“

وہ بولا۔ ”ہمارے خلائی اسٹیشن تک پہنچنا آسان نہیں ہے۔ میں نے ایسے حفاظتی انتظامات کیے ہیں کہ دشمن کبھی ہماری طرف آنا چاہیں گے تو ہمارے اسٹیشن کے حساس آلات بیدار ہوجائیں گے۔ خطرے کا سگنل دیتے رہیں گے۔ تب ہم کشش ثقل سے نکل کر وسیع اور لامحدود خلا میں پہنچ کر انہیں بھٹکاتے رہیں گے۔ ہمارے خلائی جہاز ہر طرف سے ان پر حملے کریں گے تو وہ تباہ ہوجائیں گے یا اپنی دنیا میں واپس چلے جائیں گے۔“

ویسے وہ اپنے حفاظتی انتظامات سے پوری طرح مطمئن نہیں تھا۔ یہ دیکھ چکا تھا‘ دنیا والے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرکے اس کی توقع کے خلاف اچھی خاصی کامیابی کو ناکامی میں بدل دیتے ہیں۔

وہ اپنی سلامتی کی خاطر سیارے میں چلا گیا۔ وہاں سے ایک نائب ایشورارا کو برین ماسٹر کے پاس بھیج دیا۔ وہ سب خلائی اسٹیشن میں رہ کر یورپ اور امریکا کے اہم مطلوبہ افراد کو نقصان پہنچانے لگے۔

اب اکابرین تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے۔ ہر دوسرے تیسرے دن کسی نہ کسی ملک کے ایک آدھ اہم افراد مارے جارہے تھے۔ برین ماسٹر مختلف چینلو کے ذریعے چیلنج کرتا تھا اور کہتا تھا۔ ”ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اب زمین پر نہیں آئیں گے۔ اس کے باوجود تم لوگ جانی و مالی نقصانات اٹھاتے رہو گے۔ اب ہماری انتقامی کارروائیوں سے بچنا تمہارے لیے ممکن نہیں رہا ہے۔“

برین ماسٹر اکابرین سے بھی بولتا تھا اور دنیا والوں کو بھی مخاطب کرتے ہوئے کہتا تھا۔ ”دیکھو... تمہارے حکمران کس طرح تمہاری ہنستی کھیلتی زندگی کو تباہ کررہے ہیں؟ ہم نے تمہیں روٹی‘ کپڑے اور مکان کی سہولتیں دیں۔ تمہاری زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوشحال بنایا مگر اب یہ کیا کررہے ہیں؟ ہمیں تو نقصان پہنچا ہی رہے ہیں لیکن تمہاری پُرسکون اور آرام دہ زندگی کو بھی بد سے بدتر بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔“

کوئی نہیں چاہتا کہ اس کے آرام وسکون میں خلل پیدا کیا جائے اور ہنستی کھیلتی زندگی کا چہرہ بگاڑ دیا جائے۔ دنیا کے تمام ممالک کے عوام مشتعل ہوگئے تھے۔ اپنے حکمرانوں کے

ل نعرے لگا رہے تھے‘ احتجاج کررہے تھے‘ یہ مطالبہ ر ہے تھے کہ سیارے والوں کو ہماری دنیا میں آنے سے نہ جائے۔

وہ کہہ رہے تھے۔ ”جب سے یہ دنیا آباد ہوئی ہے‘ سے اب تک کسی حکمران نے اپنے غریب عوام کو زندگی وارنے کی سہولتیں فراہم نہیں کیں۔ اب ہمارے مسیحا‘ مارے نجات دہندہ آسمان سے اتر کر آرہے ہیں تو انہیں ں روکا جارہا ہے؟“

تمام اکابرین‘ تمام حکمران اپنے عوام کو یہ تسلیاں دے ہے تھے کہ انہیں خوشحال زندگی گزارنے کی سہولتیں فراہم کی ئیں گی۔ ضروریاتِ زندگی کی چیزیں یقیناً سستی کی جائیں ی لیکن ان کی قیمت بہت زیادہ نہیں گرائی جائے گی۔ ایسا رنے سے زراعتی اور صنعتی شعبے مالی نقصانات سے دوچار وتے ہیں۔

ہماری دنیا کے اربوں انسان خواہ کتنے ہی تعلیم یافتہ ہوں‘ وہ معاشی اور اقتصادی الجھنوں کو‘ تجارتی بحران اور کلات کو سمجھ نہیں پاتے۔ گریٹ ایشورارا نے ان کی ایسی کمزوریوں کو سمجھتے ہوئے انہیں محنت و مشقت کے بغیر آرام و آسائش سے زندگی گزارنے کا عادی بنادیا تھا۔

دنیا کے ہر ملک سے عوام کا ایک ہی مطالبہ چیخ رہا تھا کہ سیارے والوں کو زمین پر آنے سے نہ روکا جائے۔ اگر ہمارے حکمران ہماری بہتری چاہتے ہیں تو ان سے دوستی کریں۔ ان کے تعاون سے ہمیں ایک بہترین زندگی گزارنے کی سہولتیں فراہم کرتے رہیں۔

تمام اکابرین کے لیے یہ لمحۂ فکریہ تھا۔ اگرچہ ان کے سائنس دان اور دیگر ماہرین گریٹ ایشورارا کے خلائی اسٹیشن تک پہنچنے کی کوششیں کررہے تھے مگر ناکام ہورہے تھے۔ انہیں پہلے ہی خطرے کا سگنل مل جاتا تھا اور وہ کشش ثقل سے ل کر خلا میں دور کہیں چلے جاتے تھے۔

اکابرین کی اور دنیا کے تمام سراغ رسانوں کی یہ کامیابی تھی کہ انہوں نے سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مین پر آنے سے روک دیا تھا۔ اس کے باوجود خلائی اسٹیشن ں رہنے والے برین ماسٹر اور سیارے کے چند افراد خیال خوانی کے ذریعے انتقامی کارروائیوں کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ اگر اکابرین ان سے دوستی اور سمجھوتا نہ کرتے تو بڑے بڑے اہم سائنسدانوں‘ انجینئروں اور حکمرانوں کی ہلاکت کا سلسلہ جاری رہتا۔

دنیا کے ہر ملک سے ہر گوشے سے لوگوں کا یہی مطالبہ

تھا کہ سیارے والوں سے دوستی اور سمجھوتا کیا جائے۔ اب تو کوئی چارہ نہیں تھا۔ یورپ اور امریکا کے اکابرین یک طرفہ نقصان اٹھا رہے تھے۔ گریٹ ایشو رارا کو اب کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ وہ آرام سے سیارے میں بیٹھا ہوا تھا۔

برین ماسٹر نے ان سے کہا۔ ”تم لوگ کہہ رہے تھے' تمہاری دنیا کی آبادی چھ ارب تک پہنچی ہوئی ہے اور سیارے میں صرف پچاس لاکھ افراد ہیں۔ جن میں سے تین ہزار مارے گئے ہیں۔ مگر اب حساب کرتے رہو کہ ہر دوسرے تیسرے دن تمہارے کتنے لوگ مرتے جا رہے ہیں؟ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو تم تعداد میں چھ ارب تو کیا چھ سو بھی نہیں رہو گے۔“

ایک آرمی افسر نے کہا۔ ”تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم اپنی سلامتی کے لیے تمہارے غلام بن جائیں...؟ یہ یاد رکھو... ہم سب مر جائیں گے مگر غلامی قبول نہیں کریں گے۔ ہم حکمران ہیں' اکابرین ہیں۔ ہمیشہ سر اٹھا کر جینا چاہتے ہیں۔“

برین ماسٹر نے کہا۔ ”تو پھر ایسا راستہ اختیار کرو کہ تمہارا سر اٹھا رہے۔ جھکنے نہ پائے اور تمہارے لوگ بھی زندہ سلامت رہیں۔ ہم انہیں ہلاک نہ کریں۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ”سمجھوتا کس طرح ہو سکتا ہے؟ کیا گریٹ ایشو رارا ہماری دنیا میں حکمرانی کی خواہش سے باز آ جائے گا؟“

”حکمرانی کا سودا سب ہی کے سر میں سمایا رہتا ہے۔ جس طرح تم سب مختلف ممالک کے حکمران ہو۔ اسی طرح گریٹ ایشو رارا بھی تمہاری دنیا کے ایک بڑے حصے کا حکمران بن کر رہ سکتا ہے۔ دوستی اور سمجھوتا اسی طرح ہوگا۔“

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”بہت پہلے گریٹ ایشو رارا سے ایسے ہی معاملات طے ہوئے تھے۔ مگر ان پر عمل نہ ہو سکا۔“

”مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے' خصوصاً سونیا نے سیارے والوں کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا تھا اور گریٹ ایشو رارا کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس لیے جو معاہدہ پہلے ہوا تھا' اس پر عمل نہ کیا جا سکا۔ اب کیا جا سکتا ہے۔“

”اب بھی مسلمان ہماری دوستی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔“

برین ماسٹر نے کہا۔ ”اب وہ ہمارے خلاف ایسا نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ ہمیں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک عوام کی تائید حاصل ہے۔ ساری دنیا کہتی ہے' تمام اکابرین کو ہم سے دوستی اور سمجھوتا کرنا چاہیے۔ ہمارے ساتھ مل کر اس دنیا کی ذمہ داریوں کو سنبھالنا چاہیے... زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔ آئندہ وہ مسلمان ہماری راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنا چاہیں گے تو عوامی سیلاب میں تنکوں کی طرح بہہ جائیں گے۔“

ایک آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”بے شک سونیا' فرہاد اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم سے اور تم سے تو مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مگر ساری دنیا کے آگے دم نہیں مار سکیں گے۔“

برین ماسٹر اور اکابرین کے درمیان ہونے والے مذاکرات جیسے کھلے میدان میں ہو رہے تھے۔ دنیا کے تمام افراد اپنے اپنے ٹی وی کی اسکرین پر انہیں دیکھ رہے تھے' ان کی باتیں سن رہے تھے اور مختلف چینلز میں فون کالز کے ذریعے کہہ رہے تھے۔ ”ہمارے مسیحا' ہمارے نجات دہندہ سے سمجھوتا کیا جائے۔ اگر مسلمان اس دوستی اور سمجھوتے کی راہ میں رکاوٹیں بنیں گے تو ہم ان کے گھروں میں آگ لگا دیں گے۔ ان کی بیویوں' بچوں اور پورے خاندان والوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔“

یہ انتہائی پریشانی کی بات تھی۔ ہمارے خلاف پہلے ہی یہ کہہ کر بھڑکایا جا رہا تھا کہ ہم مسلمان دشمن اور دہشت گرد ہوتے ہیں۔ اب تو پوری دنیا کو یہ اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ ہم ان کی دوستی اور سمجھوتے کے معاملے میں رکاوٹیں پیدا کریں گے یا کوئی مخالفانہ رویّہ اختیار کریں گے تو ساری دنیا ہماری دشمن بن جائے گی۔

شاید اسلامی ملکوں میں کچھ تحفظ حاصل ہوگا۔ ورنہ دنیا کے تمام حصوں میں مسلمان' عورتیں اور بچے محفوظ نہیں رہیں گے۔ مسجدوں میں جا کر نماز پڑھنے والے زندہ سلامت گھر واپس نہیں آ سکیں گے۔ حتیٰ کہ اذان دینے والوں کا بھی گلا گھونٹ دیا جائے گا۔

عیسائیوں اور یہودیوں کا کچھ بگڑنے والا نہیں تھا۔ وہ تو عوام کی خواہش کے مطابق سیارے والوں سے سمجھوتا کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے تھے۔ برا وقت ہم پر آنے والا تھا۔ بابا فرید واسطی نے آخری سانسوں میں جو پیش گوئی کی تھی' وہ سامنے آ رہی تھی۔

اپنے دین کی سلامتی کی خاطر ساری دنیا کی مخالفتیں مول لینا کوئی قصہ کہانیوں والی بات نہیں تھی۔ بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ آئندہ ہمیں آگ اور خون کے دریا سے گزرنا تھا۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ

جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو چھیاسی ماہ سے جاری ہے

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں
رنگینیوں
اور تحیر کے اُس
بے تاج بادشاہ کی
سحر انگیز کہانی جس نے
اپنی بھرپور زندگی میں کبھی
شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب
اور جس کے ذہن میں چاہتا جھانک لیتا
اور یہی اُس کا مُہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں
پر محیط وہ طلسم ہوش رُبا جسے قارئین کی
دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے
اور مُلک وقوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک
ہتھیار سے خاک وخون میں نہلا دینے والے فرہاد علی
تیمور کی لازوال اور بے مثال داستانِ عبرت جس میں وہ لہو
کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار رہے۔

اُردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

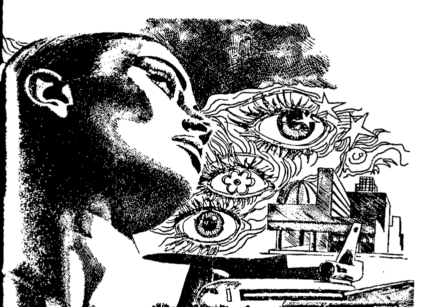

گریٹ ایشورارا نے دنیا پر رفتہ رفتہ قبضہ جمانے اور یہاں کا حکمران بننے کے لیے تین برس گزار دیے۔ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو رہا تھا۔ کامیابی کی انتہا یہ تھی کہ اب یورپ اور امریکا کے تمام اکابرین اس کے آگے گھٹنے ٹیک رہے تھے اور پہلے کی طرح اس سے سمجھوتا کر رہے تھے۔ خود اپنے اپنے علاقوں کے بدستور حکمران بن کر رہنے کے لیے گریٹ ایشورارا کو باقی ساری دنیا کا حکمران بنانے پر راضی ہو گئے تھے۔

بالفاظِ دیگر یہ کہنا چاہیے کہ پورے ایشیا کو' افریقا کو اور تمام اسلامی ممالک کو گریٹ ایشورارا کی تحویل میں دینے کا فیصلہ ایسے کر چکے تھے' جیسے یہ دنیا ان کے باپ کی جاگیر ہو اور وہ اپنی جاگیر کا کچھ حصہ سیارے والوں کو عطا کر رہے ہوں۔

مسلمانوں کے لیے بہت بڑا چیلنج تھا۔ ہم انہیں اپنے خلاف ایسی کارروائی کرنے سے روک نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ یورپی عوام ہوں یا ایشیائی عوام..... سیارے والے زندگی کی تمام سہولتیں فراہم کر کے سب ہی کے دل جیت چکے تھے۔

پوری دنیا کو ہمارے خلاف بھڑکاتے رہے تھے کہ ہم مسلمان دہشت گرد ہوتے ہیں۔ برین ماسٹر اور گریٹ ایشورارا انہیں روٹی' کپڑا' مکان' آرام و آسائش' شراب اور شباب سب ہی کچھ مہیا کر رہے تھے۔ اُن کے اَن داتا' مشکل کشا اور ان کے خدا بنتے جا رہے تھے۔ ایسے حالات میں ہم انہیں ایشیا' افریقا اور تمام اسلامی ممالک میں حکمران بننے سے روک نہیں سکتے تھے۔ روکنا چاہتے تو عوام کے دشمن اور دہشت گرد کہلاتے۔

کچھ تو کرنا ہی تھا۔ ہم ٹوٹ سکتے تھے' مگر ان کے آگے جھک نہیں سکتے تھے۔ یہ ایمان پختہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ٹوٹنے نہیں دے گا۔

ہم بظاہر پچھلے تین برسوں سے خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے مگر اپنی بقا کے لیے چپ چاپ کوشش کرتے آرہے تھے۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ سب سے پہلے اسلام کے قیمتی سرمائے کو تحفظ فراہم کریں گے۔

ہمارے قیمتی سرمائے میں علمائے دین' قابلِ فخر مسلمان سائنسداں' ڈاکٹرز' انجینئرز' قانون داں' موجد اور دانش ور شامل تھے۔ بابا صاحب کے ادارے میں جتنے بھی روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں انہوں نے سب کی لاعلمی میں ان اہم افراد کے دماغوں کو لاک کر دیا تھا۔ اب کوئی انہیں دماغی اور جسمانی طور پر کمزور بنا کر نہ ان کے اندر آسکتا تھا اور نہ ہی انہیں اپنا غلام بنا سکتا تھا۔

ان تمام قابلِ فخر مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی گئی تھی کہ وہ جب بھی کوئی خطرہ محسوس کریں تو ''یا اللہ مدد...'' کہہ کر پکاریں۔ یہ ایک طرح کا سگنل ہوگا۔ وہ ایمان سے بھرپور آواز روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچے گی۔ یوں فوراً ہی وہ ان کی مدد کے لیے پہنچ جائیں گے۔

ہم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تمام مسلمان عورتوں' مردوں اور ان کے بچوں کو تحفظ فراہم کر رہے تھے' جو انتہائی دیانتدار تھے۔ دین کی خاطر جان دینے سے کبھی گریز کرنے والے نہیں تھے۔ ان سب کو مسلح اور منظم کیا جا رہا تھا۔ آئندہ یہ اندیشہ تھا کہ مسلمانوں کو دہشت گرد کہنے والے یقیناً ان پر حملہ کر سکتے ہیں۔

ویسے پوری دنیا کے مسلمانوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تحفظ فراہم کرنا ہمارے بس میں نہیں تھا۔ ہم مجاہدین کو منظم کرنے کی کوششوں میں معروف تھے۔ لیکن تمام مسلمانوں کو تحفظ فراہم نہیں کر سکتے تھے۔ گھر گھر جا کر ہر ایک کے دماغ میں پہنچنا ممکن نہیں تھا۔

اس کے باوجود تین برسوں میں ہم نے بہت کچھ کیا تھا۔ اگر یورپ اور امریکا کے اکابرین گریٹ ایشورارا سے سمجھوتا کرنے پر آمادہ نہ ہوتے تو ہم خاموش تماشائی بن کر مزید اپنے دین کی سلامتی کے لیے دن رات جی جان سے کوششیں کرتے رہتے۔

ہم نہیں چاہتے تھے کہ سیارے والے اس بار ان تمام اکابرین کی مدد اور تعاون سے اس زمین پر آئیں اور باقاعدہ اپنی حکومت قائم کریں۔ میں نے امریکی اکابرین سے اور سونیا نے یورپ کے اکابرین سے رابطہ کیا۔ ان سے پوچھا۔ ''یہ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''ہم جو بھی کر رہے ہیں' یقیناً تم اچھی طرح جانتے ہو گے۔''

''ہم خوب جانتے ہیں۔ تم سب گریٹ ایشورارا کی حکومت قائم کرنے کے لیے اس سے سمجھوتا کر رہے ہو۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''بے شک۔ ہم ایسا اس لیے کر رہے ہیں کہ اس کے ہاتھوں بہت زیادہ نقصان اٹھا چکے ہیں۔''

دوسرے افسر نے کہا۔ ''برین ماسٹر اور گریٹ ایشورارا اب تک ہمارے بے شمار سائنسدانوں' ڈاکٹرز' انجینئرز اور بہترین سیاست دانوں کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں۔ ایشورارا ہمارے پیچھے پڑ گیا تھا۔ تم مسلمانوں کی طرف رُخ نہیں کر رہا تھا۔''

''اچھا تو اس کا رخ ہماری طرف پھیرنے کے لیے تم ب اس کے آگے گھٹنے ٹیک رہے ہو؟''

''بے شک۔ یہی ہماری حکمتِ عملی ہے۔ اپنی سمت آنے والی مصیبت کا رخ دوسری طرف پھیرنا دانشمندی ہے۔''

''دانشمندی نہیں کمینگی ہے۔ تم انگلینڈ' فرانس' جرمن اور امریکا کے حکمران بن کر رہنے کے لیے باقی ساری دنیا کو گریٹ ایشورارا کے حوالے کرنا چاہتے ہو۔''

''یہ تو اصول ہے کہ دیکھ مگر اپنا مطلب دیکھ... اور ہم یہی کر رہے ہیں۔ اپنا فائدہ' اپنی بھلائی دیکھ رہے ہیں۔ دنیا والوں کی خاطر نقصان اٹھانے والی حماقتیں نہیں کر رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''کیا یہ دنیا تمہاری جاگیر ہے کہ جسے چاہو گے اس کے حوالے کر دو گے؟''

سونیا نے کہا۔ ''اب سے پہلے تم لوگوں نے بارہا ہمارے خلاف محاذ آرائی کی ہے۔ ہمیں نقصانات پہنچاتے رہے ہو پھر ہماری جوابی کارروائی کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے ہو' ہم سے معافیاں مانگتے ہو' دوست بن کر رہنے کا وعدہ کرتے ہو' قسمیں کھاتے ہو۔ کیا وہ سب کچھ بھول چکے ہو؟''

''ہمیں سب یاد ہے' مگر اس بار تم ہمارے خلاف کچھ نہیں کر سکو گے۔ گریٹ ایشورارا نے پوری دنیا کو آرام طلب اور ہڈ حرام بنا کر رکھ دیا ہے۔ ان کے دل جیت لیے ہیں۔ اگر تم اس کے اور ہمارے خلاف کچھ کرو گے تو یہ دنیا والے تمہیں جینے نہیں دیں گے۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے ناگواری سے کہا۔ ''تم ہمیں کیا نقصان پہنچاؤ گے؟ جب تمہاری مسلمان بستیوں میں آگ لگے گی' عورتیں' مرد' بچے اور بوڑھے زندہ جلتے رہیں گے یا بم دھماکوں سے ان کے چیتھڑے اُڑتے رہیں گے تو تم انہیں کس طرح تحفظ فراہم کر سکو گے؟''

ایک اور حاکم نے کہا۔ ''بے شک تم لوگوں کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک فوج ہے مگر یہ فوج تمام دنیا کے مسلمانوں کو تحفظ فراہم نہیں کر سکے گی۔ ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے پہلے اپنا انجام سوچ لو کہ اس دنیا میں کوئی مسلمان' کوئی تمہارے خدا اور رسولؐ کا نام لینے والا زندہ نہیں ہے گا۔ آج سے پندرہ سو سال پہلے کی طرح یہ دنیا دینِ اسلام سے خالی ہو جائے گی۔''

میں نے کہا۔ ''کسی کو خواب دیکھنے سے روکا نہیں جاتا۔ ضرور دیکھو۔ ہمارا دین تو ہڈی کی طرح تمہارے گلے میں اٹک گیا ہے۔ نہ اسے نگل سکتے ہو' نہ اُگل سکتے ہو۔ ہمیشہ اسی بیماری میں مبتلا رہو گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''آئندہ دینِ اسلام رہے گا یا نہیں ...؟ اتنی دور کی کیوں سوچتے ہو؟ خود کو دیکھو اور سوچو! ابھی اگلے ہی لمحے میں یہ دنیا تمہارے وجود سے خالی ہو سکتی ہے۔''

اس حاکم نے پوچھا۔ ''کیا تم مجھے دھمکیاں دے رہی ہو؟''

وہ بولی۔ ''جب تک گولی بندوق میں رہتی ہے' تب تک دھمکی ہوتی ہے۔ جب چل پڑتی ہے تو پھر دھماکا کر دیتی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''فی الحال نہ دھمکی ہے' نہ دھماکا ہے۔ ہم تمہیں سمجھانے آئے ہیں' گریٹ ایشورارا سے کوئی سمجھوتا نہ کرو۔ اس کے ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہماری زمین پر قدم رکھنے نہ دو۔''

سونیا نے کہا۔ ''تمہارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔ تمہارے سائنسدانوں کو' ڈاکٹرز کو' انجینئرز کو اور تمام اہم افراد کو تحفظ فراہم کریں گے۔ ان کے دماغوں کو لاک کر دیں گے پھر نہ کوئی ان کے اندر آسکے گا' نہ انہیں نقصان پہنچا سکے گا۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''سوری۔ ہم بہت نقصان اٹھا چکے ہیں۔ اس کے بعد ایک ذرا سا بھی نقصان اٹھانے کا حوصلہ نہیں رہا ہے۔ جب تمہارے عالمگیر شہرت رکھنے والے ذہین اور باصلاحیت مسلمان مارے جاتے رہیں گے' تب تم ہمیں نصیحت کرنا بھول جاؤ گے۔ خود ہی ان کے آگے گھٹنے ٹیک دو گے۔''

''اللہ نے چاہا تو ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا۔ تم سب دیکھو گے کہ ہم کس طرح گریٹ ایشورارا کا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا سے پہلے ہم تم سے نمٹیں گے۔ اگر تم نے ان سے سمجھوتا کیا' معاہدہ کیا اور ان کے ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں بلا کر اسے تحفظ فراہم کیا تو تم سب بے موت مارے جاؤ گے۔''

میں نے کہا۔ ''تم گریٹ ایشورارا کے حملوں سے بچنے اور اپنے اپنے ملکوں میں حکومت کرنے کے لیے ساری دنیا کو اس کا غلام بنا دینا چاہتے ہو۔ آئندہ ہمارے حملوں سے بچنے کے لیے کیا کرو گے؟''

وہ بولی۔ ''ہم بھی اسی طرح تمہیں نقصان پہنچائیں

گے' جس طرح گریٹ ایشورارا اب تک تمہیں نقصان پہنچاتا آرہا ہے۔ جاؤ اور اس سے پوچھو' کیا وہ تم سب کو ہمارے حملوں سے بچا سکے گا؟"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "دیکھو! مسلمانوں کو بھی گریٹ ایشورارا کی طرف سے خطرہ ہے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم اس سے براہِ راست مذاکرات کرو۔ ہمیں دھمکیاں دینے کے بجائے اسے مرعوب کرو۔ وہ تمہارے رعب و دبدبے میں آئے گا تو شاید ہمارا پیچھا بھی چھوڑ دے گا۔"

"ہم پیش آنے والے خطرات سے نمٹنے کے لیے تیار ہیں۔ جہاں تک گریٹ ایشورارا سے بات کرنے کا تعلق ہے تو ہم محض دین کے سپاہی ہیں۔ حضرت علی اسد اللہ تبریزی ہمارے سپہ سالار ہیں۔ وہ ایشورارا سے بات کرنا مناسب سمجھیں گے تو کریں گے۔ ورنہ خواہ مخواہ دشمن کو منہ نہیں لگائیں گے۔"

"کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ ایشورارا ہماری طرح تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا؟"

میں نے کہا۔ "جنگ شروع ہوتی ہے تو نقصان دونوں طرف ہوتا ہے۔ کسی کا زیادہ ہوتا ہے' کسی کا کم ہوتا ہے۔ ہمیں یقین ہے' ہمارا نقصان کم سے کم ہوگا۔ اللہ نے چاہا تو ہم پھر ایک بار ایشورارا کو اپنی دنیا سے بھاگنے پر مجبور کردیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "فی الحال تو آستین کے سانپوں کو کچلنے کی ابتدا کررہے ہیں۔"

ایک نے پوچھا۔ "آستین کے سانپوں سے کیا مراد ہے؟"

"یہی کہ جو ہماری زمین پر رہتے ہیں اور ہمیں ہی ڈستے ہیں۔ اپنے گھر کو بچاتے ہیں اور ہمارے گھروں کو سیارے والوں کے حوالے کردینا چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ تم ہمیں ڈسنا شروع کرو۔ ہم تمہاری گردن مروڑ کر تمہارے اندر کا سارا زہر نکال لیں گے۔"

"یعنی تم ہمیں نقصان پہنچاؤ گے؟"

"بچگانہ سوال نہ کرو۔ اپنے گریٹ ایشورارا کو مدد کے لیے پکارو یا ہمیشہ کی طرح دوغلے بن کر ہم سے عارضی دوستی کرو اور ایشورارا سے مخالفت کا اعلان کردو۔"

"ہمارے خلاف کچھ کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ صرف ہم ہی ایشورارا سے سمجھوتا نہیں کررہے ہیں۔ بلکہ دنیا کے تمام لوگ ان کے زیرِ اثر رہنا چاہتے ہیں۔ وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ اس کے باوجود انہیں اپنا حکمران تسلیم کرچکے ہیں۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اگر ہمیں نقصان پہنچاؤ گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عوام کو مشتعل کرو گے۔ کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا کے کئی ارب مشتعل افراد کا مقابلہ کرسکو گے؟"

میں نے کہا۔ "جس طرح ایشورارا اور برین ماسٹر نے دنیا والوں کو بیوقوف بنایا ہے۔ اسی طرح ہم بھی انہیں بیوقوف بنانا جانتے ہیں۔ آگے آگے دیکھو کہ ہوتا کیا ہے؟"

ہم نے تین برس کے عرصے میں بہت کچھ کیا تھا۔ انتہائی ذہین اور باصلاحیت عیسائیوں اور یہودیوں کے دماغوں پر قبضہ جمایا تھا۔ انہیں معمول اور تابعدار بنا کر ایک بہت بڑی تنظیم قائم کی تھی۔ اس تنظیم کی کئی شاخیں امریکا اور یورپ کے ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں۔

ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس تنظیم کے سربراہوں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ وہ ہماری مرضی کے مطابق فون اور انٹرنیٹ کے ذریعے رابطہ کرتے ہوئے کہنے لگے۔ "ہم گارڈز آف دی ورلڈ ہیں۔ تمہارا ایشورارا یہاں آکر لارڈ آف دی ورلڈ بننا چاہتا ہے۔ ہم اس کے مقابلے پر گارڈز ہیں۔ اپنی دنیا کے محافظ ہیں۔ اسے تو کیا' اس کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی یہاں قدم رکھنے نہیں دیں گے۔"

اکابرین نے کہا۔ "ہم سمجھ گئے ہیں۔ تم سب مسلمان ہو۔ ہمارے اور ایشورارا کے خلاف آپریشن شروع کرنے والے ہو۔"

"ہم مسلمان نہیں ہیں۔ جرائم پیشہ افراد ہیں۔ ہمارا کوئی مذہب نہیں ہے۔ ہم اپنی حفاظت کے لیے ایسا کررہے ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ ایشورارا یہاں کا حکمران بنے گا تو اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں اپنا غلام بنالیں گے پھر ہم اپنی مرضی کے مطابق مجرمانہ زندگی نہیں گزار سکیں گے۔"

"جھوٹ مت بولو۔ تم سب مسلمان ہو۔ صرف مسلمان... ہم کوئی دھوکا نہیں کھائیں گے۔"

اس وقت جتنے ممالک کے اکابرین فون کے ذریعے گارڈز آف دی ورلڈ کے سربراہوں سے باتیں کررہے تھے۔ ہم ان کے آس پاس کھڑے ہوئے مسلح گارڈز کے اندر پہنچ گئے تھے۔

انہوں نے ہماری مرضی کے مطابق اپنی اپنی گنیں سیدھی کیں پھر انہیں نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ درست کہہ رہے ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ تم سب ہمیں جانتے ہو۔ ہم تمہاری طرح عیسائی ہیں۔ یہودی ہیں مگر ہمارا تعلق تنظیم گارڈز آف دی ورلڈ سے ہے۔ ہم اس دنیا پر صرف اپنی حکومت چاہتے ہیں۔ سیارے والوں کو یہاں آکر حکمرانی کا موقع نہیں دیں گے۔"

ہمارے دوسرے آلۂ کار نے کہا۔ "تم ان سے تعاون کرو گے' ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں بلا کر تحفظ فراہم کرو گے تو بے موت مارے جاؤ گے۔ ابھی تمہاری موت کا تماشا ہم دوسرے اکابرین کو دکھائیں گے تاکہ وہ سبق حاصل کرسکیں۔"

وہ تمام اکابرین حیران تھے۔ پریشان تھے اور بری طرح سہمے ہوئے تھے۔ جن مسلح گارڈز پر بھروسا کرتے تھے' وہی ان کی جان کے دشمن بن گئے تھے۔ انہیں نشانے پر رکھے ہوئے تھے۔

ہمارے آلۂ کاروں میں سے ایک نے کہا۔ "ابھی گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرو۔ اس سے کہو کہ وہ تمہاری جان بچائے۔ تمہیں تحفظ فراہم کرے یا پھر تم اس کا ساتھ چھوڑ دو۔ اس سے دوستی نہ کرو۔ اس کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہماری زمین پر آنے نہ دو۔"

وہ سب گن پوائنٹ پر تھے۔ ان سے کہا جارہا تھا۔ صرف گریٹ ایشورارا سے ہی نہیں' اپنی فوج کے اعلیٰ افسران سے' انٹیلی جنس والوں سے اور دوسرے اکابرین سے بھی فون کے ذریعے رابطہ کرو۔ انہیں بتاؤ کہ کس طرح موت کے شکنجے میں ہو؟ ایک ہی دانشمندانہ فیصلہ تمہیں موت سے بچاسکتا ہے اور وہ یہ کہ امریکا اور یورپ کے اکابرین ایشورارا سے کوئی سمجھوتا' کوئی معاہدہ نہ کریں۔"

گن پوائنٹ پر رہنے والے اکابرین امریکا اور یورپ کے دوسرے تمام اکابرین سے فون کے ذریعے رابطہ کرنے لگے۔ دوسری طرف فوج کا ایک اعلیٰ افسر کمیونیکیشنگ مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرنے کی کوششیں کررہا تھا۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے گارڈز آف دی ورلڈ کے سربراہوں کی آوازیں سن کر ان کے اندر پہنچنا چاہتے تھے مگر ناکام ہورہے تھے۔ تمام سربراہوں سے انہیں ایک ہی بات معلوم ہوئی کہ وہ سب یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔ کوئی دوست یا دشمن خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر نہیں پہنچ سکتا۔ یہ بات اپنے گریٹ ایشورارا تک بھی پہنچادو۔

گریٹ ایشورارا سے رابطہ قائم ہوگیا۔ آرمی کے اعلیٰ افسر نے اسے صورتِ حال بتاتے ہوئے کہا۔ "ہم پہلی بار گارڈز آف دی ورلڈ کا نام سن رہے ہیں۔ اب سے پہلے اس تنظیم کا کوئی وجود نہیں تھا۔"

وہ اعلیٰ افسر گن پوائنٹ پر تھا۔ اس مسلح گارڈ نے کہا۔ "اب سے پہلے ہماری تنظیم کا وجود اس لیے نہیں تھا کہ تم جیسے کمینے حاکموں نے ایشورارا کو ہماری دنیا کا حکمران بنانے کے سلسلے میں کوئی معاہدہ کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اب ارادہ کیا ہے تو اس سے پہلے انجام بھی دیکھ رہے ہو۔ تمہارا جو عمل ہے' ہمارا وجود اس کا ردِعمل ہے۔"

ادھر سے گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ "اگر وہ کوئی نئی تنظیم ہے تو تمہیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کون لوگ ہیں' جو ہمارے اور تمہارے خلاف چیلنج بن رہے ہیں اور ابھی تمہاری موت کا سامان کررہے ہیں؟"

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہم پورے یقین سے

اگر آپ کو
ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ' ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ'
ماہنامہ پاکیزہ ڈائجسٹ' ماہنامہ سرگزشت ڈائجسٹ'

کے حصول میں دقت پیش آرہی ہے یا آپ کو اپنے علاقے کے بک اسٹال سے کوئی شکایات ہیں اور آپ کے علاقے میں بروقت پرچہ نہیں پہنچ رہا تو اس کوپن کو پُر کرکے روانہ کریں یا فیکس کریں

(جس پرچے کے بارے میں شکایات ہوں اس پر نشان بنادیں)

1 نام..............................
2 پتہ..............................
3 ٹیلی فون نمبر....................
4 بک اسٹال کا نام/ٹیلی فون نمبر...........
....

مندرجہ ذیل ٹیلی فون نمبروں پر بھی رابطہ کرسکتے ہیں
ثمر عباس 0301-2454188
بدرالدین سرکولیشن منیجر 5802552-5386783-5804200
فیکس نمبر 5802551

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
63-C فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی
فون: 5895313 فیکس: 5802551

کہتے ہیں' یہ سونیا اور فرہاد علی تیمور ہیں۔ انہوں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے گارڈز آف دی ورلڈ کے نام سے ایک نئی تنظیم بنائی ہے۔ خود کو ان کے پیچھے چھپایا ہوا ہے اور انہیں منظرِ عام پر لا کر یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ہمارے معاملات میں مسلمان ملوث نہیں ہیں۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''میرا بھی یہی خیال ہے۔ مسلمان یہ جانتے ہیں کہ ہم امریکا اور یورپ کے اکابرین سے متحد ہو جائیں گے' ایک دوسرے کے تعاون سے اس دنیا پر حکومت کریں گے تو ان مسلمانوں کی حیثیت صفر ہو کر رہ جائے گی۔ ہم انہیں قدم قدم پر کچلتے رہیں گے۔''

وہ ذرا توقف سے بولا۔ ''جن مسلح گارڈز نے ابھی تمہیں گن پوائنٹ پر رکھا ہوا ہے' ان سے کہو' وہ مسلمان ہیں تو خود کو ظاہر کریں۔ نقاب پہن کر ہمارے سامنے نہ آئیں۔''

ہمارے آلہ کار نے کہا۔ ''ہم نہ تو نقاب میں ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ہم یہودی ہیں' عیسائی ہیں۔ ہماری تنظیم میں کوئی مسلمان نہیں ہے۔ ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ تمام یہودی اور عیسائی تمہاری طرح بکاؤ سیاست دان اور حکمران نہیں ہیں۔''

دوسرے گارڈ نے کہا۔ ''تم اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے ہماری دنیا کے تین حصے سیارے والوں کو دینا چاہتے ہو' ہمیں ان کا غلام بنانا چاہتے ہو لیکن ایسا کبھی نہیں ہوگا۔''

وہ گارڈ باری باری بول رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ ''آج نہیں تو کل رفتہ رفتہ یہ ثابت ہو جائے گا کہ ہم تمہارے ہی جیسے یہودی اور عیسائی ہیں مگر تمہاری طرح بے غیرت نہیں ہیں۔ کسی حال میں بھی سیارے والوں کی غلامی قبول نہیں کریں گے۔''

ان کے درمیان گفتگو جاری تھی۔ ایسے وقت برین ماسٹر اور اس کے چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے آلہ کار کے اندر پہنچنے کی ناکام کوششیں کیں۔ انہوں نے ایشورارا کو بتایا کہ ان نئے مخالفین کو ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں سے زیر نہیں کیا جا سکے گا۔

ایشورارا نے کہا۔ ''سونیا اور فرہاد سے کہو' وہ ایسی نئی تنظیم اور نئے آلہ کار بنا کر ہماری راہوں میں رکاوٹیں نہ ڈالیں۔ اس کا انجام بہت برا ہوگا۔ ہم نے مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ جب ان کی طرف رخ کریں گے تو وہ ہماری طوفانی قوتوں کے آگے تنکوں کی طرح اڑ جائیں گے۔''

ان اکابرین نے ہم سے رابطہ کیا اور پھر کہا۔ ''تم یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک نئی تنظیم، نئے آلہ کار بنا کر گھسی پٹی چالیں چل رہے ہو۔ اس وقت ہمارے کئی اکابرین تمہارے آلہ کاروں کے نشانے پر ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''فضول باتیں نہ کرو۔ نہ ہم نے کوئی تنظیم بنائی ہے' نہ ہمارے آلہ کاروں نے تمہارے اکابرین کو گن پوائنٹ پر رکھا ہوا ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کر لو کہ تمام یہودی اور عیسائی تمہاری طرح ذلیل' کمینے اور بے غیرت نہیں ہیں۔ وہ اپنی آزادی کو داؤ پر لگانا نہیں چاہتے۔ اس لیے تمہارا محاسبہ کر رہے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''تمہارے ممالک کی عوام کو رفتہ رفتہ یہ بات معلوم ہوتی رہے گی کہ ہم مسلمان گریٹ ایشورارا کو یہاں آنے سے نہیں روک رہے ہیں۔ بلکہ غیرت مند اور آزادی کے متوالے یہودی اور عیسائی خود ہی تمہارے آگے دیوار بن گئے ہیں۔ اس دیوار کو تم اور ایشورارا مل کر بھی توڑ نہیں پاؤ گے۔''

میں نے کہا۔ ''تمہارا منصوبہ یہ تھا کہ جب ہم گریٹ ایشورارا کے آدمیوں کو روکیں گے' انہیں یہاں سے بھگانے کے لیے جنگ لڑنا چاہیں گے تو تمام دنیا والے ہم مسلمانوں کے خلاف ہو جائیں گے لیکن اب تمہاری بازی الٹ رہی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ ثابت ہوتا رہے گا کہ تمہارے مذاہب کے' تمہاری ہی قوم کے افراد ایشورارا کے بدترین مخالف ہیں۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا کہ ہم اس سے دوستی کا معاہدہ کر رہے ہیں اور ہماری ہی قوم اس کی مخالفت کر رہی ہے۔''

''جو سچ ہے' وہ ہمیشہ سچ ہی رہتا ہے۔ گریٹ ایشورارا جلد ہی اس سچائی کو تسلیم کر لے گا۔ ابھی تم نے وہ تماشا دیکھا ہی کہاں ہے' جو ہم دکھانے والے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''فی الحال تمہیں ان گارڈز آف دی ورلڈ والوں سے نمٹنا ہے۔ اس وقت گن پوائنٹس پر ہو۔ اپنے ایشورارا سے کہو' وہ تمہاری جان بچائے۔ ہم بعد میں تم سے باتیں کریں گے۔''

ہم نے رابطہ ختم کر دیا۔ خیال خوانی کے ذریعے ان کے حالات معلوم کرنے لگے۔ فوج کا اعلیٰ افسر کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے ایشورارا سے کہہ رہا تھا۔ ''ہم بہت مشکل میں ہیں۔ فرہاد اقرار نہیں کر رہا ہے کہ یہ تنظیم گارڈز آف دی ورلڈ اس کی بنائی ہوئی ہے اور ہمیں گن پوائنٹ پر رکھنے والے اس کے آلہ کار ہیں۔''

دوسرے حاکم نے کہا۔ ''لیکن وہ اور سونیا جس طرح ہمیں چیلنج کر رہے ہیں' اس سے اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلا رہے ہیں تاکہ مسلمان بدنام نہ ہوں اور ہماری قوم کے افراد مشتعل عوام کی کارروائیوں کا نشانہ بنتے رہیں۔''

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''یہ بعد کی باتیں ہیں کہ مسلمان کیسی چالیں چل رہے ہیں؟ ابھی تو ہماری جان سولی پر لٹکی ہوئی ہے۔ کسی بھی طرح ان مسلح افراد سے نجات دلاؤ۔ ورنہ یہ ہمیں گولی مار دیں گے۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کوششیں کی ہیں مگر وہ سب یوگا کے ماہر ہیں۔ انہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے زیر نہیں کیا جا سکے گا۔''

''اگر تم ہماری جان نہیں بچا سکو گے تو ہمیں ان کے مطالبات ماننے ہوں گے۔ یہ چاہتے ہیں' ہم تم سے سمجھوتا نہ کریں۔ اگر تمہارے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس دنیا کے کسی بھی علاقے میں پناہ دیں گے تو ہمارے تمام اکابرین ایک ایک کر کے مارے جائیں گے۔''

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہمیں اپنی جان بچانے کے لیے ان کی باتیں ماننی ہوں گی۔ ان کا ایک مطالبہ یہ بھی ہے کہ ہم ابھی میڈیا کے ذریعے یہ اعلان کریں کہ گریٹ ایشورارا سے کوئی سمجھوتا کوئی معاہدہ نہیں ہوگا اور نہ ہی سیارے سے کسی بھی شخص کو اس زمین پر آنے کی اجازت دی جائے گی۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''ہرگز نہیں... میں اپنے خلاف کوئی بات کہنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ اس کے برعکس برین ماسٹر تمام ٹی وی چینلز کے ذریعے عوام سے کہے گا کہ تم لوگ ہم سے دشمنی کرنا چاہتے ہو۔ ہمیں زمین پر آنے کی اجازت نہیں دے رہے ہو تو پھر سوچ لو.. عوامی ردِعمل کیا ہوگا؟''

تمام اکابرین ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ وہ بول رہا تھا۔ ''میں زمین پر کبھی نہیں آ سکوں گا۔ کوئی بات نہیں ...لیکن نہ آنے کے باوجود تمام دنیا والوں کے دلوں اور دماغوں پر حکومت کرتا رہوں گا۔''

کمیونیکیٹنگ مشین ایک ذرا رکی رہی۔ پھر تحریر ابھرنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''سمجھوتا کرنے سے انکار کرو گے۔ میرے خلاف بولو گے تو اچھی طرح سوچ لو' عوامی ردِعمل کیسا دھماکا خیز ہوگا؟ ابھی تو تم لوگ برائے نام حکمران ہو۔ ہمارا ساتھ نہیں دو گے تو ہم سے سحر زدہ رہنے والے عوام تمہیں برائے نام حکمران بھی نہیں رہنے دیں گے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے جلدی سے کہا۔ ''ہم تمہارا ساتھ دینے سے انکار نہیں کر رہے ہیں لیکن اس وقت ہماری جان پر بنی ہوئی ہے۔ ابھی ان موت کے ہرکاروں سے پیچھا چھڑاؤ۔ ورنہ یہ ہمیں گولی مار دیں گے۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''اگر ہم تمہاری دنیا میں ہوتے تو کسی نہ کسی ہتھکنڈے سے تمہیں بچا لیتے۔ اتنی دور رہ کر صرف ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہ ہتھیار ناکام ہو رہا ہے۔''

وہ ذرا مایوس ہو رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا۔ ''ایسی صورت میں خود اپنے بچاؤ کی تدبیر کرو اور یہ سوچتے رہو کہ ہمارے لیے اس دنیا میں آنے کا راستہ ہموار کرو گے' مزید تاخیر نہیں کرو گے تو تم پر ایسی مصیبتیں نہیں آئیں گی۔ اگر آئیں گی تو ہم تمہیں تحفظ فراہم کریں گے۔ فی الحال تو ہم مجبور ہیں۔''

اس وقت واشنگٹن' لندن' پیرس اور فرینکفرٹ میں تقریباً پندرہ اکابرین ہمارے آلہ کاروں کے نشانے پر تھے۔ مطالبات نہ ماننے پر ان کی موت لازمی تھی۔

اپنی جانیں بچانے کے لیے ان میں سے ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم تمہارے مطالبات تسلیم کرتے ہیں۔ یہ وعدہ کرتے ہیں کہ گریٹ ایشورارا سے سمجھوتا نہیں کریں گے۔ اس سے یہ معاہدہ نہیں کریں گے کہ ہم دنیا کے ایک حصے پر اور وہ تین حصوں پر حکمرانی کرے گا۔''

ہمارے ایک آلہ کار نے کہا۔ ''اور سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں آئیں گے تو تم میں سے کوئی انہیں چھپا کر نہیں رکھے گا۔ کہیں پناہ نہیں دے گا۔ ہم سے دھوکا کرو گے تو یہ بات چھپی نہیں رہے گی' پھر اس کے برے نتائج کیا ہو سکتے ہیں' یہ تم خود سمجھ سکتے ہو۔''

''ہم وعدہ کرتے ہیں' سیارے کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو خفیہ طور پر پناہ نہیں دیں گے۔''

''تو پھر امریکا اور یورپ کے تمام ٹی وی چینلز کے ذریعے اعلان کرو کہ تم گریٹ ایشورارا سے کسی طرح کا معاہدہ نہیں کرو گے اور نہ ہی ان سیارے والوں کو اپنی زمین پر حکومت کرنے کی اجازت دو گے۔''

انہوں نے پریشان ہو کر کہا۔ ''ہم ایسا اعلان کریں گے تو ایشورارا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری جان کے دشمن بن جائیں گے۔ جب چاہیں گے' ہمارے اندر آ کر ہماری موت بن جائیں گے۔''

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم اپنی سلامتی کے لیے

تمہارے تمام مطالبات تسلیم رہتے ہیں۔ اب ایسا کوئی مطالبہ نہ منواؤ، جس سے ہماری جان چلی جائے۔"

ایک مسلح گارڈ نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ اس طرح نہ سہی، دوسری طرح کہہ سکتے ہو۔ تمام چینلو کے ذریعے ہمارے بارے میں اعلان کرو کہ اس دنیا کو سیارے والوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک نئی تنظیم گارڈز آف دی ورلڈ قائم کی گئی ہے۔"

دوسرے نے کہا۔ "اس تنظیم کے افراد گریٹ ایشورارا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنی زمین پر آنے نہیں دیں گے۔"

تیسرے آلہ کار نے کہا۔ "اپنے اعلان کے دوران یہ وضاحت بھی کرو کہ اس تنظیم کا تعلق مسلمانوں سے نہیں ہے۔ یہ خالص یہودیوں اور عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ ایسا کہتے وقت تم ایشورارا کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے جو چاہو، کہہ سکتے ہو۔"

وہ تمام اکابرین فون کے ذریعے متعلقہ شعبوں کے اعلیٰ عہدیداروں سے رابطہ کرنے لگے۔ انہیں حکم دینے لگے کہ تمام چینلو کے ذریعے عوام کو مخاطب کیا جائے۔ ان سے وہ سب کچھ کہا جائے، جس کی بریفنگ ابھی دی جارہی ہے۔

ان کی بریفنگ کے مطابق آدھے گھنٹے کے اندر تمام چینلو کے ذریعے ایک نئی تنظیم گارڈز آف دی ورلڈ کے بارے میں تفصیلی باتیں بتائی جانے لگیں۔

دنیا کے تمام لوگوں کو معلوم ہونے لگا کہ یہ نئی تنظیم سیارے والوں کے خلاف ہے۔ انہیں اپنی زمین پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں دینا چاہتی ہے۔ انہوں نے یہ عزم کیا ہوا ہے کہ سیارے سے کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا آئے گا تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

یہ بات خاص طور پر بار بار دُہرائی گئی کہ اس تنظیم کا تعلق مسلمانوں سے نہیں ہے۔ یہ خالص یہودیوں اور عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ یہ لوگ اپنی دنیا کی حفاظت کرنے کے لیے امریکی اور یورپی اکابرین کو گریٹ ایشورارا سے کوئی سمجھوتا اور معاہدہ کرنے نہیں دیں گے۔

میں اپنے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ مختلف چینلو پر یہ باتیں سن رہا تھا اور عوام کا ردِعمل بھی دیکھ رہا تھا۔ جو لوگ آرام طلب اور ہڈ حرام بن گئے تھے۔ محنت مزدوری سے جی چراتے تھے۔ وہ سب مشتعل ہو کر فون کے ذریعے مختلف چینلو پر اپنے غصے کا اظہار کررہے تھے۔

ہم ان کی آوازیں سن کر ان کے اندر پہنچ رہے تھے۔ انہیں دماغی جھٹکے پہنچا رہے تھے اور سمجھا رہے تھے۔ "انسان بن جاؤ۔ رزقِ حلال کھاؤ۔ شراب سے اور عورتوں سے توبہ کرو۔ ورنہ بے موت مارے جاؤ گے۔"

جنہیں دماغی جھٹکے پہنچ رہے تھے، سزائیں مل رہی تھیں۔ وہ سب سہم کر چپ ہو گئے تھے۔ احتجاج کرنا بھول گئے تھے۔ دوسرے احتجاج کرنے والوں کو بتا رہے تھے کہ انہیں کس طرح سزائیں مل رہی ہیں؟

جو لوگ ان کی باتوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں پہنچ جاتے تھے پھر انہیں بھی ویسی ہی سزائیں دی جاتی تھیں۔ تب یہ یقین ہو جاتا تھا کہ گریٹ ایشورارا کے خلاف جو نئی تنظیم وجود میں آئی ہے، وہ بہت طاقتور ہے۔ نظر نہیں آتی ہے مگر انہیں دماغی جھٹکے پہنچاتی ہے اور عذاب میں مبتلا کرتی رہتی ہے۔

ہم نے گارڈز آف دی ورلڈ کے ذریعے تمام اکابرین کو حکم دیا کہ وہ سیارے والوں کے خلاف خلائی جنگ شروع کریں۔ ان کے خلائی اسٹیشن کو ایک جگہ نہ رہنے دیں۔ ہماری دنیا کے جاسوس خلائی اسٹیشن ان کا سراغ لگاتے رہیں گے، انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے پر مجبور کرتے رہیں گے تو وہ دنیا والوں سے رابطہ قائم نہیں کرسکیں گے۔

چونکہ بے شمار اکابرین کو یرغمال بنایا گیا تھا۔ ان کے دماغوں میں پہنچ کر دھمکیاں دی جارہی تھیں کہ گریٹ ایشورارا کے خلائی اسٹیشن کو تباہ نہ کیا گیا یا اسے کششِ ثقل سے باہر جانے پر مجبور نہ کیا گیا تو ان تمام اکابرین کی پہلے شامت آئے گی پھر موت آئے گی۔

لہٰذا فوراً ہی جاسوس خلائی اسٹیشنوں کے ذریعے سیارے والوں کا سراغ لگایا جانے لگا۔ جب بھی ان کا سراغ ملتا تھا، وہ اس طرف جاتے تھے۔ اِدھر سیارے والے خطرے کا سگنل ملتے ہی اپنی جگہ چھوڑ کر کششِ ثقل سے باہر نکل جاتے تھے۔

خلا میں ایسی آنکھ مچولی کا نتیجہ یہ ہو رہا تھا کہ سیارے والے زمینی کشش کی حد میں نہیں آرہے تھے۔ کبھی آتے تھے تو فوراً ہی خطرے کا سگنل مل جاتا تھا اور وہ وہاں سے دور چلے جاتے تھے۔

پہلے وہ اپنے خلائی اسٹیشن سے زمین تک پہنچ کر تمام ٹی وی چینلو پر قبضہ جما لیتے تھے۔ وہاں سے دنیا کے تمام لوگوں کو مخاطب کرتے تھے۔ انہیں اپنے زیرِ اثر لاتے رہتے تھے لیکن اب ان کے لیے یہ ممکن نہیں رہا تھا۔ انہیں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

گریٹ ایشورارا کمپیوٹیکنگ مشین کے ذریعے بار بار اکابرین سے کہہ رہا تھا۔ "اپنے جاسوس سٹلائٹ کو ہمارے تعاقب میں نہ بھیجو۔ ورنہ انجام بہت برا ہوگا۔"

اور اکابرین جواب دیتے تھے۔ "ہم تو تم سے سمجھوتا اور معاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کررہے ہیں۔ اگر تمہیں خطرے کا سگنل ملتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے کوئی ایسی کارروائی ہو رہی ہے، جو ہماری تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

وہ ایسے ہی الجھے ہوئے جواب دے کر گریٹ ایشورارا کو الجھا رہے تھے۔ اگرچہ سمجھوتا اور معاہدہ کرنا چاہتے تھے مگر اس کے آگے مجبور اور بے بس ہو کر رہنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ اسے سمجھوتے اور معاہدے کا لالچ بھی دیا جائے اور بڑی رازداری سے اس کے خلائی اسٹیشن کو کششِ ثقل میں رہنے بھی نہ دیا جائے۔

اس طرح گریٹ ایشورارا کو اس کے عزائم سے باز نہیں رکھا جاسکتا تھا مگر عارضی طور پر اس کے لیے مشکلات پیدا کی جارہی تھیں۔ ایسی حکمتِ عملی کے نتیجے میں ہمیں اتنا موقع مل رہا تھا کہ ہم دنیا والوں کو گریٹ ایشورارا کے سحر سے نکالنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

وہ پچھلے تین برسوں میں صرف ایک حکمران کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ایک اَن داتا اور نادیدہ بھگوان کی حیثیت سے ان کے ذہنوں پر چھا گیا تھا۔ انسان اپنی ضروریات کے آگے جھکتا ہے۔ ہماری دنیا کے لوگ اس کے آگے جھکنے اور سجدہ کرنے کے لیے بھی شائد تیار ہو چکے تھے۔

گریٹ ایشورارا نے دنیا والوں کو معاشی اور مالی خوشحالی دے کر اَن دیکھی زنجیروں میں جکڑ دیا تھا۔ وہ اس کے عقیدت مند بن چکے تھے۔ کسی اور حکمران کو تو کیا، دنیا کے کسی مذہب کے کسی خدا کی بھی پرستش کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کا اَن داتا صرف اور صرف ایشورارا بن چکا تھا۔

اس کے سحر کو توڑنا، اس کی پالیسیوں کو خاک میں ملانا تقریباً ناممکن سا لگ رہا تھا پھر بھی ہم کوششیں کررہے تھے۔ اس نے تین برس میں اپنا سکہ جمایا تھا۔ ہم بھی کوششیں کرتے رہتے تو انشاءاللہ تین برسوں میں تمام دنیا والوں کو اس کے سحر سے نکال سکتے تھے اور ہم یہی کررہے تھے۔

دنیا کے مختلف ممالک میں ایسے لوگوں کے اندر پہنچتے تھے، جو گریٹ ایشورارا کے گن گاتے رہتے تھے اور اپنے حکمرانوں کے خلاف زہر اگلتے رہتے تھے۔

تمام صنعتی اور زرائعتی اداروں کے کاریگروں اور اہم کارکنوں کے دماغوں میں پہنچ جاتے تھے اور انہیں باغیانہ روش پر چلنے سے باز رکھنے کی کوششیں کرتے رہتے تھے۔ جب وہ سمجھانے سے نہیں سمجھتے تھے تو ہم انہیں دماغی جھٹکے پہنچا کر ہاتھ جوڑنے اور گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیتے تھے۔

میں اور سونیا ذاتی طور پر کارنامے انجام نہیں دے رہے تھے۔ موجودہ حالات کے مطابق ہمارے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے دن رات ہماری ہی طرح مصروف رہنے لگے تھے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اپنے ملک کے عوام کو گریٹ ایشورارا کے سحر سے نکالنے کی کوششیں کررہے تھے۔

جن ملکوں کے صنعتی، زرائعتی شعبوں میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مصروف رہتے تھے وہاں یہی تاثر قائم ہوتا تھا کہ تنظیم گارڈز آف دی ورلڈ کے تمام کارکن دنیا والوں کو ہڈ حرامی اور حرام خوری کی دلدل سے نکالنے میں مصروف ہیں۔

دوسری طرف ایشورارا ابھی خاموش نہیں تھا۔ وہ اپنے طور پر چالیں چل رہا تھا۔ چھ ماہ کے طویل عرصے کے بعد اچانک ہی اس کی طرف سے پہلا حملہ ہوا۔

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کسی اجنبی کی آواز اپنے اندر سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں گریٹ ایشورارا کا نائب ہوں۔ میرا نام چنگارارا ہے۔ میں نے تمہاری دنیا میں آنے اور فوراً یہاں سے چلے جانے کا چور راستہ نکال لیا ہے۔ آئندہ میرے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اسی چور راستے سے آتے جاتے رہیں گے۔"

اس اعلیٰ افسر نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "یہ تو ہمارے لیے بڑی ہی مسرت کی بات ہے کہ تم لوگوں نے یہاں آنے کا راستہ بنا لیا ہے۔ اب ہماری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ ہم گریٹ ایشورارا سے سمجھوتا کرسکیں گے اور یہاں ں مل جل کر حکمرانی کرنے کا معاہدہ بھی کریں گے۔"

چنگارارا نے کہا۔ "بکواس مت کرو۔ تم سب دوغلے ہو۔ ہم سے سمجھوتا اور معاہدہ کرنے کا وعدہ کرتے ہو۔ سبز باغ دکھاتے ہو۔ لیکن درپردہ اپنے کئی جاسوس سٹلائٹ کے ذریعے ہمارے خلائی اسٹیشن کا سراغ لگاتے رہتے ہو اور ہمارے قریب پہنچنے کی کوششیں کرتے رہتے ہو۔"

اس نے ذرا توقف سے کہا۔ "تمہاری ایسی حرکتوں کے باعث ہم پچھلے چھ ماہ سے کششِ ثقل سے باہر بھٹک رہے ہیں۔"

اس اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہمارے جاسوس سٹلائٹ تمہارے تعاقب میں نہیں رہتے ہیں۔ یہ دراصل مسلمان ہیں۔ وہ اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے تمہارے قریب پہنچنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے وقت تمہیں خطرے کا سگنل ملتا ہے تو تم اپنی جگہ چھوڑ کر چلے جاتے ہو۔''

چنگارارا نے اس کے ذہن کو ایک ہلکا سا جھٹکا دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ اس نے دوسرے اعلیٰ افسر سے کہا۔ ''تم سب جھوٹے اور دغاباز ہو۔ میں یہاں پچھلے دو دنوں سے کتنے ہی اکابرین کے دماغوں میں جاتا رہا ہوں اور یہ حقیقت معلوم کرتا رہا ہوں کہ تم لوگ بظاہر دوستی کرتے ہو مگر پیچھے سے آکر پیٹھ میں چھرا گھونپتے ہو۔''

ایک افسر نے اپنی صفائی میں کہا۔ ''مسلمان ہمارے درمیان فساد پھیلانا چاہتے ہیں۔ خلا میں وہی تمہارا تعاقب کررہے ہیں۔ تمہیں ہم پر بھروسا کرنا چاہیے۔''

وہ سخت لہجے میں بولا۔ ''بھروسے کی بات نہ کرو۔ میں اچھی طرح تصدیق کرچکا ہوں۔ تم ہی ہمارے تعاقب میں رہتے ہو۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو ابھی احکامات جاری کرو اور ان تمام جاسوس سٹلائٹ کو اپنی جگہ واپس جانے کو کہو۔ یہ بھی حکم دو کہ جہاں ہمارا خلائی اسٹیشن ہوگا' وہ ادھر کا رخ بھی نہیں کریں گے۔ اگر کریں گے تو میں یہاں تم سب کی موت بنتا رہوں گا۔''

اس اعلیٰ افسر نے دوسرے اکابرین کو فون کے ذریعے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا کا نائب چنگارارا ہماری دنیا میں آچکا ہے۔ اس وقت میرے اندر موجود ہے۔ وہ کہہ رہا ہے' اگر جاسوس سٹلائٹ کی کارروائیاں نہ روکی گئیں تو ہم سب بے موت مارے جائیں گے۔ میرے بعد تم سب کی باری آئے گی۔''

ایسے وقت میں ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس کے ذریعے وہ فون کال سن رہا تھا۔ پھر اس اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ گیا' جس کے اندر چنگارارا موجود تھا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی وہاں پہنچ گئے تھے۔

اُن میں سے ایک نے کہا۔ ''چنگارارا! ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والے اس اعلیٰ افسر کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیں گے تو تم اس کے اندر زلزلہ پیدا نہیں کرسکو گے مگر یہاں سے فوراً ہی دوسرے اکابرین کے اندر جاکر انہیں ذہنی عذاب میں مبتلا کرتے رہو گے۔''

ایک اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے کہ گریٹ ایشورارا کے ساتھ ہمارا کوئی معاہدہ' کوئی سمجھوتا نہیں ہوسکے گا۔ اگر ہم اس کے سامنے نہیں جھکیں گے تو وہ تم جیسے لوگوں کو اس زمین پر بھیج کر ہمارے لیے مسائل پیدا کرتا رہے گا۔ ہماری جانیں لیتا رہے گا۔''

دوسرے ٹلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''اور اگر ہم اس کا ساتھ دیں گے تو یہ مسلمان ہمیں مصائب میں مبتلا کرتے رہیں گے۔ ایک نئی تنظیم گارڈز آف دی ورلڈ کے ذریعے طرح طرح کے مسائل پیدا کرتے رہیں گے۔ ہمارے بیوی اور بچوں کے لیے بھی عذاب جان بنتے رہیں گے۔''

ایک اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''ہم دونوں طرف سے جکڑے ہوئے ہیں۔ اب ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ جب مرنا ہی ہے' جان دینا ہی ہے تو کسی سیّارے والے سے دوستی کیوں کریں؟ کیوں حکمران بنانے کے لیے اسے یہاں آنے کا موقع دیں؟ اس سے تو بہتر ہے' ہم اپنی ہی دنیا کے لوگوں سے اتحاد قائم کریں۔''

ایک اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''اس مصیبت کی گھڑی میں ہم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے' مسلمان ہمارے دشمن نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو یہ ہمارے آپس کا معاملہ ہے۔ اپنی دنیا کے معاملات سے ہم خود نمٹیں گے مگر کسی سیّارے والے کو مداخلت کرنے نہیں دیں گے۔''

چنگارارا نے کہا۔ ''اگر تمہارے اکابرین کا یہی فیصلہ ہے تو اب ہماری جوابی کارروائی دیکھو....''

ایسے وقت میں نے کہا۔ ''جسٹ آمنٹ چنگارارا! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔''

وہ ذرا چونک گیا۔ میں نے کہا۔ ''مجھے یہ سن کر خوشی ہورہی ہے کہ امریکی اور یورپی اکابرین بیرونی دشمنوں کو بھگانے کے لیے اندرونی مخالفتوں کو بھول رہے ہیں۔ غلامی کا طوق پہننے کے بجائے ہم مسلمانوں سے دوستی اور تعاون چاہتے ہیں۔''

میں ذرا چپ ہوا پھر بولا۔ ''یہ ان کی بہترین حکمتِ عملی ہوگی۔ تم یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اسی لمحے سے انہیں ہمارا تعاون حاصل ہورہا ہے۔ اب تم امریکی اور یورپی اکابرین کو جانی نقصان پہنچا کر ان سے اپنی باتیں نہیں منواسکو گے۔ جانتے ہو کیوں....؟''

چنگارارا نے کہا۔ ''فرہاد علی تیمور! میں نے تمہارے اور سونیا کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ تم دونوں کے متعلق میرے لیے یہ بات ناقابلِ برداشت ہے کہ تمہیں ناقابلِ

شکست کہا جاتا ہے۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ میں کیا ہوں اور کیا کرسکتا ہوں؟ اچھا ہوا کہ یہاں آتے ہی پہلے تم سے سامنا ہورہا ہے۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "یہی کہ ہم اُن جاسوس سٹلائٹ کو امریکیوں سے چھین لیں گے۔ انھیں اپنے کنٹرول میں رکھیں گے۔ ہم تمام اکابرین سے کہتے ہیں کہ وہ تم سے دوستی کریں، سمجھوتا کریں، معاہدہ کریں... جو چاہیں کریں۔ ساتھ ہی یہ تماشا دیکھتے رہیں کہ ہم کس طرح گریٹ ایشورارا کے خلائی اسٹیشن کو نیست و نابود کردیں گے۔ یا اسے دور کہیں بھاگ جانے پر مجبور کردیں گے۔"

چنگارارا نے کہا۔ "ہماری پالیسی یہ رہی کہ ہم نے پہلے مسلمانوں کو چیلنج نہیں کیا۔ امریکی اور یورپی اکابرین سے نمٹتے رہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ تمام اکابرین ہمارے زیرِ اثر آچکے تھے۔"

وہ ذرا ٹھہر کر بولا۔ "مگر تم مسلمانوں نے اور ایک نام نہاد تنظیم گارڈز آف دی ورلڈ نے ان کے لیے مسائل پیدا کرنے شروع کردیے اور یہ بیچارے مجبور ہوکر ہمیں دھوکا دینے لگے۔ بہرحال یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ پہلے تم مسلمانوں سے نمٹنا ہوگا۔"

"تو پھر جاؤ۔ اپنے گریٹ ایشورارا سے مشورے کرو کہ ہم سے کس طرح نمٹنا شروع کرو گے؟ آدھے گھنٹے کے بعد میں اسی اعلیٰ افسر کے دماغ میں آکر تم سے باتیں کروں گا اور یہ بتاؤں گا کہ تم اس وقت واشنگٹن سے کس سمت میں کتنے فاصلے پر ہو؟ اس کے آدھے گھنٹے بعد یہ بتانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ کیونکہ اب سے ٹھیک ایک گھنٹے بعد میں تمہاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔"

اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ میں نے آواز دی"۔ ہیلو چنگارارا! چپ کیوں ہو؟ کیا دُم دبا کر بھاگ گئے ہو؟"

میرے سوال کا کوئی جواب نہ ملا۔ اس اعلیٰ افسر نے کہا۔ "شاید وہ جاچکا ہے۔"

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! آپ نے تو کمال کردیا۔ وہ ہمارے اکابرین کو جانی نقصان پہنچانے آیا تھا۔ لیکن اب اپنی جان کی خیر منا رہا ہوگا۔ کیا واقعی آپ آدھے گھنٹے میں معلوم کرلیں گے کہ وہ کس سمت میں کتنے فاصلے پر ہے؟"

دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پوچھا۔ "کیا واقعی آپ ایک گھنٹے کے اندر اس کی شہ رگ تک پہنچ جائیں گے؟"

میں نے کہا۔ "میں کیا کرنے والا ہوں، یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا لیکن تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اکابرین کو شرم اور غیرت دلاؤ۔ ہم کئی بار ان پر احسانات کرچکے ہیں مگر وہ بہت ہی احسان فراموش ہیں۔"

وہ سب ہی خاموشی سے سن رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "اس وقت ہم نے سب سے بڑا احسان یہ کیا ہے کہ ان کے سر سے موت کو ٹال دیا ہے۔ یہ چیلنج کیا ہے کہ ہم جاسوس سٹلائٹ کو کنٹرول کریں گے۔ ایشورارا کے خلائی اسٹیشن کا تعاقب کرتے رہیں گے۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ ہم نے ساری ذمہ داری سارے الزامات اپنے سر لے لیے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں تمہاری طرف آنے والی موت کا رخ اپنی طرف پھیر لیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "بے شک۔ آپ نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ میں تمام اکابرین کی طرف سے کہتا ہوں، آئندہ ہم سب صدقِ دل سے آپ کا ساتھ دیتے رہیں گے۔"

میں نے کہا۔ "تم ساتھ دو یا نہ دو ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ کبھی بھولے بھٹکے اپنی دوغلی حرکتوں پر نادم ہوجایا کرو۔ کبھی تو ہمارے احسانات یاد کرلیا کرو۔ ہم پچھلے تین برسوں سے تمہاری بے بسی اور مجبوریاں دیکھتے آرہے ہیں۔"

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ "تم لوگ سپر پاور کہلاتے ہو۔ بہت بڑی فوجی قوت رکھتے ہو۔ لیکن پہلے بھی ایشورارا کو یہاں سے بھگانے میں ناکام رہے ہو۔ پہلے بھی اسے ہم نے بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔ اس بار بھی تم تین برسوں تک اس کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہ کرسکے۔ اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔ اس سے سمجھوتا اور معاہدہ کرنے پر آمادہ ہوگئے۔"

میں ایسے حقائق بیان کررہا تھا کہ وہ سب ہی چپ چاپ سن رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "ہم اس عرصے میں خاموش رہے۔ یوں خاموش رہ کر دنیا والوں کو دکھاتے رہے کہ تم لوگ ہماری دوستی اور تعاون کے بغیر ہمیشہ ناکام ہوتے رہو گے۔ پہلے بھی اس دنیا کو ایشورارا کا غلام بنانا چاہتے تھے۔ اس بار بھی تمہارے یہی ارادے تھے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہم یہ بات مانتے ہیں۔ بے شک ایشورارا کے مقابلے میں ہمیشہ ناکام رہے ہیں۔ تم لوگوں نے اسے پہلے بھی زیر کیا تھا۔ اب بھی حالات بتارہے ہیں کہ

ہارے مقابلے میں پھر شکست کھائے گا۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "میں ابھی تمام اکابرین کی انفرنس طلب کرتا ہوں۔ ہم سب یہ وعدہ کریں گے کہ آئندہ بھی ہوجائے۔ گریٹ ایشورارا ہماری جان کا عذاب بن ئے، ہمارے بیوی بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ پھر ی ہم تم سے دوستی اور تعاون کریں گے۔"

"ہم سے تعاون کرو گے تو اپنی بہتری کے لیے کرو ۔ ورنہ یہ تو ثابت ہورہا ہے کہ ہم مسلمانوں سے تعاون بغیر ہم سے دوستی رکھے بغیر اس دنیا کو سیارے والوں سے فوظ نہیں رکھ سکو گے۔ بہرحال وہ آدھے گھنٹے بعد تمہارے ماغ میں ضرور آئے گا۔ یہ معلوم کرنا چاہے گا کہ میں اس کے علق کس حد تک معلومات رکھتا ہوں؟ فی الحال جا رہا ہوں۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس وقت لپا، عالی، کبریا، فرمان اور ٹونی جے وغیرہ میرے دماغ میں تھے اور مجھ سے ہونے والی باتیں سونیا کو بتاتے جارہے تھے۔

عالی نے پوچھا۔ "پاپا! آپ آدھے گھنٹے کے اندر کیسے معلوم کریں گے کہ چنگارارا واشنگٹن سے کتنے فاصلے پر ہے؟"

میں نے اور سونیا نے مسکراتے ہوئے اپنی پوتی انوشے کو دیکھا پھر میں نے کہا۔ "پتا نہیں وہ کم بخت کہاں چھپا ہوا ہے؟ یہ تو میری پوتی ہی مجھے بتاسکتی ہے۔ نہیں بتائے گی تو وہاں میری بڑی سبکی ہوگی۔"

انوشے نے کہا۔ "او گرینڈ پا! آپ کیوں مجھے مشکلات میں ڈالتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے سختی سے تاکید کی ہے، مجھے روحانی علوم کے ذریعے دنیاوی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔"

سونیا نے کہا۔ "بے شک۔ تمہیں اعلیٰ حضرت کی ہدایات پر عمل کرنا چاہیے۔ ہم بھی یہ نہیں چاہیں گے تم ہمارے اور سیارے والوں کے معاملے میں مداخلت کرو۔ قدرت کی منشا کے مطابق جو ہونے والا ہے، وہ ہوتا رہے گا۔ ہم تمہارے روحانی علوم کے ذریعے چنگارارا تک پہنچنا نہیں چاہتے۔ صرف معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے ایک ذرا بے بسی سے اپنی دادی کو دیکھا۔ وہ بولی۔ "ہم اسے دہشت زدہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ جہاں بھی جائے گا، ہم سے چھپ کر نہیں رہ سکے گا۔"

میں نے کہا۔ "چنگارارا یہاں مرے گا یا زندہ واپس جائے گا... یہ ہم نہیں جانتے۔ تمہارے روحانی علوم کے ذریعے اس کی موت بھی نہیں بننا چاہتے۔ بس تم اس کے متعلق ایسی باتیں بتاتی رہو کہ اعلیٰ حضرت کو کوئی شکایت نہ ہو۔ ہم تمہیں ان کے سامنے شرمندہ نہیں ہونے دیں گے۔"

الپا نے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تمہاری دادی اور دادا جو کہہ رہے ہیں، تمہیں وہی کرنا چاہیے۔ مجھے یقین ہے، اعلیٰ حضرت کو تم سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

انوشے نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "او کے گرینڈ پا! آپ جو کہیں گے، میں وہی کروں گی۔ فی الحال مجھ سے کچھ نہ پوچھیں۔ جب چنگارارا سے بولتے رہیں گے تو میں آپ کے اندر موجود رہوں گی اور آپ اس وقت اس کے بارے میں جو بھی کہیں گے، وہی باتیں درست ہوں گی۔"

اس وقت ہم سب باباصاحب کے ادارے میں ایک کمرے کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ عالی اور ایمان علی کچھ دنوں کے لیے وہاں آئے ہوئے تھے۔ بے باک مومن، ٹونی جے اور فرمان بھی خیال خوانی کے ذریعے موجود تھے۔ پارس اور پورس باباصاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ایک اہم معاملے میں مصروف تھے۔

میں آدھے گھنٹے بعد اس اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ایک کانفرنس ہال میں کئی اکابرین کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔

چنگارارا خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھا۔ اس نے ان کے ایک مسلح گارڈ کو اپنا آلۂ کار بنالیا تھا اور اس کے ذریعے بول رہا تھا۔ "فرہاد علی تیمور نے دعویٰ کیا ہے، وہ آدھے گھنٹے بعد میرے متعلق بہت کچھ بتاسکے گا کہ میں یہاں سے کس سمت میں کتنے فاصلے پر ہوں؟"

وہ ذرا چپ رہا۔ پھر بولا۔ "اس نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ مزید آدھے گھنٹے بعد میری شہ رگ تک پہنچ جائے گا۔ آپ حضرات اپنی اپنی گھڑیاں دیکھیں۔ آدھا گھنٹا گزر چکا ہے مگر وہ واپس آنا بھول گیا ہے۔"

میں نے وہاں ایک مسلح گارڈ کو آلۂ کار بنا کر اس کے ذریعے کہا۔ "گھڑی کے کانٹے درست کہہ رہے ہیں۔ میں مقررہ وقت کے مطابق یہاں موجود ہوں۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ ہنگامی طور پر جتنے اکابرین یہاں اکٹھے ہوسکتے تھے، ہوگئے ہیں۔"

سب ہی چونک کر اس گارڈ کو دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ "آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ چنگارارا کس

طرح چھپ کر ہماری دنیا میں آیا ہے؟"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "بے شک۔ مسٹر فرہاد! ہم یہ ضرور معلوم کرنا چاہیں گے۔"

میں نے کہا۔ "دنیا کے تمام ملکوں میں ریڈارز اور جاسوسی آلات نصب کیے گئے ہیں تاکہ سیارے سے آنے والے ہماری نظروں سے چھپ نہ سکیں مگر اتنی بڑی دنیا میں ہر جگہ ایسے آلات نصب نہیں کیے جاسکتے۔"

وہ سب ہی تائید میں سر ہلانے لگے۔ میں نے کہا۔ "کیا اس دنیا میں ایسے بے شمار علاقے نہیں ہیں، جہاں جاسوسی آلات نصب نہیں کیے گئے ہیں اور ان علاقوں کو کوئی اہمیت بھی نہیں دی گئی ہے؟"

کئی اکابرین میری اس بات کی تائید کرنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "بے شک ایسے علاقے ہیں۔ کیا یہ چنگارارا ایسے ہی کسی علاقے سے آیا ہے؟"

میں نے آلہ کار کے ذریعے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "گریٹ ایشورارا نے بڑی تگ و دو کے بعد یہ معلوم کیا ہے کہ کن علاقوں میں جاسوسی آلات نصب نہیں کیے گئے ہیں۔ اس نے ایسے ہی ایک علاقے میں خلائی جہاز کے ذریعے چنگارارا کو یہاں پہنچایا ہے اور یہ تنہا نہیں آیا ہے۔"

تمام اکابرین نے چونک کر میرے آلہ کار کو دیکھا۔ میں نے کہا۔ "گریٹ ایشورارا نے اسے چار ساتھیوں کے ساتھ اس زمین پر پہنچایا ہے۔"

انہوں نے سوالیہ نظروں سے اس آلہ کار کو دیکھا، جس کے اندر چنگارارا موجود تھا۔ وہ بولا۔ "فرہاد جھوٹ کہہ رہا ہے۔ میں اس زمین پر بالکل تنہا آیا ہوں اور تنہا ہی فرہاد کو موت کے گھاٹ اتاروں گا۔"

میں نے کہا۔ "تم آگے جا کر کیا کرو گے؟ یہ بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی تو اپنی خیر مناؤ۔ تم یہاں تنہا نہیں ہو۔ تمہارے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کانفرنس ہال میں موجود ہیں۔"

میں نے اپنے آلہ کار کے ذریعے ایک اعلیٰ افسر کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔ "تمہارا ایک ساتھی اس اعلیٰ افسر کے اندر ہے۔"

پھر میں نے باقی تین افراد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس کے تین ساتھی ان تینوں کے اندر موجود ہیں۔ یہ چنگارارا کے حکم کے بغیر نہیں بولیں گے۔ گونگے بن کر رہیں گے۔"

وہ میری باتیں سن کر پریشان ہو گیا تھا مگر ڈھیٹ بن کر کہہ رہا تھا۔ "فرہاد ایسی باتیں کہہ رہا ہے، جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس کی یہ بات غلط ہے کہ میں یہاں تنہا نہیں ہوں اور یہ بات بھی غلط ہے کہ یہاں میرے چار ساتھی موجود ہیں۔"

میں نے کہا۔ "چنگارارا! تو ابھی تسلیم کرے گا اور گھبرا کر یہاں سے بھاگے گا۔ میں تیرے متعلق سب سے آخر میں بتاؤں گا۔ پہلے ان چار ساتھیوں کے متعلق بتا رہا ہوں۔"

میرے آلہ کار نے اعلیٰ افسر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تیرا جو ساتھی اس افسر کے اندر موجود ہے، وہ اس وقت لندن میں ہے۔ میں اس کا پتا ٹھکانا بتاؤں گا تو ابھی انٹیلی جنس والے اور لندن کی پولیس اسے گرفتار کر لے گی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! آپ کو یہ بات نہیں چھپانی چاہیے۔ ہمیں اس کا پتا ٹھکانا بتائیں۔ ابھی اسے گرفتار کیا جائے گا۔"

میں نے آلہ کار کے ذریعے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "سوری۔ میں چنگارارا اور اس کے چار ساتھیوں کا معاملہ خود ہینڈل کروں گا۔ اس لیے آپ لوگوں کو اس کا پتا نہیں بتاؤں گا۔ ہاں مگر چنگارارا ابھی میرے سچ سے انکار کرے گا تو پتا بتا دوں گا۔ بول چنگارارا! کیا کہتا ہے تُو....؟"

وہ گھبرا کر بولا۔ "تم ... تم بالکل سچ کہہ رہے ہو۔ تمہاری معلومات ہمیں حیران و پریشان کر رہی ہیں۔ کیا واقعی میرے متعلق بھی بہت کچھ جانتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "تم کیا چیز ہو؟ تمہارا گریٹ ایشورارا بھی یہاں آ کر حیران پریشان ہوتا رہا ہے۔ پھر میری سونیا سے خوفزدہ ہو کر اس دنیا سے ایسے نکل بھاگا کہ آج تک واپس نہ آسکا۔"

اکابرین میں سے ہر ایک باری باری کہہ رہا تھا۔ "فرہاد علی تیمور! فار گاڈ سیک۔ آپ کو اپنے خدا کا واسطہ... ہمیں ان چاروں کے پتے ٹھکانے بتا دیں۔"

میں نے کہا۔ "میں کہہ چکا ہوں، یہ میرا کھیل ہے۔ میں خود کھیلوں گا اور یہ بتاتا رہوں گا کہ جن سیارے والوں کے سامنے تم بے بس اور کمزور ہوتے رہے ہو، اب میں انہیں تگنی کا ناچ نچاؤں گا۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ہم ماضی میں یہ دیکھ چکے ہیں کہ سونیا اور فرہاد نے سیارے والوں میں سے کسی کو زندہ واپس جانے نہیں دیا۔ آئندہ چنگارارا بھی اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے زندہ سلامت واپس نہیں جاسکے گا۔ ہمیں یہ معاملہ فرہاد پر چھوڑ دینا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "یہی دانشمندی ہوگی۔ کیونکہ پچھلے تین برسوں میں تم لوگوں نے ان میں سے کسی کو کسی محاذ پر شکست نہیں دی۔ آزمائش کے ہر مرحلے پر ان کے سامنے کمزور ہوتے چلے گئے۔"

اکابرین میں سے ایک نے سوال کیا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور! جب آپ جانتے ہیں کہ یہ چاروں یہاں آ چکے ہیں۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ چنگارارا اور اس کے باقی ساتھی کس ملک کے کس شہر میں چھپے ہوئے ہیں تو آپ نے انہیں ڈھیل کیوں دی؟ ان سے نمٹ کیوں نہیں رہے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "فی الحال انہیں خونخوار شکاری کتے ہی سمجھا جائے۔ تم لوگوں نے آئندہ ہم سے تعاون کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اب تمہاری دوغلی حرکتیں نہیں چلیں گی۔ اگر تم وعدے کے مطابق عمل نہیں کرو گے۔ ہم سے تعاون نہیں کرو گے تو ہم ان کتوں کو تم پر چھوڑ دیں گے۔"

انہوں نے پریشان ہو کر میرے آلہ کار کو دیکھا۔ میں نے ذرا توقف سے کہا۔ "یہ چنگارارا اور اس کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے تم سب کو تباہ و برباد کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ایسے وقت ہم خاموش تماشائی بن کر رہیں گے۔ جیسا کہ پچھلے تین برسوں سے دبتے آئے ہیں۔"

تمام اکابرین باری باری کہنے لگے۔ "ہم اپنے وعدے پر قائم رہیں گے۔ آپ سے ہر طرح کا تعاون کریں گے۔ ہمیں بتائیں، ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"فی الحال تو یہی کریں کہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے اور دوسرے ذرائع سے اپنے ملک کی عوام کو راہِ راست پر لائیں۔ جو آرام طلب اور ہڈ حرام ہو چکے ہیں۔ انہیں سزائیں دیں۔ شراب و شباب کے عادی لوگوں کا بھی محاسبہ کریں۔ انہیں یہ یقین دلائیں کہ اب سیارے سے کوئی فراڈ اَن داتا آ کر ان کی دستگیری نہیں کرے گا۔ انہیں محنت و مشقت سے، اپنی صلاحیتوں اور ہنرمندی سے روزی حاصل کرنی ہوگی۔"

ایک حاکم نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "بے شک۔ ہم یہی کریں گے اور یہی ہونا بھی چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "اور اس پروپیگنڈے کو ختم کرنا ہوگا کہ مسلمان دہشت گرد ہیں۔ یہ بیانات دینے ہوں گے کہ مسلمانوں کے تعاون سے گریٹ ایشورارا کو ہماری دنیا سے بھگایا جا رہا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "فرہاد صاحب! آپ کی باتیں ریکارڈ کی جارہی ہیں۔ جو بھی مطالبات ہیں، ہم اسی کے مطابق عمل کریں گے۔"

میں نے کہا۔ "آج تک مسلمانوں کے خلاف جو زہر اگلتے رہے ہو، اب اس زہر کا توڑ کرو۔ آئندہ تمہارے بیانات سے، تمہارے عمل اور ردِ عمل سے یہ ثابت ہونا چاہیے کہ مسلمان امن و امان سے رہنے والی قوم ہے۔ ہمیں تم لوگوں سے اتنا ہی تعاون چاہیے۔"

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ "اور اگر یہ تعاون بھی حاصل نہ ہوا تو پھر یہ پانچ کتے تمہارے لیے کافی ہوں گے۔ ہم انہیں زندہ رکھیں گے۔ ڈھیل دیتے رہیں گے۔ اِدھر سے اُدھر بھاگنے اور چھپنے پر مجبور کرتے رہیں گے۔ ان کے ساتھ آنکھ مچولی ہوتی رہے گی اور ساتھ ہی ساتھ تمہیں آزمایا جاتا رہے گا کہ تم کس حد تک ہم سے تعاون کر رہے ہو؟"

پھر میں نے اس مسلح گارڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "چنگارارا! تم اچھی طرح سمجھ رہے ہو، میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ جب چاہوں گا، تمہاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا مگر زبان کا دھنی ہوں۔ ابھی کوئی کارروائی کرنے کے لیے تمہارے قریب نہیں آؤں گا۔ جیسا کہ ان اکابرین سے کہہ چکا ہوں کہ تمہیں ڈھیل دیتا رہوں گا۔"

میں نے اس آلہ کار کے ذریعے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "یہ نہیں کہوں گا کہ اپنے سیارے میں واپس چلے جاؤ۔ ہاں۔ یہ ضرور کہوں گا کہ یہاں رہو گے تو آج یا کل، ایک ہفتے یا ایک مہینے کے بعد بے موت مارے جاؤ گے۔"

میں نے اس کے روبرو پہنچ کر کہا۔ "مگر تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ میرے ہاتھوں نہیں مارے جاؤ گے۔"

اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "سیارے سے آنے والوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا ٹھیکا سونیا کو دیا گیا ہے۔ جب تک تم ان اکابرین کو اور ہماری دنیا کے کسی بھی فرد کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچاؤ گے، تب تک وہ تمہاری موت نہیں بنے گی۔ صرف شامت بنتی رہے گی۔ اس زمین پر تمہیں سکون سے رہنے نہیں دے گی۔"

تمام اکابرین میری باتیں سن رہے تھے اور متاثر ہو رہے تھے۔ میں نے اس کے آلہ کار سے کہا۔ "اب یہاں سے جاؤ اور سوچو کہ تمہیں اس دنیا میں رہنا چاہیے یا واپس چلے جانا چاہیے؟"

میں نے تمام اکابرین پر ایک سرسری سی نظر ڈالی پھر

اپنی پوتی الوشے کی رہنمائی کے مطابق کہا۔ ''یہ اپنے چاروں ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے جاچکا ہے۔ اب کسی افسر کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والا دشمن نہیں ہے۔''

تمام اکابرین مطمئن ہوکر میری طرف دیکھنے لگے۔ ایک نے تمام افسران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں یہ تسلیم کرلینا چاہیے کہ سونیا اور فرہاد ہمیشہ گریٹ ایشو رارا پر بھاری پڑتے رہے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ سیارے والوں کو ہماری دنیا سے باہر بھگایا ہے۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''جس طرح فرہاد صاحب نے چیلنج کیا ہے' اس کے پیشِ نظر چنگارارا اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں نہیں رہے گا۔ اسے معلوم ہوچکا ہے' جہاں بھی چھپنے جائے گا' وہاں سونیا اور فرہاد پہنچ جائیں گے۔''

پھر ایک اعلیٰ حاکم نے مجھ سے پوچھا۔ ''مسٹر فرہاد! آپ نے یہ کیسے معلوم کیا کہ وہ ہماری دنیا میں تنہا نہیں آیا ہے۔ اس کے ساتھ چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور ان میں سے ایک لندن میں ہے؟''

ایک اور حاکم نے کہا۔ ''پھر تو آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ اس کے بقیہ تین ساتھی کن ممالک میں چھپے ہوئے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''ایک تو لندن میں ہے' دوسرا پیرس میں اور تیسرا جرمنی میں ہے۔ چوتھا ٹیلی پیتھی جاننے والا چنگارارا کا دستِ راست ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ دونوں امریکا کے ایک شہر میں ہیں۔ میں اس شہر کا نام نہیں بتاؤں گا۔ یہ نہیں چاہوں گا کہ یہاں کے انٹیلی جنس والے ان دونوں کے پیچھے پڑ جائیں۔ جو میرا شکار ہیں' وہ صرف میری ہی نگرانی میں رہیں گے۔'' ایک نے کہا۔ ''بے شک آپ نہ بتائیں۔ اپنے معاملات اپنے ہی ہاتھوں میں رکھیں مگر اتنا تو بتادیں' آپ کن ذرائع سے ایسی اہم معلومات حاصل کرلیتے ہیں؟''

میں حقیقت نہیں بتا سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ ''سیارے سے جو غیر معمولی مشین آئی تھی۔ وہ تو تباہ ہوچکی تھی۔ وہ مشین نہ ہمارے پاس رہی نہ تمہارے پاس رہی۔ لیکن بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ رہی۔''

تمام اکابرین نے چونک کر میرے آلہ کار کو دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''ہم بہت پہلے ہی ایسی دوسری مشین تیار کرچکے تھے۔ اس وقت میں اسی مشین کے سامنے بیٹھا اسکرین پر تم سب کو دیکھ رہا ہوں اور جب منظر بدلتا ہوں تو چنگارارا اور اس کے ساتھیوں کو بھی دیکھتا رہتا ہوں۔''

وہ سب بڑی دلچسپی سے اور لگن سے میری باتیں سن رہے تھے۔ میں نے کہا۔ ''اس مشین کے فنکشن کو آپ سب اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی اجنبی دشمن نظر نہ آتا ہو۔ صرف اس کی آواز سنائی دیتی ہو تو ہم آڈیو سسٹم کے ذریعے اس بولنے والے کو اس مشین کی اسکرین پر دیکھ لیتے ہیں۔''

وہ سب تائید میں سرہلا رہے تھے اور باری باری کہہ رہے تھے۔ ''بے شک ہم اس غیر معمولی مشین کو کبھی بھول نہیں سکیں گے۔ ہمارے ماہرین دن رات کوششیں کرچکے ہیں کہ کسی بھی طرح ایسی ایک مشین تیار ہوجائے۔ لیکن ہم ناکام رہے ہیں۔''

دوسرے نے کہا۔ ''آج معلوم ہورہا ہے کہ آپ لوگ ایسی مشین تیار کرچکے ہیں اور اس وقت اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔''

''آئندہ بھی ہم اسی طرح فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ سیارے سے آنے والے ہماری نگاہوں سے بچ کر' چھپ کر نہیں رہ سکیں گے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم سب نے دل و جان سے وعدہ کیا ہے' آپ سے ہر معاملے میں تعاون کرتے رہیں گے۔ کبھی دشمنی نہیں کریں گے۔ اب تک مسلمانوں کے خلاف جو پروپیگنڈا کرتے آرہے ہیں' اس کی تلافی کریں گے۔ جلد ہی آپ لوگوں کے خلاف تمام غلط فہمیاں یکسر ختم ہوجائیں گی۔ ہم اس سلسلے میں ایک تعاون چاہتے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''یعنی یہ چاہتے ہو کہ ہم نے جو غیر معمولی مشین بنائی ہے۔ اس کا ایک بلیو پرنٹ تمہیں بھی دے دیں؟''

''بے شک ہم یہی چاہتے ہیں۔ یہ احسان کردو گے تو ہم زندگی بھر مسلمانوں کے گن گاتے رہیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''تم نے ہماری دنیا میں سب سے پہلے ایٹم بم بنایا اور یہ چاہتے رہے کہ کوئی دشمن ملک ایٹمی قوت نہ بنے۔ اکثر اسلامی ممالک کی مخالفت کرتے رہتے ہو۔ یہ ہر انسان ہر ملک کا حکمران چاہتا ہے کہ جو قوت اس کے پاس ہے وہ دوسرے کے پاس نہ ہو۔ تو پھر ہمارے پاس جو غیر معمولی مشین کی قوت ہے ہم یہ کیوں چاہیں گے کہ یہ تمہارے پاس بھی پہنچ جائے؟ سوری یہ کبھی نہیں ہوگا۔ تم میں سے کوئی ہماری غیر معمولی مشین کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھ پائے گا اور نہ ہی کبھی اس کا بلیو پرنٹ حاصل کرسکے گا۔''

وہ میری باتیں سن کر مایوس ہورہے تھے۔ کچھ کہنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا۔ ''اس سلسلے میں بحث نہ کی جائے۔ ہمارے درمیان دوستی رہے گی۔ ہم ایک دوسرے سے تعاون کریں' مگر دوستی کی ایک حد مقرر رہے گی۔ نہ ہم تم سے کچھ طلب کریں گے۔ نہ تم ہم سے کچھ مانگو گے۔ ہم صرف ایک دوسرے کی مصیبت میں کام آئیں گے۔''

میں نے ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک ایک کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''فی الحال ہماری مصیبت مشترکہ ہے۔ ہم دونوں ہی گریٹ ایشو رارا کو ہمیشہ کے لیے یا تو ختم کردینا چاہتے ہیں یا اسے اپنی دنیا سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے لازمی ہے کہ تم اپنے جاسوس سٹلائٹ کو ہمیشہ فعال رکھو اور اس کے خلائی اسٹیشن کو کبھی کششِ ثقل میں نہ آنے دو۔''

میرا آلہ کار ایک جگہ رکتے ہوئے بولا۔ ''اگر چنگارارا اور اس کے ساتھیوں کی طرح کوئی یہاں آئے گا تو اس سے ہم مسلمان نمٹتے رہیں گے۔ یوں ایک دوسرے سے تعاون کرتے رہیں گے تو سیارے والے کبھی ہماری زمین پر قدم نہیں جما سکیں گے۔''

وہ آلہ کار ان کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک طرف جا کر کھڑا ہوگیا۔ میں نے اس کے ذریعے کہا۔ ''اب میں جارہا ہوں۔ اپنے وعدے کے مطابق اپنے اپنے ملک کی عوام کو گریٹ ایشو رارا کے سحر سے نکالنے کے لیے دن رات کوششیں کرتے رہو۔ ہم مسلمانوں کو دہشت گرد کہہ کر بدنام نہ کرو اور ہماری نیک نامی بحال کرتے رہو۔ جب تک ایسا کرتے رہو گے' تب تک چنگارارا یا کوئی بھی سیارے کا ٹیلی پیتھی جاننے والا تم میں سے کسی کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ بس اب میں جارہا ہوں۔''

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اس وقت اپنے کوارٹر میں تنہا تھا۔ میری پوتی الوشے میرے اندر موجود تھی۔ اس نے کہا۔ ''گرینڈ پا! میں نے آپ کی محبت سے مجبور ہوکر تعاون کیا ہے۔ جبکہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ پلیز... آئندہ آپ مجھے ایسے کسی معاملے میں ملوث نہ کریں۔''

''کیا یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں اپنی پوتی سے کسی بھی معاملے میں تعاون حاصل نہ کروں؟''

''ایسا تعاون حاصل نہ کریں' جو اعلیٰ حضرت کی ہدایات کے خلاف ہو۔''

میں نے ایک انگلی سے سر کھجاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ ''تم تو میری دادی اماں بن گئی ہو۔ ایسے ٹھوس جواب دیتی ہو کہ میں چپ رہ جاتا ہوں۔''

میں نے ایک ذرا سوچنے کے بعد کہا۔ ''چلو کوئی بات نہیں۔ تم روحانی علوم کے ذریعے مجھ سے کوئی تعاون نہ کرو۔ لیکن میں تمہارا دادا ہوں۔ تم میرے معاملات میں شریک تو رہ سکتی ہو؟ تمہارا یہ دادا بوڑھا ہوچکا ہے۔ اس کی لاٹھی بن کر ساتھ ساتھ تو چل سکتی ہو؟''

وہ بولی۔ ''گرینڈ پا! آپ بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کریں۔ میں ساتھ رہوں گی تو کیا آپ کو کسی مشکل میں اور کسی مسئلے میں الجھتے ہوئے دیکھ سکوں گی؟ جب نہیں دیکھ سکوں گی تو بے اختیار روحانی قوت سے کام لینے پر مجبور ہوجاؤں گی۔''

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''میرے چالاک دادا جان کو سمجھنا چاہیے کہ ان کی پوتی نادان نہیں ہے۔ اگر مجھے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں تو پہلے اعلیٰ حضرت سے اجازت حاصل کرلیں پھر میں ہر سانس میں آپ کے ساتھ رہنے پر فخر کرتی رہوں گی۔''

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''مجھے پتا ہے' اجازت نہیں ملے گی۔ بہرحال صرف اتنا بتادو کہ جس طرح ہم نے چنگارارا کو دہشت زدہ کیا ہے۔ کیا اس کے بعد وہ ہماری دنیا میں رہے گا؟''

''بس اس آخری سوال کا جواب دے رہی ہوں اور جا رہی ہوں۔ وہ اور اس کے چار ساتھی بری طرح دہشت زدہ ہوگئے ہیں۔ اب سے چوبیس گھنٹے بعد وہ سیارے میں واپس چلے جائیں گے... اللہ حافظ۔''

وہ میرے دماغ سے چلی گئی۔ میں اسے روکنا چاہتا' اپنی محبتوں کا واسطہ دیتا تو کبھی نہ جاتی۔ وہ وہیں بابا صاحب کے ادارے میں تھی۔ دوڑتی ہوئی میرے پاس چلی آتی۔ لیکن میں نے محبت اور جذبات کا سہارا لے کر اسے مجبور نہیں کیا۔

ویسے یہ بات میرے مزاج کے خلاف تھی کہ کوئی دشمن نظروں میں آجائے اور وہ بچ کر چلا جائے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے کہا۔ ''تمہاری پوتی نے بہت ہی مختصر سا تعاون کیا ہے۔ وہ اعلیٰ حضرت کی ہدایات پر عمل کررہی ہے۔ اب ہمارا ساتھ نہیں دے گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ چنگارارا اپنے ساتھیوں کے ساتھ کہیں چھپ رہے گا اور ہم اس کا سراغ نہیں لگا پائیں گے؟''

''ہاں۔ سراغ لگانے کا کوئی راستہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ الوشے نے آخر میں صرف اتنا بتایا ہے کہ وہ سب خوفزدہ

ہیں۔ چوبیس گھنٹے بعد یہاں سے اپنے سیارے میں واپس چلے جائیں گے۔''

وہ بولی۔ ''یہ نہیں ہوسکتا۔ وہ پانچوں میرا شکار ہیں۔ میں انہیں جانے نہیں دوں گی۔ یہاں ان کا برا انجام ہوگا تو گریٹ ایشورارا مزید تشویش میں مبتلا ہوگا۔ ہماری ہیبت اس پر طاری رہے گی۔''

''میں بھی یہی چاہتا ہوں مگر سمجھ میں نہیں آتا' ان پانچوں کا سراغ کس طرح لگایا جائے؟''

''کوئی تو تدبیر کرنی ہوگی۔ تم بھی سوچو۔ میں بھی سوچ رہی ہوں۔ کوئی بات سمجھ میں آئے تو فوراً مجھ سے رابطہ کرو۔''

میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ سوچنے لگا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے؟ چنگارارا اور اس کے چاروں ساتھی ہمارے لیے گہری تاریکی میں تھے اور تاریکی میں انسان آنکھیں رکھتے ہوئے بھی اندھا بن جاتا ہے۔ کسی کو ڈھونڈ نہیں پاتا۔ گھوم پھر کر یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ روحانی علوم کا سہارا لیے بغیر ہم کبھی ان پانچوں تک پہنچ نہیں پائیں گے۔

میں اپنے کوارٹر میں بیٹھا ہوا تھا۔ سونیا اپنے کوارٹر میں تھی۔ اس نے فون کے ذریعے کہا۔ ''تم بھی شاید وہی سوچ رہے ہو' جو میں سوچ رہی ہوں۔ ہم روحانی علوم کے بغیر ان کا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔''

''بے شک۔ میں یہی سوچ رہا ہوں۔ اس سلسلے میں اپنی پوتی کو مجبور نہیں کرنا چاہتا۔ یہ جانتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت اعتکاف میں ہیں۔ ہم کسی بھی معاملے میں ان سے بات نہیں کرسکیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''بس ایک آمنہ ہے۔''

''وہ بھی اعلیٰ حضرت کی اجازت کے بغیر ہماری رہنمائی نہیں کرے گی۔''

''تم شوہر ہو۔ اس کے مجازی خدا ہو۔ بڑی محبت سے بہلا پھسلا کر کسی بھی طرح ان پانچوں کا پتا ٹھکانا معلوم کرلو۔''

''ٹھیک ہے۔ میں ابھی آمنہ کے پاس جا رہا ہوں۔''

میں اپنے کوارٹر سے نکل کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا آمنہ کی طرف جانے لگا۔ ہم سب کے کوارٹر ایک دوسرے کے قریب تھے۔ میں وہاں پہنچا تو وہ حسبِ معمول عبادت میں مصروف تھی۔ میں اس سے کچھ فاصلے پر آکر فرش پر بیٹھ گیا۔

وہ عبادت کا وقت نہیں تھا۔ لیکن وہ فاضل اوقات میں بھی اپنے معبود سے لو لگائے رکھتی تھی۔ اس وقت مراقبے میں تھی۔ اسے میری آمد کا علم ہوگیا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھول کر ایک ذرا سر گھما کر مجھے دیکھا۔

میں نے کہا۔ ''اگر مجھے مداخلت نہیں کرنی چاہیے تو میں پھر آؤں گا۔''

اس نے کہا۔ ''نہ جاؤ... کبھی کبھی تو آتے ہو۔''

''اس لیے کبھی کبھی آتا ہوں کہ دن رات عبادت میں مصروف رہتی ہو۔ سوچتا ہوں' یہاں آؤں گا تو خواہ مخواہ مداخلت کروں گا۔ ابھی ایک اہم ضرورت سے مجبور ہو کر آیا ہوں۔''

''یعنی کوئی مسئلہ ہے؟ اسے میں ہی حل کرسکتی ہوں؟''

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''یہی بات ہے۔ انجان نہ بنو۔ تم ہمارے تمام مسائل کو خوب سمجھتی ہو۔''

''اور تم بھی خوب سمجھتے ہو کہ میں اعلیٰ حضرت کی اجازت کے بغیر روحانی علوم کے ذریعے تمہاری رہنمائی نہیں کروں گی۔''

''یہ صرف میرا مسئلہ ہوتا تو تمہارے پاس نہ آتا۔ سیدھا اعلیٰ حضرت سے رجوع کرتا۔''

اس نے پوچھا۔ ''تو پھر یہ کس کا مسئلہ ہے؟''

میں نے کہا۔ ''ہمارا تمہارا اور تمام مسلمانوں کا ہے۔ دینِ اسلام کا مسئلہ ہے۔ دین کے دشمن ہماری زمین پر آئے ہوئے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ سزا پائے بغیر یہاں سے واپس جائیں۔ گریٹ ایشورارا کے خلاف جوابی کارروائی بہت لازمی ہے۔''

''میں کیا بتاؤں' جو لوگ آئے ہوئے ہیں' انہیں زندہ واپس جانا چاہیے یا نہیں؟ اس سلسلے میں بہت کچھ جانتے ہوئے بھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔''

''تمہارے روحانی علوم اور تمہاری تمام معلومات تمہیں مبارک ہوں۔ میں صرف اتنا پوچھتا ہوں' کیا دین کے دشمنوں کا محاسبہ نہیں کرنا چاہیے؟ انہیں یونہی چھوڑ دینا چاہیے؟''

وہ بولی۔ ''دشمنوں کو ڈھیل نہیں دینی چاہیے۔ بے شک ان کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ جو لوگ روحانی علوم نہیں جانتے' وہ اپنی ذہانت سے' فراست سے اپنے ایمانی جذبے سے دشمنوں کا محاسبہ کرتے ہیں۔ مقابلہ کرتے ہیں۔''

''یہی میں کہتا ہوں۔ ان کا محاسبہ اور مقابلہ کرنے لیے ہمیں ان کے روبرو پہنچنا چاہیے۔ یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں؟ اگر وہ اسی طرح چھپ کر یہاں سے فرار ہو جائیں گے پھر نئی کمک اور نئی توتوں کے ساتھ واپس آئیں گے اور ہمارے لیے عذاب جان بن جائیں گے تمہیں گوارا ہوگا؟''

میری باتیں اسے الجھا رہی تھیں۔ وہ کچھ پریشان ہو کر میں اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت سے بات کروں گی پھر جواب دوں گی۔''

''اعلیٰ حضرت اعتکاف میں ہیں۔ میں جانتا ہوں' وہ دشمن چوبیس گھنٹوں کے اندر اس دنیا سے فرار ائیں گے۔''

وہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگی۔ میں نے کہا۔ ''تم اس مجھ سے تعاون کرو کہ اعلیٰ حضرت کو اعتراض نہ صرف ان کا پتا ٹھکانہ بتا دو۔ اس کے بعد میں کچھ نہیں وں گا۔ چپ چاپ یہاں سے چلا جاؤں گا۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''چلو اٹھو یہاں سے سونیا کو تنزانیہ کے ساحلی شہر دارالسلام بھیجو۔ پھر حالات جہاں پہنچانا چاہیں گے' وہ وہاں پہنچ جائے گی۔''

یہ کہہ کر اس نے منہ پھیر لیا۔ آنکھیں بند کرلیں پھر قبے میں پہنچ گئی۔ میں وہاں سے اٹھ کر باہر آگیا۔ اپنے ٹر کی طرف جاتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے سونیا! فوراً سفری بیگ اٹھاؤ اور اپنے کوارٹر سے باہر میں بھی اپنا سفری بیگ لے کر آرہا ہوں۔ ہمیں تنزانیہ ہر دارالسلام جانا ہے۔''

کسی حد تک ہماری مشکل آسان ہوگئی تھی۔ آمنہ نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ پانچوں دشمن جو مختلف ممالک میں وہ ایک ہی جگہ دارالسلام میں کہاں ملیں گے؟ کس طرح گے؟ ان کا پتا ٹھکانا کیا ہے؟ اس نے واضح طور پر کچھ بتایا تھا۔ بہرحال جتنا بتایا تھا' وہی ہمارے لیے کافی تھا۔

جب میں اکابرین کے درمیان کانفرنس ہال میں تھا مجھے اپنی پوتی کے ذریعے اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ ارا اس وقت واشنگٹن میں ہے۔ وہاں سے فرار ہو رہا ایک دستِ راست بھی اس کے ساتھ ہے۔ باقی ساتھی لندن میں' تیسرا پیرس میں اور چوتھا فرینکفرٹ ہے۔

اس کے بعد میری پوتی نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ہمیں معلوم نہ ہوسکا کہ وہ اب کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟

بعد میں پتا چلا کہ وہ پانچوں واقعی دہشت زدہ ہوگئے انہیں یقین ہوگیا تھا کہ میں اپنے پُراسرار ذرائع سے بارے میں بہت کچھ معلوم کرچکا ہوں۔ وہ جہاں بھی جائیں گے' میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔

چنگارارا نے فرار ہونے کے دوران کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اسے بتایا تھا کہ وہ پانچوں ہماری دنیا میں چھپ کر نہیں رہ سکیں گے۔ سونیا اور فرہاد نے پتا نہیں کیسے انہیں ٹریس کرلیا ہے۔

ایشورارا نے انہیں حکم دیا۔ ''تم پانچوں جہاں بھی ہو' وہ جگہ بدل دو۔ وہاں سے تنزانیہ کے شہر دارالسلام چلے جاؤ۔ خیال خوانی کے ذریعے سونیا اور فرہاد سے یا امریکی اکابرین سے رابطہ رکھو۔ معلوم کرتے رہو' کیا فرہاد کو تمہاری جگہ بدلنے کا علم ہو چکا ہے؟''

چنگارارا نے کہا۔ ''ہم یہی کرتے رہیں گے۔ یہ جاننے کی کوششیں کریں گے کہ فرہاد نے ہمارا پتا ٹھکانا کس طرح معلوم کرلیا تھا؟ کیا آئندہ بھی وہ اسی طرح معلومات حاصل کرتا رہے گا؟''

''دارالسلام پہنچ کر بھی وہ دونوں خطرے کی طرح منڈلاتے رہیں گے۔ زائر کے ویران صحرا میں تمہارے لیے خلائی جہاز پہنچ جائے گا۔ میں تم لوگوں کی سلامتی چاہتا ہوں۔ اب اپنے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس زمین پر مرنے نہیں دوں گا۔''

وہ اس کے احکامات کے مطابق دارالسلام کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ چنگارارا اپنے دستِ راست کے ساتھ نیویارک پہنچ گیا تھا۔ وہاں سے تنزانیہ کی طرف جانے والا تھا۔ باقی تین ساتھی لندن' پیرس اور فرینکفرٹ سے روانہ ہونے والے تھے۔

ایسے وقت میں اور سونیا بھی پیرس ائیرپورٹ پر پہنچ گئے تھے۔ ہمیں بھی آمنہ نے بتا دیا تھا کہ ان پانچوں سے ہمارا سامنا کہاں ہوسکتا ہے۔

آمنہ نے اشارتاً یہ کہا تھا کہ حالات سونیا کو وہاں لے جائیں گے' جہاں اسے جانا چاہیے ہوگا۔ اس کی پیشگوئی کے مطابق یہی ہو رہا تھا۔ چنگارارا کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جو پیرس میں تھا' وہ بھی دارالسلام جانے کے لیے ائیرپورٹ کی عمارت میں پہنچا ہوا تھا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے چنگارارا سے کہا۔ ''میں اس وقت ائیرپورٹ میں ہوں۔ ایک گھنٹے بعد میری فلائٹ روانہ ہوگی۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ فرہاد میری تاک میں ہے یا نہیں؟''

چنگارارا نے کہا۔ ''میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔''

یہ کہتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میرے دماغ میں آنا چاہا تو میں نے سانس روک لی۔ اس وقت سونیا کار ڈرائیو کر رہی تھی اور میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا

ہوا تھا۔ ہم ایئرپورٹ کی طرف جا رہے تھے۔

اس نے دوسری بار آنا چاہا تو میں نے پوچھا۔ ”کون ہو تم.....؟“

”میں چنگارارا بول رہا ہوں۔“

میں نے کہا۔ ”اس وقت نہ بولو۔ میں بہت مصروف ہوں۔ جاؤ یہاں سے......“

میں نے سانس روک لی۔ وہ چلا گیا۔ میرے دماغ سے نکلتے ہی امریکی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر بولا۔ ”میں چنگارارا بول رہا ہوں۔ تم سے دشمنی کرنے نہیں آیا ہوں۔ فرہاد سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا ہے۔ ایسے وقت جبکہ وہ کہیں مصروف ہے تو میں تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”میں سن رہا ہوں۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟“

اس نے پوچھا۔ ”کیا تم اپنی دنیا میں ہمیشہ مسلمانوں کے دوست بن کر رہ سکو گے؟ تم تو دوستی نبھاؤ گے۔ کیا وہ نبھا سکیں گے؟ کیا تم ہم سے اتحاد قائم کر کے انہیں کچلنا نہیں چاہو گے؟“

اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ”کیا یہ سمجھ رہے ہو' فرہاد اس وقت تم سے غافل ہے۔ تمہارے بارے میں یہ نہیں جانتا ہے کہ تم کہاں چھپے ہوئے ہو؟“

”میں یہی معلوم کرنے کے لیے اس سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ کترا رہا ہے۔“

”تم یہ نہیں جانتے' وہ کتنا طاقتور ہے؟ کیسے پُراسرار طریقوں سے تم لوگوں کے بارے میں معلومات رکھتا ہے؟ اس ایک مسلمان کے خوف سے تم چھپتے پھر رہے ہو تو پوری مسلمان قوم کو کچلنے میں ہماری کس طرح مدد کر سکو گے؟“

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”پہلے اپنی خیر مناؤ۔ کیا یہاں سے زندہ اپنے سیارے میں واپس جا سکو گے؟ اگر زندہ رہے تو پھر کبھی تم سے باتیں ہوں گی۔ ابھی یہاں سے جاؤ اور آئندہ اجازت کے بغیر ہمارے اندر نہ آیا کرو۔“

وہ اپنے پیرس والے ماتحت کے پاس آ کر بولا۔ ”فرہاد اور سونیا کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہو رہا ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں ہیں؟ کیا کر رہے ہیں؟ مجھے چند سیکنڈ کے لیے اس کے دماغ میں جانے کا موقع ملا تھا۔ وہ دونوں ایک کار میں بیٹھے کہیں جا رہے تھے۔ کس شہر میں ہیں؟ کہاں جا رہے ہیں؟ یہ معلوم نہ ہو سکا۔ بہرحال ایک گھنٹے بعد تمہاری فلائٹ جانے والی ہے۔ تم وہاں سے روانہ ہو جاؤ۔“

جب میں نے چنگارارا کو اکابرین کے درمیان چیلنج
تھا۔ تب سے اب تک کئی گھنٹے گزر چکے تھے اور ہم نے ا
میں سے کسی کا محاسبہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے کہ ہم ان کے متعل
کچھ جانتے ہی نہیں تھے۔ وہ کسی حد تک مطمئن ہو گئے تھے
بھی تشویش میں مبتلا تھے۔ ہمارے متعلق معلومات حاص
کرنے کے باوجود کچھ معلوم نہیں کر پا رہے تھے۔

جب ہم ایئرپورٹ پہنچے تو سونیا چلتے چلتے ٹھٹک
گئی۔ میں نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ ”کیا ہوا؟“

وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔ ”میری سو
کی حس بیدار ہو گئی ہے۔ بابا فرید واسطی نے کہا تھا' جب
میرے لیے ضروری ہوا کرے گا تب یہ حس بیدار ہوا
کرے گی۔“

میں نے پوچھا۔ ”کیا تم دشمن کی بُو سونگھ رہی ہو؟“

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ ”سیارے والوں کے پسینے کی ایک مخصوص بُو ہوا کر
ہے۔ وہی بُو.....“

وہ بات ادھوری چھوڑ کر ایک طرف دیکھنے لگی۔ ا
پرس میں سے انگوٹھی نکال کر اسے پہننے لگی۔ اس مخصوص انگو
میں اعصابی کمزوری کی دوا تھی۔ ایک ننھی سی سوئی اس
منسلک تھی۔ وہ اپنے دشمن سے مصافحہ کرتے وقت یا جسم
کسی حصے پر ہاتھ مارتے وقت سوئی کو اس کے اندر انجیکٹ
کر دیا کرتی تھی۔ جس کے بعد وہ اعصابی کمزوری میں
ہو جاتا تھا۔

وہ ایک طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ ”میں جا رہی ہوں۔ تم دور سے نگرانی کرتے رہو۔ وہ فرار ہونے کی کوشش کر سکتا ہے۔“

وہ وزیٹرز لابی میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ سونیا تیز
سے چلتی ہوئی اس کے پاس پہنچی پھر بولی۔ ”ہائے جیکی میک ملین! یہ تم ہی ہو ناں.....؟“

وہ بڑی خوش دلی سے مسکراتی ہوئی ساتھ والی سیٹ
بیٹھ گئی۔ وہ ایکدم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ سونیا ان تمام
سیارے والوں کے حواس پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ لوگ غیر
معمولی مشین کے ذریعے اس کی اور میری تصویریں دیکھ
تھے۔ اگرچہ اس وقت ہم اپنے اصلی چہروں کے ساتھ نہیں
تھے پھر بھی ایک اجنبی عورت نے آ کر اسے جیکی میک ملین کہا
وہ ایکدم سے بدک گیا۔ اس سے ذرا دور ہو گیا۔

اس نے پوچھا۔ ”کیا ہوا.....؟ کیا تم عورتوں
گھبراتے ہو؟“

ہکلاتے ہوئے بولا۔ ”مم.....میں اجنبی عورتوں
نہیں کرتا۔ ویسے بھی میری فلائٹ کا وقت ہو چکا

فوراً ہی اپنا بیگ اٹھا کر تیزی سے چلتا ہوا جانے
نگ کارڈ لے کر جہاز میں جا کر بیٹھ جانا چاہتا
ٹ کے اس حصے میں صرف مسافروں کو جانے کی
ی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ سونیا بھی اسی فلائٹ سے جا

اس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا
سے آگے بڑھنے لگا۔ آگے میں کھڑا ہوا تھا۔ جب وہ
ریب سے گزرنے لگا تو میں نے گھوم کر ایک الٹا ہاتھ
منہ پر رسید کیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے
گے۔ اندھیرا سا چھانے لگا۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ
گیا۔

یک مسلح سیکورٹی گارڈ نے میری طرف بڑھتے ہوئے
اے! تم نے اس پر ہاتھ کیوں اٹھایا ہے؟“

میں نے ہنستے ہوئے اپنے شکار کو گلے لگاتے ہوئے
ہم پرانے دوست ہیں۔ ایک دوسرے سے اسی طرح

پھر میں نے اس سے کہا۔ ”یار جیکی! تم اس سیکورٹی
تاؤ' کیا ہم دوست نہیں ہیں؟“

میں اس کے دماغ میں تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق
انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ”لڑائی جھگڑے کی
نہیں ہے۔ وی آر فرینڈز۔“

سیکورٹی گارڈ مطمئن ہو کر چلا گیا۔ میں اسے بازو کے
میں لے کر وہاں سے چلتا ہوا ایک سیٹ پر آ کر بیٹھ
نیا بھی وہاں آ گئی۔ اس کے سفری بیگ کو کھول کر
چیزیں نکالنے لگی۔

اس میں ایک کمیونیکیٹنگ مشین ہمارے کام کی
ایک خوبصورت سی تھیلی میں ہیرے جواہرات تھے اور
ٹ میں سونے کی اینٹیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ غیر معمولی
بھی تھے جنہیں پہن کر وہ تیر کی سی تیز رفتاری سے ایک
دوسری جگہ پہنچ جاتے تھے۔ کوئی ان کا تعاقب نہیں کر

سونیا نے یہ تمام چیزیں اپنی تحویل میں لے لیں پھر مجھ
ہا۔ ”اسے جانے دو مگر یہ دارالسلام نہیں جائے گا۔“

میں نے اس سے کہا۔ ”تم جس رینٹڈ کار میں آئے
س میں بیٹھ کر جہاں جانا چاہتے ہو' چلے جاؤ۔“

میرا ایک ہاتھ پڑتے ہی وہ اس حد تک کمزور ہو گیا تھا کہ سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو بھگا نہیں سکتا تھا۔ اس لیے میرے زیرِ اثر آ گیا تھا۔ اب مجھ سے نجات پانے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے چنگارارا کو اپنے موجودہ حالات سے آگاہ کر سکتا تھا۔

وہ اپنا بیگ اٹھا کر تیزی سے چلتا ہوا ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر آ گیا۔ اپنی رینٹڈ کار میں بیٹھ کر خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتا تھا۔ چنگارارا کے پاس پہنچ کر اپنے حالات بتانا چاہتا تھا۔ ایسے وقت میں نے اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ وہ تکلیف سے تڑپ گیا۔

میں نے کہا۔ ”خیال خوانی کی حماقت کرو گے تو تمہارے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا۔ ابھی تک زندہ ہو۔ کیا یہ تمہارے لیے کافی نہیں ہے؟“

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تکلیف برداشت کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ”آپ کی مہربانی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں' خیال خوانی نہیں کروں گا۔ چنگارارا سے رابطہ نہیں کروں گا۔ پلیز مجھے جانے دیں۔“

”ہم نے تمہیں کھلی چھوٹ دی ہے۔ تم جا سکتے ہو۔“

وہ تھوڑی دیر تک اپنے سر کو سہلاتا رہا۔ ذرا آرام آنے کے بعد اس نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے تیز رفتاری سے آگے بڑھانے لگا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ وہ رفتار بڑھاتا جا رہا ہے اور ٹریفک پولیس کی ایک گاڑی سائرن بجاتی ہوئی اس کا پیچھا کر رہی ہے۔ اس نے سوچا' رفتار کم کرنی چاہیے لیکن تیز رفتاری میں فرق نہیں آ رہا تھا۔ وہ اس میں کمی نہیں کر پا رہا تھا۔

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ”مسٹر فرہاد! تم میرے اندر موجود ہو۔ مجھے تیز رفتاری پر مجبور کرتے جا رہے ہو۔ کیا کار کے حادثے میں ہلاک کرنا چاہتے ہو؟“

وہ بول رہا تھا۔ رفتار کو اپنے قابو میں کرنا چاہتا تھا۔ وہ کار اس وقت ایک فلائی اوور سے گزر رہی تھی۔ ایسے وقت اسٹیئرنگ اس کے ہاتھوں سے بہک گیا۔ کار بے قابو ہو گئی۔ فلائی اوور کی ریلنگ سے ٹکراتی ہوئی نیچے جا گری ایک دھماکا سا ہوا۔ پیٹرول کی ٹنکی میں آگ لگی تو وہاں سے شعلے بلند ہونے لگے۔ اس کا دماغ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکا تھا اور میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا تھا۔

وہاں سے اٹھتے ہوئے سونیا سے بولا۔ ”چلو اس کا کام تمام ہو چکا ہے۔“

ہم وہاں سے اٹھ کر بورڈنگ کارڈ لینے کے لیے چلے

گئے۔ اس کی موت اسی ایئر پورٹ کی عمارت میں ہوسکتی تھی لیکن ہم نے اسے بہت دور پہنچا کر موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ آئندہ چنگارارا کو یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ ہم ایئر پورٹ میں تھے اور وہاں اس کے اس ماتحت سے سامنا ہوا تھا۔

اگر اسے کسی طرح معلوم ہوجاتا تو اس کے ذہن میں یہ بات آسکتی تھی کہ ہم ہوائی سفر کرنے والوں اور دارالسلام پہنچنے والوں کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں اور ان کا تعاقب کررہے ہیں۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے چنگارارا کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے فوراً ہی اپنا فون نمبر بتا کر سانس روک لی۔ مجھے اپنے دماغ سے باہر نکال دیا۔

میں نے فون کے ذریعے رابطہ کیا وہ بولا۔ ”میں خود آپ سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن آپ نے اپنے دماغ سے بھگا دیا تھا۔“

میں نے کہا۔ ”تم لوگ یہاں سے بھاگنے کے لیے آئے ہو۔ پیرس میں تمہارا جو ماتحت ہے۔ وہ پتا نہیں کہاں سے آیا تھا؟ کہاں جارہا تھا؟ ایفل ٹاور کے قریب ایک فلائی اوور سے اس کی کار نیچے گر پڑی۔ بیچارا مارا گیا ہے۔ تم اس کی موت کی تصدیق کرسکتے ہو۔“

وہ ذرا سہمے ہوئے انداز میں بولا۔ ”میں سمجھ گیا۔ تم نے اسے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ تم ہمارے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔ کیا بتا سکتے ہو' اس وقت میں کہاں ہوں؟“

”تم یقین نہیں کرو گے۔ میں تمہارے اور باقی سیّارے والوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا' کون کہاں ہے اور کیا کررہا ہے؟ میں نے اکابرین کی کانفرنس میں جو کہا تھا' اپنی محدود معلومات کے مطابق کہا تھا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میں تم لوگوں کا سراغ لگا رہا ہوں۔“

”نہیں۔ تم ہمارے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے' میں کہاں ہوں اور ابھی کیا کررہا ہوں؟“

”یہ سب کچھ میں نے تم لوگوں کو دہشت زدہ کرنے کے لیے کہا تھا اور میں دیکھ رہا ہوں' تم واقعی مجھ سے بری طرح خوفزدہ ہو۔“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرا ایک ماتحت پیرس میں ہے اور وہ ایک کار میں کہیں سے گزر رہا ہے؟“

”مجھے پہلے سے معلوم نہیں تھا۔ اچانک ہی اس سے سامنا ہوگیا تھا اور میں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں بولوں گا۔“

یہ کہہ کر میں نے رابطہ ختم کردیا۔ میرے فون کا نمبر ا [illegible] کے فون کی اسکرین پر آگیا تھا۔ اس نے پھر مجھ سے را [illegible] کیا۔ میں نے کہا۔ ”جب بھی ضروری سمجھوں گا' تم سے فو [illegible] پر بات کروں گا۔ میری مرضی کے بغیر تم مجھے کال نہیں ک [illegible] گے۔“

میں نے فون بند کردیا۔ وہ بری طرح الجھ گیا تھا۔ [illegible] میں یہ خوف تھا کہ میں اس کے اور دوسرے ماتحتوں [illegible] بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں پھر یہ بھی خیال آرہا تھا' [illegible] اس وقت پیرس میں ہوں اور وہ امریکا کے شہر نیویارک [illegible] فلائی کرتا ہوا دارالسلام کی طرف جارہا تھا۔ اس خیال سے [illegible] ہورہی تھی کہ وہ مجھ سے بہت دور ہے اور میں اس کی منز [illegible] سے بے خبر ہوں۔

اس نے کمیونیکیٹنگ مشین کی ذریعے گریٹ ایشورا [illegible] سے رابطہ کیا۔ اسے بتایا کہ پیرس میں اس کا ٹیلی پیتھی جا [illegible] والا ماتحت کس طرح میرے ہاتھوں مارا گیا ہے۔

ایشورارا تشویش میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اس [illegible] کہا۔ ”کسی بھی طرح معلوم کرو' وہ کم بخت فرہاد اور سو [illegible] ہمارے بارے میں اتنا کچھ کیسے جان لیتے ہیں؟ تم زمین [illegible] پہنچے اور اسے خبر ہوگئی؟ کیسے ہوگئی؟ یہ ہمارے لیے تشویش [illegible] بات ہے۔“

چنگارارا نے کہا۔ ”ہمارے ایک ساتھی کی موت [illegible] یہ تو معلوم ہوگیا کہ فرہاد ابھی پیرس میں ہے۔ ہم سب [illegible] بہت دور ہے۔ آئندہ اس بات کا سراغ لگایا جائے گا کہ [illegible] ہمارے متعلق کیا کچھ جانتا ہے اور کیسے جانتا ہے؟“

اس نے ذرا توقف سے کہا۔ ”اس دنیا کے بہت [illegible] لوگوں کو ہمارے سحر سے نکالا جارہا ہے پھر بھی بہت سے لوگ تیرے عقیدت مند ہیں۔ کیا سونیا فرہاد کے خلاف [illegible] عقیدت مندوں کو استعمال نہیں کیا جاسکتا؟“

ایشورارا نے کہا۔ ”جب یہ معلوم ہوگا کہ سونیا اور فر [illegible] پیرس کے کس حصے میں ہیں؟ ان کا پتا ٹھکانا کیا ہے' تب [illegible] عوام کو مشتعل کرکے ان پر دھاوا بول سکتے ہیں۔“

”فی الحال میں کچھ نہیں کرسکتا۔ دارالسلام پہنچ کر [illegible] کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔“

ہمارے متعلق معلومات حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ [illegible] کے پاس نہیں تھا۔ بس ایک ہی راستہ تھا کہ وہ سب ہماری [illegible] دنیا سے فرار ہوجائیں۔ میں اور سونیا قاہرہ پہنچ [illegible] تھے۔ وہاں سے دوسری فلائٹ کے ذریعے دارالسلام [illegible] ل جانا تھا۔

جب ہم جہاز سے اتر کر قاہرہ ایئر پورٹ کی عمارت [illegible] آئے تو سونیا پھر ٹھٹک گئی۔ میرا بازو تھام کر بولی۔ ”یہاں [illegible] ایک اور سیّارے والے کی بُو مل رہی ہے۔“

چنگارارا کا جو ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت فرینکفرٹ [illegible] تھا۔ وہ ایک فلائٹ کے ذریعے وہاں پہنچا ہوا تھا۔ بریک [illegible] کے طور پر اسے بھی دوسری فلائٹ کے ذریعے دارالسلام [illegible] تھا اور وہ فلائٹ چار گھنٹے کے بعد وہاں سے جانے والی [illegible]۔ اس لیے وہ قاہرہ کی سیر کرنے نکل گیا تھا۔

میں نے سونیا سے پوچھا۔ ”وہ کہاں ہے؟“

وہ ایک سمت دیکھ کر گہری سانسیں لیتے ہوئے [illegible]۔ ”بابا فرید واسطی نے کہا تھا' میں پانچ کلومیٹر کے فاصلے تک کسی بھی دشمن کی بُو سونگھ سکوں گی۔ اس وقت وہ پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر اسی شہر میں کہیں ہے۔ فوراً ایک رینٹڈ کار حاصل کرو۔ ہم اس کا تعاقب کریں گے۔“

ہمیں رینٹڈ کار حاصل کرنے میں کچھ وقت لگا۔ جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو اس کی بُو گم ہوچکی تھی۔

سونیا نے کہا۔ ”آگے بڑھتے رہو۔ جب ہم اس سے [illegible] کلومیٹر کے فاصلے پر ہوں گے تو وہ میری رینج میں آجائے گا۔“

میں نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے آگے بڑھایا۔ اس کی رفتار بھی بڑھاتا گیا۔ کچھ دیر دور دور تک بھٹکنے کے بعد سونیا نے کہا۔ ”جنوب کی سمت چلو۔“

اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ میں اسی راستے پر کار دوڑانے لگا۔ وہ بولی۔ ”ہم جس سمت جارہے ہیں ادھر قاہرہ کے مضافات میں اہرامِ مصر ہیں۔ وہ اسی طرف جارہا ہے۔“

میں رفتار بڑھانے لگا۔ اس کی بات درست تھی۔ سونگھنے کی حس بتا رہی تھی کہ ہم اس کے قریب پہنچتے جا [illegible] ہے ہیں۔

میں نے کہا۔ ”خدا کا شکر ہے۔ آمنہ نے ہمیں صرف [illegible] رالسلام جانے کو کہا تھا۔ دشمنوں کا پتا ٹھکانہ نہیں بتایا [illegible] لیکن تمہاری یہ سونگھنے کی حس بہت کام آرہی ہے۔“

ہماری کار اس کے بہت قریب پہنچتی جارہی تھی۔ سونیا نے کہا۔ ”وہ اس اگلی کار میں موجود ہے۔“

وہ عقب نما آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا' ایک کار بہت دیر سے اس کے تعاقب میں چلی آرہی ہے۔ وہ [illegible] شبہے کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے کار کو دوسری سڑک پر موڑ کر جانے لگا۔ میں نے بھی اسی طرف ٹرن لے لیا۔

اس کی شامت آگئی تھی۔ وہ ایک ویران راستے پر آگیا تھا۔ میں نے رفتار تیز کرتے ہوئے اس سے آگے نکلتے ہوئے گاڑی کو اچانک ہی موڑ کر اس کا راستہ بلاک کردیا۔ ایسے وقت ہم سمجھ سکتے تھے' اس کا ردِعمل کیا ہوگا؟

وہ خطرہ محسوس کرتے ہی ریوالور نکال کر کار سے باہر نکل آیا تھا۔ میں نے بھی بلا کی پھرتی دکھائی تھی۔ کار کو اس کی طرف تیزی سے بڑھاتا چلا گیا۔ اسے صحیح طرح نشانہ لینے کا موقع نہیں ملا۔ اس نے فائرنگ کی لیکن ہماری کار کی زد میں آگیا۔ ہم اسے ٹکر مارتے ہوئے آگے نکل گئے۔

میں نے ذرا دور جا کر گاڑی روک دی۔ عقب نما آئینے میں دیکھا۔ وہ بری طرح زخمی ہوگیا تھا۔ سڑک پر گر کر تڑپ رہا تھا۔ اس کا ریوالور اس سے دور جا پڑا تھا۔ میں فوراً ہی کار سے نکل کر دوڑتا ہوا اس کے قریب آیا۔ ریوالور کو اٹھاتے ہوئے بولا۔ ”تم زخمی ہو۔ تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ کیا طبی امداد چاہتے ہو؟“

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ ”مجھے بچالو۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔“

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ”تم مرنا نہیں چاہتے لیکن ہمیں مارنے آئے تھے۔“

”میں گریٹ ایشورارا کا غلام ہوں۔ اس کے حکم سے مجبور ہوکر یہاں آیا ہوں۔ ایک بار مجھے معاف کردو۔ میری جان بچاؤ۔ میں تمہارا تابعدار بن کر رہوں گا۔ تم لوگ صرف ٹیلی پیتھی کی نہیں' روحانی علوم کی بھی طاقتیں رکھتے ہو۔ اگر میں کوئی دھوکا دوں گا تو مجھے جان سے مار سکتے ہو مگر تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ میری جان بچا لو۔ مجھے ایک بار آزماؤ۔“

سونیا بھی وہاں چلی آئی تھی۔ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ”اسے ایک بار آزمانا چاہیے۔ میرے بیگ میں فرسٹ ایڈ کا سامان ہے۔ ہم ابھی اس کی مرہم پٹی کریں گے۔“

ہم نے اسے آزمانے اور آئندہ اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے اس پر بھروسا کرلیا۔ اس کی مرہم پٹی کرنے لگے۔ وہ دماغی طور پر ایک ذرا کمزور ہوگیا تھا۔ سونیا نے توانائی پہنچانے کے لیے انجکشن لگایا پھر مجھ سے کہا۔ ”تم اس کی کار میں بیٹھ کر جاؤ۔ میں تمہارے پیچھے آرہی ہوں۔“

ہمیں دارالسلام جانا تھا۔ اس لیے ہم ایئر پورٹ کی

طرف واپس جانے لگے۔ سونیا نے اسے جو توانائی کا انجکشن لگایا تھا۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ ائیر پورٹ پہنچنے تک اس کی دماغی توانائی بحال ہوگئی۔ وہ خیال خوانی کے قابل ہوگیا۔

میں نے کہا۔ ''ہم نے تم پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔ اپنا معمول اور تابعدار نہیں بنایا ہے۔ تمہیں مکمل آزادی دے رہے ہیں۔ آگے چل کر ہمیں کہیں دھوکا دو گے تو اپنا برا انجام خود اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔''

وہ بڑی احسان مندی سے بولا۔ ''آپ نے مجھ پر بھروسا کیا ہے۔ میں آپ کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اور اس دنیا میں رہ کر نئی زندگی گزارنے کے لیے ہمیشہ خود کو ایک سچا تابعدار ثابت کرتا رہوں گا۔''

وہ واقعی ہماری طاقتوں، صلاحیتوں اور انسانی ہمدردیوں کو دیکھتے ہوئے متاثر ہوگیا تھا۔ ائیر پورٹ پہنچ کر معلوم ہوا فلائٹ مزید دو گھنٹے لیٹ ہے۔ یعنی ہم چار گھنٹے بعد وہاں سے روانہ ہونے والے تھے۔

اس نے سونیا سے کہا۔ ''میڈم! پورے سیارے میں سب سے زیادہ آپ کا چرچا ہوتا ہے۔ وہاں سب ہی جانتے ہیں، ہمارا گریٹ ایشورارا صرف آپ کی وجہ سے اس زمین پر قدم نہیں رکھ رہا ہے۔ اگرچہ کوئی زبان سے ظاہر نہیں کرتا، مگر سب ہی پر آپ کی ہیبت طاری رہتی ہے۔ میں یہاں آپ کا تابعدار بن کر رہنا چاہتا ہوں۔''

''فی الحال تم چنگارارا کے سامنے ہمارے تابعدار بن کر نہیں رہو گے۔ یہ ظاہر نہیں کرو گے کہ ہم سے متاثر ہوگئے ہو اور ہمارا اعتماد حاصل کررہے ہو۔''

''آپ جو حکم دیں گی، میں اسی پر عمل کروں گا لیکن.... میری ایک التجا ہے۔''

''جو کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو۔''

''میں آپ کا دینِ اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔''

میں نے اور سونیا نے ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ ایسے وقت سوچنا لازمی نہیں ہوتا۔ اگر کوئی اسلام قبول کرنا چاہتا ہو تو ہمیں اس کی نیت پر شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ نیت کو سمجھنے والا خدا ہے۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ کون نیک نیتی سے اور کون بدنیتی سے دین قبول کررہا ہے۔

میں نے کہا۔ ''تم ابھی یہاں کے باتھ روم میں جاؤ۔ غسل کرو اور صاف ستھرا لباس پہنو پھر ہمارے پاس آؤ۔''

وہ اپنا سفری بیگ لے کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد نہا دھو کر صاف ستھرے لباس میں واپس آگیا۔ قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی تمام دنیائے اسلام میں مشہور اور مستند ہے۔ وہاں کے علمائے کرام جو فتویٰ دیتے ہیں اس سے کوئی انکار نہیں کرتا۔ سب ہی متفق ہوتے ہیں۔ ہم اسے اس یونیورسٹی کی مسجد میں لے گئے۔

وہاں کے پیش امام نے دین کے متعلق کچھ باتیں اسے سمجھائیں پھر کلمہ پڑھایا اور کہا۔ ''اگر تم قاہرہ میں رہتے ہو تو یہاں میرے پاس آیا کرو۔ میں تمہیں پانچوں وقت کی نمازیں پڑھنا اور دینی احکامات پر عمل کرنے کے طور طریقے سمجھاؤں گا۔''

اس نے کہا۔ ''میں ابھی دو گھنٹے بعد ایک فلائٹ سے دارالسلام جارہا ہوں۔''

پیش امام نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔ وہاں کی مسجد میں جایا کرو اور ابتدائی دینی تعلیمات حاصل کرتے رہو۔ آج سے تمہارا نام عبدالقادر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نیک کام کرنے پر قادر رکھے گا۔''

جب وہ ہمارے ساتھ ائیر پورٹ واپس آیا تو بہت خوش تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''دل کی گہرائیوں سے محسوس کررہا ہوں، مجھے واقعی نئی زندگی کی نئی مسرتیں مل رہی ہیں۔''

ہم نے خوشی کا اظہار کیا اور اسے تاکید کی کہ ایک ہی فلائٹ میں سفر کرنے کے دوران ہم سے انجان بن کر رہے۔ چنگارارا اور اس کے ساتھیوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ اب وہ عبدالقادر کے نام سے نئی زندگی شروع کررہا ہے۔

ہم ایک گھنٹے بعد قاہرہ سے روانہ ہونے والے تھے۔ ادھر چنگارارا اپنے دستِ راست کے ساتھ نیویارک سے روانہ ہونے والا تھا۔ اگرچہ وہ دونوں ساتھ رہتے تھے مگر ایک دوسرے سے فاصلہ رکھتے تھے۔ دور ہی دور سے ایک دوسرے کی نگرانی کرتے رہتے تھے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے گفتگو کرتے تھے۔ اس وقت بھی جہاز میں آکر بیٹھے تو ان کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ ان کی سیٹیں ایک دوسرے سے دور تھیں۔

وہ اندر سے سہمے ہوئے تھے۔ انہیں یوں لگتا تھا، جیسے میں اور سونیا کہیں سے چھپ کر دیکھ رہے ہیں اور وہ ہم سے چھپنے کے باوجود چھپ نہیں پارہے ہیں۔ اگر دل و دماغ میں خوف سما جائے تو انسان ہلکی سی آہٹ پر بھی چونک پڑتا ہے۔ ایکدم سے گھبرا جاتا ہے۔

اور وہ کوئی آہٹ نہیں تھی، بلکہ ایک دھماکا تھی.... اچانک ہی اس کے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی تھی۔ چنگارارا کو یوں لگا، جیسے سونیا اس کی گردن دبوچنے آپہنچی

ہو۔ وہ خوبصورت اور صحت مند عورت عمر میں پچیس اور تیس کے درمیان ہوگی۔ اس نے چنگارارا سے کہا۔ ''ہائے.....! ابھی ہم اجنبی ہیں۔ سفر کے دوران شناسائی پیدا ہو جائے گی۔''

پھر وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''میرا نام سونیا ہے۔''

چنگارارا کے ذہن کو ایک زبردست جھٹکا سا لگا۔ وہ ایکدم سے پیچھے ہٹ کر اسے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس آنے والی بلا نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ''تم.. تم سونیا ہو؟''

اس نے بڑے فخر سے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ بولا۔ ''یعنی کہ مسز سونیا فرہاد ہو؟''

اس سونیا نے ایک ذرا چونک کر اسے دیکھا۔ پھر بڑے فخر سے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''مجھے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب ہی لوگ جانتے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے کہ تم نے بھی میرا نام سنا ہے۔ اتنی بڑی ہستی تمہارے ساتھ بیٹھی ہے۔ اب تو مصافحہ کرو۔''

اس نے ڈرتے ہوئے آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ یوں لگ رہا تھا' وہ مصافحہ کرے گا تو وہ اسے دبوچ لے گی۔ وہ ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔ ''تت... تم مجھے جانتی ہو؟''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''بھلا میں کیسے جان سکتی ہوں؟ اپنا تعارف کراؤ گے' تب ہی جان پہچان ہوگی۔''

چنگارارا کو ایک ذرا اطمینان ہوا کہ سونیا اسے سیارے والے کی حیثیت سے نہیں پہچان رہی ہے۔ وہ بولا۔ ''مجھے تم سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ میں نے تمہارے متعلق بہت کچھ سنا ہے اور پڑھا بھی ہے۔''

اس نے خوشی سے چہک کر پوچھا۔ ''تمہیں میرا کون سا کارنامہ بہت زیادہ پسند آیا ہے؟''

وہ بولا۔ ''یوں تو تمہارے بے شمار کارنامے ہیں لیکن تم نے آج سے چار برس پہلے سیارے سے آنے والے گریٹ ایشورارا کو یہاں سے بھگایا تھا۔ اس کارنامے کا تو کوئی جواب ہی نہیں ہے۔''

وہ ذرا سوچ میں پڑ گئی۔ دل ہی دل میں کہنے لگی۔ ''یہ کارنامہ میں نے کب انجام دیا تھا؟''

پھر وہ پہلو بدل کر سوچنے لگی۔ ''بھئی! یہ بھی کارنامہ انجام دیا ہوگا۔ وہ کہتے ہیں' ناں نیکی کر۔ دریا میں ڈال۔ تو میں کارنامے انجام دیتی ہوں اور انہیں دریا میں ڈال کر بھو جاتی ہوں۔''

وہ چنگارارا کے سامنے سر ہلاتے ہوئے بولی۔ ''ا وہ کارنامہ... وہ جو سیارے سے آیا تھا... ابھی کیا نام لیا تھا نے...؟''

وہ بولا۔ ''گریٹ ایشورارا....''

وہ یاد کرنے کے انداز میں بولی۔ ''ہاں۔ وہ رارا نہیں جانتے' وہ کتنا زبردست پہلوان تھا؟ میں نے اسے ا پٹخیاں دی تھیں کہ وہ بھاگتا ہوا یہاں سے اپنے سیارے چلا گیا تھا۔ دراصل سیارے والے پہلوانی کے وہ داؤ پیچ نہ جانتے' جو میں جانتی ہوں۔ ساری دنیا مجھے آسمان سے گر والی بجلی کہتی ہے۔ اے تھنڈر بولٹ فرام دی بلیو....''

وہ بڑے فخر سے سینہ تان کر کہہ رہی تھی۔ ''بے شک میں بجلی ہوں مگر سب پر نہیں گرتی۔ صرف فراز پر ایک بار گر تھی۔ تب سے اب تک وہ اٹھ نہیں پایا ہے۔ ہمیشہ میر نیچے رہتا ہے۔''

چنگارارا نے چونک کر پوچھا۔ ''فراز...؟''

وہ جلدی سے بولی۔ ''میرا مطلب ہے' فرہاد... فر علی تیمور۔''

اس نے پوچھا۔ ''تم اکیلی ہو؟ کیا فرہاد ساتھ نہیں ہے؟''

وہ مکھی اڑانے کے انداز میں ہاتھ ہلاتے ہو بولی۔ ''اس کی بات نہ کرو۔ وہ تو ہمیشہ سر جھکائے آنکھیں بند کیے خیال خوانی میں مست رہتا ہے۔ اس کی ساری جوانی خیالی گھوڑے دوڑاتے ہوئے گزری ہے۔ اب بے چارہ بوڑھا ہوگیا ہے۔ دشمنوں سے فائٹ نہیں کر سکتا۔ میں ہی فل ایکشن میں رہتی ہوں۔''

وہ سر ہلا کر بولا۔ ''بے شک۔ فرہاد سے زیادہ تمہارا ہی چرچا ہوتا رہتا ہے۔ بائی داوے' وہ ابھی کہاں ہے؟''

''کیا بتاؤں کہاں ہے؟ ابھی اُدھر ہے تو دوسرے لمحے میں اِدھر آجائے گا۔ میں اپنے دماغ میں تم سے بات کراؤں گی۔''

وہ ایک دم سے گھبرا گیا۔ اگر وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرتا تو پتا چلتا کہ وہ سونیا نہیں ایک ذہنی مریضہ ہے۔

لیکن سونیا چنگارارا کے حواس پر چھائی ہوئی تھی۔ و جانتا تھا' وہ یوگا میں مہارت رکھتی ہے۔ اس کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔ اسے معلوم ہو جائے گا' اس

امنے جو شخص بیٹھا ہوا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے پھر وہ اپنا دشمن سمجھنے لگے گی۔ ساری خوشدلی بھول کر اس کی بن جائے گی۔

اس نے اپنے بیگ سے کمیونیکیٹنگ مشین نکالتے کہا۔ ''معذرت چاہتا ہوں۔ ابھی ذرا ٹوائلٹ جاؤں واپس آکر باتیں کروں گا۔''

وہ کمیونیکیٹنگ مشین کو دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کیا یہ ٹیپ ر ہے؟ کیا تم ٹوائلٹ میں میوزک سنتے ہو؟''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ۔ کچھ ایسی ہی عادت ہے میری....''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''بالکل میری طرح... میں بھی لٹ میں ٹیپ ریکارڈر لے کر جاتی ہوں۔''

وہ مسکراتا ہوا وہاں سے چلتا ہوا ٹوائلٹ میں دروازے کو اندر سے بند کرکے گریٹ ایشورارا سے کرنے لگا۔ اس نے تحریری پیغام کے ذریعے کہا۔ ''گارارا اپنے گریٹ ایشورارا سے مخاطب ہے۔''

ایشورارا کی طرف سے جواب موصول ہوا۔ ''ہاں۔ کیا بات ہے؟''

''میں بہت مشکل میں پڑ گیا ہوں۔ اس وقت ے میں ہوں۔ دارالسلام جا رہا ہوں لیکن سونیا اچانک رے پاس آکر بیٹھ گئی ہے۔ میرے ساتھ سفر کر رہی''

اس نے چونک کر پوچھا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ وہ بلا جاتی ہے' وہاں شامت بن جاتی ہے۔ وہ تمہارے ہے اور تم خیریت سے ہو؟''

اس نے جواباً لکھا۔ ''ابھی تک خیریت اس لیے ہے س نے مجھے چنگارارا کی حیثیت سے پہچانا نہیں لیکن جب فرہاد اس کے اندر آکر بولے گا اور اس کے لیے مجھ سے باتیں کرے گا تو میں پہچان لیا جاؤں میری موت اسی طیارے میں ہو سکتی ہے۔''

گریٹ ایشورارا نے تحریری جواب میں کہا۔ ''اگر وہ ے پاس آہی گئی ہے تو تم فرہاد کا کیوں انتظار کر رہے تمہاری عقل کام نہیں کر رہی ہے' جب تمہیں اس طیارے مرنا ہی ہے تو اس سے پہلے سونیا کو مار ڈالنا چاہیے۔ کیا ے پاس ہتھیار نہیں ہے؟''

''میرے بیگ میں بھرا ہوا ریوالور ہے۔''

''تو پھر دیر کیوں کر رہے ہو؟ فوراً جاؤ۔ اپنے بیگ ریوالور نکالو اور کچھ کہے سنے بغیر اسے گولی مار دو۔ وہ دنیا کی سب سے خطرناک عورت ہے۔ ہمارے لیے بھی ہمیشہ خطرہ بنتی رہی ہے۔ اسے مار کر تم بہت بڑا کارنامہ انجام دو گے۔''

''اسے ہلاک کرنے کے بعد مجھے گرفتار کر لیا جائے گا۔''

''واقعی تمہاری عقل بالکل کام نہیں کر رہی ہے۔ تم سونیا سے بری طرح خوفزدہ ہوگئے ہو۔ میں جو حکم دے رہا ہوں' فوراً اس پر عمل کرو اور اسے ہلاک کرتے ہی اس جہاز کو ہائی جیک کر لو۔''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''ہائی جیک کر لوں...؟''

''پریشانی کی کیا بات ہے؟ تمہارے پاس ہتھیار ہے۔ کوئی تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ جب تک انہیں ہتھیار سے ڈراتے رہو گے' اس وقت تک میں تمام اکابرین سے رابطہ کروں گا۔ انہیں بڑی بڑی آفرز دوں گا۔ وہ اکابرین دوغلے ہیں۔ جب یہ دیکھیں گے کہ سونیا جیسی خطرناک بلا مر چکی ہے' صرف فرہاد رہ گیا ہے تو وہ ایسے وقت ہمارا ساتھ ضرور دیں گے۔''

ان کے درمیان طویل گفتگو ہو رہی تھی۔ ایسے وقت اس بناپتی سونیا کی اصل ہسٹری بیان کرنا ضروری ہوگیا ہے....

اس کا اصل نام ثمینہ تھا۔ وہ دارالسلام میں پیدا ہوئی تھی۔ بچپن ہی سے خبطی تھی۔ اسے ذہنی طور پر کمزور نہیں کہا جا سکتا تھا۔ لیکن وہ ہمیشہ نارمل نہیں رہتی تھی۔ کبھی کبھی ذہنی رَو بہک جاتی تھی اور وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگتی تھی۔

اس نے یونہی نارمل اور ایبنارمل رہتے ہوئے کچھ پڑھنا لکھنا سیکھ لیا تھا۔ بچپن میں پریوں کی کہانیاں پڑھنے کا بہت شوق تھا اور وہ کہانیاں پڑھ کر خود کو پری کہا کرتی تھی۔ کسی بھی اونچی جگہ سے اچھل کر پریوں کی طرح اڑنے کی کوشش کرتی تھی اور نیچے آگرتی تھی۔ زخمی ہو جاتی تھی۔

جب جوان ہوئی تو اس نے میرے اور سونیا کے متعلق پڑھنا شروع کیا۔ مسلسل پڑھتے پڑھتے سونیا اس کے دماغ پر چھا گئی۔ اس نے ماں باپ اور رشتے داروں سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اس کا نام ثمینہ نہیں' سونیا ہے۔ وہ شادی کرے گی تو ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد سے کرے گی۔

والدین اپنی اس خبطی بیٹی کی ہر بات مانتے تھے۔ اس کی ہر فرمائش پوری کرتے تھے' لیکن ازدواجی زندگی گزارنے کا معاملہ ایسا تھا کہ وہ اس کے لیے کہیں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈھونڈ کر نہیں لا سکتے تھے۔

ان ماں باپ کے لیے یہ قصہ کہانیوں والی بات

تھی۔ وہ کہتے تھے' اس دنیا میں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا وجود نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کو خیال خوانی کرتے ہوئے اور دوسروں کے دماغوں میں جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

وہ کہتے تھے' اگر یہ سچ ہے' دنیا میں کسی فرہاد علی تیمور کا وجود ہے' وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو اتنی بڑی شخصیت کو ہم اپنی بیٹی سے شادی کرنے پر کس طرح قائل کرسکیں گے؟ ان کی خبطی بیٹی ناممکن کو ممکن بنانے کی ضد کررہی تھی۔

ایک ہفتہ پہلے وہ اپنی بیٹی کے ساتھ کینیڈا گئے تو اچانک ہی اس کی دلی مرادیں بر آئیں۔ اس کی زندگی میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آگیا۔ اس کا نام فراز احمد تھا۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ وہ اس ادارے کے ایک اہم معاملے کو نمٹانے کے لیے کینیڈا پہنچا ہوا تھا۔ وہاں اس نے ثمینہ عرف سونیا کو دیکھا اور اس حسینہ کی طرف کھنچتا چلا آیا۔

اس نے ثمینہ کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا' وہ ذہنی مریضہ ہے۔ اکثر نارمل رہتی ہے مگر کبھی کبھی ابنارمل ہوجاتی ہے اور جب ابنارمل ہوتی ہے تو اس کے ذہن پر سونیا کی شخصیت حاوی رہتی ہے۔

اس نے اچھی طرح خیالات پڑھنے کے بعد ایک رات اسے مخاطب کیا۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ سونا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت اپنے دماغ میں کسی مرد کی آواز سن کر ایکدم سے اٹھ بیٹھی۔

وہ کہہ رہا تھا۔ ''ہائے سونیا.... !تمہاری تلاش ختم ہوچکی ہے۔ فرہاد علی تیمور تمہارے پاس آگیا ہے۔''

پہلے تو وہ خوش ہوئی' پھر حیرانی اور بے یقینی سے بولی۔ ''کیا تم سچ مچ فرہاد ہو اور ابھی میرے اندر بول رہے ہو؟ یا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟''

اس نے کہا۔ ''اپنے بازو میں ایک چٹکی بھرو۔ تمہیں پتا چلے گا کہ سو رہی ہو یا جاگ رہی ہو۔''

اس نے اپنے بازو میں چٹکی بھری پھر تکلیف سے ایک سسکاری لیتے ہوئے کہا۔ ''ہاں۔ میں جاگ رہی ہوں اور تم میرے اندر بول رہے ہو۔''

وہ خوشی سے دونوں بازو پھیلاتے ہوئے بولی۔ ''تم کہاں چھپ کر بول رہے ہو؟ میرے پاس آجاؤ۔''

''تم مجھے اپنی بانہوں میں بلارہی ہو اور میں تمہارے دماغ کے اندر پہنچ گیا ہوں۔ فی الحال روبرو نہیں آسکوں گا۔ کیونکہ یہاں سے بہت دور ہوں۔''

''تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا کے ایک سرے دوسرے سرے تک پہنچ جاتے ہو۔ کیا میرے پاس ابھی نہیں آسکو گے؟''

''میں جب چاہوں گا' تمہارے پاس آجاؤں گا۔ لیکن تم سے محبت کرنے کی اور تمہارے ساتھ زند گزارنے کی ایک شرط ہے۔''

''میں ہر شرط مانوں گی۔ بس تم چلے آؤ۔''

''میں اُس وقت آؤں گا' جب تم نارمل ر کردگی۔ میں تمہارے اندر رہ کر تمہارا دماغی علاج کروں گا۔ جب بہکنے لگو گی' ابنارمل ہونے لگو گی تو میں تمہیں کنٹرول کروں گا۔ تمہیں خیال خوانی کے ذریعے نارمل بناتا رہوں گا۔''

''سب مجھے ابنارمل کہتے ہیں۔ پلیز۔ تم تو ایسا ن کہو.....''

''ایسا نہیں کہوں گا تو علاج نہیں کرسکوں گا۔ تمہارے اندر جو خامی ہے' کمزوری ہے' اسے تسلیم کرو۔ اگر مجھے اپنی زندگی میں بلانا چاہتی ہو تو میری بات مان لو۔''

''اچھی بات ہے' تم جو کہو گے' وہی کروں گی۔''

''تو پھر ابھی آرام سے سو جاؤ۔ میں کل تمہارے پاس آؤں گا۔''

''اتنی جلدی نہ جاؤ۔ میں تم سے ڈھیر ساری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

''باتیں ہوتی رہیں گی۔ ابھی میری بات مان لو اور سو جاؤ۔''

وہ انکار میں سرہلا کر بولی۔ ''میں نہیں سوؤں گی۔''

''ابھی تم نے وعدہ کیا تھا' میری ہر بات مانو گی؟''

وہ چپ ہوگئی۔ فرہاد احمد نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ آنکھیں بند کرکے لیٹ گئی پھر تھوڑی دیر بعد ہی گہری نیند میں ڈوب گئی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے باپ کو مخاطب کیا۔ ''ہیلو مسٹر بشیر احمد.....!''

وہ بھی سونے جارہا تھا۔ ایکدم سے چونک کر اٹھ بیٹھا۔ اپنی بیوی کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''یہ۔ یہ میرے اندر کوئی بول رہا ہے۔''

اس کی بیوی نے کہا۔ ''انسان اپنے اندر خود بولتا ہے۔ کوئی اور کیسے بولے گا؟''

فراز احمد نے کہا۔ ''تم میاں بیوی ٹیلی پیتھی کے علم پر یقین نہیں رکھتے ہو۔ سمجھتے ہو' فرہاد علی تیمور کا وجود نہیں ہے۔ ابھی تم سن رہے ہو' میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے

کر بول رہا ہوں۔ یہی ٹیلی پیتھی ہے۔''

اس نے خاتون کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''میں تمہارے ھی آکر بول رہا ہوں۔ یقین کرو' تمہاری بیٹی کی تلاش ختم ہے۔ اس کی زندگی میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد ہے۔''

وہ خاتون بھی گھبرا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ اپنے شوہر کا بازو وڑ کر بول رہی تھی۔ ''سنو سنو۔ میرے اندر کوئی بول رہا ہے۔ کیا وہی تمہارے اندر بھی بول رہا ہے؟''

''میرے اندر بولنے والا کہہ رہا ہے' فرہاد علی تیمور کا ہے۔''

خاتون نے کہا۔ ''میرے اندر بولنے والا بھی کہہ رہا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد ہماری بیٹی کی زندگی میں آگیا ''

وہ شوہر کے قریب آگئی۔ ''مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔ کیا ی جادو ہے؟''

فراز نے کہا۔ ''یہ جادو نہیں ہے۔ ایک خداداد علم یہ بات کسی اور سے نہ کہنا' میں تمہارے اندر آکر بولتا ں۔ میں ثمینہ کی بہتری کے لیے آیا ہوں۔''

وہ دونوں ہی ہکا بکا سے ہوکر خلا میں تک رہے تھے۔ از نے بشیر کے دماغ میں آکر کہا۔ ''دنیا کا کوئی ڈاکٹر ہاری بیٹی کی دماغی حالت کو باہر سے سمجھ نہیں سکتا۔ میں اس اندر رہ کر اس کی ایک ایک دماغی کمزوری کو سمجھتا رہوں ۔ رفتہ رفتہ علاج کرتا رہوں گا' وہ ابنارمل نہیں رہے گی۔''

بشیر نے بیوی کو دیکھا پھر اسے فراز کی باتیں بتانے فراز کہہ رہا تھا۔ ''اگرچہ علاج طویل ہوگا مگر وہ ہمیشہ کے لیے نارمل ہوجائے گی۔ کیا تم اپنی بیٹی کی بہتری نہیں چاہتے ''

بشیر نے ہاں کے انداز میں سرہلایا۔ اس نے کہا۔ ''تو اسے میرے حوالے کردو۔''

اس نے کہا۔ ''یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''میں درست کہہ رہا ہوں۔ ایک مریضہ کو ڈاکٹر کی گرانی میں ہی رہنا چاہیے۔ فی الحال مجھے ڈاکٹر سمجھ لو۔ اگر سمجھنا نہیں چاہتے تو ہونے والا داماد تسلیم کرلو۔ تسلیم نہیں کرد گے' تب بھی تمہاری بیٹی میرے زیرِ اثر رہے گی۔ میرے ساروں پر چلے گی۔ میری مرضی کے مطابق زندگی زارے گی۔''

وہ ان دونوں کے اندر باری باری بول رہا تھا۔ خاتون نے اپنے شوہر سے کہا۔ ''یہ کیا کہہ رہا ہے؟ ہماری بیٹی کو اپنے اشاروں پر کیوں چلائے گا؟''

وہ بے بسی سے بولا۔ ''ہماری بیٹی پر کسی کا سایہ ہے۔ یہ خود کو ٹیلی پیتھی جاننے والا کہہ رہا ہے۔ ہوسکتا ہے' درست ہو۔''

خاتون نے کہا۔ ''نہیں۔ یہ کوئی جن ہے۔ ہماری بیٹی پر عاشق ہوگیا ہے۔''

فراز نے کہا۔ ''اب سے پہلے تم کتنے ہی عامل حضرات سے رجوع کرچکے ہو۔ کتنی ہی بار تعویذ گنڈے کراچکے ہو۔ آخر تم نے اس حقیقت کو تسلیم کرلیا ہے کہ بیٹی دماغی مریضہ ہے۔ اب اس حقیقت کو بھی تسلیم کرلو' ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہاری بیٹی پر عاشق ہوگیا ہے۔''

خاتون نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ''پھر ہماری بیٹی کا کیا بنے گا؟''

بشیر نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''اللہ نے چاہا تو بہتری ہوگی۔ ہم نے مایوس ہوکر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا پھر اب کیوں پریشان ہورہی ہو؟ اگر کوئی اس کے دماغ میں آتا ہے تو یہ اچھی بات ہے۔ ہمیں اس معاملے میں چپ سادھ لینی چاہیے اور دیکھنا چاہیے' آئندہ ہماری بیٹی کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟''

انہوں نے بیٹی کے حالات سے سمجھوتا کرلیا۔ فراز نے دوسرے دن ثمینہ سے ملاقات کی۔ وہ ایک خوبرو تندرست جوان تھا پھر یہ کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا آئیڈیل تھا۔ وہ دل و جان سے اس کی ہوگئی۔

چونکہ ماں باپ کی لاڈلی تھی۔ اس لیے بہت ہی ضدی اور خودسر تھی۔ بات بات پر غصہ دکھاتی تھی۔ فراز خیال خوانی کے ذریعے اس کی ایسی دماغی کمزوریوں کو دور کرنے لگا۔ ماں باپ دیکھ رہے تھے' بیٹی کی ضد اور غرور کچھ کم ہورہا ہے۔ وہ کسی حد تک مطمئن ہونے لگے۔

انہوں نے کہا۔ ''اب ہمیں واپس دارالسلام جانا چاہیے۔''

مگر اس نے جانے سے انکار کردیا۔ بشیر کاروباری معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ اس کا جانا ضروری تھا۔ فراز نے کہا۔ ''آپ ثمینہ کو میری ذمہ داری پر چھوڑ دیں۔ میں یہاں ایک اہم معاملے میں مصروف ہوں۔ فرصت ملتے ہی اسے آپ کے پاس لے آؤں گا۔''

وہ بیٹی کو چھوڑ کر دارالسلام چلے گئے مگر دو ہی دنوں بعد فراز کو خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوا' ثمینہ کا باپ بری طرح بیمار پڑگیا ہے۔ بیٹی کو یاد کررہا ہے۔ اس نے خیال

خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میں پہلی ہی فلائٹ سے تمہاری بیٹی کو دارالسلام بھیج رہا ہوں۔''

اس وعدے کے مطابق ثمینہ عرف سونیا دارالسلام جانے کے لیے اس طیارے میں آئی تھی اور چنگارارا سے سامنا ہورہا تھا۔ ایسے وقت فراز اپنے معاملات میں معروف تھا۔ جب ذرا فرصت ملی اور وہ ثمینہ کے اندر آیا تو معلوم ہوا وہ ایک اجنبی مسافر کے ساتھ بیٹھی ہوئی کس طرح سونیا کی حیثیت سے بڑی بڑی ڈینگیں مار رہی ہے؟

فراز بڑی خاموشی سے چنگارارا کی باتیں سن رہا تھا اور یہ محسوس کررہا تھا کہ وہ کچھ سہا ہوا ہے۔ ثمینہ نے کہا' اس کا فرہاد ابھی یہاں خیال خوانی کے ذریعے آئے گا۔ وہ اسے متعارف کرائے گی۔

چنگارارا یہ سن کر اور زیادہ پریشان ہوگیا تھا۔ فوراً ہی بیگ سے کیموفلیجنگ مشین نکال کر ٹوائلٹ کی طرف چلا گیا تھا۔ ثمینہ اس مشین کو کیسٹ ریکارڈر سمجھ رہی تھی۔ جب وہ ٹوائلٹ کے اندر چلا گیا تو فراز نے اسے مخاطب کیا۔ ''ثمینہ! تم پھر ابنارمل ہورہی ہو۔ تم نے وعدہ کیا تھا' سونیا نہیں ثمینہ بن کر رہو گی۔''

وہ خوش ہوکر بولی۔ ''میں کیا بتاؤں' اس وقت سونیا بننے میں کتنا مزہ آرہا ہے؟ یہ جو میرا ہم سفر ہے' بری طرح مرعوب ہوگیا ہے۔ میری دھونس میں آگیا ہے۔ تم تو میرے اندر کی ساری باتیں سمجھ لیتے ہو۔ خود سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس وقت میں ابنارمل نہیں ہوں۔ بس مزے لے رہی ہوں۔''

''میں نے سمجھایا تھا' کوئی بات ہو یا کسی سے ملاقات ہو تو اسے آنکھوں سے دیکھو اور عقل سے سمجھنے کی کوشش کرتی رہو۔ تم سونیا بن کر مزے لے رہی ہو مگر سونیا کی عقل استعمال نہیں کررہی ہو۔ کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی ٹوائلٹ جاتے وقت ٹیپ ریکارڈر لے کر کیوں جائے گا؟''

''وہ میری طرح وہاں میوزک سننے کا عادی ہے۔''

''وہ تمہاری طرح ابنارمل نہیں ہے۔ یقیناً کوئی ایسی چیز یہاں سے لے گیا ہے' جسے تم سمجھ نہیں پائی ہو اور میں تمہارے ذریعے اچھی طرح دیکھ نہیں پایا ہوں۔''

''میں اس کا بیگ کھول کر دیکھتی ہوں؟ اس طرح معلوم ہوسکے گا' وہ یہاں سے کیا لے کر گیا ہے؟''

''میں یہی چاہتا ہوں۔ فوراً اس کے بیگ کی تلاشی لو۔''

وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر اس کی سیٹ پر آگئی پھر جھک کر بیگ کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' اسے کس طرح بند کیا گیا ہے؟ کہیں سے لاک دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ لیکن وہ مقفل تھا۔ ایسے وقت فراز کو یاد آیا' تیارے والے ایسا بیگ استعمال کرتے ہیں۔ صرف سونیا اور فرہاد انہیں کھولنا جانتے ہیں۔

فراز نے ثمینہ سے پوچھا۔ ''کیا تمہارے پاس چاقو ہے؟''

''ہاں۔ نیل کٹر کے ساتھ ایک چھوٹا سا چاقو لگا ہوا ہے۔''

''فوراً اس سے اس بیگ کو ایک طرف سے کاٹو۔''

وہ بولی۔ ''اوہ گاڈ! وہ آئے گا تو جھگڑا کرے گا۔ یہاں مسافروں سے کہے گا' میں اس کے بیگ کی تلاشی لے رہی تھی۔''

''اس کی پروا نہ کرو۔ میں اس سے نمٹ لوں گا جو کہہ رہا ہوں' وہی کرو۔ ورنہ وہ ٹوائلٹ سے واپس آجائے گا۔''

اس نے اپنے پرس سے نیل کٹر نکالا۔ پھر اس کے چاقو سے بیگ کے ایک حصے کو کاٹنے لگی۔ وہ اس حد تک کٹ گیا تھا کہ اندر سے تھوڑا تھوڑا سامان نکال کر دیکھا جاسکتا تھا۔

اس میں اس کا لباس تھا۔ پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات تھے پھر ایک چھوٹی سی چرمی تھیلی برآمد ہوئی۔ اس میں بہت سے قیمتی ہیرے اور جواہرات تھے۔ وہ خوش ہوکر بولی۔ ''ہائے فراز! یہ تو بہت ہی قیمتی ہیرے جواہرات ہیں۔''

''انہیں فوراً چھپاؤ۔ کسی مسافر کی نظر نہ پڑے۔''

اس نے اس تھیلی کو اپنے پرس میں چھپا کر رکھ لیا پھر اس بیگ میں ہاتھ ڈال کر ٹٹولا۔ اس بار ایک بڑا سا پلاسٹک کا ڈبا ہاتھ آیا۔ اس میں سونے کے بسکٹ رکھے ہوئے تھے۔ ثمینہ اتنی دولت دیکھ کر خوش ہورہی تھی کہہ رہی تھی۔ ''یہ شخص تو بہت ہی دولتمند ہے۔ اپنے ساتھ خزانہ لیے پھرتا ہے۔''

فراز نے کہا۔ ''ایسی چیزیں فوراً چھپا لیا کرو۔ دیکھو! اس بیگ میں اور کیا کیا ہے؟''

اس نے سونے کے بسکٹ اپنے پرس میں رکھ لیے پھر اس بیگ کو ٹٹولنے لگی۔ جوتوں کا ایک جوڑا برآمد ہوا۔ وہ انہیں اِدھر اُدھر سے الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے بولی۔ ''یہ تو کچھ عجیب قسم کے جوتے ہیں۔''

فراز نے کہا۔ ''انہیں واپس بیگ میں رکھو۔''

وہ اس کی ہدایت کے مطابق پھر تلاشی لینے لگی۔ اس بار ریوالور اور بلٹ سے بھرا ہوا ایک ڈبا برآمد ہوا۔ فراز نے کہا۔ ''ان چیزوں کو بھی اپنے بیگ میں رکھ لو اور اب سیدھی ہوکر بیٹھ جاؤ۔ میں صرف ایک منٹ کے لیے جارہا ہوں۔ اس وقت کسی سے بات نہ کرنا۔ چپ چاپ بیٹھی رہنا۔''

یہ کہتے ہی وہ خیال خوانی کے ذریعے میرے اندر آکر

سر! میں فراز احمد بول رہا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''ہاں بولو... کیا بات ہے؟''

''سر! بات لمبی ہے۔ پلیز۔ آپ میرے اندر چلے [illegible]''

میں اس کے اندر آگیا۔ اس نے کہا۔ ''میں ثمینہ نامی [illegible] جوان لڑکی کو چاہتا ہوں۔ اسے اپنی شریکِ حیات [illegible] گا' لیکن وہ ابھی ابنارمل ہے۔ میں رفتہ رفتہ اس کا علاج [illegible] رہا ہوں۔ آپ اس کے دماغ میں پہنچ کر حالات معلوم [illegible]۔ وہ دارالسلام جانے والے طیارے میں ہے اور اس [illegible] سفر تیارے کا کوئی باشندہ ہے۔''

اس نے مجھے ثمینہ کے اندر پہنچادیا۔ میں چپ چاپ [illegible] پڑھنے لگا۔ اس کے ذریعے بہت سی اہم معلومات حاصل ہونے لگیں۔

میں نے فراز سے کہا۔ ''ثمینہ کے ساتھ جو شخص بیٹھا ہوا [illegible] اس کا نام چنگارارا ہے۔ اس کا ایک دستِ راست بھی [illegible] طیارے میں سفر کررہا ہوگا۔ آگے اس کے بارے میں بھی معلوم ہوسکے گا۔''

ہم چنگارارا کا انتظار کرنے لگے۔ اس نے ٹوائلٹ [illegible] جاکر ایشورارا سے کوئی لمبی بات نہیں کی تھی۔ اپنی یہ [illegible] ظاہر کی تھی کہ سونیا اچانک ہی اس طیارے میں پہنچ گئی [illegible]۔ ابھی وہ اسے پہچان نہیں رہی ہے۔ لیکن فرہاد اس کے دماغ میں آئے گا تو پہچان لے گا پھر اسے فرار کا کوئی راستہ [illegible] ملے گا۔

ایشورارا نے اسے حکم دیا تھا' فرہاد کے آنے سے پہلے وہ اپنا ریوالور نکال کر سونیا کو گولی مار دے اور پورے جہاز [illegible] ہائی جیک کرلے۔ اس کے بعد جو حالات پیش آئیں گے' [illegible] سے نمٹ لیا جائے گا۔

چنگارارا اس کے احکامات سن کر ٹوائلٹ سے باہر [illegible]۔ اس نے سوچ لیا تھا' اپنی سیٹ پر پہنچتے ہی بیگ میں [illegible] ڈال کر ریوالور نکالے گا اور کچھ کہے سنے بغیر سونیا کو گولی [illegible] اڑا دے گا۔

لیکن وہ اپنی سیٹ پر پہنچتے ہی ٹھٹک گیا۔ بیگ کی حالت بتا رہی تھی' اسے چاقو سے کاٹ کر کھولا گیا ہے اور تلاشی لی گئی ہے۔

اس نے سہمی ہوئی نظروں سے ثمینہ کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی بیگ میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالنا چاہا۔ ثمینہ نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''تمہارا ریوالور میرے پاس ہے۔ تم دیکھ رہے ہو' میرا [illegible] اپنے پرس کے اندر ہے۔ انگلی ٹریگر پر ہے۔ تم اس وقت میرے نشانے پر ہو۔''

وہ بڑی بے بسی سے اس کے پرس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اندر سے ریوالور کی نال کا ایک حصہ ابھرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اگر وہ لڑنے مرنے پر آمادہ ہوتا تو اس سے پہلے ہی گولی چل جاتی۔ وہ ٹھیک نشانے پر تھا۔

اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''مجھے گولی مارو گی تو پورے جہاز میں ہلچل مچ جائے گی۔ مسافر خوفزدہ ہوں گے۔ کیا مجھے چند سانسیں لینے کی مہلت دے سکتی ہو؟''

وہ میری مرضی کے مطابق بولی۔ ''میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گی۔ صرف زخمی کروں گی۔ تاکہ میرا فرہاد تمہارے اندر آسکے۔''

''پلیز مجھے زخمی نہ کرو۔ مسٹر فرہاد کے لیے میرے دماغ کے دروازے کھلے ہیں۔ وہ جب چاہیں آسکتے ہیں۔''

میری سوچ کی لہریں اس کے اندر پہنچیں تو وہ ذرا ٹھٹک گیا۔ سانس روکنا چاہتا تھا پھر بولا۔ ''آپ...! آپ فرہاد صاحب ہیں؟ ہاں...! ہاں آئیں ضرور آئیں۔ دیکھیں میں سانس نہیں روک رہا ہوں۔ کوئی اعتراض نہیں کررہا ہوں۔ آپ کا غلام بننا چاہتا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''تم تو ابھی سونیا کو گولی مارنے والے تھے۔ اس کی موت بننے والے تھے۔ اب اپنے اندر موت کو دیکھ کر فوراً ہی پٹری بدل رہے ہو۔ کچھ کہے سنے بغیر فوراً ہی غلام بن رہے ہو۔''

وہ بولا۔ ''ہارنے والے سپاہی یہی کرتے ہیں۔ اپنی جان بچانے کے لیے غلامی قبول کرلیتے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''تمہاری غلامی کی عمر کیا ہوگی؟ کیا ہماری دنیا میں آخری سانس تک زندہ رہنا چاہتے ہو؟ یا جلد سے جلد کسی طرح جان بچا کر یہاں سے فرار ہوکر تیارے میں جانا چاہتے ہو؟''

وہ بولا۔ ''یہ بات سمجھ میں آگئی ہے' آپ ہمیں یہاں سے زندہ نہیں جانے دیں گے۔''

''ظاہر ہے' تم یہاں اس لیے آئے ہو کہ ہمیں زندہ نہیں رہنے دو گے' تو پھر ہم تمہیں کیسے زندہ واپس جانے دیں گے؟''

''اسی لیے گرفت میں آتے ہی غلام بننے کو تیار ہوگیا ہوں۔ اگر مجھے میری طبعی عمر تک جینے کا موقع دیں گے تو میں گریٹ ایشورارا کی وفاداری سے باز آجاؤں گا۔ اس زمین پر رہ کر آپ کے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا۔''

''اچھی بات ہے۔ میں تمہیں آزماؤں گا۔ دیکھوں گا'

تم کتنے سچے ہو؟ کتنی دیانتداری سے صرف میرے ہی نہیں، بلکہ تمام مسلمانوں کے دوست اور خیر خواہ بن کر رہ سکتے ہو؟"

"ہم تیارے والوں کا کوئی دین دھرم نہیں ہے۔ آپ حکم دیں گے تو میں آپ کا دین قبول کرلوں گا۔"

"پہلے میں تمہارے جھوٹ، سچ اور دیانتداری کو آزمانا چاہتا ہوں۔ یہ بتاؤ، تمہارے باقی ساتھی بھاگ کر کہاں جا رہے ہیں؟"

"ایک پیرس میں تھا۔ اسے آپ نے مار ڈالا ہے۔ آپ تو جانتے ہی ہیں، دوسرا لندن میں اور تیسرا فرینکفرٹ میں تھا۔ وہ دونوں شائد اب وہاں نہیں ہیں۔ کہیں دوسری جگہ چلے گئے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "سوچ سمجھ کر جواب دو۔ تم یہاں نائب ایشورارا بن کر آئے ہو اور وہ سب تمہارے ماتحت ہیں۔ تمہیں ان کے ایک ایک پل کی رپورٹ ملتی ہوگی کہ کون کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

"ہاں۔ وہ مجھے اپنے متعلق بتاتے رہتے ہیں۔ دو کے علاوہ میرا ایک دستِ راست بھی ہے۔ وہ بھی آپ کے خوف سے مجھے چھوڑ کر کسی دوسرے ملک کی طرف چلا گیا ہے۔ جب یہ تینوں ماتحت کہیں جا کر پناہ لیں گے تو مجھے بتائیں گے کہ کس ملک میں ہیں اور انہوں نے کہاں پناہ لے رکھی ہے؟"

وہ سراسر جھوٹ بول رہا تھا۔ ہماری معلومات کے مطابق وہ سب دارالسلام پہنچنے والے تھے۔ لیکن یہ بات وہ مجھ سے چھپا رہا تھا۔

میں نے کہا۔ "ابھی جھوٹ سچ معلوم ہو جائے گا۔ سب سے پہلے اپنے دستِ راست کے دماغ میں پہنچو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، اس وقت وہ کہاں ہے؟"

اس وقت وہ اسی طیارے میں تھا۔ چنگارارا ہچکچانے لگا۔ اسے ہماری نظروں میں نہیں لانا چاہتا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ "کیا میں سانس روک کر فرہاد کو اپنے اندر سے بھگا دوں اور اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر کروں؟ مگر تدبیر کیا ہو سکتی ہے؟ کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔ سونیا خطرناک عورت ہے۔ اس کا نشانہ کبھی نہیں چوکتا۔ میں اپنے بچاؤ کے لیے ذرا سی بھی حرکت کروں گا تو یہ مجھے گولی مار دے گی۔"

میں نے کہا۔ "درست سوچ رہے ہو۔ سانس روک کر مجھے بھگاؤ گے تو دوسرے ہی لمحے میں گولی چل جائے گی۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولا۔ "میں آپ سے جھوٹ بول رہا تھا۔ میرا دستِ راست اسی طیارے میں ہے۔ میں اپنے ساتھ اس کی بھی سلامتی چاہوں گا۔"

میں نے پوچھا۔ "سلامتی کیسے ملے گی؟ تم تو ابھی ا[illegible] زبان سے پھر گئے۔ میرے غلام اور تابعدار بننے کا [illegible] کر رہے تھے اور مجھے دھوکا دے رہے تھے۔"

وہ بڑی عاجزی سے بولا۔ "مجھے ایک بار معا[illegible] کردیں۔ میں آئندہ کسی طرح کا دھوکا دینے کی جرأت [illegible] کروں گا۔"

"تو پھر میرے حکم کی تعمیل کرو۔ ابھی اپنے دس[illegible] راست کے دماغ میں جا کر بولو، وہ ٹوائلٹ میں آئے۔ تم [illegible] وہاں پہنچ رہے ہو۔ اس سے ضروری باتیں کرنا چاہتے ہو۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "آپ کیا کرنا چا[illegible] ہیں؟"

"زیادہ بکواس نہ کرو۔ جو کہہ رہا ہوں، اس پ[illegible] کرو۔ ابھی میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ نہیں ج[illegible] ہے۔ ایک لمحے کی بھی دیر کرو گے تو تمہیں زخمی کر کے دما[illegible] پر حاوی ہو جاؤں گا۔ پھر مجھ سے کبھی نجات حاصل نہ[illegible] کر سکو گے۔"

وہ دوسرے ہی لمحے میں اپنے دستِ راست کے ا[illegible] پہنچ کر بولا۔ "میں چنگارارا ہوں۔ ابھی ٹوائلٹ کی طر[illegible] جاؤ۔ میں بھی آ رہا ہوں۔ کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے سر گھما کر ایک طر[illegible] دیکھا۔ پیچھے مسافروں کی ایک قطار سے اس کا وہ ماتحت ا[illegible] کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ٹوائلٹ کی طرف جا رہا تھا۔ وہ بھی ادھر [illegible] چاہتا تھا۔

میں نے کہا۔ "یہیں بیٹھے رہو۔ اس سے کہو، وہ ٹوائل[illegible] کے اندر جا کر دروازہ بند کر لے۔"

وہ وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے حکم دیا۔ "تم ٹوائلٹ میں[illegible] جاؤ اور دروازے کو اندر سے بند کر لو۔"

وہ بولا۔ "میں دروازے کو اندر سے بند کر لوں گا۔ ک[illegible] تم نہیں آؤ گے؟"

"میں ابھی آ رہا ہوں۔ جو کہہ رہا ہوں۔ اس پر عم[illegible] کرو۔"

اس نے اندر جا کر دروازے کو بند کر لیا۔ میں ن[illegible] کہا۔ "تم تابعدار بن کر رہنا چاہتے ہو۔ میرے تمام احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے تو پھر پہلا حکم یہ ہے کہ ا[illegible] دستِ راست کے اندر جا کر ہلکا سا زلزلہ پیدا کرو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "پلیز... مجھے اور میر[illegible] ماتحتوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ ہم سب آپ کے تابعدار بن[illegible] کر رہیں گے۔"

[illegible] پہلے میرے حکم کی تعمیل کرو اور ثابت کرو، جو کہہ رہے [illegible]رو گے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ میں اسی وقت اس کا لب و لہجہ [illegible] کے دستِ راست کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے مجھے [illegible] سمجھ کر پوچھا۔ "کیا تم یہاں نہیں آؤ گے؟ اگر نہیں [illegible] تو پھر مجھے یہاں آنے کے لیے کیوں کہا ہے؟"

[illegible] اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا [illegible] کے حلق سے کراہ نکلی۔ وہ ایک دم سے اچھل کر ٹوائلٹ [illegible] پر گر پڑا۔ تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ وہاں کوئی [illegible] والا نہیں تھا کہ وہ کس اذیت میں مبتلا ہے۔

چنگارارا اپنی جگہ چپ چاپ بیٹھا تیزی سے سوچ رہا [illegible] کیا مجھے اپنے ماتحت کے اندر زلزلہ پیدا کرنا [illegible]؟ میں کس مصیبت میں پڑ گیا ہوں؟ اگر فرہاد کی بات [illegible] مانوں گا تو یہ میرے اندر زلزلہ پیدا کرے گا۔"

میں اس کے اندر تھا۔ کسی بھی وقت اسے ذہنی اذیت [illegible] مبتلا کر سکتا تھا۔ لیکن جہاز میں مسافروں کے درمیان ایسا [illegible] تو وہ تماشا بن جاتا۔ میں اس معاملے کو چپ چاپ نمٹانا [illegible] تھا۔

میں نے کہا۔ "تم تو سوچ میں پڑ گئے۔ تابعداری کوئی [illegible] کام نہیں ہے۔ بعض اوقات اپنی جان پر کھیل کر خود کو [illegible] ثابت کرنا پڑتا ہے۔ چلو میں یہ نہیں کہتا کہ اس کے [illegible] زلزلہ پیدا کرو مگر اس سے باتیں تو کرو۔"

وہ اس کے اندر پہنچتے ہی ایک دم سے چونک گیا۔ وہ [illegible] سے کراہ رہا تھا۔ یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ اس کا دماغ [illegible] کی طرح دکھ رہا ہے۔ یقیناً اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا [illegible] تھا۔

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "فرہاد صاحب! کیا آپ [illegible] کو دماغی طور پر کمزور بنانا چاہتے ہیں؟"

"تمہیں کوئی سوال کرنے کا حق نہیں ہے۔ تم کبھی [illegible]داری سے تابعدار بن کر نہیں رہ سکو گے۔ اپنے دستِ [illegible] سے ہمدردی ہے تو جاؤ اور اسے سنبھالو۔ اسے تمہاری [illegible] ضرورت ہے۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا [illegible] کے پاس آیا۔ اس ماتحت کی دماغی تکلیف کچھ کم ہو گئی [illegible]۔ میں اس کے اندر پہنچ کر اس کی تکلیف کو کچھ اور کم کر رہا [illegible] میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ اٹھ کر کھڑا [illegible]۔

چنگارارا دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ وہ اسے کھولتے ہوئے بولا۔ "اندر آؤ۔ میں بہت تکلیف میں ہوں۔"

اس نے اندر آتے ہی دروازے کو بند کر دیا پھر دونوں مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "یو بلڈی فرہاد علی تیمور! تُو خود کو سمجھتا کیا ہے؟ اب میں اس بند ٹوائلٹ سے باہر نہیں آؤں گا۔ سونیا مجھے گولی نہیں مار سکے گی۔ میں چیخ چیخ کر سب کو بتاؤں گا کہ تُو مجھے اور میرے ساتھی کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔"

اس کے دستِ راست نے میری مرضی کے مطابق پوچھا۔ "تم اتنا کیوں چیخ رہے ہو؟ کیا ہم اس طیارے سے زندہ نکل پائیں گے؟"

وہ بولا۔ "میں نہیں جانتا کیا ہوگا؟ اتنا یقین ہے، اس ٹوائلٹ سے زندہ نکلیں گے۔ ہمیں قانونی تحفظ حاصل ہوگا۔ ہم پولیس کی کسٹڈی میں رہیں گے۔ ویسے بھی سونیا ہمیں گولی نہیں مار سکے گی۔"

دستِ راست نے کہا۔ "واہ استاد! کیا دماغ پایا ہے۔ تم نے تو سونیا فرہاد کی بازی ہی الٹ دی ہے۔"

"بے شک۔ ابھی تم دیکھو گے سونیا یہاں آ کر فائر نہیں کر سکے گی۔ ہم سے دروازہ نہیں کھلوا سکے گی۔ ابھی یہ طیارہ موریشس پہنچنے والا ہے۔ جب مسلح پولیس والے یہاں آئیں گے، تب ہی ہم دروازہ کھولیں گے۔"

اچانک ہی اس کی ناک پر ایک زبردست گھونسا پڑا۔ اس کے ماتحت نے کہا۔ "کیا دماغ پایا ہے تُو نے؟ تیری کھوپڑی میں اتنی سی بات نہیں آتی کہ فرہاد میرے کمزور دماغ پر قبضہ جما چکا ہوگا؟"

وہ گھونسا کھا کر ایک ذرا سا چکرا گیا۔ میں اس کے دماغ کو ذرا اور کمزور بنانا چاہتا تھا۔ میرے معمول دستِ راست نے اس کے پیٹ کے نیچے ایسی جگہ گھٹنا مارا کہ وہ تکلیف سے بلبلا اٹھا۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ "موت سے آج تک کوئی بھاگ نہیں سکا اور تُو بھاگنا چاہتا تھا؟"

یہ کہتے ہی میں نے اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے وہیں فرش پر تڑپنے لگا۔ فراز احمد کبھی ثمینہ کے اندر اور کبھی چنگارارا کے اندر آ کر یہ دیکھ رہا تھا کہ ہم اپنے دشمنوں سے کس طرح نمٹتے رہتے ہیں؟

اس نے کہا۔ "سر! میں نے سنا ہے، یہ تیارے والے زیادہ دیر تک کمزوری میں مبتلا نہیں رہتے۔ ان کی دماغی توانائی جلد ہی بحال ہو جاتی ہے۔ پھر یہ کہ ان پر تنویمی عمل کا اثر زیادہ سے زیادہ دس یا بارہ گھنٹے تک رہتا ہے۔ یہ اس عمل

کے اثر سے بھی نکل آتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تم نے درست سنا ہے۔ میں ان پر تنویمی عمل نہیں کروں گا۔ دارالسلام پہنچنے تک ان کے دماغوں کو ذرا ذرا سا کمزور بناتا رہوں گا تاکہ یہ خیال خوانی کرنے کے قابل نہ رہیں۔"

"تو پھر آپ چنگارارا کو سنبھالیں۔ میں اس کے دستِ راست کے اندر رہ کر اسے اپنے قابو میں رکھوں گا۔"

"تم بابا صاحب کے ادارے کے اہم معاملات میں مصروف ہو۔ اپنی مصروفیات پر توجہ دو۔ میں اپنے کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بلا رہا ہوں۔"

"میں اپنے معاملات پر پوری توجہ دے رہا ہوں۔ اس کے علاوہ اپنی ثمینہ کی بھی نگرانی کرنے کے لیے بار بار اس طیارے میں آرہا ہوں۔ اس طرح اس ماتحت کی بھی نگرانی کرتا رہوں گا۔"

زلزلوں کے جھٹکوں نے ان دونوں کو نڈھال کردیا تھا۔ وہ ٹوائلٹ سے نکل کر اپنی اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔ ان کے خیالات کے مطابق ایک ساتھی لندن سے اور دوسرا فرینکفرٹ سے روانہ ہوچکا تھا۔ وہ دونوں بھی آج رات تک دارالسلام پہنچنے والے تھے۔

جبکہ فرینکفرٹ سے آنے والا میرا تابعدار بن کر اسلام قبول کرچکا تھا۔ ابھی چنگارارا اس حقیقت سے بے خبر تھا۔ لندن میں جو سیارے والا تھا۔ اس کا نام کارارا تھا۔ اس کی مختصر سی ہسٹری یہ تھی کہ وہ حدیبہ نامی ایک مسلمان بیوہ خاتون پر عاشق ہوگیا تھا۔ دنیا میں بے شمار حسینائیں ہیں مگر دل کسی ایک پر آتا ہے اور جس پر آتا ہے' وہی سب سے زیادہ پرکشش لگتی ہے۔

کارارا کو حدیبہ سب سے زیادہ حسین اور پُرکشش لگ رہی تھی۔ اس نے پہلی ملاقات میں اپنی چاہت کا اظہار کیا۔ اس نے واضح طور پر جواب تو نہ دیا مگر شرماتی رہی اور اس سے بڑی اپنائیت کے ساتھ باتیں کرتی رہی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے چپ چاپ اس کے اندر جاتا تھا اور اسے اپنی طرف مائل کرتا رہتا تھا۔

اس کا دل کہتا تھا' اس حسینہ کی خاطر اسی دنیا میں رہ جائے۔ کبھی سیارے میں واپس نہ جائے مگر میں نے ان سب کو یہ کہہ کر دہلا دیا تھا کہ چنگارارا اور اس کے تمام ماتحتوں کے متعلق اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس وقت کون کہاں چھپا ہوا ہے؟ میں ان کے لیے خطرہ بن گیا تھا۔

ان حالات میں ارضی دنیا سے فرار ہونا لازمی ہوگیا تھا۔ جبکہ وہ اپنی محبوبہ کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس سوچا' اسے بھی اپنے ساتھ سیارے میں لے جائے گا پھر آیا' اس دنیا سے جانے والی عورتیں وہاں زیادہ دن جی پاتی ہیں۔ پہلے کتنی ہی عورتوں کو وہاں لے جایا گیا تھا لیک ایک ہفتے سے زیادہ جی نہیں پائی تھیں۔

وہ حدیبہ کو دل وجان سے چاہتا تھا۔ سیارے میں جاکر اس کی عمر کم کرنا نہیں چاہتا تھا۔ خواہ مخواہ اس کی مو سبب بننا نہیں چاہتا تھا۔

حدیبہ نے کہا۔ "میں تمہارے ساتھ کسی بھی سیار میں جاکر رہ سکتی ہوں۔ زندگی چاہے جتنی بھی مختصر ہو تمہارے ساتھ گزر جائے گی۔ ایک شریکِ حیات کی حیثی سے جس کا ہاتھ پکڑوں گی اسی کے ساتھ جیوں گی' اسی ساتھ مروں گی۔ لیکن میری ایک شرط ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "کیسی شرط...؟"

"میں اسی وقت تم سے نکاح پڑھواؤں گی' جب بے دین نہیں رہو گے۔ میرا دین قبول کرو گے۔"

اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے کارارا کو بات منظور تھی۔ اس نے کہا۔ "میں تمہاری خاطر اسلام قبول کرسکتا ہوں۔ مسلمان بن سکتا ہوں مگر تمہارا ہی ایک مسلما فرہاد علی تیمور میرا جانی دشمن ہے۔ اگر میں سیارے میں واپ نہیں جاؤں گا تو وہ مجھے جان سے مار ڈالے گا۔"

وہ بولی۔ "میں بابا صاحب کے ادارے اور سو اور فرہاد کے متعلق بہت کچھ جانتی ہوں۔ اگر تم اسلام قبول کر گے تو وہ تمہیں کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے' بلکہ محبت سے گلے لگائیں گے۔"

"مجھے یقین نہیں آتا۔ انہوں نے گریٹ ایشورارا یہاں سے بھگا دیا پھر مجھے اپنی دنیا میں کیسے رہنے دیں گے؟"

"تم میری بات پر بھروسا کرو۔ مجھے اپنے ساتھ دارالسلام لے چلو۔ کہیں بھی کسی وقت بھی فرہاد یا سونیا سے رابطہ ہوگا تو میں ان سے بات کروں گی۔ انہیں یقین دلاؤں گی' تم سچے دل سے دین اسلام قبول کرنے والے ہو پھر دیکھو گے' نتیجہ خاطر خواہ نکلے گا۔ تمہیں یہاں سے جانا نہیں پڑے گا۔ اللہ نے چاہا تو ہم بہت اچھی ازدواجی اور گھریلو زندگی گزاریں گے۔"

یہ فیصلہ کرنے کے بعد ہی وہ کارارا کے ساتھ دارالسلام کی طرف جارہی تھی۔

☆☆☆

چنگارارا اپنے دستِ راست کے ساتھ ہمارا قیدی ہوا تھا۔ وہ دونوں اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ چنگارارا بار بار التجائیں کررہا تھا۔ قسمیں کھا رہا تھا۔ "اب میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ دھوکا نہیں دوں گا۔ مجھ پر ایک بار اور بھروسا کریں۔ میں آپ کا دین قبول کرنے کے لیے دل سے راضی ہوں۔"

ہم جبراً کسی سے بھی اپنا دین قبول نہیں کراتے۔ کوئی دینی تعلیمات سے متاثر ہوکر یا ہمارے حسنِ سلوک سے متاثر ہوکر یا اپنی جان بچانے کے لیے دین قبول کرتا ہے۔

اپنی جان کی سلامتی چاہنے والے خود غرض ہوتے ہیں۔ وہ سب حالات سے مجبور ہوکر دین کی طرف آتے ہیں۔ پھر حالات سازگار ہوتے ہی ہمارے دین سے پھر جاتے ہیں۔ ان کی نیتوں کا حال صرف خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

مگر میں چنگارارا کی نیت کو خوب سمجھ رہا تھا۔ وہ اگرچہ میرے سامنے گڑگڑا رہا تھا۔ التجائیں کررہا تھا۔ مسلمان بننا چاہتا تھا' لیکن اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے' وہ پکا دغا باز ہے۔ گریٹ ایشورارا کی طرف سے یا اکابرین کی طرف سے ایک ذرا بھی تحفظ ملے گا۔ اسے جان کی امان ملے گی تو وہ ہمارے دین سے پھر جائے گا۔

چنگارارا کے برعکس اس کے ماتحت کے خیالات کہہ رہے تھے۔ "میں اس دنیا میں آکر سیارے میں واپس جانا نہیں چاہتا مگر کیا کروں' سونیا اور فرہاد ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

فراز احمد نے اس کے اندر سوال پیدا کیا۔ "اگر میں گریٹ ایشورارا کی تابعداری سے باز آجاؤں' اس کی غلامی نہ کروں اور فرہاد کا تابعدار بن جاؤں تو کیا یہ مجھے سلامتی دے گا؟"

وہ ذرا دیر چپ رہا پھر سوچنے لگا۔ "ہاں۔ میں زمین پر رہنے کے لیے' اس خوبصورت دنیا میں ساری عمر گزارنے کے لیے سیارے کا رخ کبھی نہیں کروں گا۔ گریٹ ایشورارا کی تابعداری سے باز آجاؤں گا۔ فرہاد علی تیمور مجھے تحفظ دے گا سلامتی دے گا تو ہمیشہ اس کا خادم بن کر رہوں گا۔"

فراز احمد نے مجھ سے کہا۔ "سر! یہ دستِ راست آپ کا تابعدار بن کر رہ سکتا ہے۔ یہ چنگارارا کی طرح دوغلا اور خود غرض نہیں ہے۔ میں اس کے چور خیالات اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "تم چنگارارا کے اندر رہو۔ میں ابھی اس سے باتیں کرتا ہوں۔"

میں اس کے اندر آکر خیالات پڑھنے لگا۔ پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "منگورارا! میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ تمہارے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ اگر تم صدق دل سے میرے اور تمام مسلمانوں کے دوست اور خیر خواہ بن کر رہو گے تو تمہیں جان کی امان ملے گی۔"

وہ خوشی سے کھل گیا۔ اسے من چاہی مراد مل رہی تھی۔

میں نے کہا۔ "جب ہم دوست بن کر رہیں گے تو کوئی تم سے دشمنی کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ تم اس دنیا میں کسی سے چھپ کر نہیں رہو گے۔ آزادی سے جہاں چاہو گے وہاں زندگی گزار سکو گے۔"

"آپ تو میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔ میرے من کی مرادیں پوری کررہے ہیں۔ جس طرح چاہیں' مجھے آزمالیں۔ میں تمام عمر آپ کا تابعدار بن کر رہوں گا۔"

"تمہارے اندر دیانتداری ہے۔ میں پھر بھی تمہیں آزمانا چاہوں گا۔"

"میں حاضر ہوں۔ اپنی جان دے کر بھی آزمائش میں پورا اتروں گا۔"

"مجھے اپنے دوسرے ساتھی کے بارے میں سچ سچ بتاؤ۔"

وہ بولا۔ "ہمارا ایک ساتھی جو فرینکفرٹ میں ہے۔ وہ بھی دارالسلام....."

میں بات کاٹتے ہوئے بولا۔ "اس کا تذکرہ رہنے دو۔ وہ بھی تمہاری طرح دیانتدار ہے۔ ہمارا دین قبول کرچکا ہے۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ میرے اس ساتھی نے مجھ سے پہلے اسلام قبول کرلیا ہے۔"

"تمہارا ایک ساتھی لندن میں ہے۔ اس کے بارے میں بتاؤ۔"

"اس کا نام کارارا ہے۔ وہ بھی دارالسلام کی طرف جا رہا ہوگا۔"

"کیا تم ابھی خیال خوانی کے قابل ہو؟ اس سے رابطہ کرسکتے ہو؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ "جی ہاں۔ میں ابھی اس سے رابطہ کرتا ہوں۔ آپ میرے اندر موجود رہیں۔ آپ کو اس کے حالات معلوم ہوجائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں یہی چاہتا ہوں۔"

اس نے کہا۔ "آپ سے ایک التجا ہے۔"

"ہاں بولو۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"بیشتر تیارے والے گریٹ ایشورارا سے بیزار ہیں۔ اس دنیا میں آکر رہنا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے میری خواہش ہے' اگر وہ بھی آپ سے وفاداری ثابت کریں تو انہیں بھی جان کی امان ملے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ پہلے ان کے چور خیالات پڑھوں گا۔ اگر وہ تمہاری طرح اندر سے بھی سچے اور وفادار ثابت ہوں گے تو ہم انہیں ایک ذرا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ بلکہ انہیں تحفظ اور سلامتی دیں گے۔ یہاں رہنے کے سلسلے میں انہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کریں گے۔"

اس نے بڑی احسان مندی سے میرا شکریہ ادا کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اپنے لندن والے ساتھی کے اندر پہنچ گیا۔ "ہیلو کارارا! میں منگورارا ہوں۔"

وہ حدیبہ کے ساتھ جہاز کی سیڑھی سے اتر رہا تھا۔ مسکرا کر بولا۔ "ہائے...! تم کہاں ہو؟ میرا خیال ہے' چنگارارا کے ساتھ سفر کررہے ہو؟"

"ہاں اور شاید تم دارالسلام پہنچ گئے ہو؟"

اس نے کہا۔ "نہیں۔ یہ اسکندریہ کا ائیرپورٹ ہے۔ یہاں دو گھنٹے کا اسٹے ہے۔ اس کے بعد ہم آگے درالسلام کی طرف جائیں گے۔"

"میں ایک عورت کو تمہارے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔ یہ کون ہے؟"

وہ حدیبہ کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔ "یہ میری محبت ہے۔ میری جان ہے۔ میں اس کے ساتھ آخری سانس تک زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔"

"گریٹ ایشورارا کے تابعدار رہ کر یہاں زندگی گزارنا چاہو گے تو سونیا اور فرہاد تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"میری حدیبہ مسلمان ہے۔ اس نے یقین دلایا ہے' میں صدق دل سے اسلام قبول کرلوں گا تو یہ مجھ سے شادی کرے گی پھر سونیا اور فرہاد مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ بلکہ میری عزت کریں گے۔"

"حدیبہ بالکل درست کہہ رہی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے' میں فرہاد صاحب کا تابعدار بن گیا ہوں۔ مجھے جان کی امان مل چکی ہے۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا فرہاد صاحب سے تمہارا رابطہ ہوا تھا؟ کیا تم نے دینِ اسلام قبول کرلیا ہے؟"

"ابھی نہیں کیا۔ لیکن دارالسلام پہنچنے کے بعد کافر اور بے دین نہیں کہلاؤں گا۔ فرہاد صاحب نے میرے چور خیالات پڑھے ہیں۔ انہیں میری نیک نیتی کا یقین ہوگیا ہے۔"

"انہوں نے تمہیں دینِ اسلام قبول کرنے کو کہا ہوگا؟"

"انہوں نے مجھ سے ایسی کوئی بات نہیں کی ہے۔ ہم تیارے میں کسی دین دھرم کو نہیں مانتے تھے۔ پتھر کے بت ہوں یا خیالی خدا ہوں۔ ہم کسی کو نہیں پوجتے تھے۔ جب سونیا اور فرہاد جیسی ہستیاں اور اس دنیا کے دانشور ایک خدا کو مانتے ہیں تو یہاں رہنے کے لیے ہمیں بھی مان لینا چاہیے۔ مذہب کے متعلق اسٹڈی کرنی چاہیے' آخر یہ دین دھرم ہوتا کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "میں تم دونوں کی باتیں سن رہا ہوں۔"

کارارا نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کس کی آواز ہے؟"

"میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ منگورارا کی نیک نیتی کو اچھی طرح سمجھ چکا ہوں۔ ابھی تمہارے مختصر سے چور خیالات پڑھے ہیں۔ تم واقعی حدیبہ کو دل و جان سے چاہتے ہو۔ اس کے ساتھ ساری زندگی گزارنے کی آرزو رکھتے ہو۔ ہمارا دین قبول کرنا چاہتے ہو۔ منگورارا بھی اسلام کی طرف مائل ہورہا ہے۔ میں تم دونوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سونیا کو تمام صورتحال بتاتے ہوئے بولا۔ "عبدالقادر اسلام قبول کرچکا ہے۔ منگوارارا اور کارارا بھی ہمارا دین قبول کرنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں' ان تینوں کی دینی تعلیم و تربیت بابا صاحب کے ادارے میں ہو۔ اس طرح وہ کچھ عرصے تک وہاں رہ کر جانے انجانے دشمنوں سے محفوظ رہیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "تم نے ان کے لیے بہت اچھی بات سوچی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت اعتکاف میں نہ ہوں تو ابھی ان سے باتیں ہوسکتی ہیں۔"

میں نے ادارے کے انچارج سے رابطہ کیا۔ اس نے بتایا' اعلیٰ حضرت اعتکاف میں نہیں ہیں۔ تب میں نے خیال خوانی کے ذریعے انہیں مخاطب کیا۔ "اسلام وعلیکم.... میں فرہاد علی تیمور آپ کی خدمت میں حاضر ہورہا ہوں۔"

انہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ "تم نے ان تینوں کے متعلق درست فیصلہ کیا ہے۔ انہیں یہاں بھیج دو۔"

میں ان کا شکریہ ادا کرکے دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔ "اتنی جلدی واپس آگئے؟ کیا ان سے بات نہیں ہوئی؟"

"میں کیا بات کروں گا؟ وہ تو ہمارے تمام حالات سے اچھی طرح واقف رہتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ بولتا۔ انہوں نے خود ہی میرے فیصلے کو درست کہہ دیا ہے۔ میں ان تینوں کو کسی وقت بھی ادارے میں بھیج سکتا ہوں۔"

وہ خوش ہوکر بولی۔ "جتنی جلدی ہوسکے' انہیں ادارے کی طرف روانہ کردو۔"

کارارا اپنی محبوبہ حدیبہ کے ساتھ اسکندریہ میں تھا۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ "تم دارالسلام کی طرف نہ جاؤ۔ کسی بھی پہلی فلائٹ سے پیرس پہنچو پھر وہاں سے بابا صاحب کے ادارے کی طرف جاؤ۔ تمہارے لیے وہاں کا دروازہ کھل چکا ہے۔"

اس نے خوش ہوکر حدیبہ کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "فرہاد صاحب بہت بڑی خوشخبری سنا رہے ہیں۔ یہاں سے پیرس جانے کو کہہ رہے ہیں۔ وہاں مجھے بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی۔"

حدیبہ خوش ہورہی تھی۔ میرا شکریہ ادا کررہی تھی۔ جس فلائٹ میں چنگارارا سفر کررہا تھا۔ وہ موریشس پہنچ رہی تھی۔ وہاں سے منگورارا کا آگے جانا ضروری نہیں تھا۔

میں نے اس سے کہا۔ "تم یہاں اتر جاؤ اور کسی بھی پہلی فلائٹ سے پیرس چلے جاؤ۔ ہمارے اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی نے تمہارے لیے بابا صاحب کے ادارے کا دروازہ کھول دیا ہے۔"

وہ خوشی سے جھومنے لگا۔ باربار میرا شکریہ ادا کرنے لگا پھر اپنا سفری بیگ اٹھا کر اس جہاز سے اتر کر ائیرپورٹ کی عمارت کی طرف جانے لگا۔ میں نے فراز احمد سے کہا۔ "منگورارا یہاں اپنا سفر ملتوی کررہا ہے۔ پیرس جانا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں کچھ قانونی رکاوٹیں ہوسکتی ہیں۔ تم اور منگورارا خیال خوانی کے ذریعے ان رکاوٹوں کو دور کرسکتے ہو۔"

فراز خیال خوانی کے ذریعے منگورارا کے ساتھ چلا گیا۔ ہمارا طیارہ دارالسلام پہنچنے والا تھا۔ اس طیارے میں نو مسلم عبدالقادر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اسے بھی یہ خوشخبری سنائی کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں جانے کی اجازت مل گئی ہے۔ وہ دارالسلام پہنچنے کے بعد کسی بھی فلائٹ سے پیرس جاسکتا ہے۔

سونیا نے کہا۔ "جب میں اس مہم کے لیے نکلی تو ذہن میں یہی بات تھی کہ یہ پانچوں سیارے والے میرے ہاتھوں بے موت مارے جائیں گے پھر اس مہم کا نتیجہ ہماری توقع کے برعکس نکل رہا ہے۔ خدا کا شکر ہے' تیارے کے تین کافروں نے ہمارا دین قبول کیا ہے۔ چوتھا کافر پیرس میں مارا گیا ہے۔ پانچواں چنگارارا بھی اپنی سلامتی کی طرف نہیں آئے گا تو دیکھتے ہیں' اس کے ساتھ کیا ہوگا؟"

فراز احمد نے میرے پاس آکر کہا۔ "سر! پیرس جانے والی ایک فلائٹ میں منگورارا کے لیے سیٹ اوکے ہوچکی ہے۔ وہ آج رات کسی وقت ادارے میں پہنچ جائے گا۔"

ہم دارالسلام پہنچ کر چنگارارا کی فلائٹ کا انتظار کرنے لگے۔ اس جہاز میں فراز احمد کی ابنارمل محبوبہ ثمینہ عرف سونیا بھی تھی۔ اس نے ثمینہ کے متعلق ہمیں بہت کچھ بتایا پھر کہا۔ "وہ ابھی آئے گی تو میں آپ لوگوں کا تعارف کراؤں گا۔ میری گزارش ہے' اگر اس بیچاری سے کوئی غلطی ہو تو اسے معاف کردیں۔"

سونیا نے پوچھا۔ "تم کیا یہ سمجھتے ہو' ہم ایک ابنارمل لڑکی کی غلطیوں کو سمجھ نہیں پائیں گے اور ناراض ہوجائیں گے؟"

میں نے کہا۔ "یہ یاد رکھو' اسے ہرگز نہ بتانا کہ یہ سونیا ہے اور میں فرہاد ہوں۔ ہم خود ہی اس سے ملاقات کریں گے۔ تم تعارف نہیں کراؤ گے۔"

رات آٹھ بجے وہ فلائٹ بھی وہاں پہنچ گئی۔ ہم نے چنگارارا کو قیدی بنا رکھا تھا۔ اسے اس جہاز میں ہلاک نہیں کیا تھا۔ نہ ہی اس شہر میں اسے ختم کرنا چاہتے تھے۔ سیارے کی طرف بھاگنے والا وہی ایک رہ گیا تھا۔ وہ گریٹ ایشورارا کا خاص ماتحت تھا۔ اس لیے اسے نائب ایشورارا بنا کر ہماری دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ اب ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ سیارے کی طرف سے اسے کس طرح امداد پہنچنے والی ہے؟ اگر کوئی خلائی جہاز آنے والا تھا تو ہم اس جہاز کا بھی نظارہ کرنا چاہتے تھے۔

چنگارارا جہاز سے اترنے کے بعد بری طرح سہما ہوا تھا۔ اسے یقین تھا' ہم اسے زندہ چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ میں نے اس کے دماغ کو بڑی حد تک کمزور بنا رکھا تھا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس نہیں کررہا تھا۔ نہ ہی خیال خوانی کے قابل رہا تھا۔

اس نے وزیٹرز لابی میں آکر اِدھر اُدھر دور تک دیکھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد صاحب! کیا آپ میرے اندر موجود ہیں؟"

"ہاں۔ موجود ہوں اور جب میں نہیں رہوں گا تو میرا کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر رہے گا۔ تمہارے پاس کمیونیکیٹنگ مشین ہے۔ اس کے ذریعے

اپنے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرو اور یہاں سے جانے کا انتظام کرو۔“

”کیا خاک انتظام کروں؟ میں تو قیدی بنا ہوا ہوں۔“

”قیدیوں کو زنجیریں پہناؤ‘ تب بھی وہ فرار ہونے کا راستہ بنا لیتے ہیں۔ تم بھی کوشش کرو۔“

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے کہا۔ ”فی الحال تمہیں نصف آزادی حاصل ہے۔ ایئرپورٹ سے نکل کر کسی بھی ہوٹل میں قیام کر سکتے ہو۔ کوئی تمہارا تعاقب نہیں کرے گا۔ تعاقب کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ہم میں سے کوئی نہ کوئی تمہارے اندر موجود رہے گا۔“

میں نے کبریا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”بیٹے! تم یہاں آؤ اور چنگارارا کے دماغ میں رہ کر اس کی نگرانی کرتے رہو۔ کسی ضرورت سے کہیں جانا چاہو تو اس دشمن کو الپا کے حوالے کر دینا۔ میں بھی اس کے اندر آتا جاتا رہوں گا۔“

کبریا نے چنگارارا کے اندر آ کر اپنی ڈیوٹی سنبھال لی۔ وہ عارضی رہائش کے لیے ایک ہوٹل کی طرف جا رہا تھا۔ ثمینہ اپنے سامان کے ٹرالی کے ساتھ باہر آئی تو ماں نے اسے گلے لگا لیا۔

میں نے سونیا سے کہا۔ ”وہ لڑکی جو بوڑھی خاتون سے گلے مل رہی ہے۔ وہی فراز کی محبوبہ ثمینہ ہے۔“

سونیا اس کی طرف یوں جانے لگی۔ جیسے ادھر سے گزرنے والی ہو لیکن اس کے قریب پہنچتے ہی ٹھٹک گئی۔ اسے حیرانی اور خوشی سے دیکھنے لگی۔ ثمینہ بھی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ سونیا نے اس کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ ”تم‘ تم سونیا ہو ناں....؟ وہ جو فرہاد علی تیمور کی وائف ہے۔ وہی جو بڑے بڑے کارنامے انجام دیتی ہے۔“

ثمینہ خوشی سے کھل گئی ۔ ماں کے بازو کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہنے لگی۔ ”دیکھیں امی! دنیا والے مجھے کس طرح پہچان لیتے ہیں؟“

پھر وہ ذرا اکڑ کر سونیا سے بولی۔ ”ہاں۔ میں سونیا ہوں۔ میں نے خود کو میک اپ میں چھپایا ہے مگر کمال ہے‘ تم نے مجھے پہچان لیا؟“

سونیا نے کہا۔ ”پچھلے دس برسوں سے تمہاری فین ہوں۔ میں نے تمہاری تصویریں دیکھی ہیں۔ بس ایک بار روبرو دیکھنا چاہتی تھی۔ تم سے ہاتھ ملانا چاہتی تھی۔ یہ میری دلی آرزو ہے۔“

وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔ ”پلیز مجھ سے مصافحہ کرو۔ جب میں اپنی پوری فیملی میں جا کر ان سے کہوں گی کہ تم سے ہاتھ ملایا ہے تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔ سب ہی حیران رہ جائیں گے۔ میری قسمت پر رشک کریں گے۔“

ثمینہ نے احسان جتانے کے انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں کسی فوٹوگرافر کے ساتھ آنا چاہیے تھا۔ اس لمحے کی تصویریں اتار کر لے جاتیں تو سب کو یقین ہو جاتا۔ کوئی بات نہیں‘ کبھی میرے گھر آؤ۔ میرا فوٹوگرافر ہماری تصویریں اتار کر تمہیں ایک ایک کاپی دے دے گا۔“

میں بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔ سونیا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ میرے شوہر ہیں۔ یہ کہتے ہیں‘ ٹیلی پیتھی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ بس قصے کہانیوں والی باتیں ہیں۔“

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ”جب میرا فرہاد علی تیمور ان کے دماغ میں گھس کر انہیں ٹھگنی کا ناچ نچائے گا تو یقین آ جائے گا۔“

فراز احمد اس کے اندر تھا۔ وہ بولی۔ ”فراز! فوراً ہی اس شخص کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے مجبور کرو‘ یہ میرے سامنے اپنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا لے۔“

وہ ذرا سخت لہجے میں بولا۔ ”کیا بکواس کر رہی ہو؟ یہ دونوں ہمارے بزرگ ہیں۔ یہ ہمارے آگے ہاتھ جوڑیں گے یا سر جھکائیں گے تو یہ سراسر گستاخی‘ بدعقلی اور بدتمیزی ہوگی۔“

وہ بولی۔ ”میں چاہتی ہوں‘ یہ شخص ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر ٹیلی پیتھی کو تسلیم کرے۔ میں جو کہتی ہوں‘ وہ کرو۔ نہیں تو ابھی چیخنا چلانا شروع کر دوں گی۔ ایبنارمل بن جاؤں گی۔“

میں فراز احمد کے اندر تھا۔ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ”میں تمہیں حکم دیتا ہوں‘ اس کی بات مان لو۔ اس سے کہو‘ تم اس کی مرضی کے مطابق میرے دماغ پر قبضہ جمانے جا رہے ہو۔ یہ کہہ کر خاموش رہو۔“

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے فرمانبردار تھے۔ اس نے میرے حکم کے مطابق ثمینہ سے کہا۔ ”اچھی بات ہے۔ میں ابھی جا کر اس شخص کے دماغ پر قبضہ جما رہا ہوں۔“

ثمینہ نے بڑے فخر سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مسٹر! تم اپنے دل میں یہ عہد کر لو کہ میرے سامنے ہاتھ نہیں جوڑو گے‘ سر نہیں جھکاؤ گے لیکن ابھی چند لمحوں میں یہی کرو گے جو میں حکم دے رہی ہوں۔“

میں نے ثمینہ کی ماں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آپ کی بیٹی بہت بڑی بڑی باتیں کر رہی ہے۔ میں اس کا حکم نہیں مانوں گا دیکھتا ہوں‘ یہ ٹیلی پیتھی کیا بلا ہے؟“

پھر دوسرے ہی لمحے میں آہستہ آہستہ دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے اور تھرتھراتے ہوئے کہنے لگا۔ ”یہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں ہاتھ نہیں جوڑنا چاہتا‘ مگر میرے دونوں ہاتھ ایک دوسرے سے جڑ رہے ہیں۔ میرا سر جھک رہا ہے۔“

پھر میں نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے سر کو جھکا یا۔ وہ فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگی۔ میں شکست خوردہ لہجے میں بول رہا تھا۔ ”مجھ سے غلطی ہوئی‘ میں تسلیم کرتا ہوں ٹیلی پیتھی حقیقت ہے۔ کوئی قصے کہانی والی بات نہیں ہے۔“

وہ بدستور ہنستے ہوئے بولی۔ ”اب تم میرے سامنے ڈانس کرو گے اور کوئی گیت گاؤ گے۔“

فراز غصے میں آپے سے باہر ہو گیا۔ اسے ڈانٹ کر بولا۔ ”ایسی بکواس کرو گی تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔ یہ میرے بزرگ ہیں۔ میرے استاد ہیں۔“

میں نے فراز سے کہا۔ ”خاموش ہو جاؤ۔ کیا تم اس طرح غصہ دکھا کر اس کا دماغی علاج کر سکو گے؟ اگر یہ ہم سے اپنی باتیں منوا کر خوش ہوتی ہے تو ہونے دو۔ تمہارا فرض ہے‘ اسے خوش رکھو۔ بڑی محبت سے اور حکمتِ عملی سے اس کا علاج کرتے رہو۔“

یہ کہتے ہی میں ایک ردھم میں قدم اٹھاتے ہوئے ڈانس کرنے لگا۔ چٹکی بجا بجا کر گانے لگا۔

”اے بھائی! ذرا دیکھ کے چل...
ذرا آگے بھی ذرا پیچھے بھی...
ذرا اوپر بھی ذرا نیچے بھی...“

سونیا بھی چٹکی بجا بجا کر اسٹیپ بدلتے ہوئے میرے ساتھ ڈانس کرنے لگی۔ گنگنانے لگی۔

”یہ سونیا بڑی پیاری لڑکی ہے
یہ ایک نارمل لڑکی ہے...
اے ڈاکٹر! ذرا دیکھ کے چل...
ذرا سمجھ کر علاج کر...
ذرا آگے بھی۔ ذرا پیچھے بھی...“

فراز نے سونیا کے اندر آ کر کہا۔ ”میڈم! بس کریں۔ میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ آپ دونوں اس معصوم نادان اور ایبنارمل لڑکی کے لیے تماشا بن گئے ہیں... خدا کی قسم آپ دونوں بہت عظیم ہیں۔ میں آپ کی عظمتوں کو سلام کرتا ہوں۔“

وہ بولتے بولتے رونے لگا۔ سونیا نے کہا۔ ”مرد آنسو نہیں بہاتے۔ جاؤ اپنی ثمینہ کو بڑے پیار سے لے جاؤ۔“

اس نے ثمینہ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ جانے لگی۔

چنگارارا کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ وہ آج رات کو یا کل کسی بھی وقت مارا جائے گا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ”یہ لوگ میرے پیچھے دارالسلام تک چلے آئے ہیں اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ میرے اندر پہنچ گئے ہیں۔ اب گریٹ ایشورارا کسی بھی تدبیر سے مجھے بچا نہیں سکے گا۔“

اس نے ہوٹل پہنچتے ہی کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ”اے ایشورارا! میں اپنی زندگی ہارنے والا ہوں۔ تُو ہمارے لیے بہت طاقتور ہے۔ لیکن میری بات کا برا نہ ماننا۔ اس وقت تُو بھی میری جان نہیں بچا سکے گا۔“

”تم نے یہ کیسے سمجھ لیا؟“

”اس طرح کہ فرہاد میرے دماغ میں گھس آیا ہے۔ اس نے مجھے دماغی طور پر کمزور بنا دیا ہے۔ اس وقت بھی اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر موجود ہے۔“

گریٹ ایشورارا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے تمہارے حالات معلوم ہوئے ہیں۔ تین ماتحت ہم سے بدظن ہو کر فرہاد کے تابعدار بن چکے ہیں۔ مجھے فخر ہے‘ تم میرے سچے وفادار ہو۔ اپنی جان بچانے کے لیے فرہاد کی تابعداری قبول نہیں کر رہے ہو۔“

”اور تُو دیکھے گا کہ میں اسی طرح تیرا وفادار رہ کر تیری تابعداری کرتا ہوا اپنی جان دے دوں گا۔“

”اور میں تمہاری جان نہیں جانے دوں گا۔ تمہیں مکھن کے بال کی طرح فرہاد کے شکنجے سے نکال لوں گا۔ ذرا صبر کرو اور دیکھتے جاؤ‘ کیا ہونے والا ہے؟“

کبریا نے میرے پاس آ کر کہا۔ ”پاپا! چنگارارا اپنے ایشورارا سے باتیں کر رہا ہے اور وہ چیلنج کر رہا ہے‘ اسے آپ کے شکنجے سے نکال کر لے جائے گا۔ ہمارے ہاتھوں ہلاک نہیں ہونے دے گا۔“

میں نے کہا۔ ”اگر وہ ایسا کہہ رہا ہے تو واقعی بہت زبردست چیلنج کر رہا ہے۔ جبکہ یہ جانتا ہے‘ ہم اس کے دماغ میں گھسے ہوئے ہیں۔ اگر خلائی جہاز آئے گا تو ہم اسے جہاز تک پہنچنے نہیں دیں گے۔“

کبریا نے کہا۔ ”وہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی چیلنج کر رہا ہے۔“

میں نے کہا۔ ”میں بھی حیران ہوں۔ چنگارارا کے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ اسے بچانے کا دعویٰ

کرر ہا ہے۔ ویسے ہم دیکھیں گے، وہ کیا کرنے والا ہے؟"

ہم نے آدھے گھنٹے کے بعد ہی دیکھا۔ وہ بڑی زبردست چال چل رہا تھا۔ اس نے چنگارارا سے کہا۔ "تم ڈنر کے لیے نیچے ڈائننگ ہال میں جاؤ۔ اگر تمہارے اندر ابھی فرہاد نہیں ہے تو اس کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہو، وہ فرہاد کو بلائے۔ میں اس کی موجودگی میں تمہیں وہاں سے نکال لاؤں گا۔"

کبریا نے میرے پاس آکر یہ بات کہی تو مجھے بڑی حیرانی ہوئی۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "پتا نہیں، وہ کیسی چال چلنے والا ہے؟ دعویٰ کرر ہا ہے کہ میری موجودگی میں اسے زندہ وسلامت یہاں سے نکال کر لے جائے گا۔ میں جارہا ہوں۔ کبریا ہمارے حالات تمہیں بتاتا رہے گا۔"

میں چنگارارا کے اندر آگیا۔ وہ ڈائننگ ہال میں پہنچا ہوا تھا۔ وہاں دولتمند طبقے کی خواتین اپنے مردوں کے ساتھ آئی ہوئی تھیں۔ اس شہر، اس ملک کی مشہور شخصیات بھی تھیں۔

میں نے اس سے کہا۔ "سنا ہے، تمہارا گریٹ ایشورارا بڑے بڑے چیلنج کرر ہا ہے؟ اس نے مجھے یہاں بلایا ہے۔ اپنی طاقت کا تماشا دکھانا چاہتا ہے۔"

وہ بولا۔ "ہاں۔ مجھ سے بھی یہی کہا گیا ہے مگر میں نہیں جانتا، وہ مجھے تمہارے شکنجے سے کس طرح نکال کر لے جائے گا؟"

ایسے ہی وقت ایک شخص نے اس کے پاس آکر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو چنگارارا! گریٹ ایشورارا نے تمہیں اس ڈائننگ ہال میں میرے پاس آنے کو کہا ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ ایک میز کے پاس آگئے۔ وہاں ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بولا۔ "یہاں بیٹھ جاؤ۔"

پھر وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔ "میرا یہ ساتھی گونگا اور بہرا ہے۔ لہٰذا اس سے تعارف کرانا فضول ہے۔ یہ بتاؤ، کیا تمہارے اندر فرہاد موجود ہے؟"

چنگارارا نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ میرے اندر موجود ہے۔ مجھے یہ تو بتاؤ، تم کون ہو؟ میرے معاملات کو کیسے جانتے ہو؟"

وہ ایک ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "خاموش رہو۔ اب تم کچھ نہیں بولو گے۔ میں فرہاد سے مخاطب ہوں۔ ہاں تو مسٹر فرہاد! تم کیا سمجھتے ہو؟ کیا ہمیشہ بازی جیت لینے کا ٹھیکا لے کر اس دنیا میں آئے ہو؟ کبھی تمہیں شکست نہیں ہوگی؟ کبھی تم ہم سے مات نہیں کھاؤ گے؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ اس کی باتیں سنتا رہا۔ اس نے کہا۔ "آج تمہیں اور سونیا کو معلوم ہو جائے گا، سائنس اور ٹیکنالوجی میں غیر معمولی مہارت رکھنے والا گریٹ ایشورارا کس قدر ذہین ہے؟ وہ ابھی ایسی چال چل رہا ہے کہ تم سب دیکھتے ہی رہ جاؤ گے اور چنگارارا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔"

میں نے چنگارارا کی زبان سے کہا۔ "اگر میں ابھی اس کے اندر زلزلہ پیدا کروں تو کیا تم مجھے روک سکو گے؟ ایک کے بعد دوسرا، دوسرے کے تیسرا زلزلہ پیدا کرتے ہی یہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائے گا۔ کیا تم اس کی جان بچا سکو گے؟"

وہ بولا۔ "جسٹ آ منٹ۔ زلزلہ پیدا کرنے سے پہلے یہ سن لو، میرے لباس کے اندر سوسائیڈ جیکٹ ہے۔ اس جیکٹ کے اندر چھوٹے چھوٹے بہت ہی طاقتور بم ایک پن سے منسلک ہیں۔ میں جیسے ہی پن ہٹاؤں گا، یہاں زبردست دھماکا ہوگا۔ دو ہزار گز پر پھیلا ہوا یہ ہوٹل دیکھتے ہی دیکھتے کھنڈر بن جائے گا۔ یہاں معزز گھرانے کی خواتین اور مرد حضرات ہیں۔ سرکاری اعلیٰ عہدیدار بھی ہیں۔ اس ہال میں اسّی فیصد مسلمان ہیں۔ کیا تم اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو حرام موت مرتے دیکھ سکو گے؟"

میں اس کی باتیں سن کر ہکّا بکّا سا رہ گیا۔ ہم کبھی سوچ نہیں سکتے تھے کہ گریٹ ایشورارا ہمیں اتنی بڑی آزمائش میں مبتلا کرے گا۔ اس وسیع و عریض ہال میں تقریباً اسّی فی صد مسلمان تھے۔ پچیس اور تیس کے قریب دوسرے مذاہب کے لوگ تھے۔ جو بھی تھے، سب ہی انسان تھے۔ بے گناہ تھے، ان کا ہمارے معاملات سے کچھ لینا دینا نہیں تھا۔ اس کے باجود وہ جان سے جانے والے تھے۔

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا۔ "بازی پلٹ گئی ہے۔ گریٹ ایشورارا غضب کی چال چل رہا ہے۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں، ہمیں کس طرح مات ہونے والی ہے۔"

میں نے اسے خودکش حملہ آور کے بارے میں بتایا تو وہ دنگ رہ گئی۔ ایک چنگارارا کے بدلے سیکڑوں بے گناہ افراد مارے جانے والے تھے۔

ان لمحات میں صرف میں ہی نہیں، سونیا بھی خود کو بے دست و پا محسوس کر رہی تھی۔ ایسے وقت صرف خدا ہی جانتا ہے کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو ستاسی ماہ سے جاری ہے

فرہاد علی تیمور

دیوتا

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں جاتا جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

بے شک آگے کا حال خدا ہی جانتا ہے۔ مگر بندوں کو نہ جانتے ہوئے بھی اپنی سلامتی کے لیے کچھ کرنا ہی پڑتا ہے۔ سونیا نے کہا۔ ''خدایا! ہم کیا کریں؟ ہمارے پاس تو سوچنے کا بھی وقت نہیں ہے۔''

اس نے پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر کہا۔ ''فوراً جاؤ اور اُسے باتوں میں اُلجھاؤ۔ ہمیں کچھ تو سوچنے کا وقت ملے گا۔''

میں خیال خوانی کے ذریعے پھر اس ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں چنگارارا کے اندر پہنچ گیا۔ وہ خودکش حملہ آور پوچھ رہا تھا۔ ''کیوں فرہاد! کیا بولتی بند ہو گئی؟''

میں نے کہا۔ ''میری بولتی صرف موت بند کر سکتی ہے۔ مجھے بندش میں لانے والا ابھی کوئی پیدا نہیں ہوا ہے۔ دراصل تمہاری اس بات پر غور کر رہا تھا' کیا واقعی تم خودکش حملہ کرنے کے لیے سُوسائڈ جیکٹ پہن کر آئے ہو؟ کیا یہاں کسی کو نقصان پہنچائے بغیر مجھے یقین دلا سکتے ہو؟''

''یعنی تم یہ یقین کرنا چاہتے ہو کہ میرے لباس کے اندر واقعی سُوسائڈ جیکٹ ہے اور میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں؟'' ''ہاں پہلے اپنی سچائی ثابت کرو۔ پھر بات آگے بڑھے گی۔''

اس نے کچھ سوچا۔ اپنے گونگے بہرے ساتھی کو دیکھا۔ پھر اسے اپنے قریب بُلایا۔ وہ اس کے قریب ہو کر ذرا جھک گیا۔ اس نے اشارے سے گونگے کو کچھ سمجھایا۔ گونگا اپنا ایک ہاتھ اس کے لباس کے اندر ڈال کر بیٹھ گیا۔ تب وہ بولا۔ ''مسٹر فرہاد! اس وقت میرا یہ ساتھی جیکٹ میں لگی ہوئی پن کو اپنی چٹکی میں دبائے بیٹھا ہے... جانتے ہو کیوں؟''

میں نے چنگارارا کے ذریعے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس نے کہا۔ ''میں اپنے دماغ کے دروازے کھولوں گا۔ تمہیں چور خیالات پڑھنے کی اجازت دوں گا۔ ایسے وقت تم میرے اندر زلزلہ پیدا کر سکتے ہو۔''

میں نے جلدی سے کہا۔ ''نہیں۔ میں ایسا نہیں کروں گا۔ بس تمہارے چور خیالات پڑھ کر یقین کروں گا کہ واقعی تم نے وہ جیکٹ پہنی ہوئی ہے اور اس سے منسلک کیے جانے والے بم انتہائی خطرناک ہیں۔''

''میرے اندر آنے سے پہلے سن لو۔ تم زلزلہ پیدا کرو گے۔ اسی لمحے میرے بدن میں لرزش پیدا ہو گی اور یہ گونگا بلاسٹنگ پن ہٹا دے گا۔ اس کے بعد تم دور کہیں بیٹھے بے گناہ مسلمان عورتوں' مردوں اور بچوں کی لاشیں ہی لاشیں دیکھو گے۔''

''یقین کرو' میں ایسی کوئی غلطی نہیں کروں گا' جس کے نتیجے میں سیکڑوں بے گناہ افراد مارے جائیں۔''

وہ سامنے وال کلاک کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''میں صرف ایک منٹ تک خیالات پڑھنے کی اجازت دوں گا۔ پھر سانس روک کر تمہیں بھگا دوں گا... ریڈی... ون۔ ٹو۔ تھری... فوراً میرے اندر آؤ۔''

میں اسی لمحے اس کے اندر پہنچ گیا۔ چور خیالات کے خانے میں گھس کر حقیقت معلوم کرنے لگا۔ واقعی اس نے جو جیکٹ پہنی تھی' اس کے ساتھ انتہائی طاقتور بم منسلک کیے گئے تھے۔ اس وقت اس ہوٹل کے سیکڑوں افراد کی جانیں اس کی مٹھی میں تھیں۔

بڑی عجیب چویشن تھی۔ میں کسی بھی طرح' کسی بھی چالاکی سے نہ اس گونگے کے اندر پہنچ سکتا تھا' نہ اُسے بلاسٹنگ پن سے دور کر سکتا تھا۔ ایسا کیے بغیر اس دشمن کے اندر زلزلہ پیدا کرتا تو بدن میں لرزش پیدا ہوتے ہی گونگا پن کو اس کی جگہ سے ہٹا دیتا۔

میں اور سونیا بارہا ایسی مجبوریوں سے دوچار ہوتے آئے ہیں۔ اس بار بھی حالات نے ہمیں مجبور کر دیا۔ میں کوئی جوابی کارروائی نہ کر سکا۔ وہ وال کلاک کو دیکھ رہا تھا۔ ایک منٹ ہوتے ہی اس نے سانس روک لی۔ میں اپنے آلۂ کار کے اندر آگیا۔

اس نے کہا۔ ''تم چنگارارا کو ہلاک کرنے والے تھے۔ اب یہ تمہارے ہاتھوں نہیں مرے گا۔ ہمارے خودکش حملے میں قربان ہو جائے گا۔''

میں نے حیرانی سے کہا۔ ''چنگارارا کو بھی یہاں مار ڈالو گے؟ کیا اس طرح گریٹ ایشورارا کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے؟''

وہ بڑی بے پروائی سے بولا۔ ''گریٹ ایشورارا کے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کے کتنے ہی آدمیوں کو تم نے مار ڈالا ہے۔ ایک یہ بھی سہی۔ تم یہاں موجود مسلمانوں کے بارے میں سوچو اور فیصلہ سناؤ' کیا ایسے وقت گریٹ ایشورارا سے دشمنی کرنا چاہو گے؟''

کبریا ہمارے درمیان رہ کر یہ باتیں سن رہا تھا اور سونیا کو بتاتا جا رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''بیشک گریٹ ایشورارا نے زبردست چال چلی ہے۔ ہم بے شمار بے گناہ انسانوں کو مرنے نہیں دیں گے۔''

کبریا' چنگارارا کے دماغ میں آگیا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سونیا کو دیکھا۔ وہ بولی۔ ''مجھے ساری باتیں علوم ہو رہی ہیں۔ گریٹ ایشورارا نے ہمیں مشکل میں ڈال ہے۔ وہ اچھی طرح سمجھتا ہے' ہم اپنی دنیا کے کسی بے گناہ ص کو مرنے نہیں دیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''واقعی یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ ہم سے بار رمات کھانے والا ایسی زبردست چال چلے گا۔ ویسے ہم نے گارارا کو مار ڈالنے کی قسم نہیں کھائی ہے۔ اسے زندہ چھوڑ تے ہیں اور چھوڑ دیں گے۔ ہماری بلا سے وہ سیارے میں ائے یا نہ جائے۔ اگر نہیں جائے گا تو ہم بعد میں اس سے لیں گے۔''

میں نے چنگارارا کے اندر آکر اس شخص سے ہا۔ ''بیشک۔ گریٹ ایشورارا نے زبردست چال چلی ہے۔ ہمارے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ ہم اپنے لوگوں ی جانیں بچانا چاہتے ہیں۔ تم اسے جہاں لے جانا چاہتے ہو' لے جاؤ۔''

وہ بولا۔ ''ایسے کیسے لے جا سکتا ہوں؟ تم یا تمہارا کوئی لی پیتھی جاننے والا اس کے اندر گھسا رہے گا' معلوم کرتا ہے گا' یہ کہاں جا رہا ہے اور کس جگہ پہنچ کر تم لوگوں کی نظروں ے اوجھل ہو جائے گا؟''

میں نے کہا۔ ''یہ بڑی حد تک دماغی توانائی حاصل کر چکا ہے۔ میں یا کوئی بھی اس کے دماغ میں آتا ہے تو یہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے' مگر ابھی یہ دیر تک سانس وکنے کے قابل نہیں ہوا ہے۔''

میں نے آس پاس نظریں دوڑائیں۔ وہاں درجنوں راد ہنس بول رہے تھے۔ لائف انجوائے کر رہے تھے۔ ''آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں'' والی بات تھی۔ ہاں سب ہی بے خبر تھے کہ اگلے پل کیا ہونے والا ہے؟

میں نے اس خودکش حملہ آور کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں عدہ کرتا ہوں' میرا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر یں آئے گا۔ جیسے ہی آئے گا۔ یہ ہمیں محسوس کرتے ہی سانس روک کر تمہیں بتا دے گا۔ پھر تم جو چاہو گے' قانا کرتے رہو گے۔''

وہ بولا۔ ''ہاں۔ چنگارارا نے مجھ سے ابھی کہا ہے' اسے توانائی مل چکی ہے۔ یہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے۔ مگر پوری طرح سانس روکنے کے قابل نہیں ہوا ہے۔ اسی لیے کہتا ہوں' تم یا تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا س کے اندر نہ آئے۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں' جیسے ہی چنگارارا یہاں سے اٹھ کر ائے گا۔ اس کا دماغ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں سے خالی ہو جائے گا۔ تم اسے یہاں سے لے جا سکتے ہو۔''

''میں ایسا نادان نہیں ہوں' جیسا تم سمجھ رہے ہو۔ اس وقت تک اس ڈائننگ ہال سے اٹھ کر نہیں جاؤں گا' جب تک چنگارارا کی سلامتی کا پوری طرح یقین نہیں ہو جائے گا۔''

''تمہیں کس طرح یقین ہو گا؟''

''سیدھی سی بات ہے' صرف چنگارارا اٹھ کر جائے گا۔ میں یہاں موجود رہوں گا۔ مجھے فون کے ذریعے معلوم ہوتا رہے گا' یہ باہر جانے کے بعد محفوظ ہے یا نہیں؟''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ''یہ ابھی تھوڑی دیر بعد ہی معلوم ہو جائے گا۔ تم دس یا پندرہ منٹ بعد اس ہوٹل کے کسی بھی آدمی کو آلۂ کار بنا کر میرے پاس آؤ گے' مجھ سے باتیں کرو گے تو بہت سی ضروری باتیں ہو سکیں گی۔''

''اچھی بات ہے۔ میں اس وعدے کے ساتھ چنگارارا کو چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اس لمحے کے بعد کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہیں آئے گا۔''

سونیا کو کبریا کے ذریعے تمام معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ ''چنگارارا اس ہوٹل سے نکل کر کہیں جا رہا ہے۔ ہم اس کا تعاقب نہیں کر سکیں گے۔ یہ نہیں جان سکیں گے' وہ کہاں پہنچ کر ہم سے محفوظ رہے گا؟''

سونیا نے کہا۔ ''اس طرح ایک بات تو معلوم ہو گئی' گریٹ ایشورارا کے اور کئی ماتحت ہماری دنیا میں موجود ہیں۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کسی کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اسے خودکش حملے پر مجبور کیا ہے اور وہ معمول وہاں سوسائڈ جیکٹ پہنے بیٹھا ہوا ہے۔''

''اس نے مجھے دس یا پندرہ منٹ بعد آنے کو کہا ہے۔ کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔''

وہ بولی۔ ''اس کا مطلب ہے' دس یا پندرہ منٹ کے اندر چنگارارا کو کہیں دور پہنچا دیا جائے گا؟ اس کے بعد وہ سیارے والے تم سے کچھ اہم باتیں کریں گے۔''

کبریا نے کہا۔ ''اتنے کم وقت میں وہ آخر کتنی دور جا سکتا ہے؟ کیا دارالسلام کے قریب ہی خلائی جہاز اتارا جائے گا اور وہ اس میں سوار ہو کر چلا جائے گا؟''

سونیا نے کہا۔ ''نہیں بیٹے! اتنے کم وقت میں وہ نہ تو شہر سے باہر کسی ویران علاقے میں جا سکتا ہے' نہ اس کے لیے خلائی جہاز بھیجا جا سکتا ہے۔ سیدھی سی بات سمجھ میں آ رہی ہے' اسے انجکشن یا کسی دوا کے ذریعے بے ہوش کر دیا جائے گا' یا کسی اور ترکیب سے اس کا برین واش کر دیا جائے گا۔''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ دس منٹ کے

اندر اسے ٹرانس میں لایا جا سکتا ہے۔ اس کا دماغ کمزور ہے۔ وہ راضی خوشی معمول بن جائے گا۔ اپنے کسی عامل کے زیر اثر آجائے گا۔ پھر چند منٹوں میں ہی اس کی برین واشنگ شروع ہو جائے گی۔"

سونیا نے کہا۔ "وہ نہیں چاہتے' ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں جائے اور ان کے تنویمی عمل کے دوران یا برین واشنگ کے دوران مداخلت کرے۔"

کبریا نے کہا۔ "اور ہم مجبور ہیں۔ بے شمار افراد کی جانیں بچانے کے لیے ان کے کسی کام میں مداخلت نہیں کر سکتے۔"

وہ بولی۔ "وہ دشمن وہاں خودکش حملے کے لیے تیار بیٹھا ہے۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے' ہمارے ساتھ کچھ برا ہو سکتا ہے۔ میں کسی حال میں اس ہوٹل کے ایک فرد کو بھی مرنے نہیں دوں گی۔"

ہم ائیرپورٹ کے قریب ہی ایک سب وے ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی۔ "کبریا! تم میرے دماغ میں رہو۔ میں سوچنا سمجھنا چاہتی ہوں' موجودہ حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

وہ جاتے ہوئے مجھ سے بولی۔ "تم اپنے طور پر سوچو۔ گریٹ ایشورارا کا وہ آدمی دھوکا دے سکتا ہے۔ اس سے پہلے ہی ہمیں کچھ کر گزرنا چاہیے۔"

وہ چلی گئی۔ یہ بات مجھے بھی کھٹک رہی تھی کہ ہم پیرس میں ان کے ایک آدمی کو ہلاک کر کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے زیر اثر لے آئے تھے۔ اس سے پہلے بھی سیارے والوں کو بہت نقصان پہنچا چکے تھے۔ لہٰذا گریٹ ایشورارا اپنے اس آلہ کار خودکش حملہ آور کے ذریعے انتقامی کارروائی کر سکتا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک ٹہلتا رہا۔ سوچتا رہا پھر ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ خیال خوانی کے ذریعے ہوٹل کے ایک ملازم کو اپنا آلہ کار بنایا اور اس کے ذریعے خودکش حملہ آور کے پاس پہنچ گیا۔

اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور ہوں' اسے آلہ کار بنا کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ کیا تم مطمئن ہو کہ ہم نے چنگارارا کا پیچھا چھوڑ دیا ہے' کوئی اس کے اندر نہیں جا رہا ہے؟"

وہ بڑے فاتحانہ انداز میں بولا۔ "اور نہ اب جا سکے گا۔ چاہو تو کوشش کر کے دیکھ سکتے ہو۔"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں مجھے تمہاری بات کا یقین ہے۔ ہم نے اپنے وعدے کے مطابق چنگارارا کو تمہارے حوالے کر دیا۔ تم نے اس کی جان بچالی۔ اب معاملہ ختم کر دو اور یہاں سے اٹھ کر باہر جاؤ۔ اس ہوٹل کہیں دور اپنی سوسائڈ جیکٹ کو بدن سے الگ کر دو۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ ا حساب کتاب تو ہونے دو' تم نے اب تک ہمیں کتنا نقصان پہنچایا ہے؟"

میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ سونیا کی چھٹی حس نے پہلے خطرے کی گھنٹی بجادی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اب سے چار بر پہلے جب ہمارا پہلا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس دنیا میں آیا تب سے اب تک تم نے درجنوں سیارے والوں کو ہلاک کی ہے۔ دو نائب ایشورارا کو موت کے گھا اتارا ہے۔ تیسرے کو اپنے زیر اثر لے آئے ہو۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "سنا ہے' تمہارے با صاحب کے ادارے میں ایک غیر معمولی مشین اب بھی موجو ہے۔ اس میں گریٹ ایشورارا کی تصویر' اس کی آواز اور اس کا پورا ریکارڈ محفوظ ہے۔ وہ جب بھی زمین پر آئے گا' تم لوگ اس کی شہ رگ تک پہنچ جاؤ گے۔"

میں نے کہا۔ "ماضی میں ہم نے بھی تم لوگوں کی وجہ سے بہت نقصان اٹھایا ہے۔ جو ہو گیا' اس پر مٹی ڈالو۔ موجو معاملات پر بات کرو۔ تمہارا چنگارارا ہمارے شکنجے میں تھا۔ ہم نے اسے تمہارے حوالے کر دیا۔ اب تمہیں بھی یہاں سے جانا چاہیے۔"

اس نے پوچھا۔ "ہمارے اس ماتحت کا حساب کون چکائے گا' جسے تم نے پیرس میں ہلاک کیا ہے اور باقی تین ماتحتوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے؟ تم کہتے ہو' ہم پچھلے نقصانات کا حساب نہ کریں... چلو ہمارا موجودہ خسارہ ہی پو کر دو۔"

میں نے پوچھا۔ "آخر تم چاہتے کیا ہو؟ صاف صاف بولو...."

"ہم چاہتے ہیں' اب تک ہمیں جتنا نقصان پہنچایا گیا ہے۔ اس کا ہرجانہ ادا کرو' پھر میں چلا جاؤں گا۔ ابھی چلا جاؤں گا۔"

اس نے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ جو چاروں طرف عورتیں' مرد بوڑھے اور بچے بیٹھے کھا پی رہے ہیں' ہنس بول رہے ہیں۔ ان میں سے کسی کے قریب موت تمہیں آ گی۔ ان کی سلامتی کی بس ایک ہی شرط ہے۔"

"اور وہ شرط کیا ہے؟"

"یہی کہ سونیا کو ہمارے حوالے کر دو۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ سونیا کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟"

ہے۔ وہ مرے گی تو سیارے والوں کی ننانوے فیصد رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔"

میں نے بات بنائی۔ "سونیا میرے ساتھ پیرس میں ہے۔ فوراً ہی تمہارے پاس کیسے آسکتی ہے؟"

"ہم سے جھوٹ نہ بولو۔ وہ نیویارک سے ہمارے چنگارارا کے ساتھ سفر کرتی ہوئی اس شہر تک آئی ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے جیب سے ایک تصویر نکال کر میرے آلہ کار کے سامنے رکھ دی۔ وہ فراز احمد کی محبوبہ ثمینہ تھی۔ جو ابنارمل تھی اور خود کو سونیا کہتی آرہی تھی۔

میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اوہ گاڈ! تم سب ایک ابنارمل لڑکی سے دھوکا کھا رہے ہو۔ چنگارارا بھی اسے سونیا سمجھتا رہا۔ دراصل یہ بچپن ہی سے ذہنی مریضہ ہے۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولا۔ "اچھا۔ اور کچھ..؟"

"یقین کرو' یہ سونیا کی لائف ہسٹری پڑھتی رہی ہے۔ اس سے متاثر ہوتی رہی ہے۔ اس لیے خود کو سونیا کہتی ہے۔"

"تم اس کی سلامتی کے لیے خوامخواہ ہم سے باتیں بناؤ گے۔ ہم صرف چنگارارا کے بیان کو تسلیم کریں گے۔ وہ اس کے ساتھ نیویارک سے یہاں تک آیا ہے۔ اس سے باتیں کرتا رہا ہے۔ اس کی ایک ایک حرکت کو دیکھتا اور سمجھتا رہا ہے۔"

وہ میرے آلہ کار کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ "تم سفر کے دوران کئی بار اس کے اندر جاتے آتے رہے' اس کے ذریعے چنگارارا سے بولتے رہے اور اب باتیں بنا رہے ہو۔"

میں نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ "دراصل چنگارارا بھی دھوکا کھاتا..."

وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "زیادہ نہ بولو۔ باتیں بناتے رہو گے تو اپنی ایک سونیا کے بدلے یہاں بے شمار بے گناہ لوگوں کی لاشیں دیکھو گے۔"

میں نے بڑی بے بسی سے کہا۔ "مجھے تھوڑی سی مہلت دو۔ میں ثابت کر دوں گا' یہ تصویر والی لڑکی سونیا نہیں ہے۔"

یونیورسل ہوم سروس آپ بھی منگوا سکتے ہیں

صحت

1۔ حب جوہر مقوی + خمیرہ سلیمانی
مقوی دماغ۔ مقوی معدہ۔ مقوی اعصاب۔ مقوی گردہ۔ عادات بد سے پیدا ہونے والی تمام کمزوریوں کو دور کر کے چہرے کی رونق کو بحال کرتی ہے۔ ہر عمر کے مردوں میں اعصاب کی کمزوری دور کر کے ازدواجی زندگی میں نئے سرے سے اعتماد پیدا کرتی ہے۔ قیمت مکمل کورس (ایک ماہ) بمع سروس چارجز و ڈاک خرچ -/760 روپے

کورس نمبر (2) حب جوہر مقوی + قوت کیپسول
عام جسمانی کمزوری۔ مثانہ کی گرمی۔ اور قوت خاص کے لئے۔ یہ کورس خاص طور پر ان نوجوانوں کے لئے مفید ہے جو کسی بھی وجہ سے اپنی توانائی ضائع کر چکے ہوں
قیمت مکمل کورس ایک ماہ بمع سروس چارجز و ڈاک خرچ -/1100

کورس نمبر (3) جگرین + جوارش زرشک + طاقت کیپسول + دواالکبد
معدہ اور جگر کی اصلاح کر کے چہرے کی رنگت کو سرخ کرتی ہے۔ جسم کو طاقت ور بناتی ہے۔
ہیپاٹائٹس اے۔ بی اور سی میں مفید اور موثر ہے
قیمت مکمل کورس بمع سروس چارجز و ڈاک خرچ -/900 روپے

کتب
1۔ انسانی ذہن کی پوشیدہ طاقت — ڈاکٹر جوزف مرفی / ریاض محمود انجم — قیمت سروس چارجز و ڈاک خرچ 450 روپے
2۔ آپ جو چاہیں تو امیر بن سکتے ہیں۔ — ایم آر۔ کوپ میئر / ڈاکٹر اقبال کاردار — قیمت سروس چارجز و ڈاک خرچ 390 روپے
3۔ کامیابی کی شاہراہیں — برائن ٹریسی / ملک اشفاق — قیمت سروس چارجز و ڈاک خرچ 350 روپے
امراض خاص (اپنا علاج خود کیجئے) — پبلشر ڈاکٹر شہزاد ایم اے بٹ — قیمت سروس چارجز و ڈاک خرچ 200 روپے

وظائف
نقش برائے نیک اولاد — یہ عمل بچوں میں چوری۔ نشہ۔ بری عادات۔ کام چوری۔ نافرمانی اور بے روزگاری کیلئے بہت ہی خاص ہے
ہدیہ بمع سروس چارجز و ڈاک خرچ 550 روپے
عمل تعلیم — یہ وظیفہ ان بچے بچیوں کے لئے ہے جو محنت کے باوجود کامیاب نہ ہوتے ہوں۔ تعلیمی میدان میں غیر معمولی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہوں یا خواہش کے مطابق داخلہ لینا چاہتے ہوں ہدیہ بمع سروس چارجز و ڈاک خرچ 495 روپے
حل مشکلات — جب بہت سارے کام اور مشکلات درپیش ہوں اور کچھ سمجھ نہ آرہی ہو کہ کیا کرنا چاہیے۔ اس وظیفہ کو 11 دن سے 40 دن تک پڑھنے سے تمام کام اللہ پاک کی رحمت سے آسان ہو جاتے ہیں اور مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہوتا ہے ہدیہ بمع سروس چارجز و ڈاک خرچ 650 روپے
کشائش رزق کے لئے — یہ دعا رزق میں اضافہ اور برکت کے لئے پڑھی جاتی ہے 11 دن سے پہلے پہلے اللہ پاک کے فضل سے رزق میں فراوانی کے آثار شروع ہو سکتے ہیں ہدیہ بمع سروس چارجز و ڈاک خرچ 450 روپے
نصیب کشائی — جن بچیوں بچوں کے رشتے نہ ہوتے ہوں یا جو والدین اپنے بچوں کے رشتوں کے لئے پریشان ہوں صرف 40 دن یہ عمل کریں اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہوگی اور مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ہدیہ بمع سروس چارجز و ڈاک خرچ 450 روپے
نجات مشکلات — یہ دعا اللہ پاک کی رحمت سے بڑی سے بڑی مشکل کو حل کر دیتی ہے لیکن یہ دعا اس وقت پڑھی جاتی ہے جب کوئی خاص ضرورت یا مشکل درپیش ہو عام چھوٹی موٹی ضرورت کے لئے یہ دعا نہ پڑھیں
ہدیہ بمع سروس چارجز و ڈاک خرچ 786 روپے

اسٹاکسٹ ولید احمد
پوسٹ بکس نمبر 3006 لاہور
ای میل Waleedjan11@yahoo.com
فون نمبر 0321-9420799
0307-6507997
042-7013754
نوٹ:۔ منی آرڈر بنام ولید احمد اور V.P بھی منگوا سکتے ہیں۔

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''تمہیں کچھ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ چنگارارا کے ساتھ سفر کرتی ہوئی آئی ہے۔ اسے یہاں پہنچادو۔''

یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ گریٹ ایشورارا صرف سونیا کو ہلاک کرنے کے لیے وہاں خودکش حملے کی دھمکیاں دے رہا ہے۔ سونیا کو اس ہوٹل میں لانا ضروری ہوگیا تھا۔ فی الحال وہ میری حیل حجت کو برداشت کر رہا تھا۔ اسے امید تھی' ہم سیکڑوں لوگوں کو مرنے نہیں دیں گے۔ تھک ہار کر سونیا کو اس کے حوالے کردیں گے۔

اس نے میز پر جھک کر کہا۔ ''زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ جب وہ سونیا نہیں ہے تو ہمارا اور اپنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہو؟ ہم اس ایبنارمل عورت سے دھوکا کھا رہے ہیں تو کھانے دو۔ وہ کوئی بھی ہے' ہم اس کے ساتھ جیسا بھی سلوک کریں۔ تمہاری سونیا تو تمہارے پاس محفوظ رہے گی۔''

میں نے کہا۔ ''وہ بیچاری دھوکے میں ماری جائے گی۔''

''ہاں۔ وہ ایک ماری جائے گی۔ اس کے بدلے کیا اِن سیکڑوں افراد کی جانیں نہیں بچاؤ گے؟''

میں بڑی بے بسی سے اپنے آلہ کار کے ذریعے بے شمار افراد کو دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا۔ ''کیا ان سب کو بچانے کے لیے ایک معصوم لڑکی کی قربانی دینی ہوگی؟''

وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں وعدہ کرتا ہوں' وہ یہاں آئے گی تو میں اسے بہت دور کسی ویرانے میں لے جاؤں گا اور اس کے ساتھ خودکشی کرلوں گا۔''

وہ کرسی پر سیدھا ہوکر بولا۔ ''تمہیں سوچنے سمجھنے کا بہت زیادہ وقت دے چکا ہوں۔ اب تم خیال خوانی کے ذریعے اسے کال نہیں کروگے۔ وہ آدھے گھنٹے کے اندر یہاں نہیں آئے گی تو ایک ہی دھماکے سے یہ پورا ہوٹل کھنڈر بن جائے گا۔ یہاں ڈائننگ ہال میں زیادہ سے زیادہ سو افراد ہوں گے۔ مگر پورے ہوٹل میں کم از کم تین چار سو ضرور ہوں گے۔ یہ سب کے سب بے موت مارے جائیں گے... فوراً فیصلہ... سونیا کو مرنا چاہیے یا اس ہوٹل کے سیکڑوں افراد کو...؟''

میں نے رضامندی ظاہر کی۔ ''اچھی بات ہے۔ میں ابھی اسے یہاں آنے کو کہتا ہوں۔''

میں نے فراز احمد سے کہا۔ ''تمہاری محبوبہ نے سونیا بن کر ہمیں مشکل میں ڈال دیا ہے۔ یہاں آؤ اور دیکھو... دشمن اسے سچ مچ سونیا سمجھ رہا ہے۔ اُس کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اس نے سوسائڈ جیکٹ پہنی ہوئی ہے۔ وہ تمہاری ثمینہ کے ساتھ خودکشی کرنا چاہتا ہے۔''

فراز احمد نے کہا۔ ''میں ابھی میڈم سونیا کے پاس تھا۔ ان سے پتا چلا' گریٹ ایشورارا کا کوئی آلہ کار سوسائڈ جیکٹ پہنے اس ہوٹل میں بیٹھا ہے۔ جو سیکڑوں افراد کی موت بن سکتا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ہم نے اب تک جتنے سیّارے والوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ اس کے بدلے وہ سونیا کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں تمہاری ثمینہ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔''

''سر! ہمیں سیکڑوں افراد کی جانیں بچانی ہیں۔ کوئی دوسرا راستہ بھائی نہیں دے رہا ہے۔ مجھے اپنے پیار کی قربانی دینی ہی ہوگی۔''

میں نے کہا۔ ''یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ تمہیں مخاطب کرنے اور حالات سے آگاہ کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں تمہاری ثمینہ کی قربانی چاہتا ہوں۔''

''آپ نہیں چاہتے۔ مگر میں سمجھ گیا ہوں' جب تک ثمینہ کو اس کے سامنے پیش نہیں کیا جائے گا' تب تک بے شمار افراد کی جانیں نہیں بچائی جاسکیں گی۔ ہمیں ہر حال میں ایک کو قربان کرکے سیکڑوں لوگوں کو بچانا ہے۔ میں اسے یہاں لا رہا ہوں۔''

''بیشک اسے ضرور لاؤ۔ لیکن میرے رحم و کرم پر چھوڑ دو۔ ہم ثمینہ کو اس سے بہت دور رکھیں گے۔ یہ شرط پیش کریں گے کہ وہ اس کے پیچھے پیچھے ہوٹل سے باہر جائے گا۔ بس وہ کسی طرح وہاں سے نکل جائے گا۔ ہم اس پر قابو پانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ تمہاری ثمینہ کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔''

اس سوسائڈ جیکٹ والے نے پوچھا۔ ''مسٹر فرہاد! کب تک خاموش رہو گے؟ میں پانچ منٹ کے اندر جواب چاہتا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''وہ یہاں آرہی ہے۔ چھ میل دور ساحلی علاقے کے ایک ہوٹل میں تھی۔ وہاں سے یہاں آنے میں کچھ تو وقت لگے گا۔ اس نے کہا ہے' آدھے یا پون گھنٹے میں پہنچ جائے گی۔''

وہ مطمئن ہوکر بولا۔ ''اچھی بات ہے' میں اتنی دیر انتظار کرسکتا ہوں۔''

فراز نے مجھ سے کہا تھا کہ اس نے ثمینہ کے دماغ پر قبضہ جمالیا ہے۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ایک کار میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف آرہی ہے۔ آدھے گھنٹے میں پہنچنے والی ہے۔

میرا ذہن بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا۔ ''مجھے صرف سیکڑوں افراد کی ہی نہیں' ثمینہ کی بھی جان بچانی ہے۔ میں کیا کروں؟ ثمینہ پر ذرا سی بھی آنچ آئے گی تو میرا ضمیر مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔''

وہ بیچاری خود کو سونیا سمجھ کر خوش ہوجایا کرتی تھی۔ وہ خوشیاں اب اسے مہنگی پڑنے والی تھیں۔ وہ معصوم ذہنی مریضہ کیا جانتی تھی کہ خود ہی کار ڈرائیو کرتی ہوئی موت کی طرف چلی آرہی ہے۔

فراز احمد اس کے اندر موجود تھا۔ وہ جانتا تھا' آدھے گھنٹے بعد کیا ہونے والا ہے؟ جسے دل و جان سے چاہتا تھا' جس کے ساتھ ساری زندگی گزارنا چاہتا تھا' وہ زندگی ہارنے والی تھی۔ اس کا دل' اس کا دماغ پوچھ رہا تھا' کیا اپنی محبوبہ کو کسی طرح بچا نہیں پائے گا؟

کوئی صورت نہیں تھی۔ مجھ جیسا گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے والا' بدترین دشمنوں سے نمٹنے والا ان لمحات میں بے بس ہوچکا تھا۔ ثمینہ اس سے پوچھ رہی تھی۔ ''فراز! تم نے مجھے اُس ہوٹل میں کیوں بلایا ہے؟''

وہ ڈوبتے ہوئے دل سے بولا۔ ''تمہیں سونیا بننے کا بہت شوق ہے ناں...؟ کیا سونیا کی طرح کوئی ایسا کارنامہ نہیں دکھاؤ گی کہ جان کی بازی لگانی پڑے؟''

وہ کچھ دیر تک سوچتی رہی۔ پھر انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''پلیز۔ یہ جان دینے والی باتیں نہ کرو۔''

''اگر میری جان جا رہی ہو تو کیا مجھے بچانے کے لیے اپنی جان کی بازی نہیں لگاؤ گی؟''

وہ بڑے عزم و حوصلے سے بولی۔ ''پھر تو میں اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔ تمہاری طرف آنے والی موت کو اپنے گلے لگالوں گی۔''

اس کی یہ بات فراز کے دل میں خنجر کی طرح اترتی چلی گئی۔ وہ اس کی خاطر جان کی بازی لگانے کا دعویٰ کر رہی تھی اور وہ اس سے ہزاروں میل دور امریکا میں تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے ایک قربان گاہ تک پہنچا رہا تھا۔

اس نے سر تھام لیا۔ بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ پھر سوچنے لگا۔ ''اگر میں اُسے بچا نہ سکا تو اپنے آپ کو ختم کردوں گا۔ نہ اس کے بغیر جی سکوں گا' نہ میرا ضمیر مجھے جینے دے گا۔''

اس کے ذہن میں سوال پیدا ہوا۔ ''ثمینہ نہیں رہے گی تو اس کے بغیر جان سے جانے کے لیے میں خودکشی کروں گا؟ ہمارے مذہب میں خودکشی حرام ہے۔ اوہ خدایا! پھر میں

کیا کروں گا...؟ آج اسے کچھ ہو گیا تو نہ جی سکوں گا' نہ مر سکوں گا۔”

وہ صدمے سے بری طرح نڈھال ہو رہا تھا۔ ثمینہ نے پوچھا۔ “تم کہاں ہو؟ چپ کیوں ہو گئے؟ کیا میرے اندر نہیں ہو؟”

وہ ذرا چپ ہوئی۔ پھر بولی۔ “پتا نہیں۔ کن معاملات میں مصروف رہتے ہو؟ کیسے کیسے دشمنوں سے مقابلہ کرتے رہتے ہو؟ تم نے تو میری بات کا جواب ہی نہیں دیا' مجھے اس ہوٹل میں کیوں بلایا ہے؟”

وہ اس کی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔ اس نے مجرمانہ خاموشی اختیار کر لی تھی۔ چپ چاپ دیکھنا چاہتا تھا' اس پر کیا گزرنے والی ہے؟ کیسے گزرنے والی ہے؟ کیا میں اور سونیا اسے بچا پائیں گے؟

اسے آدھے گھنٹے میں پہنچنا چاہیے تھا۔ لیکن پندرہ منٹ میں ہی پہنچ گئی۔ میں نے سر گھما کر دیکھا تو ایکدم سے ہڑبڑا گیا۔ بلکہ بے یقینی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ جو سوچا بھی نہیں تھا' وہ سامنے دکھائی دے رہا تھا۔ ثمینہ تو آدھے گھنٹے میں پہنچنے والی تھی۔ اس سے پہلے ہی سونیا پہنچ گئی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس خودکش حملہ آور کے ساتھ اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔ موت بڑی بھیانک اور لرزہ خیز ہوگی۔ اس کے باوجود وہ بڑے آرام سے اور اعتماد سے چلی آ رہی تھی۔

اری او سونیا! تُو کیا بلا ہے؟ کیا سوچ کر آئی ہے؟ کیا کرنا چاہتی ہے؟

میں جوانی سے بڑھاپے کے اس لمحے تک اس کا مجازی خدا رہا ہوں۔ اس کے باوجود بعض اوقات اسے سمجھ نہیں پاتا' اسے تو بس خدا ہی سمجھتا ہے یا پھر موت جانتی ہے کہ اس بلا کو کس طرف جانا ہے؟

وہ ہمارے دشمن کے پیچھے بہت فاصلے پر ایک خاص یونیفارم میں تھی۔ ڈائننگ ہال کی ایک میز کے پاس رک کر وہاں آنے والوں سے مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہی تھی۔ پھر وہاں سے آگے بڑھتی ہوئی ہمارے دشمن کی طرف آنے لگی۔ جب وہ قریب آئی تو میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے دیکھا۔ اس کے سینے پر ایک بڑا سا بیج لگا ہوا تھا۔ اس پر جلی حروف سے لکھا ہوا تھا۔ “فوڈ انسپکٹر”

اس نے ہماری میز کے قریب آ کر ہم تینوں کو دیکھا۔ یعنی اس میز پر میرا ایک آلۂ کار تھا۔ وہ سوسائڈ جیکٹ والا تھا اور گونگا ساتھی اس کے قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

سونیا نے حیرانی سے کہا۔ “ارے۔ آپ تینوں تو یونہی بیٹھے ہیں۔ صرف سوپ کے پیالے رکھے ہوئے ہیں۔ کیا کھا .... کا آرڈر نہیں دیا؟”

پھر اس نے ہمارے دشمن کی طرف بڑے احترام سے جھکتے ہوئے کہا۔ “سر! میں یہاں کی فوڈ انسپکٹر ہوں۔”

یہ کہتے ہوئے اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا

وہ بہت ہی اہم معاملے میں الجھا ہوا تھا۔ ابھی کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا' مگر اخلاقاً مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ “ہم ابھی کھانے کا آرڈر دیں گے۔ پلیز۔ آپ ہمیں ڈسٹرب نہ

وہ کہتے کہتے نڈھال سا ہو کر میز پر جھکنے لگا۔ اس کا گونگا ساتھی اسے ایسی حالت میں دیکھ کر چونک گیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ پاتا۔ سونیا نے گھوم کر ایک کک اس کے منہ پر ماری۔ وہ کرسی کے دوسری طرف الٹ گیا۔ میرے آلہ کار نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس گونگے کو دبوچ لیا۔

آس پاس کی میزوں پر بیٹھی ہوئی عورتیں' مرد اور بچے گھبرا کر وہاں سے دور جانے لگے۔ گھبرانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کتنے ہی سپاہی دوڑتے ہوئے اندر آ گئے تھے۔ وہ اپنے ساتھ اسٹریچر لائے تھے۔

سونیا نے اس دشمن کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔ وہ اپنے آپ سے غافل ہو چکا تھا۔ سپاہیوں نے اسے اٹھا کر اسٹیریچر پر ڈالا۔ پھر تیزی سے دوڑتے ہوئے ہوٹل کے باہر جانے لگے۔

میں نے اپنے آلہ کار کو آزاد چھوڑ دیا۔ سونیا کے دماغ میں چلا آیا۔ وہ ان سپاہیوں کے ساتھ باہر جا رہی تھی۔ دو پولیس افسر اور دوسرے سپاہی ڈائننگ ہال میں لوگوں سے کہہ رہے تھے۔ “پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک مجرم کو گرفتار کرنا تھا۔ وہ ہمارے قابو میں آ چکا ہے۔ آپ لوگ انجوائے کریں۔”

اس گونگے کو گرفتار کر کے ہتھکڑیاں پہنا دی گئی تھیں۔ سوسائڈ جیکٹ والے کو اسٹیریچر پر ڈال کر ہوٹل کے سامنے کھلے باغیچے میں لایا گیا۔ وہاں بم ڈسپوزل اسکواڈ والے موجود تھے۔ وہ فوراً ہی اس دشمن کو اپنی تحویل میں لے کر لباس اتارنے لگے اور مختلف آلات سے اس کی جیکٹ کو چیک کرنے لگے۔

سونیا نے مجھ سے کہا۔ “میں نے الپا' عمبریا اور عالی کے

یعے یہاں کے پولیس حکام سے اور بم ڈسپوزل اسکواڈ وں سے رابطہ کیا تھا۔ انہوں نے میرے مشورے کے طابق بڑی رازداری سے یہ کارروائی کی ہے۔ یہ تمام افراد ی یہی چاہتے تھے کہ لوگوں کو حراساں نہ کیا جائے۔ چپ پ ان پر قابو پا لیا جائے۔”

تھوڑی دیر بعد بم ڈسپوزل کے ماہرین نے کہا۔ “اس لنگ جن کو بموں سے اس طرح منسلک کیا گیا ہے کہ کسی ی طرح علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ جب بھی اسے الگ کرنے کوشش کی جائے گی۔ یہ تمام بم پھٹ پڑیں گے۔”

یہ ایک نیا مسئلہ سامنے آیا تھا۔ سونیا نے اپنی حکمت عملی سیکڑوں افراد کی جان بچائی تھی۔ مگر اس شہر کے لوگ ابھی رے سے باہر نہیں تھے۔ اس دشمن کو جہاں بھی لے جایا تا' جہاں بھی وہ بم بلاسٹ ہوتے وہاں تباہی پھیل جاتی۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ “اس کم بخت کو اٹھا کر شہر سے ور کسی ویرانے میں لے چلو۔”

اس وقت تک میں بھی ہوٹل سے نکل کر وہاں پہنچ ۔ میں نے پوچھا۔ “اسے ویرانے میں لے جا کر کیا کریں ؟ یہ ہوش میں آتے ہی شہر کی طرف دوڑتا ہوا آئے گا۔ پھر ی جگہ خودکشی کرے گا' جہاں لوگوں کی بھیڑ ہوگی۔”

ایک افسر نے کہا۔ “ہم اسے اُس ویرانے سے شہر کی ف نہیں آنے دیں گے۔”

ایک اور افسر نے کہا۔ “ہم اس طرح محاصرہ کریں گے ا سے اپنے زنغے سے نکلنے نہیں دیں گے۔ یہ شہر کی طرف یں آپائے گا۔”

میں نے کہا۔ “جو میں کہہ رہا ہوں' آپ حضرات اس پر ل کریں۔ سمندر کے ساحل پر چلیں۔ وہاں اسے ایک تیز ار بوٹ میں ڈال دیا جائے گا۔ جب وہ بوٹ سمندر کے ے پانی کی طرف جائے گی تو بم بلاسٹ ہو جائیں ۔”

ایک افسر نے پوچھا۔ “کیا خود بہ خود بلاسٹ ہو جائیں ؟”

“بے شک ہوں گے۔ پلیز۔ آپ میرے مشورے پر ل کریں۔”

کوئی میرا مشورہ ماننے کو تیار نہیں تھا۔ یہی کہا جا رہا تھا' ے پانی میں جائے گا۔ پھر ہوش میں آنے کے بعد موٹر کو واپس اس شہر کی طرف موڑ لے گا۔

میں نے الپا' کبریا' عالی' فرمان' ٹونی جے اور بے باک سے کہا۔ “یہ سیدھی طرح ہماری بات نہیں مانیں گے۔ ان کے دماغوں پر قبضہ جماؤ۔”

انہوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ وہاں جتنے بڑے اور اہم افسران تھے۔ ان کے دماغوں پر قبضہ جمایا تو وہ سب میرے مشورے کے مطابق عمل کرنے لگے۔ اسے ایک گاڑی میں ڈال کر سمندر کے کنارے لے گئے۔ وہ ابھی تک بے ہوش تھا۔

میں نے سونیا سے پوچھا۔ “تم نے کتنی تیز دوا انجیکٹ کی ہے؟ یہ کم بخت کب تک بے ہوش رہے گا؟”

“آدھا گھنٹا گزر چکا ہے۔ پانچ یا دس منٹ بعد اسے ہوش آنے لگے گا۔”

ساحل پر پہنچ کر اسے ایک تیز رفتار موٹر بوٹ میں ڈال دیا گیا۔ اس کے گونگے ساتھی کو بھی وہاں بٹھا کر ایک دوا کے ذریعے بے ہوش کر دیا گیا۔ میں اس جیکٹ والے کے اندر تھا۔ اسے ہوش آ رہا تھا۔

میں نے کہا۔ “ذرا انتظار کیا جائے۔ یہ ہوش میں آنے کے بعد خود موٹر بوٹ کو ڈرائیو کرتا ہوا یہاں سے جائے گا۔”

تھوڑی دیر بعد وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ میں نے اسے سوچنے کا موقع نہیں دیا۔ فوراً ہی دماغ پر قبضہ جما لیا۔ پھر وہ میری مرضی کے مطابق موٹر بوٹ کو اسٹارٹ کر کے گہرے پانیوں کی طرف جانے لگا۔

ساحل پر پولیس افسران اور سپاہیوں کے علاوہ سرکاری عہدیدار بھی تھے۔ وہ سب ہی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیرِ اثر تھے۔ میں اور سونیا ان کے درمیان کھڑے موٹر بوٹ کو دور جاتے دیکھ رہے تھے۔ وہ حدِ نظر تک جانے کے بعد نظروں سے اوجھل ہو رہی تھی۔ لیکن وہ دشمن میری گرفت سے باہر نہیں تھا۔

میں نے اسے کہا۔ “تم نے مجھے ہوٹل میں صرف ایک منٹ کے لیے اپنے اندر آنے کا موقع دیا تھا۔ اب میں تفصیل سے تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ تمہارا یہ ساتھی گونگا بہرا نہیں تھا۔ اس نے ہمیں اپنے دماغ میں آنے سے روکنے کے لیے خاموشی اختیار کی تھی۔”

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ “مسٹر فرہاد! پہلے اتنا بتا دیں' وہ جو فوڈ انسپکٹر آئی تھی۔ کیا وہ سونیا تھی؟”

میں نے کہا۔ “ہاں۔ وہ اسی طرح بلائے ناگہانی بن کر چلی آتی ہے۔”

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ “گریٹ ایشورار نے مجھ سے کہا تھا' اس بلا سے بہت محتاط رہنے کی ضرورت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :۔

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ✧ ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

ہے۔ ہم کسی طرح موت کے بارے میں معلوم کرسکتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ کیسے آئے گی؟ مگر سونیا! ایسی موت کا نام ہے' جو آنے سے پہلے اپنی آہٹ بھی نہیں سناتی۔"

میں نے کہا۔ "وہ آہٹ نہیں سناتی۔ دھماکا سناتی ہے۔ مگر افسوس تم پوری طرح دھماکا نہیں سن سکو گے۔ اس سے پہلے ہی تمہارے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ "ہاں۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ میرا دماغ تمہارے شکنجے میں ہے۔ میں اس جیکٹ کی پن نکالنا نہیں چاہوں گا' مرنا نہیں چاہوں گا مگر ہوگا وہی جو تم چاہو گے۔"

وہ موٹر بوٹ نظروں سے اوجھل ہوچکی تھی۔ ساحل سے کئی میل دور جاچکی تھی۔ ایسے وقت اس نے میری مرضی کے مطابق پن کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں زوردار دھماکا ساحل تک سنائی دیا۔ شعلے بلند ہوتے دکھائی دینے لگے۔

تمام پولیس افسران اور سرکاری عہدیدار حیرانی سے منہ کھولے اُدھر دیکھ رہے تھے۔ یہ سمجھ نہیں سکتے تھے کہ وہ پن کیسے نکالی گئی ہے اور کس طرح سمندر میں میلوں دور جانے کے بعد دھماکا ہوا ہے؟

وہ لوگ ہم سے پوچھ نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیر اثر تھے۔ میں سونیا کے ساتھ اپنی رینٹیڈ کار میں بیٹھ کر وہاں سے شہر کی طرف جانے لگا۔ سونیا نے پوچھا۔ "تم نے اس کی ہلاکت سے پہلے چور خیالات پڑھے ہوں گے؟"

"ہاں۔ ہم سمجھ رہے تھے' صرف چنگارارا اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ یہاں آیا ہے۔ مگر اس خودکش حملہ آور اور اس کے گونگے ساتھی کی موجودگی کہہ رہی تھی' ان کے پیچھے انہیں گائڈ کرنے والے اور اپنے اشاروں پر چلانے والے کچھ اور لوگ موجود ہیں۔"

"واقعی اس خودکش حملہ آور کی موجودگی ہمیں بہت کچھ سمجھا چکی ہے۔"

"جب وہ تمہارے حملے کے بعد ہوش میں آیا اور اس موٹر بوٹ میں گہرے پانیوں کی طرف جانے لگا۔ تب میں نے اس کے چور خیالات پڑھے۔ پتا چلا' چنگارارا کو نائب ایشورارا بنا کر بھیجا گیا تھا۔ مگر اسے بھی حکم دینے والا اور گائڈ کرنے والا کوئی یہاں موجود ہے۔ چنگارارا اور وہ خودکش حملہ کرنے والا سب ہی اس نامعلوم شخص کے تابعدار تھے۔"

سونیا سن رہی تھی اور ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تیارے وا
چور راستوں سے ہماری دنیا میں آرہے ہیں؟ ہم یہاں محفو
نہیں ہیں۔"

"تم نے ہوٹل میں آکر اس خودکش حملہ آور کو اپنے قا
میں کیا تھا۔ ہماری تاک میں رہنے والے دشمنوں نے تمہیں
دیکھا ہوگا۔ وہ یہاں اسی شہر میں پھر تم پر حملہ کرسکتے ہیں۔"

اس نے اپنا بیگ کھول کر ریڈی میڈ میک اپ کا مختصر
سامان نکالا۔ پھر اپنے چہرے میں تبدیلیاں کرنے لگی۔ میں
نے کہا۔ "انہوں نے مجھے بھی تمہارے ساتھ دیکھا ہے۔ اس
کار کا ماڈل اور نمبر بھی نوٹ کیا ہوگا۔"

ہم نے ایک اسٹریٹ میں پہنچ کر کار کو وہیں چھو
دیا۔ پھر وہاں سے پیدل چلتے ہوئے یہ فیصلہ کرنے لگے کہ ہمیں ایک دوسرے سے جدا ہوجانا چاہیے۔ میں نے کبریا کو بلا کر کہا۔ "تم اپنی مما کے پاس رہو۔"

سونیا نے کہا۔ "الپا کو بھی بلاؤ۔"

میں نے اسے کال کی۔ وہ بھی آگئی۔ سونیا نے کہا۔ "میرا اور تمہارے پاپا کا سفری بیگ سب وے ہوٹل میں رہ گیا ہے۔ وہاں کسی کو آلۂ کار بنا کر وہ سامان اس طرح اٹھواؤ کہ ہمیں تلاش کرنے والے دشمن تمہارے اس آلۂ کار کا تعاقب کریں۔"

الپا نے کہا۔ "میں سمجھ گئی مما! میں اور کبریا ان چھپنے اور پُراسرار بننے والوں تک پہنچنے کی کوششیں کریں گے اور آپ لوگوں کو ان کے متعلق رپورٹ دیتے رہیں گے۔"

میں اور سونیا ایک دوسرے سے دور ہوگئے۔ ایک گھنٹے کے اندر ہم نے اپنا چہرہ اور حلیہ تبدیل کرلیا۔ فراز احمد کی محبوبہ کو قربان گاہ تک پہنچنے سے پہلے ہی سلامتی مل گئی تھی۔ و
ہمارے پاس آکر شکریہ ادا کررہا تھا۔

وہ سونیا کا تو جیسے بے دام غلام بن گیا تھا۔ کہہ ر
تھا۔ "میڈم! آپ جیسی باکمال خاتون نہ اس دنیا میں کوئی ہے نہ کبھی پیدا ہوسکے گی۔ بخدا... آپ ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہیں۔ دشمنوں کی جیتی ہوئی بازی کو آخری لمحات میں الٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ آپ کی ذہانت کو کوئی چھو نہیں سکتا۔"

سونیا نے کہا۔ "میری تعریفیں مت کرو۔ اپنی محبوبہ کو لگام دو۔ اس کا علاج کرو۔ اسے سمجھاؤ' حالات ہمارے موافق نہیں ہیں۔ وہ جگہ جگہ خود کو سونیا کہتی پھرے گی تو پھر کسی مصیبت میں گرفتار ہوجائے گی۔"

اس وقت ہم ہارنے والی بازی جیت چکے تھے۔ دشمن قابو میں آگئے تھے۔ ثمینہ اس ہوٹل کے گیٹ پر آئی تھی۔ مگر وہاں باہر سے کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دی جارہی تھی۔ لہٰذا اسے بھی گیٹ پر روک دیا گیا تھا۔

فراز نے اس سے کہا۔ "تم یہاں رکو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کیں تو پتا چلا' خودکش حملہ کرنے والا گرفتار ہوچکا ہے اور بڑی حد تک خطرہ ٹل چکا ہے۔ اب اس کی ثمینہ کو سونیا بن کر وہاں قربانی نہیں دینی ہوگی۔

وہ خوش ہوکر اس کے پاس آیا۔ پھر بولا۔ "یہاں سے گھر واپس جاؤ۔"

وہ بولی۔ "ہائیں... واپس چلی جاؤں؟ تو پھر یہاں کس لیے بلایا تھا؟"

وہ بولا۔ "مجھے معلوم ہوا تھا' اس ہوٹل میں سونیا آئی ہوئی ہے۔ اس سے تمہاری ملاقات کرانا چاہتا تھا۔"

وہ خوش ہوکر بولی۔ "ہائے اللہ! میں تو سونیا سے ضرور ملوں گی۔"

اس نے کہا۔ "اب نہیں مل سکو گی۔ وہ یہاں ایک دشمن کو زیر کرنے آئی تھی۔ ابھی اسے گرفتار کرانے کے بعد جاچکی ہے۔ تم کار میں بیٹھو اور واپس جاؤ۔ میں تمہیں تفصیل سے یہاں کے حالات بتاتا ہوں۔"

وہ گھر جانے لگی۔ فراز اسے تمام سچویشن بتانے لگا کہ کس طرح اس ہوٹل میں سیکڑوں افراد مارے جانے والے تھے' وہ ہوٹل کھنڈر بننے والا تھا۔ لیکن سونیا نے اچانک ہی دشمنوں کی گردنیں دبوچ لی ہیں۔ اب بم دھماکے کا خطرہ ٹل گیا ہے۔

ثمینہ وہ تمام باتیں سنتی رہی تھی۔ جب رات کو گہری نیند سوگئی تو اس کے دماغ میں وہ ساری باتیں گردش کرنے لگیں۔ وہ خواب کی اسکرین پر سونیا کی جگہ خود کو دیکھ رہی تھی کہ کس طرح اس نے خودکش حملہ آور کو مصافحہ کرتے ہی ایک مخصوص انگوٹھی کے ذریعے بیہوش کردیا تھا۔ پھر فوراً ہی پلٹ کر اس گونگے کے منہ پر کک ماری تھی۔ وہ کرسی سمیت دوسری طرف الٹ گیا تھا۔

سونیا کی وہ تمام حکمت عملی اور ایکشن اس کے ذہن میں نقش ہورہا تھا۔ وہ دوسری صبح بیدار ہوئی تو آئینے کے سامنے جیسے سونیا کو دیکھ رہی تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ اپنا عکس دیکھ رہی ہے۔ مگر سر سے پاؤں تک مکمل سونیا بن چکی ہے۔

فراز اس کی خیریت معلوم کرنے اور صبح بخیر کہنے آیا تو اس کے خیالات پڑھ کر پریشان ہوگیا۔ اس نے کہا۔ "میں نے کل رات تمہیں سمجھایا تھا' خود کو سونیا نہ کہو۔ پتا نہیں' کتنے انجانے دشمن سونیا اور فرہاد کی تاک میں ہیں؟ تم اپنا بھی یہی نام بتاتی پھرو گی تو وہ تمہیں گولی ماردیں گے۔"

وہ بولی۔ "میں اتنی نادان نہیں ہوں کہ سب کے سامنے خود کو سونیا کہوں گی۔ ابھی ناشتے کے بعد میک اپ کروں گی' چہرے میں تبدیلیاں کروں گی۔ پھر کوئی دشمن مجھے پہچان نہیں سکے گا۔"

وہ سر تھام کر رہ گیا۔ "اوہ گاڈ! تمہیں یوں بھی کوئی نہیں پہچانتا ہے۔ تمہاری صورت سونیا جیسی نہیں ہے۔ میک اپ کی کیا ضرورت ہے؟ اپنے فراز کی ایک بات مانو گی؟"

"ہزار باتیں مانوں گی۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں' تم اب سے چوبیس گھنٹوں تک گھر سے باہر نہ نکلو۔ نہ ہی کسی سے فون پر باتیں کرو۔"

"اوہ گاڈ! کتنی سخت پابندیاں لگا رہے ہو؟ نہ فون پر کسی سے بات کرسکوں گی' نہ باہر جاسکوں گی۔ تم تو مجھے اس چار دیواری میں قیدی بنا کر رکھنا چاہتے ہو۔"

"کیا صرف چوبیس گھنٹوں کے لیے میری بات نہیں مانو گی؟"

وہ بڑی بے بسی سے بولی۔ "میں کب نہیں مانتی ہوں؟ ٹھیک ہے' گھر سے باہر نہیں نکلوں گی' نہ کسی سے فون پر بات کروں گی۔ اب تو خوش ہو؟"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ پریشان ہوکر سوچنے لگا کہ کس طرح اس کا علاج کیا جائے؟ وہ کئی بار اسے تنویمی نیند کے ذریعے سحر زدہ کرچکا تھا۔ اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر ایبنارمل ہونے سے باز رکھتا تھا۔ لیکن تنویمی عمل کا اثر دیرپا نہیں ہوتا تھا۔

اس کی دماغی خرابی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ وہ دو چار گھنٹوں کے بعد ہی تنویمی عمل کے اثر سے نکل آتی تھی۔ پھر سے ایبنارمل ہوکر بے تکی باتیں اور حرکتیں کرنے لگتی تھی۔ اس کے باوجود دل میں سما چکی تھی۔ وہ جلد ہی اس سے شادی کرنے والا تھا۔

پچھلی رات الپا اور کبریا نے چار آلۂ کار بنائے تھے۔ ان میں سے دو سب وے ہوٹل میں گئے تھے۔ ہمارے کمروں سے بیگ اٹھا کر باہر آکر ایک گاڑی میں بیٹھ گئے تھے۔ پھر وہاں سے کہیں جانے لگے تھے۔ باقی دو آلۂ کار کافی دور رہ کر ان کا تعاقب کررہے تھے۔

جلد ہی معلوم ہوا کہ ایک ویگن کار میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگ آگے والی گاڑی کا تعاقب کررہے ہیں۔ پیچھے آنے

والے دونوں آلہ کاروں نے اپنی گاڑی کی رفتار بڑھائی۔ پھر اس ویگن کار کے قریب پہنچتے ہی فائرنگ شروع کردی۔ اس کے دو پچھلے پہیے ناکارہ ہوگئے۔ گاڑی رک گئی۔ اس میں چار افراد نکل کر اِدھر اُدھر پناہ لینے کے لیے بھاگنے لگے۔ الپا اور کبریا کے آلہ کاروں نے ان پر فائرنگ کی۔ جس کے نتیجے میں ایک زخمی ہوکر گر پڑا۔ باقی تین فرار ہوگئے۔

ان آلہ کاروں نے اس زخمی کے قریب جاکر دیکھا۔ وہ کراہتے ہوئے بولا۔ ”پلیز۔ مجھے ہاسپٹل پہنچاؤ۔ میری ران میں گولی پیوست ہوگئی ہے۔ اسے نکالا نہ گیا تو میں مرجاؤں گا۔“

وہ دونوں اسے اٹھا کر اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لے آئے۔ پھر کسی ہاسپٹل کی طرف جانے لگے۔ الپا اور کبریا نے اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا، وہ چاروں مقامی باشندے تھے۔ کسی سونیا اور فرہاد علی تیمور کو نہیں جانتے تھے۔ وہ حیران تھے۔ کوئی ان کے دماغ میں آکر بولتا تھا۔ حکم دیتا تھا۔

اس نے ان چاروں کو ہزاروں ڈالرز دیے تھے۔ انہیں یہ ڈیوٹی دی تھی کہ سب وے ہوٹل کے اس کمرے کی نگرانی کرتے رہیں، جہاں میں نے اور سونیا نے قیام کیا تھا۔ وہاں ہمارے دو سفری بیگ رکھے ہوئے تھے۔

جو بھی ان آلہ کاروں کے اندر بولتا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا، ہم اپنے سفری بیگ کسی نہ کسی طرح حاصل کرنا چاہیں گے۔ ان میں ہماری ضروری چیزیں ہوں گی اور ہمارا خیال تھا کہ سیارے والے ان دو سفری بیگ کے پیچھے دوڑتے ہوئے ہمارا سراغ لگانے کی کوششیں کریں گے۔ لیکن وہ بھی ہوشیار تھے۔ انہوں نے مقامی باشندوں کو اپنا آلہ کار بنایا تھا۔

دونوں طرف سے بھرپور چالیں چلی گئی تھیں۔ لیکن نہ وہ ہم تک پہنچ پائے تھے، نہ ہم کسی اور سیارے والے تک پہنچ رہے تھے۔ ویسے بھی ہمیں یقین تھا، اسی شہر میں رہ کر کسی نہ کسی سیارے والے سے ضرور ٹکرائیں گے۔ پھر اس کے ذریعے اس لیڈر تک پہنچ سکیں گے، جو کہیں چھپا ہوا ہمیں اپنے نرغے میں لینے کی کوششیں کر رہا تھا۔ اسے یقین تھا، ہم دارالسلام میں ہی ہیں۔ اس نے یقیناً یہ فیصلہ کیا ہوگا کہ ہمیں اس شہر سے باہر نکلنے نہیں دے گا۔

ایسے وقت انوشے میرے پاس آئی۔ ”اسلام وعلیکم گرینڈ پا....!“

میں نے خوش ہوکر کہا۔ ”وعلیکم السلام... دادا کی جان آئی ہے۔ ضرور کوئی خاص بات ہے؟“

”جی ہاں گرینڈ پا! ایسی بات بتانے آئی ہوں، جسے سن کر آپ کو ذرا اطمینان حاصل ہوگا۔ ہم روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ نہیں چاہتے کہ سیارے والے پہلے کی طرح ہماری دنیا کے تمام ٹی وی چینلز پر قبضہ جمائیں اور لوگوں کو ہمارے خلاف بہکاتے، بھڑکاتے رہیں۔“

میں نے کہا۔ ”ہم اس پہلو سے تشویش میں مبتلا رہتے ہیں، وہ تمام لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکائیں گے تو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب ہی ہمیں اپنا دشمن سمجھنے لگیں گے۔ پھر بڑی تباہی پھیلے گی۔ ان تمام علاقوں میں جہاں مسلمانوں کی تعداد کم ہے، وہاں ان کے گھر جلائے جائیں گے۔ ان کی جان و مال کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان مارے جائیں گے۔“

”ایسا نہیں ہوگا گرینڈ پا! جنگ چھڑ چکی ہے۔ سیارے والے چور دروازے سے ہماری دنیا میں آرہے ہیں۔ ایسے وقت ہم روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کی تشہیری مہم کو ناکام بنا رہے ہیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اور اپنی ٹیکنالوجی کے ذریعے مختلف چینلز پر قبضہ جمانا چاہتے ہیں مگر ہم انہیں ناکام بنادیتے ہیں۔“

میں نے خوش ہوکر کہا۔ ”یہ ہماری سب سے بڑی کامیابی ہوگی۔ وہ ہمارے خلاف دنیا کے تمام لوگوں کو ہتھیار نہیں بنا سکیں گے۔ انہیں صرف ہم سے جنگ لڑنی ہوگی اور ہم لڑ رہے ہیں۔ جب تک وہ فنا نہیں ہوں گے یا اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے بھاگ نہیں جائیں گے، تب تک یہ جنگ جاری رہے گی۔“

انوشے نے کہا۔ ”دشمن جس محاذ پر ڈٹ گئے تھے۔ جہاں سے بہت بڑی کامیابی حاصل کر رہے تھے، وہ محاذ ہمیشہ کے لیے بند ہوچکا ہے۔ اب آپ مطمئن ہیں ناں؟“

”دادا کی جان! تم نے بہت بڑی خوشخبری سنائی ہے۔ اب ہم ایک ہی محاذ پر بڑی یکسوئی سے جنگ جاری رکھیں گے۔ کیا میرے ایک سوال کا جواب دوگی؟“

”صرف ایک سوال کا... پھر چلی جاؤں گی۔“

”کیا اس شہر میں کوئی سیارے والا دشمن موجود ہے؟“

”جس علاقے میں آپ ہیں، وہ وہیں ہے۔ اگر ممّا وہاں ہوتیں تو اپنی چھٹی حس سے پہچان لیتیں.... خدا حافظ...“

میں نے فوراً ہی سونیا کو مخاطب کیا۔ ”ہائے سونیا! کیا کر رہی ہو؟“

وہ بولی۔ ”بڑے موڈ میں مخاطب کر رہے ہو۔ کیا بات ہے؟“

میں نے اسے انوشے کے متعلق بتایا۔ ساری باتیں سنتے ہی وہ بھی موڈ میں آکر بولی۔ ”یہ تو کمال ہوگیا۔ روحانی قوتوں سے یہ فیض حاصل ہو رہا ہے کہ ہمارے خلاف ایک بہت بڑا محاذ بند ہوچکا ہے۔ اب ہمیں ایک ہی محاذ پر لڑنا ہے۔“

میں نے کہا۔ ”اور ایک اہم بات معلوم ہوئی ہے۔“

اس نے پوچھا۔ ”وہ کیا...؟“

”سیارے سے آنے والا دشمن اسی شہر میں ہے۔“

وہ بولی۔ ”اس کا مطلب ہے، وہ مجھ سے پانچ میل دور کسی علاقے میں ہے۔ اگر میری رینج میں ہوتا تو میں اس کی بُو پالیتی۔“

”انوشے نے اشارہ دیا ہے اور وہ یہ کہ جس علاقے میں ہوں، وہ دشمن بھی یہیں چھپا ہوا ہے۔ تم یہاں رہوگی تو تیر کی طرح اس کے ٹھکانے تک پہنچ جاؤ گی۔“

”میں ابھی آرہی ہوں۔“

”آؤ... مگر مجھ سے دور رہو۔ ہمیں ایک جگہ رہ کر دشمنوں کی نظروں میں نہیں آنا چاہیے۔“

”یہ تو ہم پہلے ہی طے کرچکے ہیں۔ میں تمہارے قریب نہیں آؤں گی۔ تم میرے اندر رہ کر معلوم کرتے رہو گے۔ میں اس دشمن تک کس طرح پہنچنے والی ہوں؟“

”پہلے یہ طے کرلیا جائے، اس دشمن سے کس طرح نمٹنا چاہیے؟“

”میں تمہیں بتاؤں گی کہ وہ کہاں ہے؟ کس حلیے میں کس نام کے ساتھ رہتا ہے؟ تم کسی آلۂ کار کے ذریعے اس کی نگرانی کروگے۔ اس کی مصروفیات کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرتے رہو گے۔“

میں سوچنے لگا۔ وہ ہوٹل سے نکل کر اپنی کار میں بیٹھ کر میرے علاقے کی طرف آرہی تھی۔ میں نے کہا۔ ”کسی آلۂ کار کے ذریعے اس دشمن کی ظاہری مصروفیات معلوم ہوسکیں گی۔ لیکن یہ پتا نہیں چلے گا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے کیا کرتا پھر رہا ہے؟“

”اس مقصد...... کے لیے اس کے دماغ میں جگہ بنانی ہوگی۔ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا ہوگا یا کسی طرح زخمی کرنا ہوگا۔ اس طرح دوسرے تمام دشمن ہوشیار ہوجائیں گے فوراً ہی سمجھ لیں گے کہ ہم نے ایسا کیا ہے۔ ہم اس کے اندر چھپ کر دوسروں تک پہنچنا چاہتے ہیں۔“

”جلد بازی نہیں کی جائے گی۔ پہلے دور ہی دور سے نگرانی کرتے ہوئے اس کی مصروفیات پر نظر رکھی جائے گی۔ بعد میں بدلتے ہوئے حالات کے مطابق جو کرنا ہوگا، وہ کر گزریں گے۔“

وہ اُس ہوٹل کے قریب پہنچ گئی، جہاں میرا قیام تھا۔ وہ بولی۔ ”ہماری پوتی نے درست کہا تھا۔ مجھے ایک سیارے والے کی بُو مل رہی ہے۔ میں سمت کا تعین کر رہی ہوں۔“

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی، سڑکیں بدلتی ہوئی ایسی جگہ پہنچی، جہاں کروڑ پتی اور ارب پتی سرمایہ دار رہتے تھے۔ وہاں ان کی بڑی بڑی کوٹھیاں تھیں۔ وہ ایک کوٹھی کے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے بولی۔ ”فرہاد! وہ شخص یہیں رہتا ہے۔“

وہ اس کوٹھی کا نمبر اور اسٹریٹ کا نام بتاتی ہوئی آگے جانے لگی۔ میں نے کہا۔ ”تم اپنے ہوٹل میں جاؤ۔ سانپ کو اس کے بل میں رہنے دو۔ اسے آرام سے باہر نکالا جائے گا۔“

میں نے الپا، کبریا، ٹونی جے، فرمان اور بے باک مومن کو اپنے پاس بلایا پھر کہا۔ ”یہاں سی سائڈ کالونی کی نجیب اللہ اسٹریٹ میں کوٹھی نمبر جی سیون ہے۔ وہاں سیارے کا ایک شخص بہت بڑے سرمایہ دار کی حیثیت سے رہتا ہے۔“

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ”تم سب اپنے ایک ایک، دو دو آلۂ کار بناؤ۔ اس کوٹھی کی نگرانی کرتے رہو۔ معلوم کرو، وہاں کتنے ملازم اور کتنے سیکورٹی گارڈز ہیں؟ ان کے اندر ایسی رازداری سے پہنچو کہ اس دشمن کو کسی طرح کا شبہ نہ ہو۔ اخبار والا، دودھ والا... جو بھی اس کوٹھی میں جاتا ہے، بڑی احتیاط سے ان کے دماغوں میں پہنچتے رہو۔“

الپا نے کہا۔ ”میں سمجھ گئی پاپا! آپ اس کے ذریعے دوسرے دشمنوں تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ ہم بہت محتاط رہیں گے۔“

میں نے کہا۔ ”مجھے یقین ہے، ہم آج شام تک اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرسکیں گے۔ لیکن تم سب عجلت سے کام نہ لینا۔“

الپا، فرمان، ٹونی جے، بے باک مومن اور کبریا سب ہی ٹیلی پیتھی کی دنیا میں دشوار مرحلوں سے گزرتے رہے تھے۔ انہیں سمجھانے اور نصیحت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ پھر بھی احتیاطاً میں نے سمجھایا تھا۔

وہ سب چلے گئے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے چپ چاپ یورپ اور امریکا کے اکابرین کے اندر پہنچنے لگا۔ ان کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سب بخیریت تھے۔ سیارے والے انہیں پریشان نہیں کر رہے تھے۔ اس کی وجہ یہی ہوسکتی تھی کہ وہ ہمارے معاملات میں بری طرح الجھ گئے تھے۔

چنگارارا کے ساتھ چار ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے

آئے تھے۔ دارالسلام میں وہ خودکش حملہ کرنے والا اور اس کا ایک گونگا ساتھی تھا۔ ہم نے ان دونوں کو اور پیرس میں ان کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہلاک کیا تھا۔ باقی تین کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا تھا۔ وہ اتنی کوششوں کے بعد صرف چنگارا کو ہمارے شکنجے سے نکال پائے تھے۔

ان کی ساری توجہ دارالسلام پر تھی۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے‘ میں اور سونیا اسی شہر میں ہیں۔ وہ جی جان سے کوششیں کررہے ہوں گے کہ کسی طرح ہم تک پہنچ کر ہمیں ختم کردیں۔ ہمارا خاتمہ ہی ان کے سامنے کھڑی ہوئی تمام دیواریں گراسکتا تھا۔

ہم نہیں جانتے تھے‘ وہ دشمن اس عالیشان کوٹھی میں رہ کر کیا کررہا ہے؟ وہاں ہم سے ایک غلطی ہورہی تھی۔ ہم فراز کی محبوبہ ثمینہ کو نظرانداز کررہے تھے۔ یہ بات ذہن سے نکل گئی تھی کہ اس کی ایک تصویر سیارے والوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ خودکش حملہ آور نے ہوٹل میں مجھے یعنی میرے آلۂ کار کو اس کی تصویر دکھائی تھی۔ وہ سب ہی اسے سونیا سمجھ رہے تھے۔

انہیں یقین تھا‘ تصویر والی سونیا نے ہی خودکش حملہ آور کو بے دست و پا بنا کر موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ دراصل وہ سیارے والے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس خودکش حملہ آور کے اندر تھے۔ اس لیے وہ اصل سونیا کی صورت شکل دیکھ نہیں پائے۔ بس یہی سنتے آئے تھے کہ سونیا نے ان کی جیتی ہوئی بازی کو ہار میں بدل دیا تھا۔

ایسی غلط فہمیوں کے باعث اصل سونیا اب تک کسی کی نظروں میں نہیں آئی تھی۔ جبکہ ثمینہ بدستور ان کے نشانے پر تھی۔ ہم یہ سوچ کر اس بیچاری کو نظرانداز کررہے تھے کہ اس کی تصویر پیش کرنے والا خودکش حملہ آور اپنے گونگے ساتھی کے ساتھ مارا گیا ہے۔ لہٰذا ثمینہ اور اس کی تصویر کا معاملہ ختم ہوچکا ہے۔

سیارے والے ثمینہ کو اتنے یقین کے ساتھ سونیا سمجھ رہے تھے کہ اس سے مرعوب ہوکر خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں بھی نہیں جارہے تھے۔ یہ جانتے تھے‘ جیسے ہی اس کے اندر پہنچیں گے۔ وہ سانس روک کر انہیں بھگا دے گی۔ اس طرح اسے معلوم ہوجائے گا کہ ہماری دنیا میں ابھی سیارے والے موجود ہیں۔ جبکہ وہ اپنی موجودگی ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے۔

ثمینہ کا بیمار باپ ہاسپٹل میں زیرِ علاج تھا۔ فون کے ذریعے گھر والوں کو اطلاع دی گئی تو اس کی ماں نے ریسیور رکھتے ہوئے بیٹی سے کہا۔ ''تمہارے پاپا کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی تھی۔ ڈاکٹروں نے انہیں سنبھالا ہے۔ وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ فوراً ہاسپٹل چلو۔''

وہ بولی۔ ''سوری ممی! میں نے فراز سے وعدہ کیا ہے‘ چوبیس گھنٹے تک اس گھر سے باہر نہیں جاؤں گی۔''

''تم نے ایسا وعدہ کیوں کیا ہے؟''

''آپ کو کیا بتاؤں؟ پہلے تو اس دنیا میں ہی میرے بے شمار دشمن تھے۔ اب سیارے والے بھی دشمنی کے لیے آگئے ہیں۔ وہ مجھے تلاش کررہے ہیں۔''

ماں نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کون سیارے والے...؟ وہ تمہیں کیوں تلاش کررہے ہیں؟ تم کیسی بہکی بہکی باتیں کررہی ہو؟ کیا پھر ابنارمل ہورہی ہو؟''

وہ بیزار ہوکر بولی۔ ''اوہ گاڈ! میں کیسے ماں باپ کے گھر میں پیدا ہوگئی ہوں؟ یہ مجھ جیسی سونیا کی قدر نہیں کررہے ہیں۔ بات بات پر مجھے ابنارمل کہتے ہیں۔ کیا آپ چاہتی ہیں‘ آپ کی بیٹی یہاں سے باہر جائے اور سیارے والے اسے گولی ماردیں؟''

ماں نے دونوں کانوں کو چھوتے ہوئے کہا۔ ''خدا نہ کرے‘ کوئی تمہیں گولی مارے۔ تمہاری باتیں تو دل کو دہلا دیتی ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیا پاپا کی طبیعت بہت زیادہ سیریس ہوگئی تھی؟''

''ہاں۔ اسی لیے تو ایک ڈاکٹر نے فون کیا ہے۔ تمہیں پاپا سے ملنے کے لیے ضرور جانا چاہیے۔''

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی۔ ''اچھی بات ہے‘ میں عبایا پہنوں گی۔ چہرے کو ڈھانپ لوں گی۔ دشمن مجھے پہچان نہیں پائیں گے۔''

وہ اپنی ماں کا عبایا پہن کر‘ چہرے کو نقاب میں چھپا کر ہاسپٹل پہنچ گئی۔ باپ کو دیکھ کر بولی۔ ''آپ تو بالکل ٹھیک لگ رہے ہیں۔ ممی کہہ رہی تھیں‘ طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی تھی۔''

باپ نے کہا۔ ''انہوں نے درست کہا تھا۔ میری طبیعت بہت بگڑ گئی تھی۔ ڈاکٹرز کی مہربانی ہے۔ وہ میری زندگی کو طول دینے کی کوششیں کررہے ہیں۔ تمہاری صورت دیکھنے کو دل مچل رہا تھا۔ اسی لیے یہاں بلایا ہے۔ مگر تم نے تو چہرے کو نقاب میں چھپا رکھا ہے۔''

وہ اپنے باپ کی طرف جھکتے ہوئے بڑی زارداری سے بولی۔ ''پاپا! میرے دشمنوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ اب ے والے بھی دشمنی کرنے آگئے ہیں۔ میں آپ کی محبت یہاں تک چھپ کر آئی ہوں۔''

وہ باپ بچپن سے اپنی بیٹی کو سمجھتا آیا تھا۔ ایک تو وہ کبھی ں ابنارمل ہوجاتی تھی‘ پھر یہ کہ سونیا کی شخصیت اس کے ں پر چھائی رہتی تھی۔ اس نے بیٹی کا ہاتھ تھام کر کہا۔ ''میں ہوں‘ میری بیٹی بہت دلیر ہے۔ آئے دن دشمنوں سے گرتی رہتی ہے‘ مگر یہ اس ہاسپٹل کا اسپیشل کمرا ہے اں صرف میں ہوں اور تمہاری ماں ہے۔ میری میری جان! نقاب ہٹاؤ۔ اپنا چہرہ دکھاؤ۔ اپنے باپ کو ''

اس نے مسکراتے ہوئے چہرے سے نقاب ہٹادیا۔ پھر گر باپ کو پیار کیا۔ ماں خوش ہوکر انہیں دیکھ رہی وچ رہی تھی۔ ''یا خدا! تُو نے ہمیں ایک ہی بیٹی دی اور ی ابنارمل... اگر یہ ہمیشہ نارمل رہتی تو ہم اس کی طرف کر و پریشانی میں مبتلا نہ رہتے۔''

فراز اپنی ثمینہ کی خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔ اس کی ے اندر رہ کر باپ بیٹی کا پیار دیکھ رہا تھا۔ اس نے ''ممی! میں یہاں موجود ہوں۔ یہ کبھی کبھی ابنارمل تی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ سے شکایت نہیں کرنی ۔ ہم اپنے معبود کی مصلحتوں کو سمجھ نہیں پاتے۔ یہی ں... اللہ نے اس کی مسیحائی کے لیے مجھے یہاں بھیجا ... جب تک میری سانسیں چل رہی ہیں‘ تب تک میں اس ل آنچ نہیں آنے دوں گا۔''

ایسے وقت اس کمرے کا دروازہ کھلا ڈاکٹر ایک نرس اور بوائے کے ساتھ وہاں آیا۔ اس نے مسکرا کر مریض کی پوچھی۔ پھر معائنہ کرنے لگا۔

مینہ ایک طرف ہٹ گئی تھی۔ ڈاکٹر کے ساتھ آنے والی نے اسے دیکھا تو ایکدم سے چونک گئی۔ کچھ بے چین سی وچنے لگی۔ بار بار اسے تکنے لگی۔ پھر ڈاکٹر سے سر! معافی چاہتی ہوں۔ میرا واش روم جانا ضروری یں اپنی جگہ سسٹر سلومی کو بھیج رہی ہوں۔''

اکٹر نے کہا۔ ''آل رائٹ یو مے گو۔''

وہ فوراً ہی پلٹ کر تیزی سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر ۔ ہاسپٹل کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی اپنے نے میں پہنچی۔ وہاں ایک طرف رکھے ہوئے بیگ کو اٹھا لا پھر اس کی پاکٹ سے ایک تصویر نکالی۔ وہ ثمینہ کی ی۔

اسے دیکھتے ہی ایک اجنبی یاد آنے لگا۔ وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ یاد کرنے لگی۔ پتا نہیں‘ وہ کوئی جادوگر تھا یا وہ خود ہی اس سے سحرزدہ ہوگئی تھی؟ یہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ کس طرح اس کی عالیشان کوٹھی میں پہنچ گئی تھی؟ بس اتنا ہی یاد تھا‘ وہ اس سے متاثر ہوگئی تھی۔ وہ جو کہہ رہا تھا‘ وہی کرتی جارہی تھی۔

اس نے حکم دیا۔ ''خود کو میرے حوالے کردو۔''

اس نے تن من سے خود کو اس کے حوالے کردیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''تم بہت خوبصورت ہو۔ اس دنیا کی سب ہی عورتیں خوبصورت اور پرکشش ہوتی ہیں۔ میں جسے دیکھتا ہوں‘ دیکھتا ہی رہ جاتا ہوں۔''

وہ بولتا رہا تھا اور وہ سنتی رہی تھی۔ کبھی ایسا لگتا تھا‘ جیسے وہ بہت ہی خوبصورت اور رنگین خواب دیکھ رہی ہے۔ کبھی سمجھ میں آتا تھا‘ نہیں یہ سب کچھ سچ مچ اس کے ساتھ ہورہا ہے۔

وہ نہیں جانتی تھی‘ نہ ہی جان سکتی تھی کہ کس طرح اس کے پاس پہنچی ہوئی ہے؟ وہاں کتنا وقت گزار چکی ہے؟ جب آنکھ کھلی تو خود کو ہاسپٹل کے اسی کوارٹر میں پایا‘ جہاں اس کی رہائش تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پتا چلا‘ دن کے بارہ بج رہے ہیں۔ وہ پچھلی رات اس اجنبی کے ساتھ جاگتی رہی تھی۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ جب اس کے ساتھ تھی تو اپنے کوارٹر کے بیڈ پر کیسے پہنچ گئی؟

عجب طلسمی معاملات تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ اس وقت ثمینہ کی تصویر دیکھ کر یاد آرہا تھا۔ اس نے کہا تھا۔ ''تم میری معمولہ اور تابعدار ہو۔ اس تصویر کو اپنے پاس رکھو۔ اگر یہ کہیں نظر آجائے تو میرے فون پر مجھے اطلاع دو۔ میں نے اپنا نمبر تمہارے ذہن میں نقش کردیا ہے۔''

اس اجنبی نے درست کہا تھا۔ ثمینہ کی تصویر دیکھتے ہی اسے وہ نمبر یاد آگیا۔ اس نے فوراً ہی اپنا فون اٹھا کر نمبر پنچ کیے۔ اسے کان سے لگایا تو اسی اجنبی کی آواز سنائی دی۔ ''ہائے میری جان! پچھلی رات میں نے تمہیں سحرزدہ کررکھا تھا اور تم اپنے حسن و شباب کا جادو جگا رہی تھیں۔ بہت یاد آرہی ہو۔ موجودہ الجھنوں سے نکلتے ہی تمہیں پھر بلاؤں گا۔''

اس نے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟ کیسے جادوگر ہو؟ میں تمہارے پاس کیسے پہنچ گئی تھی؟ مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے‘ میرے ساتھ کیا ہوا تھا؟ ایک خواب کی طرح کچھ کچھ یاد آرہا ہے۔''

''ابھی یاد نہ کرو۔ دوسری ملاقات میں بہت کچھ جان لوگی۔ یہ بتاؤ‘ فون کیوں کیا ہے؟''

''یہ تصویر والی یہاں ہاسپٹل میں ہے۔''

وہ ایکدم سے چونک کر بولا۔ ”جس کی تصویر میں نے تمہارے بیگ میں رکھی تھی‘ اسی کی بات کر رہی ہو؟ کیا وہی اس وقت تمہارے ہاسپٹل میں ہے؟“

”ہاں۔ وہ اسپیشل وارڈ کے روم نمبر ٹو میں ایک بوڑھے مریض سے ملنے آئی ہے۔“

”اگر وہ میری مطلوبہ لڑکی ہے تو تم نے میرے لیے بہت بڑا کام کیا ہے۔ میں تمہیں مالا مال کر دوں گا... تھینک یو۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اس اجنبی کو بھول گئی۔ فون کو اپنے کان سے ہٹا کر تعجب سے سوچنے لگی۔ ”یہ میں ابھی کس سے بات کر رہی تھی؟“

وہ اجنبی اس کا عامل تھا۔ اس کی مرضی کے بغیر نرس کو کچھ یاد نہیں آسکتا تھا۔ وہ اپنی جگہ بیٹھی سوچتی رہی اور الجھتی رہی۔ اس کا ایک اور آلۂ کار اس ہاسپٹل سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اجنبی اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پندرہ منٹ کے اندر ہاسپٹل میں پہنچ گیا۔

وہاں فراز ثمینہ کے باپ سے کہہ رہا تھا۔ ”یہاں کے حالات ثمینہ کے موافق نہیں ہیں۔ دشمن اس کی تلاش میں ہیں۔ اسے یہاں زیادہ دیر نہیں رہنا چاہیے۔ یہ اچھا کیا کہ عبایا اور نقاب میں چھپ کر آئی ہے۔ اسے اب جانا چاہیے۔“

وہ اپنے چہرے کو نقاب میں چھپاتے ہوئے بولی۔ ”پاپا! مجھے اجازت دیں۔ میں چوبیس گھنٹے کے اندر دشمنوں پر قابو پانے کے بعد پھر آپ کے پاس آؤں گی۔“

ایسے ہی وقت وہ آلۂ کار دروازہ کھول کر اندر چلا آیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے کہا۔ ”خبردار! کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے‘ نہ ہی شور مچائے۔ میری مرضی کے خلاف کوئی بات ہوگی تو میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

فراز نے اسی لمحے خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اجنبی نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ ”اچھا تو یہاں سونیا کے ساتھ فرہاد کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی موجود ہے؟“

ریوالور کا رخ ثمینہ کی طرف تھا۔ فراز نے اس کے باپ کے اندر رہ کر اس کی زبان سے کہا۔ ”مسٹر! تم غلط سمجھ رہے ہو۔ یہ سونیا نہیں ہے۔ ثمینہ ہے۔“

اجنبی نے پوچھا۔ ”اگر یہ سونیا نہیں ہے تو اس کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟“

فراز نے کہا۔ ”میں اس بوڑھے مریض کے ا بول رہا ہوں۔ ثمینہ کا منگیتر ہوں۔ یہ میری ہونے والی ہے۔ میں اس کا محافظ ہوں۔“

وہ بولا۔ ”مجھے باتوں میں الجھا کر میری جیتی ہوئی کو ہار میں بدلنے کی چالاکی نہ دکھاؤ۔ میں ابھی معلوم ہوں‘ یہ سونیا ہے یا نہیں؟“

یہ کہتے ہی ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھ گیا۔ ٹھائیں چلی۔ ثمینہ چیخ مار کر چکرا کر فرش پر گر پڑی۔ سنسناتی ہوئی بازو کے ذرا سے گوشت کو ادھیڑتی چلی گئی تھی۔ اس بیچار سونیا بننا بہت مہنگا پڑ رہا تھا۔

اجنبی نے اسے ہلاک نہیں کیا تھا۔ صرف زخمی کیا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر خیالات پڑھ کر مایوس ہونے لگا۔

فراز نے ثمینہ کے اندر آ کر کہا۔ ”تم نے خیا پڑھنے کے لیے اس بیچاری کو زخمی کر دیا ہے۔ جبکہ یہ نہ پیتھی جانتی ہے‘ نہ سونیا ہے‘ نہ یوگا میں مہارت رکھتی زخمی کیے بغیر بھی اس کے خیالات پڑھ سکتے تھے۔ یہ با پہلے سمجھاتا تو یقین نہ کرتے۔ اب تو تمہیں یقین ہو ر ناں؟“

وہ بولا۔ ”خاموش رہو۔ مجھے اچھی طرح پڑ اطمینان حاصل کرنے دو۔“

اس کا آلۂ کار وہاں سے فرار ہو گیا تھا۔ گولی کی آوا کر ڈاکٹرز اور دوسرے کئی افراد وہاں آ گئے تھے۔ ثمینہ کو ہی طبی امداد مل رہی تھی۔ وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ اس اندر دو ٹیلی پیتھی جاننے والے باتیں کر رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد اس اجنبی نے کہا۔ ”یہ واقعی تمہاری ثمینہ ہے۔ مجھے سونیا پر غصہ آ رہا ہے۔ وہ بار بار ہم تیا والوں کو دھوکا دے کر نکل جاتی ہے۔“

فراز نے کہا۔ ”یہ تمہارا اور سونیا کا معاملہ ہے۔ محبوبہ کے دماغ سے جاؤ۔“

اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ”کیسے جاؤں؟ یہ تو ہو گیا ہے‘ یہ سونیا نہیں ہے۔ مگر تم جیسے خیال خوانی کر والے کی موجودگی نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تم ہو؟“

”میں جو بھی ہوں‘ تم سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔“

”ہم سے نہیں ہے۔ مگر سونیا اور فرہاد سے تعلق ہو گا؟“

”پہلے تم نے ثمینہ کے متعلق غلط سوچا۔ اب میر متعلق غلط سوچ رہے ہو۔“

اس نے پوچھا۔ ”تم ہی بتا دو‘ صحیح کیا ہے؟ ہماری معلومات کے مطابق تمہاری اس دنیا میں سات عدد ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی یہودی‘ عیسائی‘ ہندو یا کسی اور مذہب کا ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ جو ہیں‘ وہ سب کے سب مسلمان ہیں۔ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟“

اس نے کہا۔ ”الحمد للہ... میں مسلمان ہوں۔“

”پھر تو یہ ثابت ہوگیا‘ تمہارا تعلق سونیا‘ فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔“

”یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ تم خواہ مخواہ خیالی گھوڑے نہ دوڑاؤ۔ میں ایک آزاد ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔“

اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ”اچھا... اگر تم آزاد خیال خوانی کرنے والے ہو تو بتاؤ‘ اپنی منگیتر کی سلامتی کے لیے میرے کسی حکم کی تعمیل کرسکتے ہو؟“

فراز نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ”کیا چاہتے ہو؟“

”مجھے اپنے اندر آنے دو۔ میں تمہیں اپنا معمول اور تابعدار بنانا چاہتا ہوں۔“

فراز کا سر گھوم گیا۔ یہ ایک نئی افتاد آپڑی تھی۔ اس نے جھنجلا کر کہا۔ ”کیا بکواس کررہے ہو؟ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی کو نہ تو اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دیتا ہے‘ نہ ہی اس کا تابعدار بنتا ہے۔“

”بیشک۔ وہ اپنی مرضی سے ایسا نہیں کرتا۔ لیکن مجبوری سب کچھ کرادیتی ہے۔ میں تمہیں پندرہ منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ سوچو سمجھو۔ اپنی محبوبہ اور منگیتر کی سلامتی کے لیے میرے زیر اثر آنا چاہو گے یا نہیں؟“

ثمینہ کی مرہم پٹی ہوچکی تھی۔ وہ ایک بیڈ پر آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ فراز نے میرے پاس آکر کہا۔ ”سر! میں بڑی مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہوں۔“

وہ اپنے اور ثمینہ کے حالات تفصیل سے بتانے لگا۔ اس طرح مجھے اس اجنبی سیارے والے کی مصروفیات کا علم ہورہا تھا۔

فراز نے کہا۔ ”میں تو سمجھ رہا تھا‘ وہ ثمینہ کے دماغ میں آکر اس کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہوچکا ہے۔ اب اس کا پیچھا چھوڑ دے گا‘ مگر وہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ میں کیا کروں؟ اس کا غلام ہرگز نہیں بنوں گا۔ اس کے زیر اثر نہیں آؤں گا۔ اسے تنویمی عمل کرنے نہیں دوں گا۔“

میں نے کہا۔ ”پھر ثمینہ کی شامت آجائے گی۔ اسے کس طرح تحفظ فراہم کروگے؟“

”یہی تو سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ اس کے بچاؤ کا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں۔ تدبیر کریں۔ کچھ سوچیں‘ کچھ کریں۔“

میں نے کہا۔ ”تم محبت کے معاملے میں بہت جذباتی ہوگئے ہو۔ ثمینہ کی محبت میں اس طرح پاگل ہو ہوکہ عقل سے کام لینا بھول گئے ہو۔“

”اسی لیے تو آپ کے پاس آیا ہوں۔“

”تو پھر میں جو کہتا ہوں‘ وہ کرو۔ اس دشمن کے اور تابعدار بن جاؤ۔“

اس نے بڑی حیرانی سے پوچھا۔ ”سر! یہ آپ رہے ہیں؟“

”وہی جو تم سن رہے ہو۔“

”آپ کچھ سوچ سمجھ کر ہی مشورہ دے رہے ہیں۔ ہے‘ میں یہی کروں گا۔“

”جاؤ اور اس کی بات مان لو۔ وہ تم پر تنویمی عمل گا۔ ایسے وقت ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے موجود رہیں گے۔ اسے چور خیالات پڑھنے نہیں دیں جس سے یہ ظاہر ہوگا کہ تمہارا تعلق بابا صاحب کے ادا سے نہیں ہے۔ وہ یہی سمجھے گا‘ تم ایک آزاد خیال خوانی والے ہو۔“

وہ میری باتیں توجہ سے سن رہا تھا اور قائل ہورہا میں نے کہا۔ ”وہ تمہارے ذریعے مسلمان ٹیلی پیتھی جا والوں تک پہنچنا چاہے گا اور ہم اس کے ذریعے اس کے چھپے ہوئے دوسرے تمام سیارے والوں تک پہنچنا گے۔“

وہ خوش ہوکر بولا۔ ”سر! ویری فنٹاسٹک۔ یہ بہت ا تدبیر ہے۔ میں ابھی اس دشمن کی بات مان کر ثمینہ کو تحفظ رہا ہوں۔ میری حفاظت آپ اور دوسرے ٹیلی پیتھی جا والے کریں گے۔“

اس نے ثمینہ کے اندر آکر پوچھا۔ ”کیا تم موجود ہو؟“

”ہاں۔ پندرہ منٹ گزر چکے ہیں۔ بولو میرے تا بنو گے یا اپنی محبوبہ کو بے موت مرتا دیکھو گے؟“

”میں اپنی ثمینہ کو دل وجان سے چاہتا ہوں۔ اس ساتھ زندگی گزارنے کے لیے تمہارا تابعدار بن کر ر گا۔ کیا تم ہمیں آزادی سے زندگی گزارنے دو گے؟“

”بیشک۔ میں تمہاری ذاتی زندگی میں مداخلت کروں گا۔“

”ایک وعدہ اور کرو۔ تم سونیا‘ فرہاد یا کسی بھی مسل

ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کبھی یہ نہیں بتاؤ گے کہ میں تمہارا تابعدار بن چکا ہوں۔ انہیں معلوم ہوگا تو وہ مجھے کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالیں گے‘ پھر میرے ساتھ میری ثمینہ کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

”تمہارا یہ خوف درست ہے۔ یقین کرو‘ میری پناہ میں ہوگے تو تم پر کسی طرح کی آنچ نہیں آئے گی۔“

”تو پھر میں حاضر ہوں۔ پہلے میرے اندر آکر چور خیالات پڑھو۔ میرے متعلق اچھی طرح معلومات حاصل کرو۔ تب تمہیں پتا چلے گا‘ واقعی میں ایک آزاد خیال خوانی کرنے والا ہوں۔ میرا کسی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“

وہ اجنبی فراز کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں نے الپا کو بلالیا تھا۔ وہ میرے ساتھ اس کے اندر موجود تھی۔ ہم اس کے چور خانے میں پہنچ کر ایسے خیالات کو مٹا رہے تھے‘ جن سے یہ ظاہر ہوسکتا تھا کہ اس کا تعلق ہم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اور بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔

وہ بڑی دیر تک اس کے چور خیالات کو کھنگالتا رہا۔ پھر مطمئن ہوکر بولا۔ ”تم درست کہہ رہے تھے۔ میں تم پر بھروسا کرسکتا ہوں۔ اپنے بیڈ پر جاکر انتظار کرو۔ میں ابھی آکر تنویمی عمل کروں گا۔“

اس دشمن کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت اسی شہر میں تھا۔ باقی ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے ممالک میں تھے۔ وہ ان سب سے رابطہ کررہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ”میں ایک مسلم ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا معمول اور تابعدار بنا رہا ہوں۔ میرے تنویمی عمل کے دوران اس کے اندر موجود رہو۔ اس کے چور خیالات بھی اچھی طرح پڑھتے رہو۔ یہ سمجھنے کی کوشش کرتے رہو کہ اس کے اندر کوئی چھپا ہوا ہے یا نہیں؟“

ہم نہیں جانتے تھے‘ وہ اپنے طور پر کس طرح احتیاط برت رہا ہے؟ ہم نادان نہیں تھے کہ فراز کے اندر رہ کر اپنی ذراسی بھی آہٹ سناتے یا اس کے تنویمی عمل کے دوران مداخلت کرتے۔ ایسا کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ ہم فراز کو تحفظ دینے کی ساری پلاننگ کرچکے تھے۔

تنویمی عمل کے دوران میرے اور الپا کے علاوہ نجانے سیارے کے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں موجود تھے‘ سونیا نے کہا۔ ”فرہاد! ایسے وقت وہ کم بخت اسی کوٹھی میں ہوگا۔ جہاں سے میں اس کی بُو سونگھ کر آئی ہوں۔“

میں نے کہا۔ ”بیشک۔ وہ وہیں ہوگا۔ ہم چاہیں تو کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیر سکتے ہیں۔ اس کے سیکورٹی گارڈز اور ملازموں کو اپنے قابو میں کرسکتے ہیں۔ اسے فرار ہونے کا راستہ نہیں ملے گا‘ وہ ہمارے شکنجے میں آجائے گا۔“

وہ بولی۔ ”مگر تم ایسا نہیں کروگے۔“

”ہاں۔ ہم ایسا قدم اٹھائیں گے تو وہ صرف ایک ہی ہماری گرفت میں آئے گا۔ باقی دوسرے محتاط ہوجائیں گے۔ بائی دا وے... تم کار ڈرائیو کرتی ہوئی کہاں جارہی ہو؟“

”میں شہر کے مختلف علاقوں میں جارہی ہوں۔ سوچتی ہوں‘ اگر یہاں کوئی اور سیارے والا موجود ہوگا تو میری رینج میں آجائے گا اور میں اس کی بُو پالوں گی۔“

اس دشمن نے اپنا تنویمی عمل مکمل کرلیا تھا۔ فراز گہری نیند میں تھا۔ اس کے دماغ کو مخصوص لب ولہجے کے ذریعے لاک کیا گیا تھا۔ اس کا خیال تھا‘ صرف وہ اور اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی فراز کے اندر آسکیں گے۔ جبکہ ہم بھی اسی مخصوص لب ولہجے کے ذریعے فراز کے اندر رہ کر ان کی مصروفیات پر نظر رکھنے والے تھے۔

الپا نے کہا۔ ”پاپا! میری بیٹی (انوشے) نے بتایا تھا‘ کئی سیارے والے ہماری دنیا میں آچکے ہیں اور وہ مختلف ممالک میں ہیں۔“

میں نے کہا۔ ”ہاں۔ انوشے نے صرف اتنا ہی بتایا ہے۔ اس سے آگے پوچھا جائے گا تو وہ معذوری ظاہر کرے گی۔ اعلیٰ حضرت کی اجازت کے بغیر ہمیں کچھ نہیں بتائے گی۔“

الپا نے کہا۔ ”پتا نہیں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن ہماری زمین پر آگئے ہیں؟ ہم کتنے ملکوں میں انہیں کہاں کہاں تلاش کریں گے اور کیسے کریں گے؟“

میں نے کہا۔ ”بس ایک سونیا ہی ہے‘ جو ان کی بُو سونگھ لیتی ہے۔ وہ دارالسلام کے بعد کسی دوسرے ملک کے شہروں میں جائے گی۔ کہیں نہ کہیں ان کی بو پاتی رہے گی اور ہمیں ان کا پتا ٹھکانا معلوم ہوتا رہے گا۔“

”مگر ایسے ایک ایک دشمن تک پہنچتے پہنچتے کئی مہینے گزر جائیں گے۔ اس عرصے میں پتا نہیں‘ وہ کتنی تباہی پھیلائیں گے؟“

میں نے کہا۔ ”اتنا تو اطمینان حاصل ہوا ہے‘ ہمارے روحانی علوم جاننے والے ہم مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ جس طرح گریٹ ایشورارا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اکابرین کو اور ان کے بیوی بچوں کو مار ڈالنے کی

دھمکی دیتے آئے ہیں۔ ایسی دھمکیاں وہ ہمیں نہیں دے سکیں گے۔“

واقعی گریٹ ایشورارا کے ہاتھوں میں فی الحال ہماری کوئی کمزوری نہیں تھی۔ ہماری فیملی کے جتنے ممبران تھے' ان میں سے کچھ تو ٹیلی پیتھی جانتے تھے اور پارس' پورس جیسے جی دار ناگہانی مصیبتوں سے نمٹنا جانتے تھے۔ وہ ان دنوں بابا صاحب کے ادارے میں تھے۔ ان پر کوئی آنچ نہیں آسکتی تھی۔ ان کے علاوہ جو مشہور اور معروف مسلمان سائنسدان' ڈاکٹرز' انجینئرز' دانشور اور بڑے بڑے قابل حضرات تھے' ہم بہت پہلے ہی ان کے دماغوں کو لاک کرچکے تھے۔

جیسا کہ پہلے ہمیں دھمکی دی جاچکی تھی کہ مسلمانوں کی بستیاں جلائی جائیں گی۔ انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ دوسرے مذاہب کے لوگ مشتعل ہوکر مسلمانوں کا جینا حرام کردیں گے۔

لیکن اتنا وقت گزر جانے کے باوجود سیارے والے ایسی کسی تدبیر پر عمل نہیں کررہے تھے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے میں ناکام ہورہے تھے۔

دنیا کے کسی بھی ٹی وی چینل کو اپنے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے تو ناکامی ان کا منہ چڑانے لگتی تھی۔ اس کی وجہ ان کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ میں' سونیا اور تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی رازداری سے اور پُراسرار طریقوں سے انہیں کسی بھی ٹی وی چینل تک پہنچنے نہیں دے رہے ہیں۔

کبریا نے میرے پاس آکر کہا۔ ”پاپا! مما بلا رہی ہیں۔“

میں دوسرے ہی لمحے میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی کار ساحلی علاقے میں کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھی میرا انتظار کررہی تھی۔ مجھے اپنے اندر محسوس کرتے ہی بولی۔ ”یہاں میں ایک سیارے والے کی بُو پا رہی ہوں۔“

میں نے کہا۔ ”ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے' اس شہر میں ایک نہیں' دو دشمن ہیں؟“

”ہاں۔ تم فوراً یہاں چلے آؤ۔ وہ مجھ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ یہیں کسی ساحلی ہوٹل میں ہوگا۔“

میں فوراً ہی ہوٹل سے باہر آکر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا ساحلی علاقے کی طرف جانے لگا۔ الپا نے آکر کہا۔ ”پاپا! فراز تنویمی نیند سے بیدار ہوگیا ہے۔ ابھی اس کے اندر ایک شخص بول رہا تھا۔ مگر یہ وہ نہیں ہے' جس نے فراز پر تنویمی عمل کیا تھا۔ یہ کوئی دوسرا شخص ہے۔ اس کی آواز اور لب ولہجہ بدلا ہوا ہے۔“

میں نے پوچھا۔ ”وہ فراز سے کیا کہہ رہا تھا؟“

”وہ اسے حکم دے رہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا' تم نیویارک چھوڑ دو۔ کسی بھی پہلی فلائٹ سے دارالسلام اپنی محبوبہ کے پاس پہنچو۔ ہم وہاں تم سے کچھ کام لینا چاہتے ہیں۔“

”کیا وہ شخص ابھی فراز کے اندر بول رہا ہے؟“

”نہیں۔ وہ جاچکا ہے۔ فراز اب اس کے حکم کے مطابق نیویارک سے روانگی کی تیاریاں کررہا ہے۔ کسی بھی پہلی فلائٹ سے ثمینہ کے پاس دارالسلام پہنچ جائے گا۔“

”اسے آنے دو۔ ہم دیکھیں گے' وہ لوگ فراز سے کیا کام لینا چاہتے ہیں اور کیسے لینا چاہتے ہیں؟“

اس نے پوچھا۔ ”آپ ابھی کہاں جارہے ہیں؟“

”تمہاری مما نے ایک اور سیارے والے کی بُو پالی ہے۔ میں اسی طرف جارہا ہوں۔ یہ بتاؤ' فراز کے اندر ابھی تمہارے علاوہ اور کون کون ہے؟“

وہ بولی۔ ”میں نے' فرمان نے' ٹونی جے اور کبریا نے طے کیا ہے' ہم باری باری چھ گھنٹے تک فراز کے اندر آتے جاتے رہیں گے۔ اس کی خیریت معلوم کرتے رہیں گے۔ کوئی اہم رپورٹ ہوگی تو آپ کو سنائیں گے۔“

”اچھی بات ہے۔ تم چاروں اس کا خیال رکھو۔ میں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔“

وہ چلی گئی۔ میں کار ڈرائیو کرتا ہوا سونیا کی کار کے پاس آکر رک گیا۔ پھر بولا۔ ”وہ کس طرف ہے؟“

اس نے ایک سمت انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”اُدھر کہیں ہے۔ ہم یہاں سے ٹہلتے ہوئے جائیں گے۔ یا تو وہ کسی ہوٹل میں ہوگا یا باہر کہیں سمندر کا نظارہ کررہا ہوگا۔“

ہم اپنی کاروں سے نکل کر ساحلی ریت پر آگئے۔ پھر ٹہلنے کے انداز میں آہستہ آہستہ ایک سمت چلنے لگے۔ کچھ دور جانے کے بعد اس نے کہا۔ ”اس کی بُو کچھ قریب آتی جارہی ہے۔“

میں نے کہا۔ ”تمام ہوٹلز یہاں سے کچھ فاصلے پر ہیں۔ اگر وہ بُو قریب آرہی ہے تو اس کا مطلب یہی ہے' وہ کسی ہوٹل میں نہیں ہے۔“

”ہاں۔ کھلی فضا میں ہے۔ ان لمحات میں صرف ہم ہی اس کے قریب نہیں جارہے ہیں۔ وہ بھی ہمارے قریب چلا آرہا ہے۔“

میں نے دور تک نظریں دوڑائیں۔ کتنے ہی مرد اپنی بیویوں' بچوں اور گرل فرینڈز کے ساتھ سمندر کی لہروں سے کھیلتے ہوئے اور دور دور تک ٹہلتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ایک صحت مند شخص ایک حسینہ کی کمر میں ہاتھ ڈالے اس کے ساتھ ہنستا بولتا چلا آرہا تھا۔

سونیا نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”سیارے والے کی بو اور قریب آتی جارہی ہے۔“

وہ شخص جو ایک حسینہ کے ساتھ چلا آرہا تھا' تقریباً بیس گز کے فاصلے پر تھا اور وہی ہمارا شکار تھا۔ کچھ اور قریب پہنچنے کے بعد سونیا نے کہا۔ ”کم آن فرہاد! یہی ہمارا شکار ہے۔“

جب ہم اس کے بالکل قریب سے گزرنے لگے تو میں نے اچانک ہی اس کی ناک پر ایک گھونسا جڑ دیا۔ وہ ذرا لڑکھڑایا۔ سونیا نے گھوم کر ایک کِک اس کے منہ پر ماری۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔ مجھے اس کے اندر جگہ مل گئی۔ میں نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا' وہ ریت پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کی گرل فرینڈ سہمی ہوئی کھڑی تھی۔

سونیا نے اس عورت سے پوچھا۔ ”کتنے میں معاملہ طے ہوا تھا؟“

وہ بولی۔ ”پانچ ہزار ڈالر۔“

”کیا یہ پے منٹ کرچکا ہے؟“

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ”ہاں۔ پے منٹ کرچکا ہے۔“

سونیا نے کہا۔ ”تو پھر یہاں کھڑی منہ کیا تک رہی ہو؟ جاؤ۔ کوئی دوسرا گاہک پکڑو۔“

وہ جانے لگی۔ سونیا نے کہا۔ ”یہاں کی بات دوسروں تک پہنچاؤ گی تو اس کے مرڈر کیس میں بری طرح پھنسو گی۔ لہٰذا اپنی زبان بند رکھنا۔“

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتی ہوئی وہاں سے بھاگتی چلی گئی۔ دور ساحل پر تفریح کرتے والے ہماری طرف متوجہ نہیں تھے۔ کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ ہمارا دشمن کس طرح مار کھا کر ریت پر گر پڑا ہے۔ میں نے بہت ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر میں سنبھل گیا۔ اپنا سر تھام کر کراہتے ہوئے ریت پر بیٹھ گیا۔

میں نے سونیا سے کہا۔ ”چلو۔ ہم اپنی گاڑیوں کی طرف چلیں۔ یہ ہمارے پیچھے پیچھے آئے گا۔“

وہ میرے ساتھ چپ چاپ چلنے لگی۔ یہ جانتی تھی' میں خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ اس وقت اپنے شکار کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ مجھے پیچھے پلٹ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ سر جھکائے چپ چاپ چلا آرہا تھا۔

جانی دشمن بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ طرح طرح سے گھیرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ دن کا چین اور رات کی نیندیں اڑا دیتے ہیں۔ پھر موقع ملتے ہی زندگی چھین کر چلے جاتے ہیں۔ مگر جب شکنجے میں آتے ہیں تو بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔ وہ اس حسینہ کے ساتھ سمندر کی لہروں میں بھیگتا رہا تھا۔ سچ مچ بھیگا بلا بن کر پیچھے پیچھے چلا آرہا تھا۔

میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور سونیا سے کہہ رہا تھا۔ ”تم نے جس کوٹھی کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک سیارے والے کی بو سونگھی تھی۔ اس کا نام سمورارا ہے اور یہ جو ہمارے پیچھے آرہا ہے' سمورارا کا ماتحت ہے۔ یہ نہیں جانتا اسے حکم دینے والا اور اس سے کام لینے والا اس کوٹھی میں رہتا ہے۔ یہ سیارے والے ایک دوسرے کو اپنے خفیہ اڈوں کے بارے میں نہیں بتاتے ہیں۔“

سونیا نے کہا۔ ”ان کی احتیاطی تدبیر اچھی ہے۔ اس طرح ہم کسی ایک دشمن کے اندر پہنچیں گے تو اس کے خیالات پڑھ کر دوسرے کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کرسکیں گے۔ گریٹ ایشورارا کے ماتحت اس بار ہماری دنیا میں آکر کچھ زیادہ ہی محتاط رہنے لگے ہیں۔“

ہم باتیں کرتے اپنی گاڑیوں تک آگئے۔ وہ ہم سے کچھ فاصلے پر سر جھکائے کھڑا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ ”تم سمورارا کے ساتھ سیارے سے کس طرح یہاں آئے ہو؟“

وہ ہچکچانے لگا۔ بتانا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے پوچھا۔ ”کیا دوسرا زلزلہ پیدا کروں؟“

اس نے انکار میں سر ہلایا پھر کہا۔ ”اس شہر سے پچاس میل دور ایک ویرانے میں ہمارا خلائی جہاز ہمیں لے کر آیا تھا۔“

میں نے پوچھا۔ ”تمہارا خلائی جہاز ہمارے ریڈارز اور دوسرے حساس آلات کی زد میں کیوں نہیں آیا؟“

اس نے جواب دیا۔ ”ہمارے سیارے کے ماہرین دنیا کے موسمی حالات سے پوری طرح باخبر رہتے ہیں۔ دنیا کے کسی بھی حصے میں جب موسلا دھار بارش ہوتی ہے' تیز آندھیاں چلتی ہیں' بجلیاں چمکتی ہیں' بادل گرجتے ہیں تو تمہارے ریڈارز اور حساس آلات کی کارکردگی کمزور پڑ جاتی ہے۔ ایسے وقت ہم اس زمین پر چلے آتے ہیں۔“

ہمیں یہ نئی بات معلوم ہوئی تھی۔ اس سے اندازہ ہوگیا کہ دنیا کے جن علاقوں میں بہت زیادہ بارشیں ہوتی ہیں

بادل گرجتے ہیں' بجلیاں چمکتی ہیں اور تیز آندھی کی رفتار سے ہوائیں چلتی ہیں۔ وہاں سیارے کے خلائی جہاز اتر آتے ہیں۔ ایسے وقت ہمارے حساس جاسوسی آلات کسی حد تک کمزور ہوجاتے ہیں یا ناکارہ ہوجاتے ہیں۔

میں نے بعد میں امریکی اکابرین کو بتایا کہ کس طرح سیارے والے چوری چھپے ہماری دنیا میں چلے آرہے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے سائنسدان اور دیگر ماہرین سے کہیں آئندہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ بدترین موسم میں بھی ریڈارز اور حساس جاسوسی آلات ناکارہ نہ ہونے پائیں۔ فوجی ماہرین کو بھی الرٹ کریں کہ جہاں موسم خراب ہوتا ہے' آندھی طوفان زیادہ آتے ہیں' ان علاقوں کی سختی سے نگرانی کی جائے۔

ہمیں یہ بہت اہم معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ آئندہ ہماری دنیا کے سائنسدان اور فوجی ماہرین بہت محتاط رہنے والے تھے۔ بہر حال اس وقت وہ سیارے والا ہمارے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس نے اپنے لباس میں ایک ریوالور چھپا رکھا تھا۔ میں نے اسے وہ ہتھیار استعمال کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ اب وہ میرے شکنجے میں تھا۔ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا تھا۔

میں نے سونیا سے کہا۔ ''یہ نہیں جانتا' دوسرے سیارے والے دنیا کے کن حصوں میں پہنچے ہوئے ہیں؟ اس سے مزید اہم معلومات حاصل نہیں ہوسکیں گی۔ کیا اسے اوپر پہنچادیا جائے؟''

سونیا نے کہا۔ ''اسے ہوٹل میں جانے دو۔ یہ اپنا سفری بیگ ہمارے پاس لائے گا۔ اس میں کمیونیکیٹنگ مشین' ہیرے جواہرات' سونے کی اینٹیں اور وہ تیز رفتار غیر معمولی جوتے ہوں گے۔ یہ ساری چیزیں ہمارے کام آئیں گی۔ پہلے یہ سب کچھ اس سے حاصل کیا جائے گا۔''

وہ میری مرضی کے مطابق سونیا کے ساتھ اس کی کار میں بیٹھ گیا۔ میں اپنی کار میں ان کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔ اس کا دماغ میرے شکنجے میں تھا۔ وہ کوئی چالاکی نہیں دکھا سکتا تھا۔ سونیا نے اس کے ہوٹل کے سامنے پہنچ کر گاڑی روک دی۔ وہ میری مرضی کے مطابق کار سے اتر کر ہوٹل کے اندر گیا۔ پھر وہاں سے اپنا سفری بیگ لے آیا۔

سونیا نے اس میں سے اپنی ضرورت کی تمام چیزیں نکالیں۔ پھر اسے کہا۔ ''اب اپنا بیگ لے کر ہوٹل میں واپس جاؤ۔''

وہ چلا گیا۔ اس نے ہوٹل کے کاؤنٹر کے پاس پہنچ کر میری مرضی کے مطابق اپنے ریوالور کو نکالا پھر چیخ کر کہا۔ ''خبردار! یہاں سے کوئی باہر نہ جائے۔ جانے سے پہلے میری موت کا تماشا دیکھے۔''

یہ کہہ کر اس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگایا پھر ٹریگر دبادیا۔ میں اس کے مردہ دماغ سے نکل آیا۔

سمورارا نے شام تک اپنے اس ماتحت سے رابطہ کرنا چاہا تو اس کی سوچ کی لہریں بار بار بھٹک کر واپس آنے لگیں۔ وہ پریشان ہوگیا۔ کچھ سہم سا گیا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ ہم نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ میں اور سونیا دارالسلام میں ہیں اور سیارے والوں کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔

وہ اندیشوں میں مبتلا ہوگیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا' جیسے ہم اسے تلاش کرتے ہوئے اس کوٹھی میں پہنچنے ہی والے ہیں۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک نائب ایشورارا سے رابطہ کیا۔ ''ہم پھر ایک بار بہت بڑا نقصان اٹھا رہے ہیں۔ ہمارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کے زیر اثر آگئے ہیں۔ وہ کسی ایسی محفوظ پناہ گاہ میں ہیں' جہاں تک ہم پہنچ نہیں پارہے ہیں۔ ہمارا ایک خیال خوانی کرنے والا پیرس میں مارا گیا ہے۔ پچھلی رات خودکش حملہ کرنے والا اور گونگا بن کر رہنے والا ماتحت یہ دونوں ہی سوسائڈ جیکٹ کے ذریعے مارے گئے ہیں۔ دارالسلام میں میرا جو ماتحت تھا آج اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ ہم نے صرف چنگارارا کی جان بچا کر اس کے ذہن کو اور شخصیت کو تبدیل کیا ہے۔''

نائب ایشورارا نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ''کیا دارالسلام میں تمہارا ماتحت بھی مارا گیا ہے؟''

''ہاں۔ ان سب کی موت سمجھا رہی ہے' میں یہاں محفوظ نہیں ہوں۔ سونیا اور فرہاد پتا نہیں کس طرح ہم لوگوں تک پہنچ جاتے ہیں؟ ہماری ساری رازداری دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔''

''پریشان مت ہو۔ تم اپنی خفیہ پناہ گاہ میں محفوظ ہو۔ میں نائب ایشورارا ہوکر بھی نہیں جانتا' تم کہاں چھپے ہوئے ہو؟ وہ دشمن بھی سمجھ نہیں پائیں گے۔''

''یہ خوش فہمی ہمیں لے ڈوبتی ہے۔ فرہاد چنگارارا اور اس کے چار ماتحتوں تک پہنچ گیا تھا۔ یہاں میرے ماتحت تک پہنچ کر اسے ہلاک کرچکا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی یہی سمجھوں کہ وہ مجھ تک پہنچ نہیں پائے گا؟''

وہ ذرا توقف سے بولا۔ ''نہیں۔ نائب ایشورارا! عقل کہتی ہے' مجھے ایک ہی جگہ چھپ کر نہیں رہنا چاہیے۔ جگہ بدلتا

وں گا تو شاید محفوظ رہ سکوں گا۔''

نائب ایشورارا نے کہا۔ ''دشمن سے خوفزدہ رہو گے تو ں کے خلاف کوئی ٹھوس کارروائی نہیں کرسکو گے۔ اپنی لامتی کے لیے جو بہتر سمجھتے ہو وہ کرو۔''

اس نے کہا۔ ''ہم نے فراز کو نیویارک سے یہاں بلایا ۔ وہ چھ گھنٹے کے اندر پہنچنے والا ہے۔ اس کے آتے ہی ہم نیا اور فرہاد کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیں گے۔''

''بیشک۔ تم چھ گھنٹے بعد بہت کچھ کرسکو گے۔ اس وقت حوصلہ کرو۔ کسی طرح سونیا فرہاد سے چھپ کر رہو۔ انہیں پناہ گاہ تک پہنچنے نہ دو۔ پھر بازی ہمارے ہاتھوں میں گی۔''

چھ گھنٹے بعد فراز دارالسلام پہنچنے والا تھا۔ نہ جانے وہ ں کے ذریعے ہمارے خلاف کیا کرنے والے تھے؟ ابھی م ان کی چالبازی سے بے خبر تھے۔

الپا' کبریا' بے باک مومن' فرمان اور ٹونی جے نے ارالسلام میں جتنے آلۂ کار بنائے تھے۔ وہ سب سمورارا کی کوٹھی کی نگرانی کررہے تھے۔ انہوں نے پچھلے بارہ گھنٹوں ں یہ معلوم کیا تھا کہ اس کے سیکورٹی گارڈز اور کوٹھی میں کام رنے والے ملازمین یا تو یوگا میں مہارت رکھتے ہیں' یا ان ے دماغوں کو لاک کیا گیا ہے۔

اگر ہم اس کے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہتے یا کوٹھی ے اندر پہنچ کر اسے ختم کرنا چاہتے ہیں تو اس سے پہلے سیکورٹی ارڈز اور ملازموں سے نمٹنا ضروری ہوگا۔ فی الحال ایسے اقدامات کی ضرورت نہیں تھی۔ ہمیں اطمینان تھا' وہ اس کوٹھی سے فرار نہیں ہوسکے گا۔ اگر ہونا چاہے گا' جہاں بھی جانا چاہے ۔ سونیا اس کی بُو پاتی ہوئی وہاں تک پہنچتی رہے گی۔

چھ گھنٹے گزر گئے۔ فراز نیویارک سے دارالسلام پہنچ یا۔ اس وقت بے باک اس کے اندر رہ کر دشمنوں کی صروفیات معلوم کررہا تھا۔ وہ دارالسلام کے ایئرپورٹ پہنچا سمورارا نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''تم کسی قریبی ہوٹل ں ایک کمرا حاصل کرو۔ پھر بابا صاحب کے ادارے سے بطہ کرو۔''

' وہ ایک ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ ''میں بابا احب کے ادارے سے ہمیشہ دور بھاگتا رہا ہوں۔ اگر ں معلوم ہوگا کہ مجھ جیسا ایک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا تو وہ مجھے اپنے زیر اثر لے آئیں گے۔''

سمورارا نے کہا۔ ''اب ایسا نہیں ہوسکے گا۔ میرے کئی لی پیتھی جاننے والے اس وقت تمہارے دماغ میں موجود ہیں۔ فرہاد بھی تمہارے اندر آکر کسی طرح کا نقصان پہنچانا چاہے گا تو ناکام رہے گا۔ ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ جو حکم دیا جارہا ہے' وہی کرو۔''

اس نے ایک ہوٹل میں پہنچ کر کمرا حاصل کیا۔ پھر اس کمرے میں بیٹھ کر بولا۔ ''میری خیال خوانی کی لہریں بابا صاحب کے ادارے میں نہیں پہنچ پائیں گی۔ اس لیے فون کے ذریعے رابطہ کررہا ہوں۔ مگر اُن سے کیا کہوں گا؟''

''تم کہو گے کہ ایک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو۔ تمہیں فرہاد علی تیمور کی مدد چاہیے۔ ایک اہم معاملے میں اس سے باتیں کرنا چاہتے ہو۔''

فراز نے کہا۔ ''اس کے لیے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں کئی بار فرہاد کی آواز اور لب ولہجہ سن چکا ہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرسکتا ہوں۔''

''نہیں۔ میں جو کہہ رہا ہوں' وہ کرو۔ بابا صاحب کے ادارے والوں کو بھی معلوم ہونا چاہیے' تم جیسا ایک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے زیر اثر آگیا ہے اور فرہاد کی مدد چاہتا ہے۔''

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کرتے ہوئے پوچھا۔ ''اگر فرہاد سے رابطہ ہوگا تو میں اس سے کیا کہوں گا؟''

''یہ بعد کی باتیں ہیں۔ پہلے وہی باتیں کرو' جو میں کہہ رہا ہوں۔''

رابطہ قائم ہوگیا۔ وہاں کے انچارج نے پوچھا۔ ''ہیلو مسٹر! آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''میرا نام فراز احمد ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ بدقسمتی سے سیارے والوں کے شکنجے میں آگیا ہوں۔ مجھے فرہاد صاحب کی مدد کی ضرورت ہے۔''

انچارج نے کہا۔ ''جب تم ٹیلی پیتھی کرسکتے ہو تو پھر مسٹر فرہاد سے رابطہ کیوں نہیں کررہے ہو؟''

فراز نے سمورارا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''مسٹر فرہاد مجھے اپنے اندر آنے نہیں دیں گے۔ ان سے تفصیلی گفتگو نہیں ہوسکے گی۔ اسی لیے فون کے ذریعے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ پلیز۔ ان کا نمبر بتائیں؟''

انچارج نے فون نمبر بتا کر رابطہ ختم کردیا۔ الپا مجھے رپورٹ پہنچا رہی تھی کہ اس وقت فراز کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ تھوڑی دیر بعد میرے فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے اسے آن کرکے کان سے لگایا۔ پھر انجان بن کر پوچھا۔ ''ہیلو کون ہے؟''

اس نے کہا۔ ''آپ مجھے نہیں جانتے ہیں۔ میرا نام فراز احمد ہے۔ میں آپ کی طرح خیال خوانی کرسکتا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ تم ایک مسلمان ہو۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ اب تک کہاں چھپے ہوئے تھے؟ آج رابطہ کیوں کررہے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''میں اب تک ایک آزاد خیال خوانی کرنے والے کی حیثیت سے زندگی گزارتا رہا۔ آئندہ بھی یہی ارادہ تھا' مگر بدقسمتی سے سیارے والوں کے شکنجے میں آگیا ہوں۔ اب آپ کی مدد چاہتا ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''جب ان کے شکنجے میں آچکے ہو تو اتنی آزادی سے فون پر کس طرح بات کررہے ہو؟ کیا وہ سیارے والے تمہاری باتیں نہیں سن رہے ہیں؟''

اس نے سمورارا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''ہاں۔ سن رہے ہیں۔ ان کے حکم سے ہی اس وقت باتیں کررہا ہوں اور آپ سے کہتا ہوں' پلیز۔ میری مدد کریں۔ کسی آلۂ کار کے ذریعے سیارے والوں سے گفتگو کریں۔ آپ بہت ذہین ہیں' تجربہ کار ہیں۔ ہاری ہوئی بازی جیت لیتے ہیں۔ پلیز۔ کسی طرح مجھے ان کے شکنجے سے نکال لیں۔''

میں نے کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ میرا ایک آلہ کار ابھی تمہارے فون پر اپنی آواز سنائے گا۔ سیارے والوں سے کہو' اس کے دماغ میں آکر مجھ سے بات کریں۔''

میں اپنا فون بند کرکے ایک آلۂ کار کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق فراز سے فون پر رابطہ کیا۔ سمورارا آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گیا۔ پھر بولا۔ ''ہیلو فرہاد علی تیمور! میں گریٹ ایشورارا کا ایک نمائندہ بول رہا ہوں۔''

میں نے پوچھا۔ ''اس نمائندے کا کوئی نام تو ہوگا؟''

وہ ذرا چپ رہا۔ پھر بولا۔ ''نام نہیں بتاؤں گا۔ تم لوگ بڑے خطرناک علوم جانتے ہو۔ کسی کے بھی نام کے حروف گن کر علم الاعداد کے ذریعے اس نام والے تک پہنچ جاتے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''چلو نام نہ بتاؤ' کام بتاؤ؟''

وہ بولا۔ ''تم نے اپنے ایک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کی باتیں سنیں۔ یہ ہمارے شکنجے میں ہے۔ ہم سیارے سے قسم کھا کر آئے ہیں' کسی بھی مسلمان کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یوں سمجھو... اس ٹیلی پیتھی جاننے والے فراز احمد کی زندگی صرف چند ساعتوں کی رہ گئی ہے۔ صرف تم چاہو گے' ہم سے سمجھوتا کروگے تو یہ اپنی طبعی عمر تک زندہ رہ سکے گا۔''

میں نے پوچھا۔ ''تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''وہی ایک مطالبہ ہے۔ سونیا کو ہمارے حوالے کردو اور اس مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کو لے جاؤ۔''

میں نے کہا۔ ''کیسا احمقانہ مطالبہ ہے؟ سونیا بھی مسلمان ہے۔ کیا ہم ایک مسلم خاتون کی قربانی دے کر دوسرے مسلمان کو بچائیں گے؟ اگر کسی ایک مسلمان کو مرنا ہے تو پھر فرزا احمد کو ہی مرنا چاہیے۔''

''مسٹر فرہاد! ہم احمق نہیں ہیں۔ فراز تنہا نہیں مرے گا ہم اسے سوسائڈ جیکٹ پہنا کر نماز کے وقت کسی مسجد میں پہنچا دیں گے۔ وہاں اس کے ساتھ نجانے کتنے نمازی مارے جائیں گے؟''

وہ پھر وہی خودکش حملہ کرنے والی زبردست چال چلنے والا تھا۔

میں نے کہا۔ ''مانتا ہوں' تم بہت ہی زبردست چال چل رہے ہو۔ اسے کہتے ہیں' نہلے پہ دہلا.....''

''باتیں نہ بناؤ۔ یہ بتاؤ' سونیا کو ہمارے حوالے کروگے یا بے شمار نمازیوں کی لاشیں دیکھنا چاہو گے؟''

میں نے کہا۔ ''اپنا موبائل نمبر مجھے بتاؤ۔ اس کے بعد میں تمہارے سوال کا اور تمہارے مطالبے کا جواب دوں گا۔''

''سوری۔ میں اپنا موبائل نمبر تمہیں نہیں بتاؤں گا۔''

''تو میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ اگر یہ چاہتے ہو' ہم آپس میں سمجھوتا کریں اور میں تمہارا مطالبہ پورا کردوں تو اپنا نمبر بتاؤ؟''

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر نمبر بتانے لگا۔ میں نے اسے اپنے موبائل میں سیو کرلیا۔ اس نمبر پر کال کی تو وہ فون اٹینڈ کرتے ہوئے بولا۔ ''ہاں۔ ہاں۔ یقین کرلو... یہ میرا ہی نمبر ہے۔ اب فون بند کردو اور اپنے آلۂ کار کے دماغ میں آکر بات کرو۔''

ہم فون بند کرکے پھر اسی آلۂ کار کے اندر پہنچ گئے۔ اِدھر سونیا کو تمام رپورٹ مل رہی تھی۔ وہ اس ہوٹل کے کمرے میں پہنچ گئی' جہاں فراز احمد بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سلام کرتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

سونیا نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''بہت دنوں بعد تم سے ملاقات ہورہی ہے۔''

اس نے مصافحہ کیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے۔ اس سے پہلے کہ وہ فرش پر گرتا' سونیا نے اسے سنبھال لیا۔ بستر پر لاکر لٹا دیا۔ الپا نے میرے اندر آکر کہا۔ ''پاپا! مما اپنا کام کرچکی ہیں۔''

ادھر سمورارا نے مجھ سے کہا۔ ''ہاں تو مسٹر فرہاد! میں نے اپنا فون نمبر دے دیا۔ اب کیا کہتے ہو؟ میرا مطالبہ پورا کررہے ہو یا نہیں...؟''

میں نے کہا۔ ''اگر مجھے کسی پہلو سے کمزور بناؤ گے' تب مطالبہ کروں گا۔ میرے مسلمان بھائیوں کو اور خصوصاً نمازیوں کو تم سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جاؤ... فراز احمد کے پاس جاکر دیکھو... کیا اسے سوسائڈ جیکٹ پہنا سکتے ہو؟''

وہ دوسرے ہی لمحے میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا فراز کے اندر پہنچا تو اس کا دماغ بے حس تھا۔ پتا چل گیا' وہ بے ہوش ہے۔ خیال خوانی کی لہریں اس پر اثر نہیں کریں گی۔

وہ پھر میرے آلۂ کار کے اندر آکر بولا۔ ''اچھا۔ تو تم نے یہ چال چلی ہے؟''

میں نے پوچھا۔ ''کیا پسند نہیں آئی؟''

اس نے کہا۔ ''اسے کتنی دیر تک بے ہوش رکھو گے؟ ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی تاک میں رہیں گے۔ جیسے ہی وہ ہوش میں آئے گا' اس کے دماغ پر قبضہ جمالیں گے۔ پھر یہ کہ وہ میرا معمول اور تابعدار ہے۔''

''بس آگے نہ بولو۔ کیونکہ تمہارے آگے موت کھڑی ہے۔ تمہارے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہوگا کہ فراز کی طرف توجہ دے سکو۔ میں تمہیں جان بچانے کے لیے صرف دس منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ ٹھیک دس منٹ بعد کوٹھی نمبر جی سیون میں ایک زبردست بم دھماکا ہوگا۔ پھر تمہاری لاش کی چیتھڑے اڑ جائیں گے۔''

وہ ایکدم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اپنے چاروں طرف دیکھتے ہوئے میرے آلۂ کار کے اندر بولا۔ ''تم کیسے جانتے ہو' میں اس کوٹھی میں رہتا ہوں؟ تم... تم خواہ مخواہ بھپکیاں دے رہے ہو۔ یہاں کسی نے بم نہیں رکھا ہے۔ یہاں کسی طرح کی بلاسٹنگ نہیں ہوگی۔''

میں نے کہا۔ ''گھڑی دیکھتے رہو۔ چار منٹ گزر چکے ہیں۔ صرف چھ منٹ رہ گئے ہیں۔ بیوقوف! جب ہم یہ جانتے ہیں' تم کوٹھی نمبر جی سیون میں ہو تو یہ بھی جان لو کہ ہم کس طرح رازداری سے وہاں بم نصب کرسکتے ہیں؟ ابھی تمہیں معلوم ہونے والا ہے۔ مگر افسوس معلوم ہوتے ہی تم اس دنیا سے اٹھ جاؤ گے۔''

وہ بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ اسے چاروں طرف موت دکھائی دے رہی تھی۔ کوٹھی سے نکل کر بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ یہ بھی جانتا تھا کہ باہر موت آسکتی ہے۔ دشمن کھلی جگہ اسے کہیں بھی گولی مار سکتے ہیں۔ فی الحال وہاں ہونے والے بم دھماکے سے خود کو بچانا تھا۔

وہ دوڑتا ہوا کوٹھی سے باہر آیا پھر کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا احاطے سے باہر نکل کر ایک سمت تیز رفتاری سے جانے لگا۔

سونیا اپنی کار میں آکر بیٹھ گئی تھی۔ میں بھی اپنی گاڑی کی اسٹیئرنگ سیٹ پر پہنچ گیا تھا۔ ہم تینوں ایک دوسرے سے دور دور تھے۔ سونیا نہیں جانتی تھی کہ سمورارا کہاں جا رہا ہے؟ جاننے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ اپنی کار کی رفتار بڑھاتی ہوئی سمورارا سے صرف اتنا فاصلہ رکھنے لگی کہ اس کی بو اسے ملتی رہے۔

وہ کہیں بھی پانچ میل کے احاطے میں اس سے دور رہنے کے باوجود یہ معلوم کرسکتی تھی کہ اس کا شکار کہاں جارہا ہے اور جاتے جاتے کہاں تھک ہار کر گرنے والا ہے؟

وہ چاہتی تو تیز رفتاری سے بو سونگھتی ہوئی اس کی شہ رگ تک پہنچ جاتی۔ مگر ہم نے طے کرلیا تھا' اسے دوڑا دوڑا کر اس طرح ماریں گے کہ سیارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں رہ کر اس کی موت کا تماشا دیکھتے رہیں اور وحشت زدہ ہوتے رہیں۔

آج سے پہلے بھی گریٹ ایشورارا کو اور تمام سیارے والوں کو یہ معلوم ہوتا رہا تھا کہ ہم کس قدر خطرناک ہیں؟ کس طرح ناگہانی موت بن کر اچانک ہی روح قبض کرنے پہنچ جاتے ہیں؟

ہم جو سوچ رہے تھے' وہی ہورہا تھا۔ نائب ایشورارا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سب ہی سمورارا کے اندر پہنچ گئے تھے۔ اسے مشورہ دے رہے تھے کہ وہ تیز رفتاری سے ہائی وے پر گاڑی دوڑاتا ہوا دوسرے شہر کا رخ کرے۔ وہاں پہنچ کر کسی بھی فلائٹ میں سیٹ حاصل کرے اور کسی دوسرے ملک میں پہنچ جائے۔

وہ ہائی دے پر تیز رفتاری سے گاڑی دوڑاتا رہا۔ عقب نما آئینے میں دیکھتا رہا۔ تقریباً بیس میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ذرا اطمینان ہوا کہ ہم میں سے کوئی اس کا تعاقب نہیں کررہا ہے۔ آگے سے آنے والی گاڑیاں اور پیچھے سے آکر گزر جانے والی گاڑیاں ثابت کررہی تھیں' موت اب اس کے پیچھے نہیں ہے۔

مزید پانچ کلومیٹر آگے جانے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے ٹاؤن میں رک گیا۔ سڑک کے کنارے گاڑی روک کر ایک دکان سے ٹھنڈی بوتل لے کر پینے لگا۔ پانچ منٹ بعد ہی میری اور سونیا کی گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی ہوئی' اس کی کار کے قریب سے گزرتی ہوئی آگے نکل گئیں۔

سونیا کی کار مجھ سے آگے جا رہی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''اب اسے فون کرو۔''

اس نے نمبر پنچ کیے۔ دوسری طرف موبائل کا بزر بولنے لگا۔ سمورارا نے چونک کر اپنی جیب پر ہاتھ رکھا۔ پھر فون کو نکال کر دیکھا۔ وہ میرا نمبر جانتا تھا۔ لیکن سونیا اپنے موبائل سے کال کر رہی تھی۔

اس نے بٹن دبا کر اسے آن کیا۔ پھر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ ''ہیلو کون....؟''

سونیا نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ پھر کہا۔ ''ٹھنڈی بوتل پی رہے ہو؟''

اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ہاتھ سے بوتل چھوٹ گئی۔ سونیا نے اپنا نام نہیں بتایا تھا۔ مگر اس کے نام سے جو دہشت طاری تھی۔ اس دہشت نے سمجھا دیا کہ تم محفوظ نہیں ہو۔ شہر سے پچیس کلومیٹر دور آنے کے باوجود سونیا کی نظروں میں ہو۔

وہ حواس باختہ سا ہو کر چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھ رہا تھا۔ اس کا ذہن چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا' سونیا نے ابھی تمہیں بوتل پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ تمہارے قریب ہے... بہت قریب ہے۔

-وہ دوڑتا ہوا کار کا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔ سوال پیدا ہوا' کدھر جائے گا؟ جس راستے سے چلا آ رہا تھا اور آگے جہاں جانا تھا' وہاں آگے یا پیچھے کہیں سونیا تھی۔

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ ''نہیں...وہ کہیں آگے یا پیچھے نہیں ہے۔ میرے ساتھ ہے۔ آس پاس کہیں چھپی ہوئی مجھے دیکھ رہی ہے۔''

اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے سوچا۔ ''ابھی پتا چل جائے گا۔ میں راستہ بدل کر جاؤں گا۔ دیکھتا ہوں' وہ میرے آس پاس کہیں ہے یا نہیں؟''

اس ہائی وے سے ایک راستہ دائیں طرف کہیں جاتا تھا۔ اس نے سوچا' کہیں بھی جاتا ہو' جاتا رہے۔ مگر اسے سونیا سے دور لے جاتا رہے۔

ہم نے آگے جا کر ہائی وے کے ایک موڑ پر اپنی گاڑیاں روک دی تھیں۔ پہاڑی ٹیلے کے باعث اس کی نظروں میں نہیں آ رہے تھے۔ وہ راستہ بدل کر جا رہا تھا۔ سونیا نے پھر نمبر پنچ کیے۔

سمورارا کا فون برابر والی سیٹ پر پڑا تھا۔ بزر سنتے ہی وہ ایسے چونک گیا' جیسے سونیا اچانک چھلانگ مار کر اس کی کار میں آ گئی ہو۔ اس کے ہاتھ سے اسٹیئرنگ بہکتے بہکتے رہ گیا۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے پاس والی سیٹ پر پڑے ہوئے موبائل کو کن انکھیوں سے دیکھنے لگا۔

وہ اسے پکارتا جا رہا تھا۔ عقل سمجھا رہی تھی' فون اٹینڈ کرنا چاہیے۔ اس طرح معلوم ہو سکے گا' سونیا اس کے متعلق اور کیا جانتی ہے؟ کیا ابھی اس کے پیچھے آ رہی ہے؟

اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ پیچھے دور تک راستہ ویران تھا۔ وہاں کوئی گاڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔ ہم نے تقریبا چار کلومیٹر کا فاصلہ رکھا تھا۔ اتنی دور سے سونیا کو اس کی بو آسانی سے مل رہی تھی۔ ہم بڑے آرام سے اسی راستے پر چلے جا رہے تھے۔

سمورارا نے آخر فون اٹھا کر کان سے لگایا۔ مگر چپ رہا۔ سونیا نے پوچھا۔ ''کیا بولتی بند ہو گئی ہے؟ اتنے خوفزدہ کیوں ہو؟ تم نے مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے راستہ بدل لیا ہے۔ اب دوسرے راستے پر جا رہے ہو۔''

اس کی ہنسی سنائی دی۔ پھر وہ بولی۔ ''مگر آگے کہاں جاؤ گے؟ اگر کسی شہر میں نہ پہنچے' وہاں تمہیں کوئی فلائٹ نہ ملی' کوئی ہیلی کاپٹر بھی حاصل نہ ہوا تو کیا کرو گے؟ کس طرح ہماری دنیا چھوڑ کر سیارے تک جا سکو گے؟''

اس نے جھنجلاتے ہوئے چیخ کر کہا۔ ''یوشٹ اپ...''

اس نے کار روک دی۔ باہر آ کر دور دور تک دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم کہاں ہو؟ کس طرح مجھے دیکھ رہی ہو؟ اگر دیکھ رہی ہو تو بتاؤ' اس وقت میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں؟''

سونیا نے فون کے ذریعے اس کی کار کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی تھی۔ سمورارا خوفزدہ تھا۔ بری طرح بوکھلایا ہوا تھا۔ اس نے اس طرف توجہ نہیں دی۔

سونیا نے کہا۔ ''تم نے گاڑی روک دی ہے۔ باہر آ کر دور دور تک مجھے متلاشی نظروں سے دیکھ رہے ہو۔ مگر افسوس مجھے تلاش نہیں کر پاؤ گے۔ اب آگے جاؤ۔ میں پھر کسی وقت بات کروں گی۔''

سونیا نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ بری طرح بدحواس ہو گیا تھا۔ چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنا اور سمجھنا چاہتا تھا' آخر وہ کہاں ہے؟ کس طرح اسے دیکھ رہی ہے؟ اسے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ کار ڈرائیو نہیں کر رہا ہے۔ باہر آ کر اسے تلاش کر رہا ہے؟

ہم نے اپنی کاریں روک دی تھیں۔ سونیا کہہ رہی تھی۔ ''اس کی بو کچھ قریب محسوس ہو رہی ہے۔ اس کا مطلب

' وہ ابھی تک کار روکے کھڑا ہے۔ جب آگے بڑھے گا' ہم بھی آگے چلیں گے۔''

میرے اور سونیا کے درمیان بھی کافی فاصلہ تھا۔ ہم ں ایک دوسرے کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ ہمارے درمیان ل خوانی کے ذریعے یا فون کے ذریعے رابطہ قائم سمورارا اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر کے آگے نے لگا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے نائب ایشورارا کو ب کرتے ہوئے کہا۔ ''میں بڑی مصیبت میں ہوں۔ یہ ناک بلا میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہے۔ کسی طرح میری مدد د۔ مجھے اس سے نجات دلاؤ۔''

نائب ایشورارا نے کہا۔ ''پہلے یہ تو بتاؤ' تم کہاں کوٹھی چھوڑتے وقت اتنا ہی کہا تھا کہ سونیا' فرہاد تمہارا پتا نا معلوم کر چکے ہیں اور تم وہاں سے فرار ہو رہے ہو۔''

''میں کوٹھی سے نکل کر ہائی وے پر گیا تھا۔ وہاں سے کسی ے شہر پہنچ کر کسی بھی فلائٹ کے ذریعے یہ ملک چھوڑ دینا تھا۔ مگر وہ میرا تعاقب کر رہی ہے۔''

''کیا تمہارے پاس ہتھیار نہیں ہیں؟ اگر وہ اکیلی ہے تو اس سے مقابلہ نہیں کر سکو گے؟ اسے دور سے گولی نہیں مار گے؟''

سمورارا نے کہا۔ ''تم یقین نہیں کرو گے' وہ نادیدہ بلا نظر نہیں آ رہی ہے۔ میں کس پر گولی چلاؤں گا؟''

''کیا کہہ رہے ہو؟ سونیا نادیدہ کیسے ہو گئی؟''

''کیا بتاؤں' کیسے ہو گئی؟ میں شہر سے پچیس کلومیٹر دور آیا تھا۔ محتاط ہو کر آگے پیچھے دیکھتا رہا تھا۔ پورے یقین کہتا ہوں' سونیا کسی کار میں تعاقب نہیں کر رہی ہے۔ مگر ٹاؤن میں رک کر کولڈ ڈرنک پینے لگا تو تھوڑی دیر بعد ہی نے فون کے ذریعے بتایا' میں فلاں جگہ گاڑی کے ساتھ ا ہوا بوتل پی رہا ہوں۔''

''تعجب ہے' جب وہ تمہارا تعاقب نہیں کر رہی ہے۔ ر دور تک نظر نہیں آ رہی ہے تو پھر تمہارے بارے میں جان لیتی ہے کہ تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو؟''

''یہی بات تو سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ میں وہاں سے بدل کر دوسری سمت جانے لگا تو یہ بات بھی اسے معلوم ۔ پھر میں نے بہت آگے جا کر ایک جگہ کار روک دی۔ ل کر دور دور تک دیکھنے لگا کہ کوئی گاڑی میرے پیچھے ہے یا نہیں؟ ایسے وقت اس نے فون پر بتایا' میں ایک کا ہوا اسے متلاشی نظروں سے دیکھ رہا ہوں۔ لیکن وہ نظر نہیں آئے گی۔''

نائب ایشورارا نے کہا۔ ''امیزنگ... وہ تو جادوئی کمالات دکھا رہی ہے۔''

''جب ہمارا پہلا نائب ایشورارا اس زمین پر آیا تھا' تب سے ہم سن رہے ہیں' سونیا ایک ایسی خطرناک بلا ہے کہ اس سے پیچھا نہیں چھڑایا جا سکتا۔ مرنے کے بعد ہی اس بلا سے نجات ملتی ہے۔''

اس نے سہمی ہوئی نظروں سے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''آج وہ بلا میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔ مجھے ننانوے فیصد اپنی موت کا یقین ہو چکا ہے۔ کوئی اس کی انتقامی کارروائی سے بچ نہیں پاتا۔ صرف ایک ہمارا گریٹ ایشورارا ہے' جو اس کے شکنجے میں آنے سے پہلے ہی یہاں سے فرار ہو کر سیارے میں چلا گیا تھا۔ مگر میں کیسے جاؤں؟ میرے لیے کچھ کرو۔''

''تم اس سے دور جانے کی کوشش کرتے رہو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے کہیں سے بھی ہیلی کاپٹر حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

''کوشش نہ کرو۔ ضرور حاصل کرو۔ میں جہاں سے گزر رہا ہوں' وہاں جلد سے جلد ہیلی کاپٹر پہنچا دو۔ بس یہی ایک فضائی راستہ ہے' جس پر وہ میرے پیچھے نہیں آ سکے گی۔''

سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف ممالک میں پہنچے ہوئے تھے۔ نائب ایشورارا نے ان سب سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ ''تم سب زائر کی پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کے اعلیٰ عہدیداروں کے دماغوں میں پہنچ جاؤ۔ انہیں اپنے زیر اثر لا کر ایک ہیلی کاپٹر حاصل کرنا ہے۔''

وہ انہیں سمورارا کے موجودہ حالات بتانے لگا۔ سب ہی سن رہے تھے' حیران ہو رہے تھے کہ سونیا نظر نہ آنے کے باوجود کس طرح سمورارا کو دہشت زدہ کر رہی ہے اور دوڑاتی چلی جا رہی ہے۔

سمورارا کو بچانے کے لیے جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے زائر کی فلائنگ کمپنی میں پہنچ رہے تھے۔ وہ اس حقیقت کو سمجھ رہے تھے کہ آج تک کوئی سیارے والا سونیا کی نظروں میں آنے کے بعد زندہ نہیں بچا۔ سمورارا کے بچنے کی امید بھی کم تھی۔ پھر بھی وہ کوششیں کر رہے تھے۔

نائب ایشورارا کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے باتیں کر رہا تھا۔ اسے بتا رہا تھا کہ سونیا بڑے ہی عجیب و غریب انداز میں سمورارا کا تعاقب کر رہی

ہے۔ میلوں دور تک نظر نہیں آ رہی ہے۔ اس کے باوجود دیکھ رہی ہے کہ اس کا شکار کن علاقوں سے گزر رہا ہے اور کس سمت جا رہا ہے؟

وہ فوراً ہی اسے دبوچ کر ختم کر سکتی ہے۔ لیکن اسے دوڑا رہی ہے۔ سیّارے والوں کو چیلنج کر رہی ہے کہ وہ ہزار کوششوں کے باوجود اسے بچا نہیں پائیں گے۔

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''جب وہ پیچھے پڑ گئی ہے تو سمورارا کو بچانا ممکن نہیں ہے۔ اگر تم لوگوں نے کسی بھی طرح اسے بچا لیا تو یہ بہت بڑا کمال ہوگا۔''

نائب ایشورارا نے کہا۔ ''ہم اس دنیا میں آ کر عجیب و غریب ناقابلِ فہم قوتوں سے زیر ہو رہے ہیں... اے گریٹ ایشورارا! تُو دیکھ رہا ہے۔ ہم تمام ٹی وی چینلز پر قبضہ جما کر پہلے کی طرح دنیا والوں کو اپنا عقیدت مند بنانا چاہتے تھے۔ مگر اس سلسلے میں بھی ناکام ہو رہے ہیں۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''اور تم لوگ ناکامی کی وجوہات سمجھ نہیں پا رہے ہو۔ آخر وہاں کیا کر رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''کوئی وجہ ہوگی تو سمجھ میں آئے گی۔ سونیا ابھی سمورارا کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ مگر اسے میلوں دور تک دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ کیا دکھائی نہ دینے کی وجہ ہم سمجھ سکتے ہیں؟ نہیں.... ہم کبھی سمجھ نہیں پائیں گے۔ کیونکہ یہ سائنس اور ٹیکنالوجی نہیں ہے۔ مسلمانوں کی روحانی قوتیں ہیں، جو ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''ہر جوڑ کا توڑ ہوتا ہے اور ہر توڑ کو کسی نہ کسی طرح جوڑ دیا جاتا ہے۔ تم سب اس دنیا میں جا کر کیا کر رہے ہو؟ کیا روحانی قوتوں کا توڑ معلوم نہیں کر سکتے؟''

''تُو ہمیں معلوم کرنے کا کوئی ایک راستہ بتا دے۔ پھر ہم کئی راستے نکال لیں گے۔ سونیا جیسی بلا کو بھی زیر کر سکیں گے۔''

''میں سیّارے میں ہوں۔ راستہ اسی دنیا میں رہ کر معلوم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے مسلمانوں کی کمزوریاں تلاش کرو۔ ان کی کوئی بہت بڑی کمزوری ہاتھ آئے گی تو اکابرین کی طرح ہم انہیں بھی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔''

''ہم اپنی سی کوششیں کر رہے ہیں۔ اس وقت اسے سونیا سے بچانے کے لیے ہیلی کاپٹر بھیجنے والے ہیں۔ دیکھتے ہیں اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ بچاؤ کی اتنی زبردست کوشش کرنے کے بعد بھی ناکامی ہوئی تو روحانی قوتوں کو دل و دماغ سے تسلیم کرنا ہوگا۔ جب تک ان قوتوں کا توڑ معلوم نہیں ہوگا، ہم سونیا اور فرہاد کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر گے۔ خاموشی اختیار کر لیں گے۔''

گریٹ ایشورارا اور نائب ایشورارا کے درمیان با ہو رہی تھیں۔ اس کے دوسرے تمام ماتحت زائر کی پرائیو فلائنگ کمپنی کے اعلیٰ عہدیداروں کے اندر پہنچے ہوئے وہاں سے ایک ہیلی کاپٹر لے کر نکلنے والے تھے۔

سمورارا تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کرتا ہوا انجانی کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ بار بار خیال خوانی کے ذریعے رہا تھا۔ ''آخر وہ ہیلی کاپٹر کب تک پہنچے گا؟''

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''ہم پڑوسی زائر میں ہیں۔ جلد سے جلد تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کر گے۔ پھر بھی دو گھنٹے ضرور لگیں گے۔''

''دو گھنٹے میں وہ بلا پتا نہیں کیا کر گزرے گی؟''

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ''جب تک روبرو نہیں آئے، اس وقت تک تمہیں نقصان نہیں پہنچا گی۔ سامنا ہو بھی جائے تو تم ایک مرد ہو۔ اس عورت مقابلہ کر سکتے ہو۔ تمہارے پاس ہتھیار بھی ہے۔ ان حالا میں جو ڈرتے ہیں وہ مرتے ہیں۔ جینا چاہتے ہو تو سونیا کا دل سے نکال دو اور آگے بڑھتے رہو۔''

میں اور سونیا ایک مخصوص رفتار سے اپنی اپنی کار ڈرا کرتے جا رہے تھے۔ ہمارے آس پاس چھوٹے پہاڑی ٹیلے اور گھنے درخت تھے۔ سمورارا آگے جا کر رک تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آگے سے یا پیچھے سے کوئی گا اس کے تعاقب میں آ رہی ہے یا نہیں؟

ہم بھی گھنے درختوں کی چھاؤں میں رک گئے تھے۔ نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے پوچھا۔ ''کیا بھوک رہی ہے؟ میں کچھ اسنیکس اور پانی کی بوتل لے کر چلا تھا تو تمہارے قریب آ جاؤں۔ ہمیں کچھ کھانا پینا اور فریش چاہیے۔''

وہ بولی۔ ''یہ جگہ ایسی ہے کہ ہم گھنے درختوں کے سا میں، ٹیلے کے اور گھنی جھاڑیوں کے پیچھے کار سمیت چھپ ہیں۔ تم چلے آؤ۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔''

میں تقریباً ایک کلومیٹر تک کار دوڑاتا ہوا اس کے پہنچ گیا۔ ہم اپنی اپنی کاریں گھنی جھاڑیوں اور ٹیلوں کے لے آئے۔ وہیں بیٹھ کر کچھ کھانے پینے لگے۔ میں پوچھا۔ ''کیا اس کی بو مل رہی ہے؟''

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ وہ ایک ٹھہرا ہوا ہے۔ جب وہاں سے آگے جائے گا تو اس کی بو

ہوتی چلی جائے گی۔ پھر ہم اس کے تعاقب میں یہاں سے آگے چلیں گے۔''

کھانے پینے کے بعد ہم تھوڑی دیر تک ذرا آرام کرتے رہے۔ سونیا نے کہا۔''سمورارا مطمئن ہے کہ اب اس کا تعاقب نہیں کیا جارہا ہے۔ اسی لیے وہ ایک ہی جگہ ٹھہرا ہوا ہے۔ وہاں رکنے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟''

میں نے کہا۔''اس نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے لوگوں سے رابطہ کیا ہوگا۔ ان سے مدد مانگی ہوگی۔ یقیناً اس کے پاس کسی نہ کسی طرح کی مدد پہنچنے والی ہوگی۔''

سونیا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔''اگر وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے لوگوں سے رابطہ کررہا ہے تو کبھی وہ ان کے دماغوں میں جاتا ہوگا اور کبھی وہ اس کے اندر آتے ہوں گے؟''

میں نے چونک کر کہا۔''او گاڈ! میں تو اس پہلو کو بھول ہی گیا تھا۔ اگر کوئی سمورارا کے اندر بول رہا ہوگا تو ایسے وقت وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرپائے گا اور میں ان کی باتیں سن سکوں گا... جسٹ آ منٹ۔ میں ابھی چیک کرتا ہوں۔''

یہ کہتے ہی میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سمورارا کے اندر پہنچنا چاہا تو کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ اس وقت نائب ایشورارا اس کے اندر آکر بول رہا تھا۔''فکر نہ کرو۔ ہیلی کاپٹر یہاں پہنچنے ہی والا ہے۔ ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔''

سمورارا نے کہا۔''صرف قبضہ جمانے سے کیا ہوتا ہے؟ تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا تابعدار بنانا چاہیے۔ دماغ کو لاک کرنا چاہیے۔ تاکہ سونیا کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہ آسکے۔''

نائب ایشورارا نے کہا۔''اتنی جلدی یہ ممکن نہیں ہے۔ پائلٹ کو تنویمی عمل کے ذریعے معمول اور تابعدار بنانے میں کم از کم ایک گھنٹا صرف ہوتا۔ پھر وہاں پرائیویٹ کمپنی میں کہیں تنہائی نہیں تھی کہ اسے آرام سے ٹرانس میں لایا جاتا اور عمل کیا جاتا۔ پلیز۔ بحث نہ کرو۔ یہ دیکھو' ہم نے کتنی جلدی ایک ہیلی کاپٹر حاصل کیا ہے اور تمہیں یہاں سے لے جانے والے ہیں۔''

سمورارا نے کہا۔''میں اپنے اطمینان کے لیے پائلٹ کی آواز سن کر اس کے اندر جانا چاہتا ہوں۔ جب وہ یہاں آئے گا تو ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے سے پہلے اس کے دماغ پر

قبضہ جمالوں گا۔ اطمینان حاصل کروں گا۔ فرار کے لیے فضا
راستہ اختیار کروں گا۔''

''بیشک تمہیں اطمینان حاصل کرنا چاہیے۔ میرے ا
آؤ۔ میں تمہیں پائلٹ کے اندر پہنچا رہا ہوں۔''

وہ اس کے اندر پہنچا تو میں بھی نائب ایشورارا کے ا
پہنچ گیا۔ چونکہ سمورارا کی سوچ کی لہریں وہاں موجود تھیں
اس لیے وہ مجھے محسوس نہ کرسکا۔ میں ان کے ذریعے پائلٹ
کے اندر پہنچ گیا۔

وہ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا چلا آرہا تھا۔ پائلٹ کی سوچ
بتایا' وہ آدھے گھنٹے کے اندر مطلوبہ مقام پر پہنچنے
ہے۔ میں نے الپا سے کہا۔''فوراً ٹیلی پیتھی جاننے والوں
میرے اندر بلاؤ۔''

وہ سب ایک منٹ کے اندر میرے پاس
آئے۔ میں نے کہا۔''اس پائلٹ کے اندر موجود رہو۔
ضروری ہوگا تو تم سب کو مل کر اس کے دماغ پر قبضہ
ہوگا۔ ابھی انہیں ہماری موجودگی کا پتا نہیں چلنا چاہیے۔''

میں دماغی طور پر سونیا کے پاس حاضر ہو کر مسکرا
لگا۔ وہ جواباً مسکراتے ہوئے بولی۔''کیا بات ہے' بڑھا
میں کھل رہے ہو؟''

میں نے کہا۔''خبردار! اولاد کے سامنے بوڑھا کہو' کو
بات نہیں۔ تنہائی میں ہرگز ایسا نہ کہنا۔''

''کہوں گی تو کیا ہوجائے گا؟''

''شیر کو جگاؤ گی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔
تمہیں منظور ہے؟''

وہ سر جھٹک کر بولی۔''اچھا بس رہنے دو۔ کام کی با
کرو۔''

میں کام کی باتیں سنانے لگا۔ وہ سننے کے بعد بڑے
سے بولی۔''اگر میں اشارہ نہ دیتی تو تم ٹیلی پیتھی کے ذر
سمورارا کے اندر نہ جاتے' اگر نہ جاتے تو اتنی بڑی کامیا
حاصل نہ ہوتی۔''

''یعنی تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ فرہاد علی تیمور تمہار
اشاروں پر چلتے ہوئے کامیابیاں حاصل کرتا ہے؟''

''اور نہیں تو کیا... ساری دنیا سے پوچھ لو۔ یہ جو ہما
داستان شائع ہوتی رہتی ہے۔ اسے پڑھنے والے قار
سے پوچھ لو' سب یہی کہیں گے' تم سے زیادہ میرے نام کا ا
بجتا رہتا ہے۔''

میں نے سر کھجا کر مسکراتے ہوئے کہا۔''عورت کو خو
رکھنے سے گھر جنت کا نمونہ بنتا ہے۔ چلو تم خوش رہو۔ سا

دنیا سے پوچھ لو' سب یہی کہیں گے' عورت کو خوش رکھ کر مرد
اپنی خیر مناتا ہے۔''

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ ایسے وقت الپا نے آکر
کہا۔''مما! سمورارا ہیلی کاپٹر میں سوار ہو رہا ہے۔''

الپا نے مجھے بھی یہ بات بتائی۔ میں فوراً ہی خیال خوانی
کے ذریعے پائلٹ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ فور سیٹر ہیلی کاپٹر
تھا۔ اس وقت فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ سمورارا پچھلی سیٹ پر تنہا
بیٹھا ہوا تھا۔ سیارے کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس
کے اور پائلٹ کے اندر موجود تھے۔ میرے بھی چھ خیال خوانی
کرنے والے وہاں تھے۔ ساتواں میں تھا۔ میں نے انہیں
سمجھایا۔''پائلٹ کے دماغ پر بڑی خاموشی سے قبضہ جما کر
اسے سمندر کی طرف لے چلو۔''

سیارے والوں کا خیال تھا' ہمیں ہیلی کاپٹر کے سلسلے میں
کچھ معلوم نہیں ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ لوگ کس طرح
سمورارا کو ہیلی کاپٹر میں لے جارہے ہیں؟ دیکھا جائے تو وہ
درست سوچ رہے تھے۔ ہمیں اس سلسلے میں اتفاقاً معلوم ہوا
تھا۔ مصیبت میں گرفتار رہنے والا سمورارا بخیریت ہیلی کاپٹر
میں پہنچ گیا تھا اور وہاں سے پرواز کرتا جارہا تھا۔ اس لیے
سب مطمئن تھے۔ کسی نے توجہ نہیں دی کہ ہیلی کاپٹر سمت بدل
کر جارہا ہے۔

میں نے الپا سے کہا۔''اب تم سونیا کے لب و لہجے میں
سمورارا سے باتیں کرو۔''

وہ بولی۔''آل رائٹ پاپا! جب آپ کہیں گے' میں
شروع ہوجاؤں گی۔''

جب وہ ہیلی کاپٹر سمندر کے ساحل پر پہنچا اور پھر گہرے
پانیوں کے اوپر پرواز کرنے لگا تو ایک سیارے والے نے
سمورارا سے کہا۔''زائر سے آتے وقت راستے میں کہیں
سمندر نہیں پڑا تھا۔ یہ ہیلی کاپٹر کدھر جارہا ہے؟''

الپا بھی اس کے اندر موجود تھی۔ اس نے میری مرضی
کے مطابق کہا۔''ہیلو سمورارا! کیا مجھے آواز اور لب و لہجے سے
پہچان رہے ہو؟''

وہ ایکدم سے سہم کر بولا۔''تم... تم سونیا ہو؟ مگر... مگر تم
ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو؟ میرے دماغ میں کیسے بول رہی
ہو؟''

اس نے کہا۔''تمہارا آخری وقت آچکا ہے۔ اس لیے
یہ راز بتانے آئی ہوں کہ میں ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہوں۔ تب
ہی تمہارے اندر بول رہی ہوں۔ اِدھر میں ہوں' اُدھر پائلٹ
کے اندر فرہاد ہے۔ نیچے دیکھو گہرا سمندر تمہیں پکار رہا ہے۔''

تھوڑی دیر میں نائب ایشورارا نے سمورارا کے اندر پہنچ کر کہا۔''سمورارا! فکر نہ کرو۔ ہم سب تمہاری حفاظت کے لیے یہاں موجود ہیں۔''

میں نے پائلٹ کی زبان سے کہا۔''ہاں اور اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو' اس پائلٹ کے دماغ پر مضبوطی سے قبضہ جمالیں۔ پھر بھی یہ سمندر میں جائے گا۔''

یہ کہتے ہی میں نے پائلٹ کے ذریعے پمپنگ پیدا کی ہیلی کاپٹر ایک جھٹکے سے بڑی تیزی کے ساتھ چار سو فٹ نیچے آیا پھر رک کر اپنی سطح سے بلند ہوکر پرواز کرنے لگا۔ یہ ایک جھٹکا کافی تھا۔ سمورارا' نائب ایشورارا اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پریشان ہوگئے۔ وہ سب مل کر پوری طرح پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما رہے تھے۔

میں نے کہا۔''نائب ایشورارا! یہ تمہاری مجبوری ہے۔ تم لوگوں کو صرف پائلٹ ہی نہیں سمورارا کے دماغ میں بھی رہنا پڑے گا۔ نہیں رہو گے تو اس کی شامت آجائے گی اور رہو گے' تب بھی اس طرح شامت آرہی ہے یہ دیکھو....!''

یہ کہتے ہی میں نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ سیٹ بیلٹ سے بندھا ہوا تھا۔ چیخیں مار کر اسی سیٹ پر تڑپنے لگا۔ تمام ساتھی اسے سنبھالنے لگے۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو تھپکنے لگے۔

میں نے کہا۔''اسے آرام نہ پہنچاؤ۔ اس کے دماغ سے نکل جاؤ۔ ورنہ جانتے ہو' کیا ہوگا؟''

میں نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پھر چیخیں مار کر تڑپنے لگا۔ نائب ایشورارا نے پائلٹ کی زبان سے چیخ کر کہا۔''فرہاد! رک جاؤ۔ سمورارا کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ ہم سے سمجھوتا کرو۔''

میں نے کہا۔''سمجھوتا کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ تم سب سمورارا کے دماغ سے نکل جاؤ۔ میں کسی کو اس کے اندر دیکھوں گا تو تیسرے زلزلے میں اس کا کام تمام کردوں گا۔''

وہ بولا۔''اچھی بات ہے۔ ہم میں سے کوئی سمورارا کے پاس نہیں جائے گا۔ تم پائلٹ کے اندر آکر ہم سے بات کرو۔''

سمورارا دماغی تکلیف برداشت کررہا تھا اور میری مرضی کے مطابق سیٹ بیلٹ کھول رہا تھا۔ میں نے الپا کو سمجھا دیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے؟ میں پائلٹ کے اندر نائب ایشورارا سے باتیں کرنے لگا۔

وہ کہہ رہا تھا۔''سمورارا کی جان نہ لو۔ اسے معاف

کردو۔ ہم آج ہی اس کے ساتھ یہ دنیا چھوڑ کر سیارے میں چلے جائیں گے۔“

میں نے کہا۔ ”کیا مجھے نادان بچہ سمجھتے ہو؟ تم سب کتے کی دُم ہو‘ ہمیشہ ٹیڑھے رہو گے۔ ہم بار بار تمہیں بھگاتے رہیں گے اور تم مرنے کے لیے یہاں آتے رہو گے۔“

”اس بار ہم وعدہ کرتے ہیں‘ جائیں گے تو واپس نہیں آئیں گے۔“

الپا نے سمورارا کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ سیٹ بیلٹ سے آزاد ہو کر گھٹنوں کے بل رینگتا ہوا دروازے کے پاس آیا‘ پھر الپا کی مرضی کے مطابق چیخ کر بولا۔ ”نائب ایشورارا! مذاکرات بند کردے۔ قصہ ختم ہوچکا ہے۔“

یہ کہتے ہی اس نے دروازہ کھول کر چھلانگ لگادی۔ اس کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ بلندی سے گرتا ہوا نیچے گہرے پانیوں میں جاکر غرق ہوگیا تھا۔

ہیلی کاپٹر فضا کی بلندی میں ڈگمگا رہا تھا۔ دروازہ کھلنے کے باعث اندر ہوا کا دباؤ بڑھ گیا تھا۔ ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پائلٹ کے اندر قوت اور حوصلہ پیدا کیا۔ اس نے اپنی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے دوسری طرف جھک کر دروازے کو بند کیا۔ اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر کی پرواز نارمل ہونے لگی۔ وہ فضا میں بلند ہوتا ہوا‘ وہاں سے پرواز کرتا ہوا ساحل کی طرف جانے لگا۔

کبریا‘ سونیا کے اندر آکر اسے بتانے لگا کہ کس طرح سمورارا کا کام تمام کیا گیا ہے؟ ادھر الپا نے میرے پاس آکر کہا۔ ”پاپا! میں نے سمورارا کے اندر رہ کر نائب ایشورارا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے فون نمبرز معلوم کیے ہیں۔ انہیں اپنے پاس سیو کرلیا ہے۔ آپ بھی نوٹ کرلیں۔“

اس نے مجھے تمام نمبرز بتائے۔ میں نے انہیں سیو کرنے کے بعد نائب ایشورارا سے رابطہ کیا۔ وہ میری آواز سنتے ہی پریشان ہوکر بولا۔ ”کوئی دشمن اپنی کمزوری کا اعتراف نہیں کرتا۔ میں کررہا ہوں۔ تم نے اور سونیا نے ہمیں ہلاکر رکھ دیا ہے۔ اب میرے پاس کیا لینے آئے ہو؟“

”تم ہماری دنیا میں بہت کچھ لینے آئے ہو۔ کیا ہم تم سے کچھ نہیں لیں گے؟ یونہی چھوڑ دیں گے؟“

”یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے‘ تم دونوں ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑو گے۔“

”اپنے گھر سے نکل کر دوسروں کے گھروں میں آکر تباہی مچانے والوں کے مقدر میں تباہی لکھی ہوتی ہے۔“

”تم لوگ ہر پندرہ بیس گھنٹوں بعد ہم میں سے کسی نہ کسی کی شہ رگ تک پہنچ جاتے ہو۔ یہ بات ہمارے لیے ناقابلِ فہم ہے‘ تم کس طرح ہمارا پتا ٹھکانا معلوم کرلیتے ہو؟ کیا تمہارے پاس جاسوسی آلات ہیں یا روحانی قوتوں کے ذریعے ناممکن کو ممکن بنادیتے ہو؟“

میں نے کہا۔ ”ہمارا طریقہ کار تمہارے لیے ناقابلِ فہم ہے... ناقابلِ فہم ہی رہے گا۔ اگلے پندرہ بیس گھنٹوں تک انتظار کرو اور دیکھو... ہم‘ تم میں سے کس کی موت بن کر پہنچ رہے ہیں؟“

اس کی آواز اور لہجے سے پتا چل رہا تھا‘ وہ بری طرح سہما ہوا ہے۔ اس نے کہا۔ ”کیا عارضی طور پر دشمنی بھول کر ہمیں سیارے میں واپس جانے کی مہلت دوگے؟“

”وہی پندرہ بیس گھنٹوں کی مہلت ہے۔ ہمارے اگلے حملے سے پہلے یہ زمین چھوڑ کر اپنے سیارے میں چلے جاؤ گے تو وہاں طبعی عمر جی لوگے۔“

”ہماری یہی کوشش ہوگی۔ ہم پندرہ گھنٹوں کے اندر اندر یہاں سے چلے جائیں گے۔“

اس نے کال منقطع کردی۔ پھر گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرتے ہوئے کمیونیکیٹنگ مشین پر تحریر کے ذریعے کہنے لگا۔ ”اے گریٹ ایشورارا! تُو اس دنیا پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ یہاں تو قدم قدم پر موت ہے۔ زندگی پھڑپھڑا کر دم توڑ دیتی ہے۔ ہم میں سے جو بھی یہاں قدم رکھتا ہے۔ موت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ تیری اطلاع کے لیے عرض ہے‘ سونیا اور فرہاد نے سمورارا کو بھی سمندر میں ڈبو کر مار ڈالا ہے۔“

گریٹ ایشورارا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”تم بہت بری اور بہت ہی تشویشناک خبر سنا رہے ہو۔“

”پچھلے پانچ برسوں میں ہمارے بے شمار جاں نثار اس دنیا میں آتے رہے اور مرتے رہے۔ آنے والوں کی تعداد کتنی ہوچکی ہے‘ یہ تُو اچھی طرح جانتا ہے۔ آئندہ بھی یہی ہونے والا ہے۔ کیا تُو سیارے میں بیٹھا ہماری موت کی خبریں سنتا رہے گا؟“

وہ بولا۔ ”ہم بہت نقصان اٹھا رہے ہیں۔ میں نہیں چاہوں گا‘ تم میں سے کسی کی جان جائے۔ میری فورکاسٹ کرنے والی مشین نے کئی بار سمجھایا ہے کہ روحانی عمل کرنے والوں سے ٹکرانا تو بہت دور کی بات ہے۔ ان کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔ اگر ہم ان سے کتراتے رہیں گے تو بڑی حد تک اس زمین پر کامیابیاں حاصل کرتے رہیں گے۔“

”تمہاری فورکاسٹ کرنے والی مشین درست کہتی

ہے۔ جب تک ہم یورپ اور امریکا کے اکابرین سے ٹکراتے رہے‘ روحانی علوم جاننے والوں سے کتراتے رہے‘ تب تک ہمیں کامیابیاں نصیب ہوتی رہیں۔ ہم آئندہ بھی اپنی سلامتی کے لیے ایسا کرسکتے ہیں۔“

”میں ابھی اپنی مشین سے مشورہ طلب کروں گا۔ پھر ان کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ فی الحال مسلمانوں سے دور رہو۔ انہیں کسی طرح کا نقصان نہ پہنچاؤ۔ ورنہ خود نقصان اٹھاؤ گے۔“

”اس کے باوجود سونیا اور فرہاد پندرہ گھنٹے کے اندر ہم میں سے کسی کی شہ رگ تک پہنچ جائیں گے۔“

”اپنی اپنی جگہ بدل دو۔ اپنے موبائل فون پھینک دو۔ فون کے ذریعے رابطے نہ کرو۔ کسی کو اپنی آواز نہ سناؤ۔ اپنے تمام ماتحتوں سے خیال خوانی کے ذریعے بات کرو۔ اس طرح گم ہوکر دیکھو‘ وہ تم میں سے کسی کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کرسکیں گے۔ میں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔“

ان کے درمیان ہونے والی گفتگو فی الحال ختم ہوگئی۔ الپا نے ان کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے فون نمبرز نوٹ کرائے تھے۔ میں نے ایک سیارے والے سے رابطہ کرکے پوچھا۔ ”کیا تم مجھے آواز اور لب و لہجے سے پہچان سکتے ہو؟“

وہ سہمے ہوئے انداز میں بولا۔ ”فرہاد صاحب! ہم سیارے میں آپ کی تصویریں دیکھتے اور آواز سنتے رہے ہیں۔ آپ کو اور سونیا کو اپنی زندگی کی آخری سانس سمجھتے ہیں۔ آپ لوگوں کے آتے ہی اس آخری سانس کے بعد کوئی دوسری سانس نہیں آتی۔“

”ہمارے آنے سے پہلے سیارے میں واپس جاؤ گے تو سانسیں بحال رہیں گی۔“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ”میں سیارے میں جانا نہیں چاہتا۔ یہ دنیا بہت خوبصورت ہے۔ ہم دیکھتے آرہے ہیں‘ جو آپ کا تابعدار بن جاتا ہے۔ اسے معافی مل جاتی ہے۔ اس کے خلاف کبھی کوئی کارروائی نہیں کی جاتی۔ اسے دنیا میں رہنے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ کیا آپ میرے ساتھ ایسی مہربانی کرسکتے ہیں؟“

میں نے پوچھا۔ ”کیا میرے وفادار بن کر رہنا چاہتے ہو؟“

وہ جلدی سے بولا۔ ”میرے دماغ کے دروازے کھلے ہیں۔ پلیز۔ آپ میرے اندر آجائیں۔“

میں فون بند کرکے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ”مجھے کسی بھی طرح آزمالیں۔ میں اس دنیا میں رہنے کے لیے ساری عمر آپ کا وفادار بن کر رہوں گا۔ اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح آپ کا دین بھی قبول کرلوں گا۔“

”میرے وفادار بن کر رہنا چاہتے ہو تو بتاؤ‘ تمہارے دوسرے ساتھی کہاں ہیں؟ تم ان میں سے کتنوں کے پتے ٹھکانے جانتے ہو؟“

”آپ میرے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرسکتے ہو گریٹ ایشورارا نے سختی سے حکم دیا تھا‘ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کا پتا ٹھکانا معلوم نہ کرے۔ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھیں یا فون کے ذریعے مطلوبہ افراد سے باتیں کرتے رہیں۔ مگر ایک دوسرے سے ہرگز نہ ملیں۔“

”ہماری دنیا بہت وسیع ہے۔ ہم یہاں آنے والوں کو گلے لگاسکتے ہیں۔ لیکن گلا کاٹنے والوں کو کبھی معاف نہیں کرسکتے۔ سونیا بھی خواہ مخواہ تمہاری زندگیوں سے کھیلنا نہیں چاہتی۔ تمہارے ساتھیوں میں اور کتنے ایسے ہیں‘ جو سلامتی سے اس دنیا میں رہنا چاہتے ہیں؟“

”میں ایسے پانچ ساتھیوں کو جانتا ہوں‘ جو آپ لوگوں سے بری طرح خوفزدہ ہیں۔ یہ اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ اس دنیا میں رہنے کے لیے آپ کا وفادار بن کر رہنا لازمی ہے۔“

”مجھے ان کے پاس پہنچاؤ۔“

وہ خیال خوانی کے ذریعے باری باری ان سے رابطہ کرنے لگا اور مجھے ان کے پاس پہنچانے لگا۔ وہ سب ہی مجھ سے باتیں کررہے تھے اور دل کی گہرائیوں سے مسرتوں کا اظہار کررہے تھے۔ وہ سب ہی دینِ اسلام قبول کرکے اس دنیا میں رہنے کے آرزومند تھے۔

میں نے ان سے کہا۔ ”تم سب جس جس ملک میں ہو‘ وہاں سے پہلی فلائٹ میں سیٹ حاصل کرکے پیرس پہنچ جاؤ۔ وہاں تمہارا استقبال کرنے اور تمہیں باباصاحب کے ادارے تک لے جانے کے لیے گاڑیاں موجود رہیں گی۔“

انہیں ایسا لگ رہا تھا‘ جیسے مرتے مرتے نئی زندگی مل رہی ہے۔ وہ جہاں بھی تھے‘ وہاں سے اپنا اپنا سفری بیگ اٹھا کر ائیرپورٹ کی طرف جانے لگے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نائب ایشورارا سے رابطہ کرکے کہنے لگے۔ ”ہم نے زندہ سلامت رہنے کا راستہ ڈھونڈ لیا ہے۔ اب اسی راستے پر جارہے ہیں۔ آج کے بعد ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔“

اس نے پوچھا۔ ”آخر تم کہاں جارہے ہو؟“

ایک نے جواب دیا۔ ”یہاں تم نے دیکھا ہوگا‘ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے روبرو آتا ہے تو اسے السلام علیکم کہتا ہے۔ اس کے معنی ہیں‘ تم پر سلامتی ہو۔ دوسرا مسلمان

جواباً کہتا ہے۔ وعلیکم السلام یعنی' تم پر بھی سلامتی ہو۔ یہ دین سلامتی دینے والا ہے۔ صرف زبان سے ہی نہیں' عمل سے بھی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اب سے چند گھنٹوں بعد ہمیں بابا صاحب کے ادارے میں پناہ مل جائے گی۔ تم تنہا بیٹھے سوچتے رہو۔ عقل سے سوچو گے تو تمہیں بھی سلامتی مل سکتی ہے۔"

چھ ماتحتوں نے باری باری اس سے رابطہ کیا تھا اور یہی باتیں کہی تھیں۔ اس نے جواباً کچھ کہنے کے لیے ان کے اندر جانا چاہا تو انہوں نے سانس روک لی۔ اس کے لیے اپنے دماغوں کے دروازے بند کر دیے۔

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ابھی چند ماتحت اور تھے مگر اسے یوں لگ رہا تھا' جیسے اتنی بڑی دنیا میں تنہا رہ گیا ہے۔ یہ ہیبت تو پہلے سے طاری تھی کہ سیارے میں واپس نہیں جائے گا تو موت لازمی ہوگی۔ ایسے وقت گریٹ ایشورارا نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے رابطہ کیا۔

اس سے کہا۔ "ابھی برین ماسٹر نے سونیا کے متعلق نیا انکشاف کیا ہے۔ تم سب یہ سمجھ رہے تھے کہ سونیا اور فرہاد روحانی علم اور روحانی قوتوں کے ذریعے تم لوگوں کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ مگر ایسا نہیں ہے۔"

کمیونیکیٹنگ مشین کی ننھی اسکرین پر تحریر ابھر رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ماسٹر نے بتایا ہے' سونیا قدرتی طور پر سونگھنے کی غیر معمولی حس رکھتی ہے۔ میلوں دور کوئی دشمن کہیں چھپا ہو تو اس کی بو پا لیتی ہے۔ اس طرح اس کی گردن دبوچنے پہنچ جاتی ہے۔"

"سونیا کے پاس روحانی قوت ہو یا نہ ہو۔ وہ ہم لوگوں تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ہم اسے اپنی طرف آنے سے روک نہیں پائیں گے۔"

"برین ماسٹر نے عارضی طور پر بچاؤ کی تدبیر بتائی ہے۔ اگر تم سب دن رات اپنے لباس بدل کر پرفیوم اسپرے کرتے رہو تو تمہارے بدن کی قدرتی بو چھپ جائے گی۔ پرفیوم کی مہک کے باعث وہ تمہارا سراغ نہیں لگا سکے گی۔"

"یہ کیسے معلوم ہوگا' وہ کب ہم پر حملہ کرنے آرہی ہے؟ اگر معلوم ہو بھی جائے گا تو ہم اس سے بچنے کے لیے کہاں بھاگتے رہیں گے' جہاں جہاں جاتے رہیں گے کیا وہاں پرفیوم میں نہاتے رہیں گے؟"

وہ غصے سے بولا۔ "بکواس مت کرو۔ جو حکم دے رہا ہوں۔ اس پر عمل کرو۔"

"سوری گریٹ ایشورارا! میں سلامتی کے راستے پر جارہا ہوں۔ اس راستے پر چلنے کے لیے تیرا ساتھ چھوڑنا ضروری ہے۔ اب سے چوبیس گھنٹے پہلے چنگارارا کے تین ماتحتوں نے دینِ اسلام قبول کیا تھا۔ چند گھنٹوں بعد میرے چھ ماتحت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے والے ہیں۔ میری بھی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ میں بھی اُدھر جارہا ہوں۔ ہمیشہ کے لیے... گڈ بائی۔"

اس نے رابطہ ختم کر کے کمیونیکیٹنگ مشین کو آف کر دیا۔ وہ اس وقت پیرس میں تھا۔ اپنا سفری بیگ اٹھا کر کار ڈرائیو کرتا ہوا بابا صاحب کے ادارے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے اس سلسلے میں مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ سیدھا ادارے کے دروازے پر پہنچ کر گھٹنے ٹیک کر سر جھکا کر بیٹھ گیا تھا۔

سیکورٹی گارڈ نے انچارج کو اطلاع دی۔ "باہر ایک شخص سر جھکائے زمین پر دو زانو بیٹھا ہے۔ کچھ بولتا نہیں ہے۔"

ایسے وقت اعلیٰ حضرت نے انچارج سے کہا۔ "وہ شخص ایمان لانے سے پہلے ہی ایمان والا بن چکا ہے۔ اسے اندر آنے دو اور بڑی عزت و احترام سے نومسلموں میں شامل کر لو۔"

اب وہ نائب ایشورارا نہیں رہا تھا۔ اس نومسلم کے لیے بابا صاحب کے ادارے کا دروازہ کھل گیا تھا۔

☆☆☆

یوں لگ رہا تھا' جیسے دن رات کی محنت کے بعد ہمیں عیش و آرام کے لیے چھٹی مل گئی ہے۔ سیارے والوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا یا وہ ہماری دنیا سے چلے گئے تھے۔ ہمیں سکھ چین سے رہنے کے لیے چھوڑ گئے تھے۔ کہیں سے کوئی شیطانی تحریک نہیں ابھر رہی تھی۔

اب سے پہلے بھی ایسا کئی بار ہو چکا تھا۔ وہ ہم سے مات کھا کر سیارے میں چلے گئے تھے۔ پھر کبھی مہینوں اور کبھی برسوں کے بعد واپس آئے تھے۔ اس بار واپس آنے والے تھے یا نہیں...؟ ہم نہیں جانتے تھے' صرف خدا ہی جانتا تھا۔

گریٹ ایشورارا نے ہماری دنیا کے لوگوں کو ہڈ حرام بنا کر عیش و عشرت میں مست رہنے کا عادی بنا دیا تھا۔ پچھلے کئی مہینوں سے ایسے نکھے لوگوں کا محاسبہ ہو رہا تھا۔ انہیں پھر سے محنت و مشقت کرنے اور ہنرمند بننے پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ معمول کے مطابق زندگی گزارنے کی طرف مائل ہو رہے تھے۔

یکے بعد دیگرے کئی ماہ گزر گئے تھے۔ یقین ہو رہا تھا' ہماری دنیا میں امن و امان قائم ہو چکا ہے۔ کوئی بڑا حادثہ' کوئی المناک واقعہ پیش نہیں آرہا تھا۔ یورپ اور امریکا کے اکابرین کہہ رہے تھے۔ "بیشک' مسلمانوں نے سیارے والوں کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا ہے۔ مگر ہمارے ریڈارز نے اور حساس جاسوسی آلات نے ان کی واپسی کا راستہ روک رکھا ہے۔ اسی لیے اب وہ ہماری دنیا میں کبھی نہیں آئیں گے۔"

وہ اپنے تمام میڈیاز کے اور تمام ٹی وی چینلز کے ذریعے ایسی باتیں اس انداز سے کہہ رہے تھے' جیسے دشمنوں کو یہاں سے بھگانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ بڑی بات یہ تھی کہ ان کے سائنسدانوں نے' فوجی ماہرین نے' ریڈارز اور حساس آلات نے سیارے والوں کا راستہ ہمیشہ کے لیے روک دیا تھا۔ اس طرح وہ تمام دنیا والوں پر احسان کر رہے تھے' یہ جتا رہے تھے کہ ان کی کوششوں سے امن و امان قائم ہو چکا ہے۔

وہ خود کو مسلمانوں سے برتر بنائے رکھنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے تھے۔ تحریر و تقریر کے ذریعے اور تمام میڈیاز کے ذریعے وہ گریٹ ایشورارا کا ذکر کر رہے تھے۔ دستاویزی فلموں کے ذریعے یہ ثابت کر رہے تھے کہ انہوں نے سیارے والوں سے جنگ لڑتے ہوئے جانی و مالی نقصانات اٹھائے ہیں۔

اکابرین کے بیوی بچے' حکومت اور آرمی کے اعلیٰ عہدیدار اپنی قیمتی جانیں گنوا چکے ہیں۔ ان کی سائنسی تجربہ گاہیں اور اہم تنصیبات تباہ ہو چکی ہیں۔ ایسے ناقابلِ برداشت نقصانات اٹھانے کے باوجود انہوں نے سیارے والوں کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ اپنی دنیا میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے انہیں یہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کرتے رہے۔

وہ ہر طرح سے یہ ثابت کرنے کی کوششیں کر رہے تھے کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے سب سے زیادہ نقصانات اٹھائے ہیں۔ ایسے وقت مسلمان خاموش تماشائی بنے رہے۔ انہوں نے سیارے والوں کی طرف سے کوئی جانی و مالی نقصان نہیں اٹھایا ہے۔

میں نے اکابرین سے کہا۔ "دس ماہ گزر چکے ہیں۔ سیارے والوں نے چپ سادھ لی ہے۔ ایسا لگتا ہے' اب وہ ہماری دنیا کا رخ نہیں کریں گے۔ جب ان کی طرف سے خطرہ ٹل گیا ہے تو تم پھر اپنی پرانی روش پر آرہے ہو۔"

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ "قرآن مجید میں واضح طور پر کہا گیا ہے... یہود و نصارا کبھی مسلمانوں کے ساتھ امن و سلامتی سے نہیں رہیں گے۔ تم چودہ سو سالوں سے تاریخ کے ہر اہم موڑ پر مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے آئے ہو۔ آج پھر دھیمی دھیمی سی اشتعال انگیزی شروع کر چکے ہو۔ یہ چاہتے ہو' ہم مشتعل ہو کر جوش و جنون میں انتقامی کارروائی کریں۔ اس طرح تمہیں یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ مسلمانوں نے پھر دہشت گردی شروع کر دی ہے۔"

اکابرین میں سے ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ہم مسلمانوں کے خلاف کوئی ایسی بات نہیں کر رہے ہیں۔ جو حقیقت ہے' وہی بیان کر رہے ہیں۔ سیارے والوں کی طرف سے کبھی تمہیں اک ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچا۔ جبکہ ہم اور ہمارے اہم افراد ہمیشہ جانی و مالی قربانی دیتے آئے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اتنی بڑی بڑی قربانیاں دے رہے ہو تو امن و امان قائم رہنے دو۔ کیوں خواہ مخواہ ہمارے خلاف باتیں بنا رہے ہو؟"

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہم کہہ چکے ہیں' جو حقیقت ہے' وہی بیان کر رہے ہیں۔ دنیا والوں کو تاریخی حقائق کا علم ہونا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے' ہم مسلمانوں کو اس دنیا میں عزت آبرو سے دینی احکامات کے مطابق زندہ رہنے اور اپنے دین کو قائم رکھنے کے لیے بھرپور طاقت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ ماضی میں ہم نے جب بھی اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا تو تم نے گھٹنے ٹیک دیے' معافیاں مانگیں' سودے بازیاں کیں' سمجھوتے اور معاہدے کیے' جب برا وقت ٹل گیا تو پھر اپنی شیطانی روش پر چل پڑے۔ آج بھی یہی کر رہے ہو۔"

اکابرین میں سے ایک نے پوچھا۔ "کیا ہمیں چیلنج کرنے آئے ہو؟"

میں نے کہا۔ "ابھی تو سمجھانے آیا ہوں' دوستی نہیں رکھ سکتے تو دشمنی بھی نہ کرو۔ ہمارے خلاف کوئی پروپیگنڈا نہ کرو۔ مسلمان دہشت گرد ہیں یا نہیں؟ یہ دنیا والے دیکھتے رہیں گے اور اپنی عقل سے سمجھتے رہیں گے۔ تم منفی انداز میں ہمارے خلاف تشہیری مہم چلاتے رہو گے تو اس بار فیصلہ کن جنگ چھڑ جائے گی اور اس جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔"

میں نے انہیں سمجھایا' دھمکیاں بھی دیں۔ پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میرے اور اکابرین کے درمیان جو باتیں ہوتی رہی تھیں' انہیں الپا سنتی رہی تھی اور سونیا کو بتاتی

رہی تھی۔

سونیا نے کہا۔ ''یہ لوگ دشمن ہیں' دشمن ہی رہیں گے۔ ہمیں آج عہد کرلینا چاہیے' کبھی نہ تو ان کے دوست بن کر رہیں گے' نہ مصلحتاً ان سے کسی طرح کا سمجھوتا کریں گے۔''

الپا نے کہا۔ ''مما! ان کے کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجتی رہیں گی۔ سروں پر دودھاری تلواریں لٹکتی رہیں گی تو یہ بانس کی طرح سیدھے رہیں گے۔''

سونیا نے کہا۔ ''جب تک سیارے والے خطرہ بن کر رہے' تب تک عیسائیوں اور یہودیوں نے ہمارے خلاف کوئی بات نہیں کی۔ کوئی پروپیگنڈا نہیں کیا۔ ان کے سروں پر دوبارہ ایسی تلواریں لٹکیں گی تو یہ پھر دشمنی بھول کر اپنی سلامتی کی فکر میں لگ جائیں گے اور ہمارا تعاون حاصل کرنے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''اب یہ مسلمانوں کے خلاف کوئی پروپیگنڈا نہیں کرسکیں گے۔ جلد ہی سیارے والوں کی طرف سے انہیں دھمکیاں ملیں گی۔ تھوڑا بہت نقصان پہنچتا رہے گا تو یہ ساری خرمستیاں بھول جائیں گے۔''

الپا نے پوچھا۔ ''پاپا! آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انہیں سیارے والوں کی طرف سے دھمکیاں ملنے والی ہیں اور تھوڑا بہت نقصان بھی پہنچنے والا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''سیارے کے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے تابعدار بن چکے ہیں۔ ہم نے ان کا سارا سامان واپس کردیا ہے۔ وہ ان کے سفری بیگ میں رہتا ہے۔ اگر ہمارے یہ تابعدار اکابرین کے خلاف چھوٹی بڑی وارادت کریں اور اس کے بعد اپنے غیر معمولی جوتے پہن کر فرار ہو جائیں تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ سیارے والے پھر یہاں آپہنچے ہیں۔''

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ ''واہ... کیا شیطانی دماغ ہے تمہارا...''

میں نے کہا۔ ''تم تعریف بھی کررہی ہو اور برائی بھی... محترمہ! شیطانوں کے خلاف شیطانی چالیں ہی کامیاب ہوتی ہیں۔ کیا تمہیں اعتراض ہے؟''

''ہرگز نہیں۔ ان تمام اکابرین کو پھر ایک بار اچھا سبق سکھانے کے لیے ایسی چالیں چلنی ہی پڑیں گی۔''

یہودیوں اور عیسائیوں کی صدیوں سے چلی آنے والی دشمنی نے ہمیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا' آئندہ کبھی اُن سے ہاتھ نہیں ملانا ہے۔ ہمیشہ اپنی بھرپور طاقت کا مظاہرہ کرنا ہے' کبھی حالات نے مجبور کیا تو ہم ان کے خلاف منفی طرز کی چالیں بھی چلیں گے۔ تاریخی حقائق کے پیشِ نظر ان پر ایک ہی کہاوت صادق آتی تھی اور یہ کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔

اگلے دو دنوں میں ہم نے سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یورپ اور امریکا کے مختلف شہروں میں پہنچا دیا۔ ایک رات واشنگٹن کا اعلیٰ حاکم اپنے بیڈ پر سونے جارہا تھا۔ اس کے دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں ابھریں تو وہ ایکدم سے چونک کر بیٹھ گیا۔ کوئی اس کے اندر بھاری بھرکم آواز میں کہہ رہا تھا۔ ''آج تمہیں سونا نہیں چاہیے۔''

اس نے گھبرا کر پوچھا۔ ''کون ہو تم...؟''

''میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ یہ معلوم کرنا چاہتے ہو تو کھڑکی کھول کر باہر دیکھو...''

وہ فوراً ہی بیڈ سے اتر کر تیزی سے چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا۔ پھر اسے کھول کر باہر دیکھنے لگا۔ دور تک بنگلے کا احاطہ دکھائی دے رہا تھا۔ گیٹ کے پاس دو سیکورٹی گارڈز مردہ پڑے ہوئے تھے۔ وہاں ایک شخص دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑا تھا۔

اس کے اندر آواز ابھری۔ ''یہ میں ہوں۔ تم کھڑکی سے مجھے دیکھ رہے ہو۔ میری تیز رفتاری تمہیں بتائے گی کہ میں سیارے سے آیا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ دوسری طرف پلٹ گیا۔ پھر وہاں سے ایسی تیز رفتاری سے جانے لگا' جیسے تیر کو کمان سے چھوڑا گیا ہو۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ مگر اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اس کے اندر بول رہا تھا۔ ''آج جاگتے رہو۔ نیند کی آغوش میں جاؤ گے تو یہ تمہاری آخری نیند ہوگی۔''

دروازے پر دستک سنائی دی۔ اعلیٰ حاکم نے چونک کر کھڑکی کی طرف سے پلٹ کر ادھر دیکھا۔ بند دروازے کے پیچھے سے اس کی وائف کہہ رہی تھی۔ ''تم نے دروازہ کیوں بند کیا ہے؟ اسے کھولو۔ مجھے اندر آنے دو۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک چیخ سنائی دی۔ بولنے والی کو کچھ ہو گیا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ پھر اسے کھول کر دیکھا تو بیوی فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے تکلیف سے تڑپ رہی تھی۔

اس کے اندر سیارے والے کی آواز ابھری۔ ''اسے ہلکی سی سزا دی گئی ہے۔ میں نہیں چاہتا' آج رات کوئی تمہارے قریب آئے۔ تم اپنے بیڈ روم میں تنہا رہو اور تمام اکابرین سے رابطہ کرتے ہوئے یہ خوشخبری سناؤ کہ ہم واپس آگئے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''مجھے دوسرے اکابرین سے اور کیا کہنا چاہیے؟ وہ پوچھیں گے' تم میرے پاس کیوں آئے تھے؟ کیا چاہتے تھے؟ تمہارا مطالبہ کیا ہے؟''

''ہم کیا چاہتے ہیں؟ ہمارے مطالبات کیا ہیں؟ یہ باتیں بعد میں ہوں گی۔ ابھی میں جارہا ہوں۔ پھر کبھی آؤں گا۔''

واشنگٹن میں آرمی کا ایک اعلیٰ افسر کار ڈرائیو کرتا ہوا آرمی کلب کی طرف جارہا تھا۔ اس نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھا۔ بہت دور ایک شخص سڑک پر دونوں ہاتھ پھیلائے ایسے کھڑا ہوا تھا' جیسے کار کو روکنے کا اشارہ دے رہا ہو۔ پھر اسے اپنے اندر آواز سنائی دی۔ ''کیا ہاتھوں کا اشارہ نہیں سمجھتے ہو؟ میں تمہیں کار روکنے کا حکم دے رہا ہوں۔''

وہ اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو سنتے ہی بوکھلا گیا۔ فوراً ہی کار روکتے ہوئے بولا۔ ''کون ہو تم؟''

''میں کون ہوں' یہ تمہیں تب معلوم ہوگا جب تیزی سے کار چلاتے ہوئے مجھے کچلنے آؤ گے۔ مگر کچل نہیں پاؤ گے۔''

''تمہاری یہ باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔''

''میں حکم دیتا ہوں' کار اسٹارٹ کرو اور تیز رفتاری سے میری طرف آؤ۔''

اس نے اجنبی کی مرضی کے مطابق کار اسٹارٹ کی۔ پھر تیز رفتاری سے دوڑاتا ہوا اس کی طرف جانے لگا۔ مگر وہ پلٹ کر آگے بھاگ رہا تھا۔ اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ وہ چند سیکنڈ میں حدِ نظر تک جاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

اعلیٰ افسر زیرِ لب بڑبڑایا۔ ''اوہ گاڈ! سیارے والوں کے پاس غیر معمولی جوتے ہیں۔ جنہیں پہن کر وہ بندوق کی گولی کی طرح چشم زدن میں دور نکل جاتے ہیں۔ کیا یہ کوئی سیارے والا تھا...؟''

اسے اپنے اندر پھر اسی اجنبی کی آواز سنائی دی۔ ''درست سوچ رہے ہو۔ آج رات نہ تمہیں سونا ہے' نہ آرمی کلب جا کر انجوائے کرنا ہے۔ گھر جا کر صبح تک تمام اکابرین سے رابطہ کرتے رہو اور انہیں یہ خوشخبری سناتے رہو کہ ہم سیارے سے واپس آگئے ہیں۔''

وہ آرمی کلب کی طرف نہ جاسکا۔ اپنے بنگلے میں واپس آکر فون کے ذریعے باری باری کئی اکابرین سے رابطہ کرنے لگا۔

ایک بہت بڑا سائنسدان اپنے ماتحت سائنسدانوں کے ساتھ لیبارٹری میں مصروف تھا۔ ایسے وقت ایک اجنبی کی آواز اس کے اندر ابھری۔ ''کیا ہو رہا ہے؟''

وہ ایکدم سے چونک گیا۔ اِدھر اُدھر سر گھما کر اپنے معاون سائنسدانوں کو دیکھنے لگا۔ ایک نے پوچھا۔ ''سر! اینی تھنگ رانگ؟''

وہ ایک ہاتھ سے اپنا سر سہلاتے ہوئے بولا۔ ''ابھی میرے اندر کسی نے کچھ کہا ہے۔''

پھر وہی آواز ابھری۔ ''ہاں۔ میں بول رہا ہوں۔ کیا تم نے پہلے کبھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے باتیں نہیں کیں؟''

وہ اپنے ساتھیوں سے بولا۔ ''میرے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بول رہا ہے۔''

ایک ساتھی نے مشورہ دیا۔ ''آپ اس سے پوچھیں' وہ کون ہے؟ ہم سے کیا چاہتا ہے؟''

اس اجنبی نے کہا۔ ''میں تم سب کو خطرے سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔ ابھی یہ لیبارٹری بہت ہی زبردست بم دھماکے سے تباہ ہونے والی ہے۔''

وہ اس بار یہ باتیں اس سائنسداں کی زبان سے بول رہا تھا۔ اس کے تمام معاون سن رہے تھے۔ پریشان ہو رہے تھے۔ ایک نے پوچھا۔ ''تم خواہ مخواہ ہماری لیبارٹری کو تباہ کیوں کرنا چاہتے ہو؟''

''اس لیے کہ ہم تمہاری دنیا میں آکر ہمیشہ تباہ و برباد ہوتے رہے ہیں۔ بار بار سیارے کی طرف واپس جاتے رہے ہیں۔ اس بار واپس جانے کے لیے نہیں آئے ہیں۔''

وہ سائنسدان ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کرنا چاہتا تھا۔ مگر نہ کرسکا۔ ریسیور کو کریڈل پر رکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ ''وہ مجھے فون کرنے کی اجازت نہیں دے رہا ہے۔ کہتا ہے' جتنی جلدی ہوسکے۔ ہم اس لیبارٹری سے بہت دور چلے جائیں۔ ورنہ کوئی زندہ نہیں بچے گا۔''

ایک نے پوچھا۔ ''ہماری اس نئی ایجاد کا کیا ہوگا؟ اس کا تمام سامان یہاں پر بکھرا پڑا ہے۔''

وہ بولا۔ ''یہاں سے کوئی ایک تنکا بھی اٹھا کر نہیں لے جائے گا۔ وہ حکم دے رہا ہے' ہم فوراً خالی ہاتھ باہر چلے جائیں۔''

وہ سائنسداں اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مرضی کے مطابق اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر تیزی سے جاتے ہوئے بولا۔ ''یہاں رہنے والوں کے چیتھڑے اڑنے والے ہیں۔ زندگی چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے نکلو۔ جتنی دور جاسکتے ہو' چلے جاؤ۔''

ایک معاون سائنسدان نئی ایجاد سے تعلق رکھنے والا سامان سمیٹ کر لے جانا چاہتا تھا۔ اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے جا کر کرسی سمیت گر پڑا۔ پھر خیال خوانی کرنے والے کی مرضی کے مطابق چیختے ہوئے بولا۔ ”یہاں سے کوئی ایک تنکا بھی اٹھا کر نہ لے جائے۔ ورنہ وہ میری طرح سب کو دماغی جھٹکے دے گا۔ ان حالات میں ہم یہاں سے بھاگنے کے قابل بھی نہیں رہیں گے۔“

وہ وہاں سے اٹھ کر بھاگنے لگا۔ اس کے ساتھ دوسرے لوگ بھی بھاگتے ہوئے باہر آگئے۔ اپنی اپنی کاروں میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔ کچھ دور جانے کے بعد ایک زبردست دھماکا سنائی دیا۔ انہوں نے اپنی گاڑیاں روک کر اُدھر دیکھا تو حیرت اور دہشت سے دیدے پھیل گئے۔ سردی کے باوجود چہرے اور گردن سے پسینا پھوٹنے لگا۔ لیبارٹری کی عمارت تباہ ہو رہی تھی۔ آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور دور تک دھواں پھیلتا جا رہا تھا۔

وہ سب حواس باختہ تھے۔ ان لمحات میں یوں لگ رہا تھا‘ جیسے اس عمارت کے ساتھ ان کے بھی چیتھڑے اڑ رہے ہیں۔ موت کتنی بھیانک ہوتی ہے؟ وہ نظارہ کر رہے تھے اور بری طرح لرز رہے تھے۔

وہ اپنے اپنے فون پر نمبر پنچ کرنے لگے۔ کوئی آرمی چیف سے رابطہ قائم کر رہا تھا‘ کوئی اعلیٰ حاکم کو پکار رہا تھا اور کوئی اپنے شعبے کے اعلیٰ عہدیدار سے کہہ رہا تھا۔ ”وہ واپس آچکے ہیں۔ انہوں نے ہماری نئی ایجاد کو اور پوری لیبارٹری کو بم دھماکوں سے اڑا دیا ہے۔ وہ سیارے والے واپس آگئے ہیں۔“

آدھی رات ہونے تک جیسے پورا امریکا اور پورا یورپ بیدار ہو گیا۔ حکومت اور فوج کے تمام شعبوں میں ہلچل سی پیدا ہو گئی۔ چند اکابرین آنکھوں دیکھا حال بتا رہے تھے۔ انہوں نے غیر معمولی جوتے پہننے والوں کو طوفانی رفتار سے فرار ہوتے اور نظروں سے اوجھل ہوتے دیکھا تھا۔ یہ ثابت ہو رہا تھا کہ سیارے والے واپس آگئے ہیں۔

بے شمار اکابرین آنکھوں دیکھے حالات کی تفصیلات سن رہے تھے۔ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ ”جو بلا ٹل گئی تھی‘ وہ پھر ہم پر مسلط ہونے آگئی ہے۔“

وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔ ”ہمارے ریڈارز اور حساس جاسوسی آلات ناکارہ کیوں ہو گئے ہیں؟ اگر ناکارہ نہیں ہوئے ہیں‘ کام کر رہے ہیں تو ان کے خلائی جہاز کس طرح چوری چھپے ہماری زمین پر پہنچ رہے ہیں؟“

ان کا سکون برباد ہو گیا تھا۔ نیندیں اڑ گئی تھیں۔ اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ”وہ لوگ یہاں آتے ہی ہمیں چیلنج کر رہے ہیں تو مسلمانوں کو بھی دھمکیاں دے رہے ہوں گے۔“

دوسرے نے کہا۔ ”بیشک۔ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں بری طرح مات کھا کر اور نقصانات اٹھا کر یہاں سے فرار ہوتے رہے ہیں۔ آخری بار بھی سونیا اور فرہاد نے انہیں بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔ اس لیے سیارے والوں کو پہلے مسلمانوں کے خلاف انتقامی کارروائی کرنی چاہیے۔ پہلے انہیں دھمکیاں دینی چاہئیں۔“

اکابرین میں سے ایک اور نے کہا۔ ”ہوسکتا ہے‘ انہیں بھی دھمکیاں مل رہی ہوں۔ ان سے ہمارا رابطہ ختم ہو چکا ہے۔ ہم نہیں جانتے‘ مسلمانوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہوگا؟ مگر وہ خیال خوانی کے ذریعے ہمارے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہوں گے۔“

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا گیا کہ وہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ کریں اور سیارے والوں کے متعلق معلومات حاصل کریں۔

ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے اور سونیا کے دماغ میں آئے۔ ہم نے سانس روک کر انہیں بھگا دیا۔ انہوں نے دوسری بار آکر کہا۔ ”پلیز۔ ہم سے ایک ضروری بات کریں۔“

سونیا نے کہا۔ ”جو لوگ ضروری ہوتے ہیں‘ ان سے ضروری باتیں کی جاتی ہیں۔ تمہارے اکابرین دوستی کے تو کیا‘ دشمنی کے بھی قابل نہیں ہیں۔ دفع ہو جاؤ۔ پھر نہ آنا۔“

اس نے سانس روک کر انہیں بھگا دیا۔ میں نے بھی یہی کیا تھا۔ انہوں نے اکابرین کے پاس آکر کہا۔ ”وہ ہماری ایک ذرا سی بھی بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ آپ حضرات ٹیلی فون کے ذریعے ان سے باتیں کر سکتے ہیں۔“

میں اور میرے خیال خوانی کرنے والے اکابرین کے اندر جا رہے تھے۔ ان کی بدحواسیاں اور پریشانیاں دیکھ رہے تھے۔ دو اکابرین نے میرے اور سونیا کے موبائل فون نمبرز پنچ کیے۔ ہم نے اپنے اپنے فونز کا سوئچ آف کر دیا۔

وہ بار بار رابطہ کرنے لگے۔ بار بار یہی ریکارڈنگ سنائی دیتی رہی۔ ”آپ کے مطلوبہ نمبر سے فی الحال جواب موصول نہیں ہو رہا۔ برائے مہربانی کچھ دیر بعد ڈائل کریں...“

وہ بے چارے کوششیں کر رہے تھے۔ تھک ہار کر بابا صاحب کے ادارے کے انچارج سے رابطہ کیا گیا۔ سونیا اور فرہاد سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز ان سے رابطہ کرائیں۔“

انچارج نے کہا۔ ”وہ ابھی ہمارے رابطے میں نہیں ہیں۔ دونوں کے فون بند پڑے ہیں۔“

اکابرین میں سے ایک نے پوچھا۔ ”کیا سیارے والے پھر ہماری دنیا میں واپس آگئے ہیں؟ وہ سونیا اور فرہاد کو بھی پریشان کر رہے ہیں؟ کیا اسی لیے انہوں نے اپنے فون بند رکھے ہیں؟“

انچارج نے کہا۔ ”سوری... میں اس سلسلے میں نہ کچھ جانتا ہوں‘ نہ کوئی معقول جواب دے سکوں گا۔“

انچارج نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہاں بیٹھے ہوئے چند اکابرین ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ پھر فون کے ذریعے اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے دوسرے اکابرین کو بتانے لگے۔ ”سونیا اور فرہاد سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ صاف پتا چل رہا ہے‘ وہ ہم سے بات کرنا نہیں چاہتے ہیں۔“

ایک نے کہا۔ ”لعنت بھیجو۔ ہم کیا اُن کے محتاج ہیں؟ ہم تو صرف یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ سیارے والے ان کے خلاف کچھ کر رہے ہیں یا نہیں؟“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”یہ نہ کہو کہ اُن کے محتاج نہیں ہیں۔ ہم ہیں... ان کے محتاج ہیں... سیارے والوں سے ہمیشہ نقصان اٹھاتے رہے ہیں۔ وہ مسلمان ہی انہیں بار بار یہاں سے بھگاتے رہے ہیں۔“

ایک اور نے تائید میں کہا۔ ”بیشک۔ موجودہ حالات میں پھر ان کے محتاج ہو گئے ہیں۔ پتا نہیں‘ سونیا اور فرہاد کیسی دوائیں اسپرے کرتے ہیں کہ سیارے سے آنے والے کھٹمل یا تو مر جاتے ہیں یا جگہ چھوڑ دیتے ہیں۔“

ہمیں معلوم تھا‘ امریکی اکابرین کے پاس ایک کمیونیکیٹنگ مشین ہے۔ ہم نے سیارے والوں سے ایسی کئی مشینیں حاصل کی تھیں۔ میں نے ایسی ہی ایک مشین کے ذریعے اکابرین سے رابطہ کیا۔ پھر تحریر کے ذریعے کہا۔ ”میں گریٹ ایشورارا تم سے مخاطب ہوں۔ پچھلی رات تم سب نے ہماری واپسی کا تماشا دیکھا ہے... کیسا لگا یہ تماشا...؟“

اکابرین نے تحریر کے ذریعے جواب دیا۔ ”ہم نے پچھلی بار تمہارے آدمیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ تمہیں سونیا اور فرہاد سے انتقام لینا چاہیے۔ لیکن تم نے آتے ہی ہماری ایک بہت بڑی سائنسی لیبارٹری کو تباہ کر دیا ہے۔“

”یہ تباہی ایک نمونے کے طور پر پیش کی گئی ہے۔ آئندہ جو کارروائی کی جائے گی‘ اُس کے نتیجے میں تم سب حوصلہ ہار کر میرے آگے سجدے میں گر پڑو گے۔“

”کچھ تو انصاف سے سوچو‘ جو تمہارے دشمن ہیں ان سے کترا رہے ہو۔ ہم نے کبھی تمہیں نقصان نہیں پہنچایا۔ بلکہ ہمیشہ تمہارے ہاتھوں نقصان اٹھاتے رہے۔ پھر ہمیں کیوں نشانہ بنا رہے ہو؟“

میں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”جو خوراک زود ہضم ہوتی ہے۔ اسے کھایا جاتا ہے اور جسے کھانے سے پیٹ خراب ہوتا ہے‘ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس سے دور رہا جاتا ہے۔ ہم نے سونیا‘ فرہاد کو چبانے اور نگلنے کی کوششیں کیں‘ مگر وہ ہمیشہ گلے میں ہڈی کی طرح اٹکتے رہے۔ ان کے برعکس تم لوگوں کو جب چاہا‘ آسانی سے نگل لیا۔“

سونیا میرے پاس بیٹھی کمیونیکیٹنگ مشین پر ہونے والی تحریریں پڑھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ میں نے تحریر کے ذریعے اکابرین سے کہا۔ ”تم لوگ امریکا‘ انگلینڈ‘ پیرس اور جرمنی میں اپنی حکومتیں قائم کر کے دنیا کا باقی تمام حصہ ہمیں دینا چاہتے تھے۔ تمہاری یہ آفر بہت بڑی تھی۔ ہم دنیا کے بہت بڑے حصے میں اپنی حکومت قائم کر سکتے تھے۔“

میں نے ذرا توقف سے لکھا۔ ”آہ... مگر یہ مسلمان لوہے کے چنے ہیں‘ نہ تو ہم انہیں چبا سکیں گے‘ نہ نگل سکیں گے۔ لہٰذا اب دنیا کے تین حصوں میں حکومت کرنے کا خواب نہیں دیکھ رہے ہیں۔ صرف اس ایک حصے پر حکومت کریں گے‘ جہاں تم لوگوں کی حکمرانی ہے۔“

انہوں نے بوکھلا کر جواباً لکھا۔ ”تمہارا یہ فیصلہ غلط ہے ایشورارا! ہم آج بھی دنیا کے تین حصوں پر تمہاری حکمرانی قائم کرنے کے لیے ہر طرح کا تعاون کرنے کو تیار ہیں۔“

”میں تمہارے تعاون کا محتاج نہیں ہوں۔ نہ ہی تمہاری مدد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ سیدھی سی بات کہتا ہوں۔ امریکا‘ انگلینڈ‘ پیرس اور جرمنی میرے حوالے کر دو‘ میرے غلام بن کر رہو یا اپنی تمام سائنس‘ ٹیکنالوجی اور فوجی قوتوں کے ذریعے دنیا کے تین بڑے حصوں میں جا کر حکمرانی کرو۔ جہاں تم مجھے دھکیل رہے تھے۔ وہاں دیکھوں گا‘ کس طرح مسلمانوں سے مقابلہ کرو گے اور اپنی حکومتیں قائم کرو گے؟“

انہوں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”تم اپنا یہ خواب کبھی پورا نہیں کر سکو گے۔ تم مسلمانوں سے خوفزدہ ہو‘ ہم ان سے اتحاد کریں گے اور وہ ہمارا ساتھ دیں گے تو تمہیں پھر ایک بار

یہاں سے بھاگنا پڑے گا۔''

میں نے ہنستے ہوئے سونیا کی طرف دیکھا۔ پھر جواباً لکھا۔ ''تم... تم لوگ اور مسلمانوں سے اتحاد کرو گے...؟ فرہاد اور سونیا کے علاوہ تم لوگوں کی بھی پوری ہسٹری ہمارے ریکارڈ روم میں ہے۔ وہ ہسٹری شروع سے اب تک ایک ہی اہم بات کہتی ہے' وہ یہ کہ تم سپر پاور ہونے کے باوجود مسلمانوں سے خوفزدہ رہتے ہو۔ ان سے عارضی طور پر کبھی سیاسی اتحاد کرتے ہو' دوستی کرتے ہو پھر دشمنی کرنے لگتے ہو۔ یہ ثابت ہو چکا ہے' نہ مسلمانوں سے تمہارا اتحاد ہوگا' نہ ہی وہ ہمارے معاملے میں تمہارا ساتھ دیں گے۔''

''اگر وہ ساتھ دیں گے تو تم لوگ پھر دُم دبا کر یہاں سے بھاگو گے۔''

''ہم تمہیں بارہ گھنٹے کی مہلت دیتے ہیں۔ آخری بار یہ دیکھیں گے کہ مسلمانوں سے تمہارا اتحاد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ہوگا تو ہمارے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگے گی۔ ہم مسلمانوں سے مقابلہ نہیں کریں گے۔ ہمیشہ کی طرح ان سے نقصان نہیں اٹھائیں گے۔ چپ چاپ یہاں سے چلے جائیں گے... میں بارہ گھنٹے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔''

میں نے کمیونیکیٹنگ مشین بند کر دی۔ سونیا نے ہنستے ہوئے میرے گلے لگ کر کہا۔ ''واقعی لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ اب جو لاتیں انہیں پڑ رہی ہیں' اس کے نتیجے میں بڑا ہی قابلِ دید تماشا ہوگا۔''

اکابرین نے سیّارے والوں کی طرف سے محفوظ رہ کر' اپنی طاقت کے نشے میں چُور ہو کر ہم سے دشمنی مول لی تھی۔ ہم نے بھی طے کیا تھا' خواہ کچھ ہو جائے۔ کبھی ان سے دوستی نہیں کریں گے۔ دشمنی کے قابل بھی نہیں سمجھیں گے۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے۔

اب ان کے حال پر چھوڑنے کا مطلب یہی ہوتا کہ ہم انہیں گریٹ ایشورا اور سیّارے والوں کے رحم و کرم پر چھوڑ رہے ہیں۔

ان کے سامنے یہ نیا مسئلہ درپیش تھا۔ وہ سیّارے والوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے ہاتھ سے امریکا اور یورپ کا ایک حصہ نکلنے والا تھا۔ وہ سب اقتدار کی مسند سے گر کر سیّارے والوں کے غلام بننے والے تھے۔

وہ کسی حال میں اقتدار سے محروم ہونے والے نہیں تھے۔ ان کے سامنے دوسرا راستہ یہی تھا کہ بارہ گھنٹے کے اندر ہم سے دوستی کر لیں۔ اتحاد قائم کر کے سیّارے والوں کو پھر ایک بار یہاں سے واپس جانے پر مجبور کر دیں۔

بے شرمی اور ڈھٹائی اُن کی گھٹّی میں پڑی ہوئی تھی۔ وہ پھر ہمارے آگے جھکنے پر مجبور ہو گئے۔ انہوں نے پہلے فون کے ذریعے ہم سے رابطہ کرنا چاہا۔ میں نے اور سونیا نے اپنے اپنے فون کی سِم بدل دی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے سے انہیں یہی جواب مل رہا تھا کہ ہم رابطے میں نہیں ہیں۔ جب بھی رابطہ ہوگا' اکابرین سے بات کرا دی جائے گی۔

وقت تیزی سے گزرتا جا رہا تھا۔ انہیں بارہ گھنٹے کی مہلت دی گئی تھی۔ چار گھنٹے گزر چکے تھے۔ امریکا اور یورپ کے تمام اکابرین بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرتے کرتے مایوس ہو گئے تھے۔

اسلامی ممالک کے جو حکمران امریکا کے زیرِ اثر تھے' اس کے اشاروں پر چلتے ہوئے اپنا اقتدار قائم رکھتے تھے۔ وہ تمام مسلمان حکمران بھی بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرنے لگے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی تک یہ پیغام پہنچایا۔ ''ہم امریکا کی حمایت نہیں کر رہے ہیں۔ صرف اتنا چاہتے ہیں کہ کسی طرح سونیا اور فرہاد سے رابطہ ہو جائے۔''

اعلیٰ حضرت نے جواب دیا۔ ''بابا صاحب کے ادارے میں دینی فرائض اور دنیاوی فرائض ادا کئے جاتے ہیں۔ دینی فرائض ہم ادا کرتے ہیں اور دنیاوی فرائض سونیا' فرہاد اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ادا کیا کرتے ہیں۔ ہم ان سے کہیں گے' وہ امریکی اکابرین سے رابطہ کریں۔ ویسے ان کے معاملات وہ بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔ ہم آپ کا پیغام ان تک پہنچا دیں گے۔ اس کے بعد خدا بہتر جانتا ہے۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔''

اعلیٰ حضرت جانتے تھے کہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے اس سلسلے میں ہمیں کوئی ہدایت نہیں دی۔ کیونکہ ہم اکابرین کے خلاف صحیح حکمتِ عملی سے کام لے رہے تھے۔

چھ گھنٹے گزر گئے۔ سات گھنٹے گزر گئے۔ تمام اکابرین کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔ انہیں اگلے پانچ گھنٹوں میں اقتدار کو بچانا تھا۔ ایسے وقت اپنے خدا کے آگے گڑگڑایا جاتا ہے۔ غلطیوں کی معافی مانگی جاتی ہے۔ سلامتی کے لیے دعائیں کی جاتی ہیں۔

لیکن ٹھوکریں ہماری طرف سے پڑ رہی تھیں۔ ایسے وقت میں وہ اپنے خدا کو بھول چکے تھے۔ صرف ہمیں یاد کر رہے تھے۔ عقل والے خدا کی تلاش میں نکلتے ہیں' اور وہ ہماری تلاش میں بھٹک رہے تھے۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبولِ عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

A-PDF Image To PDF Demo. Purchase from www.A-PDF.com to remove the watermark

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو اٹھاسی ماہ سے جاری ہے

فرہاد علی تیمور

دیوتا

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں جاتا جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

ایک ایک لمحہ رینگتے رینگتے گزرتا ہے۔ یوں کچھوے کی چال چلتا ہوا ہفتوں، مہینوں، برسوں اور صدیوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ بے شمار صدیاں اسی طرح ایک ایک لمحہ کر کے گزر چکی ہیں اور آئندہ بھی گزرنے والی ہیں۔

اکابرین کو جو مہلت دی گئی تھی، اُس کے لمحات کسی بھی وقت گزرنے والے تھے۔ اس کے بعد ان تمام اکابرین پر قیامت گزرنے والی تھی۔ میں انہیں اچھی طرح یقین دلا چکا تھا کہ سیارے والے پھر ہماری دنیا میں آ گئے ہیں۔ یہ میری

ٹیلی پیتھی کا کمال تھا۔ میں نے اپنے آلہ کاروں کو سیارے کی مخلوق بنا کر ان کی گفتگو اکابرین سے کرائی تھی اور کچھ وارداتیں بھی کی تھیں۔ ایسی حکمتِ عملی کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا تھا۔ وہ سب بری طرح خوفزدہ تھے۔

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے۔ سیارے سے ابھی تک کوئی واپس نہیں آیا تھا۔ میں نے گریٹ ایشورارا بن کر کمیونیکیٹنگ مشین ذریعے کہا تھا۔ ''ہم مسلمانوں کے ہاتھوں بہت نقصان اٹھا چکے ہیں۔ لہٰذا اب ان سے مقابلہ نہیں کریں گے۔ آئندہ تم سے مقابلہ ہوگا۔ جرمنی، فرانس، انگلینڈ اور امریکا میں تمہارے جیسے اکابرین کی حکمرانی ہے۔ میں تم سب سے اقتدار اور اختیارات چھین کر ان تمام ممالک پر حکومت کروں گا۔ تم اپنی دنیا میں انتہائی طاقتور اور سپر پاور کہلانے کے باوجود میرا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ کیونکہ مسلمانوں کی طرح تمہارے پاس روحانی قوتیں نہیں ہیں۔''

ایشورارا اور اس کے تمام جانباز بار بار اس زمین پر آ کر ہم سے مات کھاتے رہے تھے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ ہماری پشت پر بابا صاحب کا ادارہ ہے، روحانی قوتیں ہیں۔ ہمارے دو دشمن اکابرین اور سیارے والے یہ نہیں جانتے تھے کہ ہمیں کبھی کبھی روحانی قوتوں کا سہارا ملتا ہے۔ ورنہ ہم اپنی ذہانت اور حکمتِ عملی سے اور کچھ قدرتی حالات کے سازگار ہونے کے باعث ان پر حاوی ہوتے رہے ہیں۔

سونیا کے ساتھ قدرتی حالات سازگار ہوتے رہے تھے۔ اس کی سونگھنے کی غیر معمولی حس نے ہمیشہ دشمنوں کو ہم سے کمتر بنایا۔ ہماری دنیا میں چور دروازے سے آنے والے سیارے کے لوگ کہیں بھی خفیہ پناہ گاہ نہ بنا سکے۔ سونیا مخصوص بو کو پا کر چوہوں کو ان کے بلوں سے نکالتی رہی۔ اس بات پر سب ہی حیران تھے کہ ہم روپوش رہنے والے دشمنوں تک کس طرح پہنچ جاتے ہیں!

آج سے تقریباً بیس برس پہلے سونیا کے ریکارڈ میں یہ درج تھا کہ وہ سونگھنے کی غیر معمولی حس رکھتی ہے۔ بابا فرید واسطی نے جانوروں جیسی حس کو اس کے اندر سے ختم کر دیا تھا۔ تب سے ایک طویل عرصے تک اس نے اپنی غیر معمولی صلاحیت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ نہ ہی وہ کر سکتی تھی۔ اس لیے تمام دشمنوں کے دماغوں سے یہ بات محو ہو گئی تھی۔ اکابرین اور سیارے والے یہی سمجھ رہے تھے کہ ہم اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے روپوش رہنے والوں تک پہنچ جایا کرتے ہیں۔

زندگی میں ہونے والی چھوٹی بڑی بھول ہی کسی نہ کسی واردات کا بہانہ بنتی ہے۔ پھر اسی بہانے چھوٹے بڑے واقعات جنم لینے لگتے ہیں۔

بے شک۔ دشمن سونیا کی غیر معمولی حس کو بھول گئے تھے۔ مگر ہم سے بھی ایک بھول ہو رہی تھی۔ میں نے گریٹ ایشورارا بن کر کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے انہیں اچھی خاصی دھمکیاں دی تھیں۔ وہ سب بری طرح دہشت زدہ ہو گئے تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ مہلت کا مقررہ وقت ختم ہوتے ہی سیارے والے ان کے ملکوں میں تباہی و بربادی پھیلا دیں گے۔

ان یہودیوں اور عیسائیوں کو ایسے برے وقت میں ہم مسلمان ہی یاد آیا کرتے تھے۔ انہوں نے پھر ہم سے سمجھوتا کرنے کی کوششیں کیں۔ کئی طرح سے رابطہ کرنا چاہا اور ناکام ہوتے رہے۔ ہم ان کی پریشانیوں اور خوف و ہراس کو دیکھ رہے تھے۔ یہ طے کر چکے تھے کہ مہلت ختم ہونے سے پہلے ہی ان سے رابطہ کریں گے۔ اپنی دنیا میں امن و سلامتی کی خاطر پھر ایک بار ان سے دوستی اور سمجھوتا کریں گے۔

ایسا کرتے وقت ہم نے اپنی کامیابی کے منفی پہلو کے متعلق نہیں سوچا تھا۔ وہ منفی پہلو یہ تھا کہ جب مسلمانوں سے دوستی اور سمجھوتا نہیں ہوگا، انہیں ہم سے کوئی مدد نہیں ملے گی تو وہ تھک ہار کر، مجبور ہو کر اپنی کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کر کے اس کی غلامی قبول کر لینا چاہیں گے۔

اور انہوں نے یہی کیا تھا۔ ان کے سامنے آخری راستہ یہی تھا۔ انہوں نے اپنی مشین کے ذریعے اس سے رابطہ کیا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ''ہم تمہاری دی ہوئی مہلت سے بہت پہلے ہی ہتھیار ڈال رہے ہیں۔ اگر تم ہمارے چند مطالبات پورے کرو گے تو ہم تمہیں یہاں کا حکمران تسلیم کر لیں گے۔''

گریٹ ایشورارا نے ان سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ کسی طرح کی مہلت نہیں دی تھی۔ وہ ان کا تحریری پیغام پڑھ کر چونک گیا۔ سوچنے لگا۔ ''آخر یہ معاملہ کیا ہے؟ ایسی کیا بات ہو گئی کہ سپر پاور کہلانے والے تمام اکابرین میرے آگے جھکنے کو تیار ہو گئے ہیں؟''

یہ بات اس کی سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ اکابرین میں سے ایک نے پوچھا۔ ''تم خاموش کیوں ہو؟ جواب کیوں نہیں دیتے؟''

اس نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''میں نے بار بار تمہاری دنیا میں آ کر شکست کھائی ہے۔ اس کے باوجود میرے آگے جھکنے پر کیوں تیار ہو گئے ہو؟ کیا مجھے طعنے دے رہے ہو؟ میرا مذاق اڑا رہے ہو؟''

''ہم تمہارا مذاق اڑانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اب سے آٹھ گھنٹے پہلے تم نے ثابت کیا تھا، تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے جانثار پھر ہماری دنیا میں آ گئے ہیں۔ ہمارے کئی اکابرین نے انہیں غیر معمولی جوتے پہن کر آتے اور واردات کر کے واپس جاتے ہوئے دیکھا ہے۔''

گریٹ ایشورارا پھر ایک بار نئے منصوبوں کے ساتھ ہماری دنیا پر حملہ کرنے والا تھا۔ اس سلسلے میں تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔ مگر اس کے جانثار ابھی زمین پر نہیں آئے تھے۔ ادھر اکابرین دعوئی کر رہے تھے کہ انہوں نے سیارے والوں کو واردات کرتے اور غیر معمولی جوتوں کے ذریعے فرار ہوتے دیکھا ہے۔

اس نے اکابرین سے پوچھا۔ ''میرے وہ جانثار تم لوگوں سے کیا کہہ رہے تھے؟''

''انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ تم نے اپنی کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے ہم سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا، مسلمانوں کے پاس روحانی قوتیں ہیں۔ لہٰذا تم ان سے مقابلہ نہیں کرو گے۔ صرف ہمیں ٹارگٹ بناؤ گے۔''

ایشورارا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''یہ درست ہے۔ پتا نہیں، وہ لوگ کس طرح ہمارے روپوش رہنے والے جانثاروں تک پہنچ کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں؟ تمہارے پاس بہت بڑی فوجی قوت ہے۔ بے شمار تجربہ کار جاسوس ہیں۔ اس کے باوجود تم کبھی ہمارے روپوش رہنے والے ماتحتوں تک پہنچ نہیں پائے۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو تم لوگ مسلمانوں کے مقابلے میں ہمارے سامنے کمزور ہو۔ ہم نے ماضی میں تمہیں کئی بار جانی اور مالی نقصان پہنچایا ہے۔ مگر ان مسلمانوں کا ایک بال بھی بیکا نہ کر سکے۔''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''تم نے یہی کہا تھا، ہمارے پاس روحانی قوتیں نہیں ہیں۔ اس لیے تم جرمنی، فرانس، انگلینڈ اور امریکا پر حکومت کرنے آ رہے ہو۔ کیونکہ جب بھی ہمیں نقصان پہنچاتے ہو، مسلمان تمہارے مقابلے پر نہیں آتے اور نہ ہماری مدد کرتے ہیں۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''یہ تو واقعی سچی اور کھری باتیں ہیں۔ میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ صرف تم سے مقابلہ ہوگا تو مسلمانوں کی طرف سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ ہمارے معاملے میں مداخلت کے لیے نہیں آئیں گے۔''

پھر اس نے تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ''یہ تو بتاؤ، اب سے آٹھ گھنٹے پہلے کیا واقعی کسی گریٹ ایشورارا نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے رابطہ کیا تھا؟''

اس سوال پر تمام اکابرین چونک گئے۔ سب نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا۔ پھر تحریر کے ذریعے کہا۔ ''کسی دوسرے ایشورارا نے نہیں... تم نے ہی رابطہ کیا تھا۔ کیا تمہارے علاوہ بھی کوئی گریٹ ایشورارا ہے؟''

وہ بولا۔ ''یہی سوال مجھے پریشان کر رہا ہے۔ میرے علاوہ کوئی دوسرا گریٹ ایشورارا کہاں سے پیدا ہو گیا؟''

آرمی کے ایک افسر نے چونک کر تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ''کیا اب سے آٹھ گھنٹے پہلے تم نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے ہم سے رابطہ نہیں کیا تھا؟''

''ہرگز نہیں۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے، تمہاری دنیا میں کون میرا رول ادا کر رہا ہے؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم تھوڑی دیر کے لیے رابطہ ختم کر رہے ہیں۔ آپس میں مشورے کر رہے ہیں۔ سمجھنا چاہتے ہیں، وہ دوسرا گریٹ ایشورارا کون ہے؟ اس کے بعد تم سے باتیں ہوں گی۔''

انہوں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ ''ہم اب تک زبردست دھوکا کھاتے رہے ہیں۔''

ایک نے کہا۔ ''میں یقین سے کہتا ہوں، یہ مسلمانوں کی چال ہے۔ فرہاد مکاری دکھا رہا ہے۔ گریٹ ایشورارا بن کر ہمیں دہشت زدہ کر رہا ہے۔''

ایک اور نے کہا۔ ''وہ محض بچوں کی طرح دھمکیاں نہیں دے رہا ہے۔ جو کہہ رہا ہے، وہ کر کے دکھا رہا ہے۔ اس نے ہماری ایک بہت بڑی سائنس لیبارٹری کو کھنڈر بنا دیا ہے۔ یہ ثابت کر چکا ہے کہ جب چاہے گا، ہمارے بیوی بچوں کے لیے موت بن جائے گا۔''

''سوال پیدا ہوتا ہے، وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''یہ بچگانہ سوال ہے۔ جب ہم انہیں اینٹ ماریں گے تو وہ جواباً پتھر ماریں گے۔ ہم مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا امیج بگاڑ رہے ہیں۔ اگر وہ جوابی کارروائی کریں گے، ہمیں جانی و مالی نقصان پہنچائیں گے تو دنیا والوں پر یہ ثابت ہوتا رہے گا کہ واقعی مسلمان دہشت گرد ہیں۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہیراز دی پوائنٹ۔ فرہاد کھلم کھلا انتقامی کارروائی کر کے مسلمانوں کو بدنام کرنا نہیں چاہتا۔ اسی لیے گریٹ ایشورارا بن کر ہمیں نقصان پہنچاتا رہے گا، یہ ثابت کرتا رہے گا کہ ہمارے خلاف جو کچھ بھی ہو رہا ہے، وہ سیارے والوں کی دشمنی کے سبب ہو رہا ہے۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''مائی گاڈ! وہ ہمارے خلاف واقعی زبردست چالیں چل رہا ہے۔ ہم مسلمانوں کو بدنام کرنا چاہیں گے۔ مگر یہی ثابت ہوتا رہے گا کہ سیارے

والے جانی و مالی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ہم اس سلسلے میں مسلمانوں کے خلاف کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکیں گے۔’’

ایک نے کہا۔ ‘‘ان کے خلاف ثبوت گیا جہنم میں... ہمیں اپنی سلامتی کی فکر کرنی چاہیے۔ ہم نے ساری دنیا میں مسلمانوں کے خلاف سختی سے محاذ آرائی کی ہے۔ اب سونیا اور فرہاد اتنی ہی سختی سے ہمارے خلاف کارروائیاں کریں گے۔ انہیں کس طرح روکا جائے گا؟’’

ایک نے کہا۔ ‘‘جس طرح ہم جوابی کارروائی کے لیے سیارے والوں تک پہنچ نہیں پاتے۔ ان کی خفیہ پناہ گاہوں کا پتا نہیں لگا پاتے۔ اسی طرح سونیا اور فرہاد تک پہنچنا بھی ہمارے لیے ناممکن سا ہو جاتا ہے۔’’

ایک اور نے کہا۔ ‘‘سونیا اور فرہاد تو دور کی بات ہے۔ ہم آج تک ان کے کسی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی نقصان نہیں پہنچا پائے ہیں۔’’

دوسرے نے پوچھا۔ ‘‘کیا آئندہ بھی ہم ان کے خلاف کوئی جوابی کارروائی نہیں کر پائیں گے؟’’

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ‘‘اس بار ضرور جوابی کارروائیاں کی جائیں گی۔ ہماری دنیا میں جو مشہور و معروف مسلمان سائنسداں‘ ڈاکٹرز‘ انجینئرز اور دوسری عظیم ہستیاں ہیں‘ ہم ان سب کو اپنا ٹارگٹ بنائیں گے۔ اُن کے مقدس مقامات پر حملے کریں گے تو انہیں بڑی حد تک پسپا ہونا پڑے گا۔’’

ایک اور اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ‘‘اگر ہم مشہور و معروف مسلمانوں پر اور ان کے مقدس مقامات پر حملے کریں گے تو ظالم اور دہشت گرد کہلائیں گے۔ جو الزام مسلمانوں کو دے رہے ہیں۔ وہی الزامات ہم پر عائد کیے جائیں گے۔’’

انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر نے میز پر زوردار آواز کے ساتھ ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ‘‘ایک زبردست آئیڈیا ہے۔’’

سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا۔ ‘‘ہم فرہاد کی چال اسی پر اُلٹ دیں گے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے‘ ہماری فوج کے جوان اور انٹیلی جنس والے اپنا روپ بدل کر‘ سیارے والے بن کر مسلمانوں پر حملے کریں گے۔ یہ ثابت کرتے رہیں گے کہ گریٹ ایشورارا سیارے میں بیٹھا یہاں ایسی واردات کر رہا ہے۔’’

ایک نے کہا۔ ‘‘واقعی یہ زبردست آئیڈیا ہے۔ گریٹ ایشورارا مسلمانوں سے بری طرح مات کھا گیا ہے۔ اس طرح دنیا والوں کو یقین ہوگا کہ وہی مسلمانوں سے انتقام لے رہا ہے۔ ہم کچھ نہیں کر رہے ہیں۔’’

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ‘‘فرہاد گریٹ ایشورارا بن کر ہمیں اُلو بنانا چاہتا تھا۔ مگر اس نے اپنی حماقت سے ہمیں یہ راہ سجھائی ہے۔ ہم سیارے والے بن کر مسلمانوں کو تباہ و برباد کرتے رہیں گے اور کوئی ہمیں الزام نہیں دے سکے گا۔’’

وہ تمام اکابرین اسی پہلو پر مختلف انداز سے غور و فکر کر رہے تھے اور یہ طے کر رہے تھے کہ آئندہ انہیں کیا کرنا چاہیے!

یہی ہم سوچ رہے تھے۔ سونیا نے مجھ سے کہا۔ ‘‘ہم نے اکابرین کو جو مہلت دی ہے۔ وہ ایک گھنٹے بعد ختم ہونے والی ہے۔ ہمیں ان کے خلاف کارروائی کا آغاز کس طرح کرنا چاہیے؟’’

میں نے کہا۔ ‘‘ہم نے ان سے رابطہ ختم کر دیا ہے۔ نہ خیال خوانی کے ذریعے باتیں کر رہے ہیں‘ نہ فون استعمال کر رہے ہیں۔ وہ تمام اکابرین پریشان ہیں۔ ہم ابھی اچانک اُن سے رابطہ کریں گے۔ یہ کہیں گے کہ آخری بار دوستی اور سمجھوتا کرنے آئے ہیں۔ گریٹ ایشورارا مدت پوری ہونے کے بعد ان پر حملے نہیں کر سکے گا‘ کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ ہم انہیں تحفظ فراہم کریں گے۔’’

سونیا نے کہا۔ ‘‘ہاں۔ ان کی ایک سائنس لیبارٹری تباہ ہو چکی ہے۔ وہ سمجھ چکے ہیں‘ اُن کی بیویاں اور بچے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ ان حالات میں وہ ہمارے سامنے سر جھکائیں گے۔ مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا ختم کریں گے اور امن و امان سے رہیں گے۔’’

ایسے ہی وقت کمیونیکیٹنگ مشین پر سگنل موصول ہوا۔ میں نے اسے آن کیا تو سیارے سے گریٹ ایشورارا کا تحریری پیغام موصول ہونے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ‘‘مسٹر فرہاد علی تیمور! میں اس بار دشمنی کے لیے نہیں‘ دوستی کے لیے آیا ہوں۔ یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں‘ تمہاری روحانی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔ تمہاری چالبازیاں بڑی خطرناک ہوتی ہیں۔’’

میں نے اور سونیا نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر تحریر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ‘‘ابھی مجھے معلوم ہوا ہے‘ تم نے گریٹ ایشورارا بن کر کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے اکابرین سے رابطہ کیا ہے اور انہیں بری طرح دہشت زدہ کر دیا ہے۔’’

ہم چونک کر کبھی اس تحریر کو اور کبھی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ بات گریٹ ایشورارا کو معلوم ہو جائے گی۔ میں نے تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ‘‘تمہیں کیسے پتا چلا‘ میں اس دنیا میں تمہارا رول پلے کر رہا ہوں؟’’

‘‘دہشت زدہ اکابرین نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ تم نے ان سے کہا ہے‘ گریٹ ایشورارا کی حیثیت سے جرمنی‘ فرانس‘ انگلینڈ اور امریکا پر حکومت کرو گے۔ حکمرانی کا موقع نہ ملا تو انہیں تباہ و برباد کر دو گے۔ بھئی تم نے تو کمال کر دیا۔ یہ بات میرے ذہن میں نہیں آئی تھی۔’’

میں نے پوچھا۔ ‘‘کون سی بات...؟’’

‘‘یہی کہ میں تمہاری روحانی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر تمام اکابرین کو آسانی سے کچل سکتا ہوں۔ ان کے علاقوں میں حکمران بن کر رہ سکتا ہوں۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تم نے ایسی راہ سجھائی ہے۔ اب اس سلسلے میں میری مدد کرو۔ تم میرے کام آؤ گے‘ میں تمہارے کام آؤں گا۔’’

میں نے کہا۔ ‘‘تعجب ہے‘ تم مجھ سے کس بات کی توقع کر رہے ہو؟’’

‘‘بہت ہی معمولی سا تعاون چاہتا ہوں۔ میں ان تمام اکابرین کو اپنے زیرِ اثر لاتا رہوں گا۔ ایسے وقت چاہتا ہوں‘ تم میرے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں‘ تحریری معاہدہ کرنے کو بھی تیار ہوں۔ دنیا کے ایک حصے پر میری حکومت رہے گی۔ باقی تین بڑے حصوں پر تم لوگ حکمران بن کر رہو گے۔ میں تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گا۔ تمہارے خلاف کبھی کوئی جنگ نہیں لڑوں گا۔’’

میں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ‘‘کیا ہمیں پاگل سمجھا ہے؟ یہودی اور عیسائی پہلے ہی ہمارے دشمن ہیں۔ تمہارا تو کوئی دین دھرم ہی نہیں ہے۔ تم ہمارے تیسرے بڑے دشمن بن جاؤ گے۔ پھر تمہاری پناہ میں رہنے والے وہ یہودی‘ عیسائی اور زیادہ ہمارے خلاف زہر اُگلیں گے۔’’

سونیا نے کمیونیکیٹنگ مشین مجھ سے لے کر تحریر کے ذریعے کہا۔ ‘‘زیادہ سے زیادہ قوت اور اقتدار حاصل کرنے کے بعد ہر حکمران یہی چاہتا ہے کہ پوری دنیا پر اس کی حکمرانی قائم ہو جائے۔ تم تو ابتدا سے ہی یہ خواب دیکھ کر یہاں آتے رہے ہو اور جان بچا کر بھاگتے رہے ہو۔ یہودی اور عیسائی تمہاری گود میں بیٹھ کر تمہیں شہ دیتے رہیں گے اور تم ہمارا امن و سکون برباد کرتے رہو گے۔’’

اس نے کہا۔ ‘‘مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں یقیناً پوری دنیا پر حکومت کرنے کے خواب دیکھتا رہا تھا۔ مگر تم لوگوں نے اچھا سبق سکھا دیا ہے۔ میں تم سے نہ پوری روٹی مانگتا ہوں‘ نہ آدھی... صرف ایک حصے پر اپنی حکمرانی چاہتا ہوں۔ یہودی اور عیسائی ہمیشہ تم سے دشمنی کرتے رہے ہیں۔ میں ان سب کو کچل ڈالوں گا۔ وہ تمہارے آگے سر نہیں اٹھا سکیں گے۔’’

سونیا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ‘‘باہر سے آنے والے حکمران اسی طرح آپس کے جھگڑوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مذہبی تفریق‘ تعصب اور منافقت پیدا کر کے اپنا اُلو سیدھا کرتے رہتے ہیں۔ ایک بات جو تمہاری سمجھ میں نہیں آئی‘ وہ ابھی ہم سمجھا دیتے ہیں۔’’

میں نے سونیا کو دیکھا۔ وہ تحریر کے ذریعے کہہ رہی تھی۔ ‘‘یہ اہم نکتہ ہمیشہ یاد رکھو‘ مسلمانوں نے کبھی یہودیوں اور عیسائیوں سے نفرت یا دشمنی میں پہل نہیں کی۔ وہ ازل سے دشمنی کرتے آئے ہیں۔ آج بھی کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود ہم انہیں تباہ و برباد کرنے کے لیے تمہیں اپنے سر پر مسلط نہیں کریں گے۔ اس دنیا میں قدم رکھنے کا موقع کبھی نہیں دیں گے۔’’

اس نے ذرا توقف سے کہا۔ ‘‘یہ بات گرہ میں باندھ لو! یہاں تمہیں اپنی قبر کے لیے دو گز زمین تو مل جائے گی۔ لیکن حکومت کرنے کے لیے ایک انچ بھی زمین نہیں ملے گی۔ ڈیش آل....’’

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ‘‘بے شک۔ مسلمانوں سے دشمنی کرنے والے عاقبت نا اندیش ہیں۔ لیکن ہم ایسے نہیں ہیں۔ انہیں کچلنے کے لیے کسی بیرونی طاقت کو کبھی اپنی دنیا پر مسلط نہیں ہونے دیں گے۔’’

گریٹ ایشورارا کو ہماری طرف سے منہ توڑ جواب ملا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا‘ ہم جیسے لوہے کے چنوں کو کسی بہانے چبا نہیں سکے گا۔ اس نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے اکابرین سے رابطہ کیا۔ پھر تحریر کے ذریعے کہا۔ ‘‘تم لوگ کچھ دیر بعد مجھ سے رابطہ کرنے والے تھے۔ میں نے تمہارا انتظار نہیں کیا۔ خود ہی رابطہ کر رہا ہوں۔ مجھے جواب دو... فرہاد علی تیمور جس انداز میں دشمنی کر رہا ہے‘ اُس کے جواب میں تم سب کیا کرنے والے ہو؟’’

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ‘‘ہم فرہاد علی تیمور کی چال اسی پر اُلٹنے والے ہیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے‘ ہماری انٹیلی جنس والے اور جنگجو ماہرین مسلمانوں کو جانی و مالی نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ یہ ثابت کرتے رہیں گے کہ جو ہو رہا ہے‘ سیارے والوں کی طرف سے ہو رہا ہے۔’’

‘‘یعنی تم لوگ مفت میں ہمیں بدنام کرو گے؟’’

''اس میں بدنامی کی کیا بات ہے؟ جس بری طرح شکست کھا کر یہاں سے گئے ہو اس کے بعد تمہیں نیک نامی تو حاصل نہیں ہوگی۔ نہ آئندہ کبھی تم ہماری زمین پر قدم رکھ سکو گے؟''

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ''یہ خوش فہمی کیوں پیدا ہوگئی ہے؟ کیا اپنے ریڈارز اور حساس جاسوسی آلات پر بھروسا کر رہے ہو؟ بھروسا تو پہلے بھی کرتے رہے ہو مگر ہم آتے رہے اور جاتے رہے۔''

''فضول دھمکیاں نہ دو۔ جب تمہارے آدمی یہاں آئیں گے تو ہم ان سے نمٹ لیں گے۔''

''تو پھر نمٹنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ صرف ان سے ہی نہیں۔ تمہیں دو طرفہ محاذوں پر لڑنا ہوگا۔ ایک طرف ہم ہوں گے اور دوسری طرف وہ مسلمان جن سے ہمیشہ مات کھاتے رہے ہو۔ اگر یقین نہیں ہے تو ذرا انتظار کرو۔ جلد ہی ہم عذاب بن کر نازل ہونے والے ہیں۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ ہم تو ان پر عذاب بن کر نازل ہونے ہی والے تھے۔ اب گریٹ ایشورارا بھی یہی چیلنج کر رہا تھا۔ وہ تمام اکابرین پریشان ہو کر سوچنے لگے۔ ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔

وہ سب اپنی مذہبی برتری قائم رکھنے اور مسلمانوں کو کم تر ثابت کرنے کے لیے غلطیاں کرتے چلے آرہے تھے۔ اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ ہم تمام دنیا والے متحد ہو جائیں گے۔ دین دھرم کو اپنے اپنے ملک اور اپنی قوموں تک محدود رکھیں گے۔ ایک دوسرے پر کیچڑ نہیں اچھالیں گے تو کسی بھی سیارے کی مخلوق ہم پر مسلط نہیں ہو سکے گی۔

یہ حقیقت نہ پہلے سمجھ میں آئی تھی' نہ اب آرہی تھی۔ یہ بات اُن کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ لاشعور اور تحت الشعور میں سمائی ہوئی تھی کہ پوری دنیا ان کی ہے۔ یہاں مسلمانوں کو نہیں رہنا چاہیے۔ اگر رہنا چاہیں گے تو کیڑے مکوڑوں کی طرح ان کے پیروں تلے آتے رہیں گے۔

ایسی غلط سوچ اور غلط ارادوں پر عمل کرتے ہوئے وہ اپنا سکون برباد کر رہے تھے۔ اب تو اور زیادہ سکون برباد ہونے والا تھا۔ کیونکہ آئندہ انہیں دو محاذوں پر جنگ لڑنی تھی۔ ایک طرف ہم سے مقابلہ تھا' دوسری طرف گریٹ ایشورارا تھا... جبکہ وہ کسی ایک سے بھی جنگ لڑنے کے قابل نہیں تھے۔ انہوں نے جب بھی ہمارے خلاف محاذ آرائی کی تو بری طرح نقصان اٹھایا۔ اسی طرح گریٹ ایشورارا نے ان پر حملے کیے تو وہ اس کے خلاف بھی جوابی کارروائی نہ کر سکے۔ جانی و مالی نقصانات اٹھاتے رہے۔

وہ موجودہ صورتحال کا سامنا کرنے کے قابل نہیں تھے۔ اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے انہیں کسی ایک سے جنگ لڑنی تھی اور دوسرے سے صلح کرنی تھی۔ صاف ظاہر تھا' وہ ہم مسلمانوں کے ساتھ صلح صفائی سے نہیں رہ سکتے تھے۔ کتے کی دم ٹیڑھی ہوتی ہے۔ وہ ٹیڑھے رہ کر گریٹ ایشورارا سے دوستی اور سمجھوتا کرنے کا فیصلہ کر رہے تھے۔

انہوں نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے ایشورارا سے رابطہ کیا۔ تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ''کیا واقعی تم اپنے جانثاروں کو ہماری زمین پر بھیجو گے؟''

اس نے جواب دیا۔ ''یہ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔''

''کیا تم نے یہ نہیں سوچا' تمہارے جانثار یہاں آکر کہیں چھپ نہیں پاتے۔ سونیا اور فرہاد کسی نہ کسی طرح ان کی شہ رگ تک پہنچ جاتے ہیں؟''

''میں نے اچھی طرح سوچ لیا ہے۔ اس بار میرے جانثار ایسی تیاریوں کے ساتھ آئیں گے کہ مسلمان کبھی ان کے سائے تک بھی پہنچ نہیں پائیں گے۔''

''کیا تم نے سونیا اور فرہاد کی کوئی کمزوری پالی ہے؟''

''سونیا کی کمزوری نہیں' بلکہ اس کی ایک بہت ہی غیر معمولی طاقت کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔''

''تعجب ہے' ہم یہاں زمین پر رہ کر اس کی کسی غیر معمولی طاقت سے واقف نہیں ہیں اور تم وہاں سیارے میں بیٹھے بیٹھے ہم سے زیادہ معلومات حاصل کر رہے ہو؟''

''جو معلومات مجھے حاصل ہوئی ہیں۔ ان کے متعلق تم سب بہت پہلے سے جانتے ہو۔ مگر بھلا چکے ہو۔ کیا آج سے تقریباً بیس برس پہلے سونیا کے ریکارڈ میں یہ درج نہیں تھا کہ وہ سونگھنے کی غیر معمولی حِس رکھتی ہے؟''

اس بات پر تمام اکابرین چونک گئے۔ کمیونیکیٹنگ مشین کی ننھی سی اسکرین پر تحریر ابھر رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''ان کے پاس کوئی روحانی قوت نہیں ہے۔ ایک قدرتی صلاحیت ہے۔ وہ اسی غیر معمولی حِس کے بل پر میرے جانثاروں کی شہ رگ تک پہنچ جایا کرتی تھی۔ مگر اب ایسا نہیں ہوگا۔ ہم اس کا توڑ کر چکے ہیں۔''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''بے شک ہم یہ بات بھول چکے تھے۔ مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا' وہ ایسی غیر معمولی حِس رکھتی ہے؟''

وہ بولا۔ ''تم پھر بھول رہے ہو' میرے پاس برین ماسٹر ہے اور وہ سونیا کی رگ رگ سے واقف ہے۔''

''بے شک ہم نے ایسی اہم باتوں کو یاد نہیں رکھا تھا۔ یہی سمجھتے رہے کہ سونیا اور فرہاد روحانی علوم کے ذریعے سیارے والوں تک پہنچ جایا کرتے ہیں۔ اب حقیقت معلوم ہو رہی ہے۔ کیا تم اس کی غیر معمولی حِس کو ختم کر سکو گے یا کمزور بنا سکو گے؟''

''ہم کسی کی قدرتی صلاحیتوں کو ختم نہیں کر سکتے۔ مگر ہاں... کمزور بنا سکتے ہیں۔ ہمارے جانباز کسی اور ترکیب سے محفوظ رہ سکیں گے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہم وہ ترکیب جانتے ہیں۔ جو شخص اپنے لباس پر پرفیوم اسپرے کر لیتا ہے۔ سونیا اس کی مخصوص بُو تک پہنچ نہیں پاتی ہے۔ نہ ہی اسے دشمن کی حیثیت سے شناخت کر سکتی ہے۔''

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ''یہ بھی اچھی ترکیب ہے۔ لیکن ہم نے ایسی دوا ایجاد کی ہے' جسے کھانے کے بعد بدن کی مہک میں تبدیلی آجاتی ہے۔ اگر دوا استعمال کرنے والا گھر کی چار دیواری میں رہے تو یہ تبدیلی تقریباً دس گھنٹے تک قائم رہتی ہے۔ چار دیواری سے باہر کھلی فضا میں چار گھنٹے تک اس کا اثر رہتا ہے۔ ہم اس دوا کو اور زیادہ پاورفل بنانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔''

گریٹ ایشورارا کی باتوں سے ثابت ہو رہا تھا' وہ ہماری دنیا میں پھر ایک بار بھرپور تیاریوں کے ساتھ آرہا ہے۔ جب وہ آجائے گا تو اکابرین اس کے اور ہمارے خلاف بیک وقت محاذ قائم نہیں کر سکیں گے۔ ان کے لیے لازمی ہو گیا تھا کہ وہ کسی ایک سے دوستی اور دوسرے سے دشمنی کریں۔

ایک آرمی افسر نے کہا۔ ''اگر تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں آکر سونیا کے ہتھکنڈوں سے بچتے رہے تو پھر تمہاری جیت لازمی ہوگی۔ تم انہیں شکست دے جاؤ گے' بری طرح نیست و نابود کر دو گے۔ مگر اس کے لیے ہم سے دوستی کرنا لازمی ہے۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''وہی پہلے جیسا معاہدہ ہوگا۔ دنیا کے ایک حصے پر ہماری حکمرانی ہوگی۔ باقی تین بڑے حصوں پر تم حکومت کرو گے۔ ایسے وقت ہم تمہاری بھرپور مدد کرتے رہیں گے۔''

وہ بولا۔ ''اس معاہدے کی باتیں پہلے کئی بار ہو چکی ہیں۔ لیکن کبھی اس پر عمل نہیں ہوا۔ تم لوگوں نے کبھی ہماری مدد نہیں کی۔ ہم آج بھی ارضی دنیا سے بہت دور اپنے ہی بھروسے پر وہاں حکومت کرنے کی پلاننگ کرتے رہتے ہیں۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اس بار عملی طور پر تمہاری مدد کی جائے گی۔ ہم متحد رہ کر اتنے طاقتور ہو جائیں گے کہ آندھی طوفان بن کر ان مسلمانوں کو تنکوں کی طرح اڑا دیں گے۔ ہمیشہ کے لیے نابود کر دیں گے۔''

گریٹ ایشورارا یہی چاہتا تھا' دنیا کی آدھی طاقت اسے مل جائے۔ اس کی یہ خواہش اب پوری ہو رہی تھی۔

میں' الپا اور کبریا خیال خوانی کے ذریعے ان اکابرین کے اندر موجود تھے۔ کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے جو تحریری گفتگو ہو رہی تھی۔ اسے سن رہے تھے۔ الپا اور کبریا نے سونیا کے پاس آکر کہا۔ ''مما! ابھی ہمیں ایک اہم بات معلوم ہوئی ہے۔''

کبریا نے کہا۔ ''سیارے والوں کو آپ کی غیر معمولی حِس کا علم ہو چکا ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''انہیں یہ بھی پتا چل گیا ہے کہ آپ اسی صلاحیت کے ذریعے مطلوبہ دشمن تک پہنچ جاتی ہیں۔''

سونیا نے تعجب سے پوچھا۔ ''یہ بات انہیں کیسے معلوم ہوگئی؟''

''وہاں سیارے میں برین ماسٹر موجود ہے۔ اسی نے گریٹ ایشورارا کو آپ کے متعلق بہت کچھ بتایا ہے۔''

الپا نے کہا۔ ''انہوں نے ایک ایسی دوا ایجاد کی ہے۔ جسے کھانے کے بعد وہ تقریباً دس گھنٹوں تک آپ کی سونگھنے والی حِس سے محفوظ رہ سکیں گے۔ آپ ان کی اصل جسمانی بُو تک پہنچ نہیں پائیں گی۔''

کبریا نے کہا۔ ''اگر وہ چار دیواری سے نکل کر کھلی فضا میں جائیں گے تو دوا زیادہ دیر تک مؤثر نہیں رہے گی۔ چار گھنٹے میں اس کا اثر زائل ہو جائے گا۔''

سونیا نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ آئندہ ہم آسانی سے دشمنوں تک پہنچ نہیں پائیں گے۔''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ وہ ہم سے چھپنے کے لیے زیادہ سے زیادہ چار دیواری میں رہا کریں گے۔ وہیں بیٹھے بیٹھے خیال خوانی کے ذریعے ہمارے لیے مسائل پیدا کرتے رہیں گے' ہمیں نقصان پہنچاتے رہیں گے۔''

کبریا نے کہا۔ ''گریٹ ایشورارا کہہ رہا تھا' کسی بھی دن اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں پہنچ جائیں گے۔''

الپا نے کہا۔ ''ہمیں معلوم ہونا چاہیے' وہ کن ملکوں میں

آکر اپنی خفیہ پناہ گاہیں بنائیں گے؟"

سونیا نے کہا۔ "گریٹ ایشورارا اور اکابرین کے درمیان دوستی ہو رہی ہے۔ اس پہلو سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے' سیارے والے امریکا اور یورپ کے ممالک میں آئیں گے۔ اکابرین انہیں یہاں آنے کی اجازت بھی دیں گے اور ان کے لیے خفیہ پناہ گاہیں بھی مہیا کریں گے۔"

میں نے کہا۔ "ہماری کوشش ہوگی' وہ اپنی خفیہ پناہ گاہوں میں دیر تک نہ رہیں۔ باہر کھلی فضا میں آنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس کے علاوہ اس نئی دوا کو بھی ناکارہ بنانے کی کوئی تدبیر کرنی ہوگی۔"

سونیا نے کہا۔ "ہمیں اس کی خاصیت معلوم کرنی چاہیے۔ یہ تو علم ہو گیا ہے' وہ کس طرح اثر کرتی ہے؟ اب یہ بھی پتا چلنا چاہیے کہ اس کا ری ایکشن کیا ہو سکتا ہے؟ کیا اسے کثرت سے استعمال کیا جا سکتا ہے؟ اگر دوا کی خوراک محدود ہوگی' ایک بار کے بعد فوراً ہی دوسری بار نہیں لی جا سکے گی۔ تب ہمیں بہت کچھ کر گزرنے کا موقع مل جائے گا۔"

ہماری کامیابی کا انحصار اس دوا کے بے اثر ہونے پر تھا۔ ہم نہیں جانتے تھے' وہ کتنی پاورفل ہے یا اس کا منفی ردِعمل کیسا ہو سکتا ہے؟ اس کے ری ایکشن سے ہمیں بہت کچھ کرنے کا موقع مل سکتا تھا۔ کبریا کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر ایکدم سے چونک کر سونیا سے بولا۔ "مما! آوڈی مین....."

سونیا نے پوچھا۔ "تمہیں اس وقت آوڈی مین کیوں یاد آ رہا ہے؟"

"میں نے اسی شہر میں اسے دیکھا تھا۔ اس وقت یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ برین ماسٹر کا دستِ راست آوڈی مین ہے۔ جس طرح آپ پانچ کلومیٹر کے فاصلے تک اپنے مطلوبہ افراد کی بو سونگھ لیتی ہیں۔ اسی طرح وہ پانچ کلومیٹر کے فاصلے تک کسی بھی بولنے والے یا سرگوشی کرنے والے کی باتیں سن لیتا ہے۔ وہ غیر معمولی قوتِ سماعت رکھتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "ہم اس کے بارے میں تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ آگے بولو' کہنا کیا چاہتے ہو؟"

اس نے کہا۔ "کوئی بھی سیارے سے آنے والا اگر آوڈی مین سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہوگا تو وہ اس کی باتیں سن کر ہمیں بتا سکے گا کہ وہ ہم سے کتنے فاصلے پر ہے اور کہاں چھپا ہوا ہے؟"

میں نے اور سونیا نے مسکراتے ہوئے اپنے بیٹے کو دیکھا۔ الپا نے کہا۔ "واقعی اگر آوڈی مین مل جائے اور ہم اسے اپنے زیرِ اثر لے آئیں تو وہ ہمارے بہت کام آئے گا۔

اس کے ذریعے ہم اپنے کسی بھی ٹارگٹ تک پہنچ سکیں گے۔"

میں نے بیٹے سے پوچھا۔ "تم نے اس شہر میں اسے کہاں دیکھا تھا؟ کیسے پہچانا تھا کہ وہ آوڈی مین ہی ہے؟"

"وہ ہوٹل لاروش میں مجھ سے ٹکرایا تھا۔ نشے میں بدمست تھا۔ میں نے اسے سہارا دیتے ہوئے پوچھا کہاں جانا چاہتے ہو؟

وہ لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے بولا' بس وہاں۔ آگے پارکنگ ایریا میں میری کار ہے.... میں نے کہا' آل رائٹ میں تمہیں کار میں لے جا کر بیٹھا دوں گا۔

میں اسے سہارا دیتا ہوا پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگا۔ وہ زیرِ لب بڑبڑا رہا تھا۔ میں نے کہا "تم تقریباً پچاس برس کے ہو چکے ہو۔ تمہیں اس قدر نہیں پینا چاہیے۔"

وہ بولا۔ "میں نے بہت پی ہے۔ مگر نشے میں نہیں ہوں۔"

"دنیا کے سارے شرابی یہی کہتے ہیں۔ مگر گھر پہنچنے سے پہلے کسی نالی میں اوندھے منہ گر پڑتے ہیں۔ تمہاری کار کہاں ہے؟ نمبر بتاؤ...؟"

وہ میرے سہارے چلتے چلتے رک گیا۔ دھندلائی ہوئی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ کس حصے میں کار پارک کی تھی؟ میں اس کے دماغ میں گھس گیا۔ چور خیالات پڑھ کر کار کا نمبر معلوم کرنا چاہتا تھا۔ پتا چلا' اس کے پاس رینٹڈ کار تھی۔ اس نے وہ گاڑی واپس کر دی تھی۔ سوچا تھا' فون کر کے دوسری منگوائے گا۔ مگر پینے کے بعد اس قابل نہیں رہا تھا۔ یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ رینٹڈ کار واپس کر چکا ہے۔

میں جھیل والے کاٹیج میں تھا۔ سوچا' اگر اس کی رہائش گاہ میرے راستے میں پڑتی ہے تو اسے گھر تک پہنچا دوں گا۔ پتا چلا' وہ ہمارے قریب ہی کچھ فاصلے پر کاٹیج نمبر فورٹین میں رہتا ہے۔ میں نے اسے اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر بٹھایا تو وہ وہاں لیٹ گیا۔ لیٹنے کے بعد زیرِ لب بڑبڑانے لگا۔ ایسے ہی وقت میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ یوں لگا' جیسے وہ برین ماسٹر کا نام لے رہا ہے۔

تب میں نے اس کے چور خیالات کو کھنگالنا شروع کیا۔ معلوم ہوا' وہ برین ماسٹر کا دستِ راست آوڈی مین ہے۔ ایک طویل جدائی کے دوران اپنے آقا برین ماسٹر سے تقریباً مایوس ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس کے آقا نے سیارے میں

جانے کے بعد اسے بھلا دیا تھا۔

اس کی سوچ کے ذریعے معلوم ہوا' وہ اس وقت زیرِ لب بڑبڑاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "برین ماسٹر مجھے کتا سمجھتا تھا۔ جاتے جاتے لات مار کر چلا گیا۔"

میں فوراً ہی اسٹیرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر کار ڈرائیو کرتا ہوا اسے اپنے کاٹیج میں لے آیا۔ ایک بہت ہی کام کا آدمی ہاتھ آیا تھا۔ میں نے اسے لیمن جوس پلایا تو نشہ کچھ کم ہو گیا۔ میں نے پوچھا "کیا برین ماسٹر بہت یاد آتا ہے؟

اس نے مجھے چونک کر دیکھا۔ پھر انجان بنتے ہوئے کہا۔ "کون برین ماسٹر...؟ تم کس کی بات کر رہے ہو؟"

"میں اسی کی بات کر رہا ہوں' جو تمہیں چھوڑ کر سیارے میں چلا گیا ہے۔"

اس نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

میں نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "جو بھی ہوں' تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ آرام سے سو جاؤ۔ صبح باتیں ہوں گی۔"

وہ سونا نہیں چاہتا تھا۔ تجسس میں مبتلا ہو گیا تھا۔ میرے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے دماغ پر قبضہ جمایا تو فوراً ہی لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر کے گہری نیند میں ڈوب گیا۔ تب میں نے اس پر تنویمی عمل کیا۔"

سونیا نے بیٹے کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب ہے' میرے بیٹے نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "یس مما! وہ اب بھی اسی کاٹیج نمبر فورٹین میں رہتا ہے۔ میرے زیرِ اثر ہے۔ میری گرفت سے نکل کر کہیں نہیں جائے گا۔"

بے شک کبریا نے عین وقت پر بہت بڑا کام کیا تھا۔ اسے کہتے ہیں' محاذ آرائی اور جنگی تیاریاں... اکابرین بھی اپنے طور پر تیاریاں کر چکے تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ گریٹ ایشورارا سے متحد ہو کر ہمارے خلاف بہت بڑی طاقت بن گئے ہیں۔

دوسری طرف گریٹ ایشورارا بھی بھرپور منصوبہ بندی کر چکا تھا۔ فی الحال ہمیں اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ اس نے اپنے لوگوں کو سونیا کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے کوئی دوا ایجاد کی تھی۔ اس کے علاوہ وہ کیا کر رہا تھا' ابھی ہم نہیں جانتے تھے۔ سیارے والوں کے آنے کے بعد ہی معلوم ہونے والا تھا' آئندہ وہ کیسے کیسے ہنگامے برپا کرے گا؟

ادھر ہم اپنی تیاریوں میں مصروف تھے۔ گریٹ ایشورارا سونیا کی سونگھنے کی حس کا توڑ کر رہا تھا اور ہم اس توڑ کے مقابلے میں توڑ جوڑ کر رہے تھے۔ قدرت ہمارا ساتھ دے رہی تھی۔ آئندہ ہم آوڈی مین کے ذریعے سیارے والوں کا سراغ لگا سکتے تھے۔

☆☆☆

انسان غیر معمولی علوم اور صلاحیتیں حاصل کر کے خود کو غیر معمولی بنائے رکھنے کے لیے ہزار جتن کرتا رہتا ہے۔ طرح طرح کی تدبیریں اور ہتھکنڈے استعمال کرتا رہتا ہے۔ ڈاکٹر سلام اور ڈاکٹر اے کاک نے بھی یہی کیا تھا۔ وہ دونوں انسانی جسم کے ہر حصے کی سرجری کے ماہر تھے۔ اس سلسلے میں نت نئے تجربات کرتے رہتے تھے۔

انہوں نے تجربہ کیا کہ سرجری کے ذریعے حواسِ خمسہ کو کس قدر تیز تر کیا جا سکتا ہے۔ وہ تمام حواسِ خمسہ پر تجربہ نہ کر سکے۔ ان میں سے صرف سننے کی حس پر تجربہ کیا اور اس میں کامیاب رہے۔

خرگوش کے کان اتنے تیز ہوتے ہیں کہ وہ ہلکی سی آہٹ بھی سن لیتا ہے۔ اسی طرح ہرن دُور سے آنے والے شکاریوں کی آہٹ پا لیتے ہیں۔ انہوں نے ایسے جانوروں کے حوالے سے کئی تجربات کیے۔ پھر ڈاکٹر اے کاک نے ڈاکٹر سلام کے ایک کان کا آپریشن کیا۔

وہ آپریشن ان کی توقع سے زیادہ کامیاب رہا۔ ڈاکٹر اے کاک نے پہلے پچاس گز دور جا کر پھر سو گز کی دوری پر پہنچ کر زیرِ لب کچھ کہنا شروع کیا۔ ڈاکٹر سلام اپنے بیڈ پر نیم دراز تھا۔ جو کچھ سن رہا تھا' اسے لکھتا جا رہا تھا۔ ڈاکٹر اے کاک نے آ کر اس تحریر کو پڑھا۔ پھر خوش ہو کر کہا۔ "میں بالکل یہی کہہ رہا تھا۔ تمہاری قوتِ سماعت حیرت انگیز طور پر بڑھ گئی ہے۔"

ڈاکٹر سلام نے گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں کامیاب آپریشن کی مبارکباد دیتا ہوں۔"

تقریباً چار ماہ کے بعد ڈاکٹر اے کاک نے اپنے ساتھی کے دوسرے کان کا آپریشن کیا۔ دونوں کانوں کی ملی جلی سماعت اس قدر بڑھ گئی کہ دو سو گز کے فاصلے پر ہونے والی دھیمی سرگوشی بھی ڈاکٹر سلام کو سنائی دینے لگی۔

چار ماہ بعد ڈاکٹر سلام نے ڈاکٹر اے کاک کے دونوں کانوں کا باری باری آپریشن کیا۔ اس طرح دونوں ساتھیوں نے غیر معمولی قوتِ سماعت حاصل کر کے خود کو دوسروں سے مختلف بنا لیا۔

وہ بچپن سے ایک دوسرے کے پڑوسی تھے۔ انہوں

نے ایک ساتھ تعلیم حاصل کی تھی اور ڈاکٹر بن کر طبی سرجری کے میدان میں نت نئے تجربات کرتے آئے تھے۔

ڈاکٹر سلام کے باپ دادا مسلمان تھے۔ وہ بھی مسلمان تھا۔ لیکن ڈاکٹر اے کاک کے ساتھ بڑے مسائل تھے۔ جب وہ پیدا ہوا تو ایک مسلمان کا بیٹا تھا۔ لیکن پیدائش کے فورا بعد وہ عیسائی کا بیٹا کہلانے لگا۔ کیونکہ اس کے باپ نے دینِ اسلام سے پھر کر عیسائی مذہب قبول کرلیا تھا اور اس وقت کے مشہور و معروف فلمی ڈائریکٹر کے نام پر اپنا نام الفریڈ ہچکاک رکھ لیا تھا۔

اس کی ماں سلمیٰ یزدانی بدستور مسلمان تھی۔ اسلامی قانون کے مطابق دین سے پھرنے والے شوہر سے رشتہ ٹوٹ گیا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کا اسلامی نام رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن ہچکاک نے کہا۔ ”ایک عیسائی باپ کا بیٹا ہے۔ اس کا نام اے کاک رکھا جائے گا۔“

سلمیٰ یزدانی غیر مسلم شوہر سے علیحدہ ہو کر ڈاکٹر سلام کی والدہ کے پاس آگئی تھی۔ اسی کے ساتھ رہنے لگی تھی۔ شکاگو کی عدالت نے فیصلہ سنایا کہ بیٹے پر باپ کا حق ہے۔ چونکہ وہ عیسائی ہے‘ اس لیے بیٹے کا نام بھی باپ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ مسلمان ماں اس کی پرورش پانچ سال تک کرے گی۔ اس کے بعد بیٹے کو عیسائی باپ کے حوالے کردیا جائے گا۔

سلمیٰ نے اس فیصلے پر صبر کرلیا۔ کیونکہ پانچ برس کے بعد بیٹا جدا ہو کر اپنے عیسائی باپ کے ساتھ اس کے پڑوس میں رہنے لگا تھا۔ دوری کے باوجود قربت تھی۔ ماں بیٹا دن رات ایک دوسرے سے ملتے رہتے تھے۔

سلام اور اے کاک کی مائیں سگی بہنوں کی طرح ایک ہی چھت کے نیچے رہتی تھیں۔ ان کے بیٹے بھی اپنی ماؤں کی طرح ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ یہ دوستی اور تعلقات عمر کے ساتھ ساتھ پختہ ہوتے رہے تھے۔

اے کاک بہت ذہین اور حساس تھا۔ اپنی ماں کی مظلومیت اور باپ کے بدلتے ہوئے مزاج کو اچھی طرح سمجھنے لگا تھا۔ ہچکاک اس سے کہتا تھا۔ ”بے شک۔ اپنی ماں سے محبت کرو۔ اس سے ملتے رہا کرو۔ لیکن تم عیسائی باپ کے بیٹے ہو۔ یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ مسلمان بہت ہی خود غرض اور مطلب پرست ہوتے ہیں۔ کبھی عیسائیوں کے دوست اور خیر خواہ بن کر نہیں رہتے۔ برا وقت آنے پر زبردست دھوکا دیتے ہیں۔“

اے کاک نے کہا۔ ”مگر انہوں نے میری ماں کو کبھی دھوکا نہیں دیا۔ آپ کے مذہب بدلنے سے ممی پرائی ہوگئیں۔ سلام کی ممی اور پاپا ان سے بہت محبت کرتے ہیں۔ یہ میں پچھلے بیس برسوں سے دیکھتا آرہا ہوں۔“

اس نے کہا۔ ”تم درست کہتے ہو۔ وہ اس لیے تمہاری ممی سے محبت کرتے ہیں کہ وہ مسلمان ہے۔ لیکن مجھ سے اور تم سے دل ہی دل میں نفرت کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ ہم دونوں عیسائی ہیں۔“

اے کاک نے کہا۔ ”پتا نہیں‘ میں عیسائی ہوں یا مسلمان....؟ اس ملک کا قانون آپ کی حمایت میں کہتا ہے‘ میں عیسائی باپ کا بیٹا ہوں۔ اس لیے عیسائی ہوں اور میری ممی کہتی ہیں کہ جب ان کے پیٹ میں آیا تو میرا باپ مسلمان تھا۔ میں ایک مسلمان کے نطفے سے ہوں۔“

ہچکاک نے کہا۔ ”اب وہی مسلمان ایک عیسائی ہے اور تم اس کے بیٹے ہو۔“

”ماں کی طرف سے قدرتی حالات کچھ کہتے ہیں۔ باپ کی طرف سے دنیاوی قانون کچھ اور کہتا ہے۔ میں تو نہ اِدھر کا ہوں نہ اُدھر کا... بیچ میں پھانسی کے پھندے کی طرح لٹکا ہوا ہوں۔“

”میں کچھ نہیں جانتا‘ تم میرے بیٹے ہو اور تمہیں عیسائی بن کر رہنا ہے۔“

”میں بالغ ہو چکا ہوں۔ اپنا فیصلہ خود کرسکتا ہوں اور میں نے فیصلہ کیا ہے‘ نہ مسلمان ہوں‘ نہ عیسائی ہوں۔ میرا ایک نیا مذہب ہے اور وہ مذہب ہے انسانیت... میں ہوں‘ آپ ہیں اور ممی ہیں۔ ہم تینوں انسانیت کے رشتے سے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہ سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کو محبتیں دے سکتے ہیں۔ میرے اندر کی انسانیت کہتی ہے‘ نہ ماں کی طرف سے مسلمان بن کر آپ سے نفرت کروں۔ نہ باپ کی طرف سے عیسائی بن کر ماں سے نفرت کروں۔ میری انسانیت آپ سے‘ ممی سے اور ساری دنیا سے محبت اور صرف محبت سکھاتی ہے۔“

وہ اپنے دوست سلام سے کہتا تھا۔ ”ہم کتنے ذہین ہیں‘ چاند تک پہنچ جاتے ہیں اور کتنے مجبور ہیں کہ اپنی ذہانت سے تمام دنیا والوں کو محبت کرنا نہیں سکھا سکتے۔“

سلام نے کہا۔ ”بے شک۔ ہماری دنیا میں مذاہب اسی لیے آئے کہ وہ انسان کو اچھی باتیں‘ اچھے اعمال سکھائیں...... اگر تمام انسانوں کے اعمال اچھے ہو جائیں تو ہماری دنیا میں نفرت نہ رہے۔ مگر ایسا نہیں ہوتا۔“

”ایسا کیوں نہیں ہوتا؟“

”اس لیے کہ یہ دنیا دھوپ چھاؤں سے‘ پھول اور کانٹوں سے‘ محبت اور نفرت سے گزرنے کے لیے بنائی گئی ہے نسان اٹھا کر‘ زخم کھا کر عقل آتی ہے کہ سلامتی کا راستہ محبت ہے۔ صرف محبت...“

اے کاک نے کہا۔ ”کیا ہم نفرت‘ جنگ اور دہشت گردی کو کم نہیں کرسکتے؟“

”ہماری جیسی سوچ اور نیک ارادے رکھنے والے بھی رہے ہیں۔ مگر نفرتیں ہیں‘ عداوتیں ہیں کہ بڑھتی ہی جارہی ہیں۔“

”اگر ہمارے پاس غیر معمولی صلاحیتیں ہوتیں تو ہم ان کے ذریعے شرپسندوں تک پہنچ کر انہیں شرپسندی سے باز کھتے۔ انہیں نفرت اور عداوت سے توبہ کرنے پر مجبور کردیتے۔“

وہ دونوں انتہائی قابل ڈاکٹر بننے کے بعد علاج معالجے کے سلسلے میں بڑے بڑے سائنسدانوں اور حکمرانوں سے ملتے رہے۔ یہی دیکھتے رہے کہ نفرتوں کی بنیاد پر سیاست ی جائے تو ایک دوسرے سے عداوتیں پیدا کرنے والی حکومتیں قائم ہوتی ہیں۔

انہوں نے پانچ برس پہلے ہماری دنیا میں سیارے والوں کو آکر جارحانہ انداز اختیار کرتے دیکھا تھا۔ ان کے دماغوں میں یہ بات نقش ہوگئی تھی کہ بیرونی جارحیت سے اور اندرونی عداوتوں سے نمٹنے کے لیے غیر معمولی صلاحیتوں کا حصول لازمی ہے۔ وہ صرف قابل ڈاکٹر بن کر اپنی دنیا میں امن و امان قائم نہیں کرسکتے تھے۔ یہ بات ان کے اندر اس قدر رچ بس گئی تھی کہ انہوں نے اگلے تین برس کی جدوجہد کے بعد غیر معمولی قوتِ سماعت حاصل کرنے کا کامیاب تجربہ کیا تھا۔

وہ دونوں چھتیس برس کے جوان تھے۔ کوئی نشہ نہیں کرتے تھے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہنے کے لیے یوگا کی مشقیں کرتے تھے۔ اکابرین اور سیارے والوں کے متعلق خفیہ طور پر معلومات حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹر اے کاک واشنگٹن آگیا تھا۔ جبکہ ڈاکٹر سلام لندن پہنچا ہوا تھا۔

وہ وہاں کے بہت ہی سینئر ڈاکٹر اور سرجن تسلیم کیے جاتے تھے۔ سرکاری عہدیدار اور آرمی کے افسران علاج معالجے کے سلسلے میں انہیں طلب کیا کرتے تھے۔ ان کے پاس خصوصی اجازت نامے تھے۔ جن کے ذریعے وہ حکومت اور آرمی کے کسی بھی شعبے میں بہ وقتِ ضرورت پہنچ جایا کرتے تھے۔ وہاں مطلوبہ افراد کے آس پاس دو سو گز کی دوری پر رہ کر بھی ان کی اہم اور خفیہ باتیں سنتے رہتے تھے۔

وہ فون کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے تھے۔ لندن اور واشنگٹن سے حاصل ہونے والی خفیہ باتیں

قارئین متوجہ ہوں

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات و احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر آیات اور احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

ایک دوسرے تک پہنچاتے رہتے تھے۔ موجودہ معلومات کے مطابق سیارے کے لوگ ایک طویل عرصے کے بعد ہماری دنیا میں آنے والے تھے۔

انہوں نے کانفرنس ہال سے باہر ذرا دور رہ کر اکابرین کی باتیں سنی تھیں۔ یہ معلوم کیا تھا کہ میں نے گریٹ ایشورارا بن کر انہیں دھوکا دیا ہے۔ پھر انہیں یہ بھی علم ہوا کہ دھوکا حقیقت میں بدل گیا ہے۔ گریٹ ایشورارا سچ مچ اکابرین کو دھمکیاں دے رہا تھا کہ جرمنی‘ فرانس‘ انگلینڈ اور امریکا میں اپنی حکومت قائم کرے گا۔ مسلمانوں کے مقابلے میں اکابرین کمزور ہیں۔ وہ ان پر بڑی آسانی سے غالب آسکتا ہے۔

وہ دونوں دوست بڑی خاموشی اور حکمتِ عملی سے اہم معلومات حاصل کررہے تھے۔ پھر انہیں پتا چلا‘ اکابرین نے گریٹ ایشورارا سے دوستی اور سمجھوتا کرلیا ہے۔ اس سے متحد ہوکر مسلمانوں کے خلاف بہت بڑی طاقت بن گئے ہیں۔

ڈاکٹر سلام نے فون کے ذریعے کہا۔ ”اے کاک! یہ یہودی اور عیسائی بہت ہی خود غرض اور موقع پرست ہیں۔ مسلمانوں کو کچلنے انہیں کمتر بنائے رکھنے کے لیے سیارے سے آنے والوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔“

اس نے کہا۔ ”انہیں یہودی اور عیسائی نہ کہو۔ یہ بھی نہ کہو کہ مسلمانوں کو کچلنے کے لیے ایسا کیا جارہا ہے۔ یہ لوگ مذہبی جنگ نہیں لڑ رہے ہیں۔ صرف اپنے اپنے ملکوں اور اپنی اپنی حکومت کو بچانے کی خاطر دنیا کے تین حصوں پر سیارے والوں کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔“

ڈاکٹر سلام نے کہا۔ ”بات ایک ہی ہے۔ میں اپنے انداز سے کہہ رہا ہوں اور تم اپنے انداز سے کہہ رہے ہو۔“

وہ بولا۔ ”بات ایک نہیں ہے۔ اگر تم اسے مذہبی جنگ کہتے ہو تو پھر مسلمانوں کی فتح ہو چکی ہے۔ وہ یہودیوں اور عیسائیوں پر غالب آچکے ہیں۔ تمام اکابرین ان سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ تب ہی تو ایک بیرونی طاقت سے دوستی اور سمجھوتا کررہے ہیں۔“

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ”میرے دوست! یہ

تسلیم کرلو ہماری دنیا کے حکمران صرف اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے کم ظرفی کا مظاہرہ کررہے ہیں۔''

''چلو یہی سہی۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے، مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے متحدہ مخالف قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے کیا کررہے ہیں؟ انہیں خبر بھی ہے یا نہیں؟''

''پچھلے دو برسوں میں دیکھا ہے، سونیا اور فرہاد بہت تیز رفتار رہے ہیں۔ ہم سے پہلے اہم معلومات حاصل کرلیتے ہیں۔ وہ بے خبر نہیں ہوں گے۔''

ڈاکٹر سلام نے کہا۔ ''پھر بھی چاہتا ہوں، لندن سے پیرس چلا جاؤں۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کا کوئی نہ کوئی فرد یا ٹیلی پیتھی جاننے والا ضرور ہوگا۔ میں ان کے ذریعے سونیا اور فرہاد کی باتیں سن سکوں گا۔''

''تم بہتر سمجھتے ہو تو پیرس چلے جاؤ۔ مگر محتاط رہنا۔ کبھی سونیا، فرہاد یا ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی نظروں میں نہ آنا۔''

انہوں طے کیا تھا، اکابرین کی نظروں میں نہیں آئیں گے۔ نہ کبھی ہم سے براہِ راست رابطہ قائم کریں گے۔

اے کاک کا کہنا تھا، مسلمان بھی آخر انسان ہیں۔ ان سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں اور وہ غلطیاں کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیں گے۔

پچھلی بار میں نے گریٹ ایشورارا بن کر اکابرین کو دھوکا دیا تھا۔ اس بات سے اے کاک کو اختلاف تھا۔ ان دوستوں کا خیال تھا، اگر میں ایسا نہ کرتا تو یہ بات سیّارے والوں تک نہ پہنچتی۔ گریٹ ایشورارا اس پہلو سے کبھی نہ سوچتا کہ وہ مسلمانوں کو نہ سہی، ان اکابرین کو تو کچل سکتا ہے۔ ان کے علاقوں پر قبضہ جما سکتا ہے۔

ایسی دھمکیاں ملنے کے باعث اکابرین مزید کمزور پڑ گئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں پر برتری حاصل کرنے اور اپنے اپنے ممالک میں اقتدار قائم رکھنے کے لیے گریٹ ایشورارا سے دوستی کرلی تھی۔ اس کے اتحادی بن گئے تھے۔

☆☆☆

میں بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر اپنے بیٹے کبریا کے پاس پیرس آگیا تھا۔ وہیں جھیل کے ایک کاٹج میں آوڈی مین کا قیام تھا۔ کبریا نے اسے اپنا تابعدار بنا کر آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اس کے ذہن سے برین ماسٹر کی باتوں کو مٹا کر یہ ہدایات نقش کردی تھیں کہ آئندہ وہ شراب نہیں پیئے گا، کوئی نشہ نہیں کرے گا۔

ایک مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کردیا گیا تھا۔ ہمارا خیال تھا، برین ماسٹر ابھی سیّارے پر ہے۔ گریٹ ایشورارا کا دستِ راست بنا ہوا ہے۔ مگر مرحلے پر سیّارے سے نکل کر ہماری دنیا میں واپس آسکتا

وہ جب بھی واپس آتا، اپنے دستِ راست آوڈی سے ضرور رابطہ کرتا۔ اس لیے کبریا نے اس کے دماغ کو لا کردیا تھا۔ بے باک مومن لندن میں تھا۔ میں نے ا بلایا۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے حاضر ہو کر بولا۔ ''لی پاپا! حکم کریں۔''

میں نے پوچھا۔ ''تم اپنے سسر برین ماسٹر کے دس راست آوڈی مین کے متعلق جانتے ہو؟''

''یس پاپا! بہت کچھ جانتا ہوں۔''

''کبریا نے اسے ٹریس کرکے اپنا تابعدار بنالیا ہے۔''

''گڈ نیوز...''

''اس کے اندر پہنچنے کے لیے مخصوص لب و لہجے کو ذہ نشین کرو اور وہاں آتے جاتے رہو۔ اس کی نگرانی کر رہو۔ کبریا اور الپا بھی یہی کرتے رہیں گے۔''

کبریا نے اسے آوڈی مین کے اندر پہنچا دیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آکر بولا۔ ''پاپا! میری معلومات کے مطابق لندن سیکریٹ سروس کا چیف کل صبح کی فلائٹ پیرس پہنچ رہا ہے۔ یہاں کے سیکریٹ سروس کے چیف ملاقات کرے گا۔ ان کے درمیان کچھ اہم معاملات ط ہونے والے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''وہ اہم معاملات کیا ہیں؟''

''سوری پاپا! وہ چیف یوگا میں مہارت رکھتا ہے۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے کچھ معلوم نہیں کرسکیں گے۔ ایسے وق آوڈی مین ہمارے ہاتھ آیا ہے۔ اگر وہ کسی طرح لند یا پیرس کے چیف کی آواز سن لے تو ہمیں بہت کچھ بتا سکے گا۔''

میں نے کہا۔ ''کبریا کے ساتھ پلاننگ کرو۔ کل ص جب وہ فلائٹ یہاں پہنچے گی تو آوڈی مین کو ائیرپورٹ پہنچا جائے گا۔ وہ وہاں رہ کر امیگریشن کاؤنٹر والوں کی باتیں س رہے گا۔ وہیں چیف کی آواز بھی سن سکے گا۔''

بے باک مومن نے کہا۔ ''چیف کے ساتھ اس کے چند ماتحت آرہے ہیں۔ میں ان کے اندر پہنچ سک ہوں۔ ائیرپورٹ میں کسی ماتحت کے ذریعے چیف سے باتیں کروں گا تو آوڈی مین بڑی آسانی سے اس کی آواز س سکے گا۔ پھر ہماری نگرانی میں تعاقب کرتا ہوا اس کی رہائش گا یا سیکریٹ سروس کے دفتر تک پہنچ سکے گا۔ وہاں دوسر چیف کی بھی باتیں سنتا رہے گا۔''

بے باک مومن اپنی وائف اینا کے ساتھ ایک کینڈل لائٹ ریسٹورنٹ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ میز پر تھے۔ وہ سر جھکائے آنکھیں بند کیے خیال خوانی میں مصروف تھا۔ میز کے دوسری طرف اینا بیٹھی سوپ پی رہی تھی۔ رہ رہ کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے انتظار تھا' وہ خیال خوانی سے فارغ ہوگا تو اس سے باتیں ہوں گی۔

وہ ایسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا' جیسے آنکھیں بند کیے عبادت میں مصروف ہو۔ وہ کسی قدر جھینپ رہی تھی۔ آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو چور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہاں سب ہی اپنی اپنی میز پر کھانے کے ساتھ ساتھ گفتگو میں مصروف تھے۔ کینڈل لائٹ کی دھیمی دھیمی روشنی میں سب ہی سائے کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ وہ سائے موم بتیوں کی روشنی میں ذرا ذرا سے جھلک رہے تھے۔

ڈاکٹر سلام ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھا کھانے میں مصروف تھا۔ اس نے ایک دو بار بے باک مومن کی طرف دیکھا تھا۔ پہلے تو ذہن میں یہ بات آئی کہ وہ جو آنکھیں بند کیے سر جھکائے بیٹھا ہے' یقیناً کوئی کٹر عیسائی ہے۔ کھانے سے پہلے مختصر سی عبادت کر رہا ہے اور اپنے خدا کا شکر ادا کر رہا ہے۔

لیکن جب جب اس پر نظر جا رہی تھی' وہ اسی حالت میں پایا جا رہا تھا۔ اس کے پاس بیٹھی ہوئی عورت کچھ بے چین سی دکھائی دے رہی تھی۔

تب ڈاکٹر سلام کے دماغ میں یہ بات آئی کہ بعض خیال خوانی کرنے والے اکثر اسی حالت میں سر جھکائے آنکھیں بند کیے آس پاس کی دنیا سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ بے باک مومن چلتے پھرتے خیال خوانی کرنے کا عادی تھا۔ لیکن مجھ سے اتنی عقیدت تھی کہ میرے پاس حاضر ہوتے ہی وہ آنکھیں بند کر کے سر جھکا لیا کرتا تھا۔ جبکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

تب اس نے اپنے ذہن کو اور اپنی غیر معمولی قوتِ سماعت کو ان کی طرف مائل کیا۔ ایسے وقت اینا دھیمی سرگوشی میں کہہ رہی تھی۔ "پلیز مومن! لوگ کیا سوچ رہے ہوں گے؟ میں تمہاری موجودگی میں بھی یہاں تنہا بیٹھی ہوں۔"

اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ پھر آس پاس نظریں دوڑائیں۔ کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ سب اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ باتیں کرنے اور کھانے پینے میں مصروف تھے۔ ایک ڈاکٹر سلام ہی تھا جو کچھ فاصلے پر بیٹھا اب ان کی باتیں سن رہا تھا۔

بے باک مومن نے کہا۔ "سوری اینا! تم جانتی ہو' پاپا جب بلاتے ہیں تو میں سر کے بل وہاں پہنچ جاتا ہوں۔ تک وہ اجازت نہیں دیتے واپس نہیں آتا۔"

اینا نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ مگر تم تو خیال خوانی دوران آنکھیں کھلی رکھتے ہو۔ ابھی ایسا لگ رہا تھا' مراقبے میں ڈوبے ہوئے ہو۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں۔ مجھے اس ما کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔ مگر کیا کروں' پاپا نے بہت عرصے مخاطب کیا تھا۔ میں بے اختیار سر جھکائے آنکھیں بند کیے کے پاس پہنچ گیا تھا۔ پھر ایک بار سوری کہتا ہوں۔ کیا تم کھانے کا آرڈر دیا ہے؟"

"کیا اکیلے بیٹھ کر کھاتی اور تماشا بنتی رہتی؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "میری جان! میں سوری کہہ ہوں۔ اب ایسی غلطی نہیں ہوگی۔ پلیز۔ اپنی پسند کے مطا آرڈر دو۔"

اینا ایک ویٹر کو بلا کر آرڈر دینے لگی۔ ادھر ڈاکٹر سلا سوچ رہا تھا۔ "یہ خیال خوانی کرنے والا کون ہے؟ اس عور نے اسے بے باک کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ یہ تو اردو فارسی الفاظ ہیں۔ کیا یہ شخص مسلمان ہے؟"

ڈاکٹر سلام کھانا بھول گیا تھا۔ ان کی طرف دیکھ سوچ رہا تھا۔ "یہ ابھی کس شخص کو پاپا کہہ رہا تھا؟ اس پاپا کتنی عقیدت ہے کہ خیال خوانی کے ذریعے وہاں پہنچتے اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں' سر جھکا لیا تھا؟"

ڈاکٹر سلام اور ڈاکٹر اے کاک کو میرے اور سونیا بارے میں خاصی معلومات حاصل تھیں۔ وہ جانتے میرے دو بیٹے پارس اور پورس ٹیلی پیتھی نہیں جا ہیں۔ اس کے باوجود خیال خوانی کرنے والے دشمنوں بھاری پڑتے ہیں۔

میری بیٹی اعلیٰ بی بی عرف عالی' کبریا اور الیا بارے میں بھی جانتے تھے۔ مگر انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ باک مومن' فرمان اور ٹونی بے بھی میرے بچوں جیسے ہیں او وہ سب مجھے پاپا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔

اینا نے کھانے کا آرڈر دینے کے بعد پوچھا۔ " نے بڑے عرصے بعد بلایا ہے۔ کیا کوئی خاص معاملہ در ہے؟"

"ہاں۔ تمہارے ڈیڈی (برین ماسٹر) کا ایک دس راست آو ڈی مین ہے۔"

"یہ آو ڈی مین کوئی نام تو نہیں ہے۔ کیا تم کسی شخ کے بارے میں کہہ رہے ہو؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ "وہ غیر معمولی قوتِ سماعت رکھتا ہے۔ اس کے کان اتنے تیز ہیں کہ پانچ کلومیٹر تک کسی کی بھی باتیں سن لیتا ہے۔"

ڈاکٹر سلام سن رہا تھا اور حیرانی سے دیدے پھیلائے بے باک مومن کو دیکھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ "یعنی اس دنیا میں ہمارے علاوہ بھی کوئی غیر معمولی قوتِ سماعت رکھتا ہے۔ مگر وہ ہم سے زیادہ تیز ہے۔"

ڈاکٹر سلام کی دلچسپی بڑھ گئی تھی۔۔ بے باک مومن اینا سے کہہ رہا تھا۔ "کبریا نے اسے ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ پاپا کہہ رہے تھے' مجھے بھی آو ڈی مین کے اندر رہ کر اس کی نگرانی کرنا چاہیے۔"

کبریا کا نام سنتے ہی ڈاکٹر سلام سمجھ گیا کہ بے باک مومن کا تعلق مجھ سے ہے۔ وہ اب تک مجھے پاپا کہتا آ رہا ہے۔ وہ اینا سے کہہ رہا تھا۔ "یہاں سے ایک سیکریٹ سروس کا چیف کل صبح پیرس جائے گا اور وہاں کے چیف سے ملاقات کرے گا۔"

ڈاکٹر سلام نے ایک گہری سانس لی۔ وہ بھی اسی چیف کے تعاقب میں کل پیرس جانے والا تھا۔ اس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کی ایک عمارت کے قریب رہ کر وہاں کے اعلیٰ افسران کی باتیں سنی تھیں۔ ایک میٹنگ میں یہ طے پایا گیا تھا کہ ان کے چیف کو کل صبح کی فلائٹ سے پیرس جانا ہے۔ وہاں کے سیکریٹ سروس ڈیپارٹمنٹ میں جرمنی' پیرس' انگلینڈ اور امریکا کے اعلیٰ عہدیدار پہنچ رہے ہیں۔ وہ سب ہی تیارے والوں کے سلسلے میں کچھ اہم معاملات طے کریں گے۔

وہ سوچ رہا تھا اور بے باک مومن کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اینا نے پوچھا۔ "تم اس چیف کے اندر پہنچ کر معلوم نہیں کرسکتے' کل پیرس میں کیا ہونے والا ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "صرف لندن کا وہ چیف ہی نہیں' پیرس میں جو اعلیٰ عہدیدار کل پہنچ رہے ہیں' وہ بھی یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے نہ ان کے اندر پہنچ پائیں گے' نہ ان کی خفیہ باتیں سن پائیں گے۔"

اینا نے پوچھا۔ "کیا وہ آو ڈی مین ان کی باتیں سن لے گا؟"

اس نے کہا۔ "ہاں۔ قدرت ہم پر مہربان ہے۔ ایسے وقت آو ڈی مین ہمارے ہاتھ آیا ہے۔ ہم اس کے ذریعے ان کی تمام خفیہ باتیں سن سکیں گے۔"

دو ویٹر ان کے سامنے کھانے کی ڈشیں لا کر رکھ رہے تھے۔ ایک ویٹر نے ایک ڈش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ہمارے ہوٹل کا اسپیشل آئٹم ہے۔ آپ اسے چکھ کر دیکھیں۔ بہت ہی لذیذ پائیں گے۔"

بے باک مومن نے کہا۔ "آل رائٹ۔ اگر یہ واقعی لذیذ ہوا تو ہم اور آرڈر دیں گے۔"

وہ ویٹر وہاں سے چلے گئے۔ انہوں نے کھانا شروع کیا۔ اس ڈش میں چکن جلفریزی جیسا سالن تھا۔ انہوں نے اس میں سے تھوڑا تھوڑا لے کر کھانا شروع کیا۔ اینا نے پہلا لقمہ چباتے ہی کہا۔ "واقعی۔ بہت ہی لذیذ ہے۔"

بے باک مومن نے لقمہ چباتے ہوئے تائید میں سر ہلایا۔ ادھر ڈاکٹر سلام انتظار کر رہا تھا کہ ان کی باتوں سے مزید کچھ معلومات حاصل ہوسکیں گی۔ لیکن وہ بڑے مزے سے کھانے میں مصروف ہوگئے تھے۔

ایک منٹ کے اندر اچانک ہی صورتِ حال بدل گئی۔ پہلے اینا نے کمزوری محسوس کی۔ پریشان ہو کر بے باک مومن سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی وہ پریشان ہو کر بولا۔ "سم تھنگ از رانگ ہیر۔ اس ڈش میں کوئی گڑبڑ ہے۔ کیا تم بھی کمزوری محسوس کر رہی ہو؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ بے باک نے اچانک ہی اٹھ کر بلند آواز میں کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! لسن ٹومی۔ یہ ڈش جو ہمیں کھانے کو دی گئی ہے۔ اس میں کچھ ملا ہوا ہے۔ ہم بے حد کمزوری محسوس کر رہے ہیں۔ آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ پلیز۔ ہمیں کچھ ہو جائے تو فوراً اسپتال پہنچا دیں۔"

کتنے ہی لوگ ان کی طرف آنے لگے۔ ڈاکٹر سلام بھی اس طرف دوڑتا ہوا آیا۔ بے باک مجھے مخاطب کرنا چاہتا تھا۔ مگر کمزوری کے باعث خیال خوانی نہ کرسکا۔ فوراً ہی فون نکال کر نمبر پنچ کرنے لگا۔

چند سیکنڈ میں ہی مجھ سے رابطہ قائم ہوگیا۔ لیکن فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر میز پر گر پڑا۔ وہ چکرا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ لوگ اسے سنبھال رہے تھے۔ ڈاکٹر سلام نے اس فون کو اٹھا کر کان سے لگایا۔ میں پوچھ رہا تھا۔ "ہیلو بے باک مومن! کیا بات ہے؟"

ڈاکٹر سلام نے پوچھا۔ "کیا آپ بے باک کے پاپا ہیں؟"

"ہاں۔ وہ میرا بیٹا ہے۔"

"کیا آپ فرہاد علی تیمور ہیں؟"

"ہاں۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

"پلیز۔ فوراً بے باک کے اندر پہنچیں۔"

میں دوسرے ہی لمحے اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کی ڈوبتی ہوئی سوچ نے بتایا۔ "پاپا! کسی نے ہمارے کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی ہے۔ اس کھانے کا اثر اینا پر بھی ہو رہا ہے۔"

بابا صاحب کے جو کارندے لندن میں مصروف تھے۔ میں نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "فوراً کینڈل لائٹ ریسٹورنٹ میں پہنچو۔ بے باک موسن اور اینا مصیبت میں ہیں۔ انہیں فوراً ہاسپٹل پہنچاؤ۔"

ادھر ریسٹورنٹ کے منیجر نے ایک ڈاکٹر کو طلب کیا تھا۔ وہ ان کا معائنہ کرنے کے بعد بولا۔ "انہیں کسی طرح کا سلیو پوائزن دیا گیا ہے۔ ان دونوں کو فوراً ہاسپٹل پہنچانا ہوگا۔"

اینا اور بے باک کے ساتھ کچھ عرصہ پہلے بھی ایسا ہو چکا تھا۔ برین ماسٹر نے ان کے کھانے میں بہت ہی جان لیوا اعصابی کمزوری کی دوا ملائی تھی۔ بچنے کی امید نہیں تھی۔ لیکن مقدر میں موت نہیں تھی، اس لیے وہ زندگی کی طرف لوٹ آئے تھے۔ اب پھر جیسے موت کی طرف چل پڑے تھے۔

انہیں ہاسپٹل پہنچا دیا گیا تھا۔ وہ بیہوش ہو گئے تھے۔ ہوش میں آتے تو شاید کسی خیال خوانی کرنے والے دشمن کی آواز سنائی دیتی، تب ہی یہ معلوم ہوتا کہ کون ان سے دشمنی کر رہا ہے؟

فی الحال اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ الپا نے کہا۔ "اگر خیال خوانی کرنے والوں نے دشمنی کی ہے تو پھر وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے۔"

میں نے کہا۔ "وہ بے باک سے کیوں دشمنی مول لیں گے؟ سب ہی جانتے ہیں، ہم نے اسے بیٹا بنا رکھا ہے۔ اگر اسے کچھ ہوگا تو تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی شامت آ جائے گی۔"

سونیا کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ بڑبڑانے کے انداز میں بولی۔ "کیا برین ماسٹر ہماری دنیا میں واپس آ گیا ہے؟"

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "اب سے پہلے بھی اس نے بیٹی داماد کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ وہ بے باک کا جانی دشمن ہے۔"

میں نے کہا۔ "اگر دشمن ہے تو کھانے میں زہر دے سکتا تھا؟"

سونیا نے کہا۔ "زہر اس لیے نہیں دیا کہ پہلے اس کے چور خیالات پڑھنا چاہتا ہے۔ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے، ہم سیارے والوں کے خلاف کیسی تیاریاں کر رہے ہیں اور اس کے داماد بے باک موسن کو کس طرح استعمال کرنے والے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "تم تو آسانی سے برین ماسٹر کی بُو پا سکتی ہو۔"

"ہاں۔ اگر وہ پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر کہیں ہوگا تو ضرور پا لوں گی۔"

الپا نے کہا۔ "ہو سکتا ہے، وہ ابھی ہماری دنیا میں آیا نہ ہو۔ اس نے سیارے کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو حکم دیا ہو کہ بے باک کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے ہم سب کے حالات معلوم کیے جائیں۔"

سونیا نے الپا سے کہا۔ "تمہاری بات درست ہو سکتی ہے۔ بے باک کے ساتھ جو واردات ہوئی ہے۔ اس سے یہ بھید کھل گیا ہے کہ سیارے والے یہاں آ چکے ہیں۔"

میں نے امریکی اکابرین سے رابطہ کیا۔ پھر پوچھا۔ "میرے بیٹے بے باک موسن پر کس نے حملہ کیا ہے؟"

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ "ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتے۔ ابھی آپ سے معلوم ہو رہا ہے کہ بے باک موسن کے ساتھ کسی نے دشمنی کی ہے۔"

میں نے کہا۔ "تم لوگوں نے ماں کے پیٹ سے ہی جھوٹ اور فریب سیکھا ہے۔ کوئی مجرم کبھی اپنے جرم کا اقرار نہیں کرتا۔ لہٰذا تم بھی نہیں کرو گے۔"

"آپ خواہ مخواہ ہمیں الزام دینے آئے ہیں۔"

"میں الزام دینے نہیں یہ کہنے آیا ہوں کہ تم نے ہم سے دشمنی نہیں کی ہے تو پھر سیارے والے یہاں آ چکے ہیں۔ یہ تمہاری کم ظرفی ہے، تم نے ان سے دوستی کی، اتحاد کیا اور اب بڑی رازداری سے انہیں ہماری دنیا میں بلا رہے ہو۔"

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "یہ بھی سراسر الزام ہے۔ ابھی کوئی سیارے والا ہماری دنیا میں نہیں آیا ہے۔ آتا تو پہلے ہمیں خبر ہوتی۔"

"اگر تمہاری بات درست ہے، یہاں کوئی سیارے والا نہیں آیا ہے تو پھر ہمیں یقین ہو جائے گا، بے باک موسن پر تم لوگوں نے حملہ کرایا ہے۔"

میں ان سے باتیں کر رہا تھا۔ الپا اور کبریا ان کے چور خیالات پڑھتے جا رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ "پاپا! یہ اکابرین درست کہہ رہے ہیں۔ ان کی معلومات کے مطابق ابھی کوئی سیارے والا ہماری دنیا میں نہیں آیا ہے۔ مگر ایک بات ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "وہ بات کیا ہے؟"

الپا نے کہا۔ "جرمنی، فرانس، انگلینڈ اور امریکا کے وہ اکابرین جو یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔ وہ سب انڈر گراؤنڈ چلے گئے ہیں۔ آرمی، انٹیلی جنس اور پولیس ڈیپارٹمنٹ میں بھی جتنے یوگا جاننے والے ہیں، ان سب کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ روپوش رہ کر اپنے اپنے ملک میں، اپنے اپنے شہر میں یوگا جاننے والوں کی مضبوط ٹیمیں بنائیں۔ وہ سب فون کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھیں گے۔ کوئی کسی کو اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتائے گا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ان سے فون پر رابطہ کریں گے۔ انہیں کسی کے اندر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

کبریا نے کہا۔ "پاپا! انہوں نے بڑی زبردست پلاننگ کی ہے۔ ہم میں سے کوئی خیال خوانی کے ذریعے ان یوگا جاننے والوں کے اندر پہنچ کر یہ معلوم نہیں کر سکے گا کہ وہ کس طرح سیارے والوں سے رابطہ کر رہے ہیں اور انہیں یہاں بلا رہے ہیں؟ اگر بلا چکے ہیں تو یہ بات وہ اکابرین بھی نہیں جانتے ہیں، جنہیں یوگا میں مہارت حاصل نہیں ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "سیارے والوں کے ساتھ ان کے جو بھی معاملات ہو رہے ہیں۔ انہیں ہم سے چھپانے کے لیے ایسا کیا جا رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "پھر تو ہمیں سمجھ لینا چاہیے، سیارے والے کم تعداد میں ہی سہی یہاں آ چکے ہیں اور یہ بات ہم سے چھپائی جا رہی ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "یعنی میرا یہ اندازہ درست ہے کہ برین ماسٹر یہاں آ چکا ہے؟"

میں نے کہا۔ "اور اگر نہیں آیا ہے تو اس نے سیارے سے آنے والوں کو حکم دیا ہے کہ سب سے پہلے بے باک کو نشانہ بنایا جائے۔"

اینا اور بے باک کا علاج بڑی توجہ سے ہو رہا تھا۔ فرمان، ٹونی جے اور ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہاسپٹل کے تمام اسٹاف کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ بے باک موسن کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے کا مقصد یہی تھا کہ وہ لوگ اس کے دماغ میں گھس کر ہمارے بارے میں بہت کچھ معلوم کرتے رہیں۔ بعد میں پتا چلا، وہ بڑی حد تک معلومات حاصل کر چکے ہیں۔

جب وہ ہوش میں آئے تو فرمان بے باک کے اندر تھا اور ٹونی جے اینا کی نگرانی کر رہا تھا۔ وہ دونوں ان کے اندر بالکل خاموش تھے۔ انہیں مخاطب نہیں کر رہے تھے۔ انتظار کر رہے تھے، شاید دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر آ کر کچھ بولیں گے۔ ویسے وہ نادان نہیں تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے، ہم بے باک کے اندر موجود ہوں گے۔

اِدھر ہم خاموش تھے۔ اُدھر دشمن بھی خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے۔ جب وہ کھانے کے بعد اعصابی کمزوری میں مبتلا ہونے لگا تھا، تب ہی اس کے کچھ اہم خیالات پڑھے جا چکے تھے۔ باقی اب پڑھے جا رہے تھے۔

ڈاکٹر سلام انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کی عمارت کے پاس آ گیا تھا۔ اس شعبے کے چیف کی آواز سن کر معلوم ہوا تھا، وہ عمارت کے اندر موجود ہے۔ اعلیٰ افسران بھی اس کے آس پاس کہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ سب یوگا کے ماہر تھے۔ انہیں یقین تھا، کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغوں میں نہیں آ سکے گا، نہ ہی ان کی باتیں سن سکے گا۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ابھی فون پر اطلاع دی گئی ہے، ہمارا چیف کل پیرس نہیں جائے گا۔ وہاں کوئی خفیہ اجلاس نہیں ہوگا۔"

ایک نے پوچھا۔ "اچانک یہ تبدیلی کیوں ہو رہی ہے؟"

جواباً کہا گیا۔ "مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہمارے اجلاس کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے۔"

"یہ بات انتہائی راز میں رکھی گئی تھی۔ پھر انہیں کیسے خبر ہو گئی؟ جبکہ کوئی ہمارے دماغوں میں نہیں آ سکتا؟"

ایک نے کہا۔ "سونیا فرہاد بڑے ہتھکنڈے جانتے ہیں۔ ان کے بیٹے کبریا نے آڈ ڈی مین کو ٹریپ کیا ہے۔ وہ شخص غیر معمولی قوتِ سماعت رکھتا ہے۔ پانچ کلومیٹر دور رہ کر بھی ہماری خفیہ باتیں سن سکتا ہے۔"

وہ آڈ ڈی مین کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ پھر اس نے چیف سے کہا۔ "تم بے باک موسن کی نظروں میں آ گئے تھے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اندر کی باتیں معلوم کی ہیں۔"

"امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے اتحادی ہیں۔ کیا انہوں نے یہ معلومات حاصل کی ہیں؟"

"امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم سے فون پر رابطہ کرتے ہیں۔ مگر اب تک ان میں سے کسی نے ہمیں مخاطب نہیں کیا ہے۔ مجھے اوپر سے احکامات موصول ہوئے ہیں۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے سلسلے میں کچھ نہیں بتایا گیا ہے۔"

چیف نے کہا۔ "مجھے بتایا گیا تھا، پیرس میں ہونے والا اجلاس بہت اہم ہے۔ کیا اب اس کی اہمیت ختم ہو چکی

ہے؟"

"نہیں۔ اس کی اہمیت برقرار ہے۔ اب یہ اجلاس کل نہیں پرسوں فرینکفرٹ میں ہوگا۔"

چیف نے پوچھا۔ "یعنی میں پیرس نہیں فرینکفرٹ جاؤں گا؟"

"نہیں۔ تم بے باک مومن کے ذریعے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی نظروں میں آچکے ہو۔ اس لیے تمہاری جگہ دوسرے نمائندے یہاں سے جائیں گے۔"

ڈاکٹر سلام ایک کیفے میں بیٹھا وہ تمام باتیں سن رہا تھا۔ بولنے والے اکابرین اس سے تقریباً ڈیڑھ سو گز کی دوری پر انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کی عمارت کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ طے کررہے تھے کہ کل شام کی فلائٹ سے کتنے یوگا جاننے والے فرینکفرٹ جائیں گے اور پرسوں ہونے والے اہم اجلاس میں شرکت کریں گے؟

ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ اتنا سمجھ گئے تھے' بے باک کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے والوں نے اس کے چور خیالات پڑھ کر ہمارے متعلق بہت کچھ معلوم کرلیا ہوگا۔ انہیں یہ بھی پتا چل گیا ہوگا کہ برین ماسٹر کا دستِ راست آؤڈی مین آج کل ہمارے شکنجے میں ہے۔ ہم اس کے ذریعے پیرس میں ہونے والے اجلاس کی ساری باتیں سننے والے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے اجلاس ملتوی کردیا ہوگا۔

ہمیں یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہی اجلاس فرینکفرٹ میں ہونے والا ہے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بے باک اور اینا کی نگرانی کررہے تھے۔

دوسرے دن کبریا نے کہا۔ "پاپا! آپ فوراً بے باک کے اندر آئیں۔"

میں دوسرے ہی لمحے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہاں کوئی اجنبی کہہ رہا تھا۔ "ایک بار برین ماسٹر نے انتہائی مہلک اعصابی کمزوری کی دوا تم دونوں کو کھلائی تھی۔ مقدر میں زندگی تھی' اس لیے بچ نکلے لیکن اِس بار مہلک دوا انہیں دی گئی تھی۔ تم دونوں کو ہلاک ہونا ہی ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ کیوں انہیں ہلاک کرنا چاہتے ہو؟"

اس نے پوچھا۔ "پہلے یہ بتاؤ' تم کون ہو؟'

میں نے کہا۔ "میں بتاؤں گا۔ لیکن تم بھی اپنے بارے میں سچ بولو... کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟"

"میں جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔ اگر تم فرہاد ہو تو یہ سن لو' اس بار اینا اور بے باک کو بچا نہیں سکو گے۔ ان کی موت لازمی ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہ بھی بتادو' ان کی موت لازمی کیوں ہے؟"

"اس کی دو وجوہات ہیں۔ سب سے پہلی اور اہم وجہ یہ ہے کہ ہم تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد کم کرتے رہیں گے۔ بے باک کے بعد تمہارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھی باری آتی رہے گی۔"

میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "بڑے نیک ارادے ہیں۔ دوسری وجہ بیان کرو؟"

"دوسری وجہ یہ ہے کہ بے باک نے خواہ مخواہ ماسٹر سے دشمنی کی ہے۔ اس کی بیٹی کو بہلا پھسلا کر' مسلمان بنا کر اسے چیلنج کیا ہے۔ اس چیلنج کے جواب میں یقیناً یہ مارا جائے گا۔"

"بس کہہ چکے... اب میری سنو' تم نے پوچھا تھا' کیا میں فرہاد ہوں....؟ اس سوال نے سمجھا دیا' تم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے نہیں ہو۔ وہ لوگ میری سوچ کے لہجے سے مجھے پہچان لیتے ہیں۔ تم یقیناً سیارے سے آئے ہو۔"

"تمہارا اندازہ غلط ہے۔"

"میرا دوسرا صحیح اندازہ یہ ہے کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو برین ماسٹر سے' اس کی بیٹی سے اور اس کے داماد سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ خواہ مخواہ بے باک سے دشمنی کرکے میری عداوت مول لینا نہیں چاہیں گے۔ تم یہاں آکر سیارے میں بیٹھے ہوئے ماسٹر کے احکامات کی تعمیل کررہے ہو۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ میں نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔ "کیا ہوا خاموش کیوں ہوگئے؟"

اُدھر خاموشی رہی۔ شاید وہ جاچکا تھا۔ اس بار سیارے والے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد کم کرنے اور سب سے پہلے بے باک کو ہلاک کرنے آئے تھے۔ یہ بات تشویشناک تھی۔

میں نے ٹونی جے سے پوچھا۔ "یہاں کس طرح ان کی نگرانی ہورہی ہے؟"

اس نے کہا۔ "میں' فرمان اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر جاتے آتے رہتے ہیں۔ ہاسپٹل کے اسٹاف کے دماغوں میں بھی جگہ بنا چکے ہیں۔ جب کوئی دوا دی جاتی ہے یا انجکشن لگایا جاتا ہے تو ہم پہلے اس کے ڈاکٹری نسخے سے مطمئن ہوجاتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "دشمن خیال خوانی کرنے والے نادان نہیں ہیں۔ انجکشن یا دوا تیار کرنے کے دوران کوئی گڑبڑ کرسکتے ہیں۔ ہاسپٹل میں ہم ان کی بھرپور حفاظت نہیں کرسکیں گے۔"

الپا نے کہا۔ "ہم نہیں جانتے' کتنے سیارے والے آچکے ہیں اور وہ کس طرح منظم ہوکر بے باک کی نگرانی کررہے ہیں؟ ہم اسے جہاں لے جائیں گے وہ وہاں پہنچ جائیں گے۔ ہم سب کے لیے فی الحال بابا صاحب کا ادارہ محفوظ ہے۔"

میں نے کہا۔ "ہم سب کا مطلب یہ ہے کہ مجھے' سونیا کو اور کبریا کو بھی ادارے سے باہر نہیں رہنا چاہیے؟"

وہ بولی۔ "یس پاپا! میں یہی چاہتی ہوں۔ پلیز... آپ سب یہاں چلے آئیں۔ جب سیارے والوں کا سراغ ملے گا' تب ہم ان سے نمٹنے کے لیے باہر نکلیں گے۔"

میں نے اپنی پوتی انوشے کو مخاطب کیا۔ اس نے سلام کرتے ہوئے پوچھا۔ "یس گرینڈ پا! آپ نے آنے کی زحمت کیوں کی؟ میں آرہی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "میں نے کوئی لمبی بات نہیں کرنی ہے۔ کیا تم بے باک اور اینا کے حالات سے واقف نہیں ہو؟"

"میں بہت کچھ جانتی ہوں۔ آپ انہیں بابا صاحب کے ادارے میں لانا چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔ انہیں لندن سے ادارے میں پہنچانے تک دشمن کہیں بھی' کسی بھی طرح واردات کرسکتے ہیں۔ انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

"میں ابھی اعلیٰ حضرت سے بات کرتی ہوں۔ ہمارا ہیلی کاپٹر یہاں سے جائے گا اور لندن کے ہیلی پیڈ سے انہیں یہاں لے آئے گا۔"

"اس میں بھی اچھا خاصا وقت لگے گا۔"

"میں آپ کی پریشانی سمجھ رہی ہوں۔ انہیں لندن کے ہاسپٹل سے ہیلی پیڈ تک پہنچایا جائے گا' پھر وہاں سے ادارے تک لایا جائے گا۔ ایسے وقت دشمن موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ انہیں جانی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ مگر اطمینان ھیں۔ آپ کی پوتی ایسا نہیں ہونے دے گی۔"

میں مطمئن ہوگیا۔ سونیا نے کہا۔ "سیارے والے اقعی کوئی ایسی دوا استعمال کررہے ہیں' جس کے اثر سے ان کے بدن کی مخصوص بُو زائل ہوجاتی ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم کوشش کررہی ہو؟"

"ہاں۔ کئی بار کوشش کرچکی ہوں۔ مگر ان کی بُو نہیں مل ہی ہے۔ جبکہ وہ آپہنچے ہیں۔"

"ان کی یہ روپوشی ہمیں مہنگی پڑے گی۔ وہ کسی وقت بھی اچانک حملہ کرسکتے ہیں۔ ہمیں عارضی طور اپنے ادارے میں رہائش اختیار کرنی ہوگی۔"

میں نے فرمان اور ٹونی جے سے کہا۔ "تم دونوں کو بہت محتاط رہنا ہوگا۔ سیارے والے تمہاری تاک میں بھی ہوں گے۔"

فرمان نے کہا۔ "آپ اطمینان رکھیں' ہم پہلے ہی گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ کوئی ہم تک پہنچ نہیں پائے گا۔ پھر بھی محتاط رہیں گے۔"

ٹونی جے نے کہا۔ "ابھی انوشے نے آکر کہا ہے' اینا اور بے باک مومن کی نگرانی نہ کی جائے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہاسپٹل سے جانے کے لیے کہہ دیں۔"

میں نے کہا۔ "انوشے جو کہہ رہی ہے' اس پر فوراً عمل کرو۔"

انہوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ وہ ہاسپٹل ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خالی ہوگیا۔ میں نے تھوڑی دیر بعد اینا اور بے باک کے اندر جاکر دیکھا تو انہیں غافل پایا۔ ایسی غفلت نیند میں یا بے ہوشی میں ہوتی ہے۔ میں نے ان کے چور خیالات پڑھنے چاہے تو پڑھ نہ سکا۔

میں نے بے باک کو مخاطب کیا۔ "کیا تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس کررہے ہو؟"

مجھے انوشے کی آواز سنائی دی۔ "گرینڈ پا! پلیز۔ آپ چلے جائیں۔"

میں پھر ایک بار مطمئن ہوکر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اپنی بیٹی عالی اور اپنے داماد ایمان علی سے بھی کبھی خیال خوانی کے ذریعے باتیں کرلیا کرتا تھا۔ سونیا فون کے ذریعے ان کی خیریت معلوم کرتی رہتی تھی۔ ان دنوں عالی ماں بننے والی تھی۔ زچگی کا وقت قریب آرہا تھا۔

پارس نے انوشے جیسی پوتی دے کر اور پورس نے عدنان جیسا پوتا دے کر مجھے دادا اور سونیا کو دادی بنایا تھا۔ اب عالی ہمیں نانا اور نانی بنانے والی تھی۔

سونیا نے فون کے ذریعے پوچھا۔ "میری بیٹی کیسی ہے؟"

ایسے وقت میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "مما! پاپا میرے اندر پہنچ گئے ہیں۔ خیریت معلوم کررہے ہیں۔"

سونیا نے کہا۔ "وہ خیال خوانی کے ذریعے تم سے باتیں کرتے ہیں۔ مجھے تمہارا حال بتاتے ہیں۔ میری تسلی نہیں ہوتی۔ اس لیے فون پر باتیں کرتی ہوں۔ کیا تمہیں معلوم

ہے' سیارے والے پھر ہماری دنیا میں پہنچ رہے ہیں؟''

''مما! میں سوچ رہی تھی' وہ کم بخت پھر کسی وقت پلٹ کر آئیں گے۔ جب تک گریٹ ایشورارا نابود نہیں ہوگا۔ ہماری دنیا میں حکومت کرنے کا خواب دیکھتا رہے گا۔''

''بیٹی! شیطان کبھی نہیں مرتا۔ ایک مرتا ہے تو دس پیدا ہوجاتے ہیں۔ ہماری دنیا جتنی خوبصورت ہے' اتنی ہی مصائب کا مسکن بھی ہے۔ یہاں کے رنگ و بو کو پانے کے لیے دن اور رات کے حسین نظاروں سے لطف اندوز ہونے کے لیے پیش آنے والی مصیبتوں کو جھیلنا پڑتا ہے۔''

''آپ درست کہہ رہی ہیں۔ جو مصیبت پھر سے آرہی ہے' اس سے ہم نمٹ ہی لیں گے۔''

''نہیں بیٹی! اس بار وہ بڑی زبردست تیاریوں کے ساتھ آرہے ہیں۔ آتے ہی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔''

''کیا ان میں سے کسی سے سامنا ہوا ہے یا کسی سے کوئی بات ہوئی ہے؟''

''تمہارے پاپا نے ایک اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے مختصر سی باتیں کی ہیں۔ وہ اجنبی کہہ رہا تھا' پہلا حملہ بے باک مومن پر ہوا ہے۔ اس کے بعد دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر بھی حملے کیے جائیں گے۔ اس طرح ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد کم سے کم کی جائے گی۔''

''کیا آپ ان کی بُو نہیں پارہی ہیں؟''

''میں نے کہا ناں۔ اس بار وہ لوگ زبردست تیاریوں کے ساتھ آرہے ہیں۔ انہوں نے ایک نئی دوا ایجاد کی ہے۔ جسے کھانے کے بعد تقریباً دس گھنٹوں کے لیے ان کے جسم کی مخصوص بُو زائل ہوجاتی ہے۔''

سونیا اس دوا کے متعلق تفصیل سے بتانے لگی۔ پھر بولی۔ ''اس بار میں آسانی سے انہیں شکار نہیں کرسکوں گی۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سروں پر خطرات منڈلا رہے ہیں۔ تمہارے پاپا کبریا کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں آگئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں' تم بھی یہاں چلی آؤ۔''

''اوہ نو مما! میں ایک ماہ بعد ماں بننے والی ہوں۔ ایسے وقت ہمیشہ اپنے ایمان علی کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے میں میاں بیوی کو ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ آپ میری فکر نہ کریں۔''

''فکر کیوں نہ کروں؟ جب تک دشمن میری نظروں میں آجاتے تھے' تب تک میں نے فکر نہیں کی۔ مگر اب تو پل پل تمہارا خیال آئے گا۔ وہ دشمن پہلے بھی تم پر دو بار جان لیوا حملے کرچکے ہیں۔''

''اور میں نے ہمیشہ منہ توڑ جواب دیا ہے۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں' بہت محتاط رہوں گی۔ اگر ایک ذرا سا بھی خطرہ محسوس کروں گی تو پہلی فلائٹ سے بابا صاحب کے ادارے میں چلی آؤں گی۔ پلیز! ابھی وہاں نہ بلائیں۔''

وہ ماں بیٹی فون پر باتوں میں لگی ہوئی تھیں۔ میں اپنے داماد ایمان علی کے پاس آگیا۔ ''ہیلو بیٹے! کیسے ہو؟''

اس نے سلام کرتے ہوئے بڑی عقیدت مندی سے کہا۔ ''ابھی آپ ہی کو یاد کر رہا تھا۔ ضروری باتیں کرنا چاہتا تھا۔''

''ہاں بیٹے! بولو کیا بات ہے؟''

''میں چاہتا تھا' عالی کچھ دنوں کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں چلی جائے مگر وہ راضی نہیں ہے۔''

''تم تو ہمارے دل کی بات کہہ رہے ہو۔ میں یہی کہنے آیا تھا' تم دونوں کچھ عرصے کے لیے ادارے میں چلے آؤ۔ سیارے والے پھر ہماری دنیا میں آچکے ہیں۔ تمام مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے محفوظ پناہ گاہ میں پہنچ رہے ہیں۔ عالی کو بھی تمہارے ساتھ یہاں آجانا چاہیے۔''

''پلیز! آپ اسے سمجھائیں۔ وہ میری بات نہیں مان رہی ہے۔''

''اس کی مما ابھی فون پر باتیں کر رہی ہیں۔ وہ ضرور اسے سمجھا رہی ہوں گی۔''

''زچگی کا وقت قریب ہے۔ کیا اسے بابا صاحب کے ادارے میں آنے کی اجازت ملے گی؟''

''ملنی تو چاہیے۔ جب زچگی کا وقت بالکل قریب آئے گا تو اسے پیرس کے کسی بھی میٹرنٹی ہوم میں پہنچا دیا جائے گا۔''

وہ ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟ تم کچھ پریشان لگ رہے ہو؟''

''پاپا! آپ جانتے ہیں' مجھے بعض اوقات خاص حالات میں آگہی ملتی ہے۔ جمعرات کی رات میں صبح تک عبادت کرتا رہا۔ نماز کے بعد اچانک آگہی ملی۔ کیا بتاؤں پاپا! ہم پر قیامت ٹوٹنے والی ہے۔''

''کیا ایسی کسی آگہی کے متعلق سن کر بھی عالی ہمارے پاس آنے پر راضی نہیں ہے؟''

''میں آگہی کی بات عالی سے چھپا رہا ہوں۔''

''تعجب ہے... کیوں چھپا رہے ہو؟''

''کیا بتاؤں پاپا!...؟ جو پیش آنے والا ہے' اسے ایک ماں برداشت نہیں کرسکے گی۔ اس کا کلیجا پھٹ جائے گا۔''

میں نے پریشان ہوکر کہا۔ ''یا خدا!.... بیٹے! تم نے تو مجھے بھی پریشان کردیا ہے۔ آخر ایسی کیا آگہی ملی ہے؟ مجھے فوراً بتاؤ۔''

وہ ذرا ٹھہر ٹھہر کر بولنے لگا۔ ''میں نے دیکھا ہے' عالی نے ایک چاند سے بیٹے کو جنم دیا ہے۔ وہ بیٹا آنکھیں بند کیے گم صم پالنے میں پڑا ہے۔ ایسے ہی وقت دو دشمن آتے ہیں بچے کا ایک پاؤں پکڑ کر پالنے سے باہر کھینچتے ہیں۔ عالی بے حد کمزور ہے۔ اٹھ نہیں پاتی۔ تکلیف سے کراہتی ہے۔ مدد کے لیے چیختی ہے۔ دوسرا دشمن بچے کی دوسری ٹانگ پکڑ لیتا ہے۔ پھر وہ اس کی دونوں ٹانگیں کھینچ کر اسے چیر ڈالتے ہیں۔ وہ بچہ جس کپڑے میں لپٹا ہوا ہے۔ اس کپڑے پر ایک ذرا سا لہو دکھائی دیتا ہے۔ پھر تاریکی چھا جاتی ہے۔''

میں بابا صاحب کے ادارے میں اپنے کوارٹر کے اندر بیٹھا ایمان علی کی باتیں سن رہا تھا۔ میرے سامنے سونیا فون پر عالی سے گفتگو میں مصروف تھی۔ ضد کر رہی تھی کہ اسے ادارے میں آجانا چاہیے۔ مگر وہ نہیں مان رہی تھی۔

میں نے ایمان سے کہا۔ ''میں تمہاری آگہی سن کر بہت پریشان ہوگیا ہوں۔ خدانہ کرے' ایسا ہوگیا تو یہ صدمہ صرف عالی کے لیے ہی نہیں' ہم سب کے لیے بھی ناقابلِ برداشت ہوگا۔''

''پلیز۔ پاپا! کچھ کریں۔''

''میں تم سے باتیں کر رہا ہوں اور یہاں دیکھ رہا ہوں' سونیا فون کے ذریعے عالی کو قائل کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور وہ راضی نہیں ہو رہی ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ۔ میں اسے سمجھاتا ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''پاپا! ایک اور بات رہ گئی ہے۔ اس آگہی سے ایک ہفتہ پہلے خواب میں دیکھا تھا' میں اور عالی بہت پریشان ہیں۔ آپ لوگوں سے ملنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں آنا چاہتے ہیں مگر وہاں کا دروازہ ہمارے سامنے بند ہوجاتا ہے۔ ہمیں اندر جانے کی اجازت نہیں ملتی۔''

وہ بہت ہی مایوس کرنے والا خواب سنا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''مجھے خواب کے ذریعے بھی آگہی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد سے میں بہت ہی دلبرداشتہ ہوگیا ہوں۔ ڈوبتے ہوئے دل سے سوچتا ہوں' کیا ہمیں بابا صاحب کے ادارے میں بھی پناہ نہیں ملے گی؟''

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا' اپنے داماد سے کیا کہوں؟ کس طرح اسے تسلیاں دوں؟

میں نے کہا۔ ''بیٹے! تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ہم ابھی معلوم کرتے ہیں' تمہاری یہ پیشگوئی کس حد تک درست ثابت ہوسکتی ہے؟ انتظار کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔''

میں نے دماغی طور پر حاضر ہوکر سونیا کو دیکھا۔ وہ فون بند کرکے گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ایمان نے آگہی کے سلسلے میں مجھ سے جو کچھ کہا تھا' میں وہ ساری باتیں اسے بتانے لگا۔ وہ سن کر اور زیادہ پریشان ہوگئی۔ کہنے لگی۔ ''میں کیا کروں؟ لڑکی بڑی ضدی ہے۔ کہتی ہے' ہمیں خطرات سے کھیلنا آتا ہے۔ جب جان پر بنے گی' کوئی راستہ سجھائی نہیں دے گا تو سیدھی ادارے میں چلی آئے گی۔''

میں نے کہا۔ ''تشویش کی بات یہ ہے کہ ادارے کا دروازہ اس کے لیے کھلے گا یا نہیں؟''

''کیوں نہیں کھلے گا؟ میں اعلیٰ حضرت سے بات کروں گی۔''

''ہمیں ابھی ان کے پاس جانا چاہیے۔ عالی کو اس آگہی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ لیکن ایمان علی بہت پریشان ہے۔ ہمیں اس کی پریشانی کو دور کرنا ہے۔''

ہم کوارٹر سے باہر آگئے۔ ٹوسیٹر ٹرالی میں بیٹھ کر اعلیٰ حضرت کی طرف جانے لگے۔ میں نے کہا۔ ''ایمان کو جو آگہی ملتی ہے' وہ اکثر درست ثابت ہوتی ہے۔ مگر یہ عجیب سی بات لگتی ہے کہ ہماری بیٹی کے لیے یہاں کا دروازہ بند کیا جائے گا۔''

وہ بولی۔ ''اگر بند کیا جائے گا تو اس کی کوئی بہت ہی خاص وجہ ہوگی۔ جسے اعلیٰ حضرت ہی جانتے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''وجہ کوئی بھی ہو۔ ہم نے تو یہی دیکھا ہے' مصیبت زدہ مسلمان یہاں آتے ہیں تو انہیں پناہ ضرور ملتی ہے۔ ہماری بیٹی پر بھی بہت بڑی مصیبت آنے والی ہے' اسے یہاں پناہ ملنی چاہیے۔''

ٹرالی حجرے کے سامنے آکر رک گئی۔ ہم وہاں سے چلتے ہوئے دروازے پر آئے پھر سونیا نے دستک دیتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا ہم اندر آسکتے ہیں؟''

ان کی آواز سنائی دی۔ ''آجاؤ....''

ہم دروازہ کھول کر اندر آئے۔ انہیں سلام کیا پھر کچھ فاصلے پر سر جھکا کر دوزانو بیٹھ گئے۔ انہوں نے ہم پر ایک نظر

ڈالی پھر کہا۔ ”انسان چاہتا ہے، اسے پیش آنے والے واقعات کا علم ہو جایا کرے لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اگلے ہی لمحے کیا ہونے والا ہے؟ اگر یہ علم ہو جائے کہ اس پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹنے والے ہیں یا موت بہت ہی بھیانک طریقے سے آنے والی ہے تو وہ موت آنے سے پہلے ہی ہیبت سے مر جائے گا یا پھر مر مر کر جیتا رہے گا۔ ذہنی خلفشار میں مبتلا رہ کر نیم پاگل، نیم مردہ سا ہو جائے گا۔“

انہوں نے ذرا توقف سے کہا۔ ”جب اسے معلوم نہ ہو، آئندہ کیا ہونے والا ہے تو پھر وہ آنے والے مصائب سے مردانہ وار نمٹنے کی کوششیں کرتا ہے۔ کبھی حالات سے سمجھوتا کرتا ہے، کبھی ان کے خلاف جنگ کرتا ہے۔ اس طرح زندگی گزارتا چلا جاتا ہے۔ جو مصیبتیں آتی ہیں، وہ رفتہ رفتہ ٹل جاتی ہیں۔“

ہم سر جھکائے سن رہے تھے اور وہ کہہ رہے تھے۔ ”دشمنی ہوتی ہے، دہشت گردی ہوتی ہے اور بے شمار مظلوم بے گناہ خواہ مخواہ مارے جاتے ہیں۔ ان کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ جو ایک پوری زندگی گزارنے کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ طبعی موت آنے سے پہلے ہی قتل کر دیے جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔“

وہ ذرا چپ ہوئے پھر بولنے لگے۔ ”ایک نوزائیدہ بچہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا مگر نقصان پہنچانے والے، قتل کرنے والے ہاتھ اسے آدبوچتے ہیں۔ اسے چیر ڈالتے ہیں۔ مار ڈالتے ہیں۔ ہمیں سوچنا چاہیے، سمجھنا چاہیے کہ ایمان علی کو ایسی صدمہ پہنچانے والی آگہی کیوں حاصل ہوئی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، وقت سے پہلے تمہیں اس واقعے کا علم ہو اور تم اس معصوم بچے کو تحفظ دینے کی تدبیر کر سکو؟“

ہم نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔ انہوں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ”تدبیر کرنی چاہیے... سلامتی کی خاطر جدوجہد کرنی چاہیے، مگر...“

وہ کہتے کہتے چپ ہو گئے۔ ایک لفظ مگر کے بعد کہنے کے لیے اور سمجھنے کے لیے بہت کچھ تھا۔ انہوں نے کہا۔ ”مگر میری ناقص معلومات کے مطابق وہی ہوگا، جو آگہی کے سیاہ پردے پر نظر آیا ہے۔ نوزائیدہ بچے کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہوگا.... ضرور ہوگا۔“

جیسے بجلی کا جھٹکا پہنچتا ہے۔ اعلیٰ حضرت ایسے ہی جھٹکا پہنچانے والی باتیں کر رہے تھے۔ یعنی بچے کی سلامتی کے لیے جدوجہد کی جائے گی، تب بھی وہ المناک تماشا ہوگا، جو آگہی دکھا چکی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے صاف طور پر کہہ دیا تھا، ہونی ہو کر رہے گی....

ہماری آنکھوں کے سامنے اپنی لاڈلی بیٹی عالی کا چہ گھوم رہا تھا۔ وہ پہلی بار ماں بننے والی تھی۔ ہماری حوصلہ م بیٹی تھی۔ بڑے بڑے مصائب سے گزرنا جانتی تھی۔ لیکن اسے کمزور بنا سکتی تھی۔ وہ اندر سے ٹوٹ سکتی تھی اور پیشگو کہہ رہی تھی، ہم اسے ٹوٹنے سے نہیں بچا سکیں گے۔

سونیا نے کہا۔ ”ایمان علی کی آگہی کہہ رہی ہے، ہما ایک نواسا ہوگا۔ یہ ادارہ سب کے لیے محفوظ پناہ گاہ ہے۔ کیا عالی یہاں آ کر اپنے بچے کے ساتھ محفوظ نہیں رہ سکے گی؟“

انہوں نے کہا۔ ”اللہ عالم الغیب ہے۔ میں اس کا ناچیز بندہ ہوں۔ اپنے محدود علم کے مطابق مشورے د ہوں۔ بیٹی کو یہاں نہیں آنا چاہیے۔ ماں کو بیٹی کے پاس جا چاہیے۔“

میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”کوئی سوال نہ کرو۔ اپنی اور اولاد کی بہتری کے لیے کوششیں کرو۔ میری عبادت کا وقت ہو چکا ہے۔“

ہم اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ انہیں سلام کرتے ہو الٹے قدموں چلتے ہوئے حجرے سے باہر آ گئے۔ ٹرالی میں بیٹھ کر کوارٹر کی طرف واپس جانے لگے۔ سونیا بہت ہی فکرمند تھی۔ دلبرداشتہ ہو کر کہہ رہی تھی۔ ”اعلیٰ حضرت نے تصدیق کر دی ہے۔ واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے، ایمان علی نے آگ کی تاریک اسکرین پر جو المناک منظر دیکھا ہے، ہمار نوزائیدہ نواسے کی موت اسی طرح ہوگی۔“

میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”اعلیٰ حضرت کی باتوں سے صاف ظاہر ہے، ہم اپنی بیٹی اور نواسے کے لیے کچھ نہیں کر پائیں گے۔ جو ہونی ہے، وہ ہو کر رہے گی۔“

”ہم تھوڑی دیر پہلے سوچ رہے تھے اور یقین سے کہ رہے تھے کہ عالی کے لیے بابا صاحب کے ادارے کا دروا بند نہیں کیا جائے گا.... بظاہر دروازہ بند نہیں کیا جا رہا ہے۔ بھی ایمان علی کا خواب درست ثابت ہو رہا ہے۔“

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ”ہاں۔ درواز ہونے کا مطلب یہی ہے کہ عالی اس ادارے کے اندر آئے۔ اعلیٰ حضرت نے اسے یہاں آنے سے خود نہیں رو ہے۔ ہمیں مشورہ دیا ہے، بیٹی کو یہاں نہیں بلانا چاہیے۔ اس کے برعکس تمہیں وہاں جانا چاہیے۔“

”مجھے جانا ہی ہوگا۔ ہونی ہو کر رہتی ہے۔ میں کوشش کروں گی، انہونی ہو جائے۔ جو نہیں ہو سکتا۔ اسے کسی طرح ہونی بنا کر رہوں گی۔“

عالی تقریباً چار ہفتے بعد ماں بننے والی تھی۔ سونیا نے طے کیا، وہ تین ہفتے بعد وہاں جائے گی۔ میں نے کوارٹر میں آ کر ایمان علی سے رابطہ کیا، اسے بتایا کہ اس کی آگہی اور اس کا خواب درست ہے۔ اعلیٰ حضرت نے تصدیق کی ہے۔ اب ہم عالی کو یہاں آنے کے لیے نہیں کہیں گے۔ تین ہفتوں کے بعد سونیا خود اس کے پاس جانے والی ہے۔

میں نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہہ دیا تھا، وہ دن رات خیال خوانی کرتے رہیں۔ مختلف اکابرین کے اندر جا کر ان کی مصروفیات پر نظر رکھیں۔ فی الحال ان کے ذریعے ہی ہمیں سیارے والوں کے متعلق کچھ معلوم ہو سکتا تھا۔

معلومات کا دوسرا ذریعہ آوڈی مین تھا۔ کبریا اسے جگہ جگہ لیے پھرتا تھا۔ اس کے ذریعے فرانس کی آرمی، انٹیلی جنس اور سرکاری اعلیٰ عہدیداروں کی باتیں سنتا تھا۔ اس طریقۂ کار کے مطابق وہ کبھی کسی وقت کسی سیارے والے کی آواز بھی سن سکتا تھا۔

تمام اکابرین نے اپنے اپنے ملک میں یوگا جاننے والوں کی ٹیمیں بنائی تھیں۔ ان ٹیموں میں آرمی اور انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران کے علاوہ بہت ہی تجربہ کار پلاننگ کرنے والے شاطر حکمران اور سراغ رساں بھی شامل تھے۔

ہم خیال خوانی کرنے والے ان کے اندر نہیں پہنچ سکتے تھے، یہ معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ وہ اپنی رہائش گاہیں تبدیل کر کے کن علاقوں میں جا کر روپوش ہو گئے ہیں؟ وہ روپوش رہنے والے ہی گریٹ ایشورارا سے اور برین ماسٹر وغیرہ سے رابطہ کرتے ہوں گے۔ جو سیارے والے ہماری دنیا میں آ رہے ہیں۔ ان کے لیے خفیہ پناہ گاہیں مہیا کر رہے ہوں گے۔

بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے تمام جاسوس ایسی یوگا جاننے والی ٹیموں کو تلاش کر رہے تھے۔ ہمیں یقین تھا، وہ زیادہ عرصے تک چھپ کر نہیں رہ سکیں گے۔ لندن کی یوگا جاننے والی ٹیم فرینکفرٹ پہنچ گئی تھی۔ ڈاکٹر سلام نے ان کی باتیں سنی تھیں۔ اسے معلوم ہو گیا تھا، وہ جرمنی میں قیام کریں گے۔ وہاں آرمی ہیڈ کوارٹر میں ان کی خفیہ میٹنگ ہونے والی تھی۔

اس ہیڈ کوارٹر کا احاطہ تقریباً دو کلومیٹر کے رقبے تک پھیلا ہوا تھا۔ غیر متعلقہ افراد اس باؤنڈری کے اندر داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ ڈاکٹر سلام سوچ میں پڑ گیا کہ کس طرح وہاں تک رسائی حاصل کرے؟

کوئی تدبیر سجھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ صرف دو سو گز دور ہونے والی گفتگو سن سکتا تھا۔ جبکہ آوڈی مین پانچ کلو میٹر کے فاصلے تک اپنے مطلوبہ شخص کی آواز سن لیتا تھا۔ اس [illegible] نے سوچا۔ "میں اس خفیہ میٹنگ کی باتیں نہیں سن سکوں گا۔ اگر آوڈی مین واقعی ایسی غیر معمولی قوت سماعت رکھ[illegible] ہے تو پھر اسے سننا چاہیے۔ اس کے ذریعے ان کی خفیہ باتیں سونیا اور فرہاد کو معلوم ہونی چاہئیں۔"

اس نے اپنے موبائل فون کی سم بدل کر میرے نمبر [illegible] کیے۔ میں نے رابطہ ہونے پر پوچھا۔ "ہیلو... تم کون ہو؟"

اس نے کہا۔ "آپ مجھے نہیں جانتے۔ جاننا ضروری بھی نہیں ہے۔ میں اہم معلومات فراہم کر رہا ہوں۔ آپ ا[illegible] کے مطابق فوراً عمل کریں۔"

"وہ معلومات کیا ہیں؟"

"آپ جانتے ہیں، آج پیرس میں یوگا جاننے والے اکابرین کی خفیہ میٹنگ تھی۔"

"ہاں۔ جانتا ہوں۔ مگر اب وہ کینسل ہو چکی ہے۔"

"وہی میٹنگ کل صبح دس بجے فرینکفرٹ کے آرمی ہی[illegible] کوارٹر میں ہوگی۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں کسی فرد کے اندر پہنچ نہیں پائے گا۔ صرف آپ کا آوڈی مین ان کی باتیں سن سکے گا۔ باقی آپ سمجھدار ہیں۔ یہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، اب آپ کو کیا کرنا چاہیے؟ خدا حافظ...."

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اپنے فون کی سم بدل [illegible] دی۔ وہ خدائی خدمتگار کہاں سے پیدا ہوا تھا؟ یہ اس وقت معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے دماغ میں جانا مناسب نہیں تھا۔ ایک تو یہ خیال تھا کہ وہ یوگا میں مہارت رکھتا ہوگا، سانس روک لے گا۔ پھر یہ کہ وہ اپنے بارے میں کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی کوئی مجبوری ہوگی یا کوئی خاص وجہ ہوگی۔ اس لیے میں نے عارضی طور پر اسے نظر انداز کر دیا۔ کبریا کو مخاطب کر کے اسے موجودہ انفارمیشن کے متعلق بتانے لگا۔

اس نے کہا۔ "پاپا! مجھے پہلی فلائٹ سے آوڈی مین کے ساتھ وہاں جانا چاہیے۔"

"بے شک۔ وہ خفیہ میٹنگ کل صبح دس بجے ہونے وال[illegible] ہے۔ تم آج رات ہی وہاں پہنچ جاؤ تو بہتر ہے۔"

"میں آوڈی مین کو تیار کر رہا ہوں۔ پلیز۔ آپ کس[illegible] بھی فلائٹ میں ہمارے لیے دو سیٹیں اوکے کرا دیں۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے ٹریولنگ ایجنسی میں پہنچ کر معلوم کیا۔ ایک جہاز رات آٹھ بجے وہاں [illegible] فرینکفرٹ جانے والا تھا۔ دوسری صبح تک اور کوئی فلائٹ نہیں تھی۔ میں نے ایک متعلقہ فرد کے دماغ پر قبضہ جما[illegible] مسافروں کی لسٹ چیک کی۔ جہاز میں کوئی سیٹ خالی نہیں تھی۔ مسافروں میں سے کسی دو کو ہٹانا ضروری ہو گیا تھا۔

میں نے ایک میاں بیوی کا فون نمبر معلوم کر کے ان [illegible]سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "ہیلو [illegible]کون ہے؟"

[illegible] میں فون بند کر کے بولنے والے کے اندر پہنچ گیا۔ وہ [illegible]ادھیڑ عمر کے میاں بیوی تھے۔ کسی بات پر جھگڑا کر رہے [illegible]تھے۔ میں نے فون بند کیا تو وہ بیوی سے جھنجلا کر بولا۔ "یہ... [illegible]بھی کس نے فون کیا تھا؟"

وہ غصے سے بولی۔ "کیا پاگل ہو گئے ہو؟ فون تمہارے [illegible]تھ میں ہے۔ تم نے اٹینڈ کیا ہے اور مجھ سے پوچھ رہے ہو، [illegible]کس نے فون کیا تھا؟"

وہ غصے سے پاؤں پٹخ کر بولا۔ "میں خوب جانتا [illegible]وں۔ یہ تمہارا کوئی بوائے فرینڈ ہوگا۔ میری آواز سن کر اس [illegible]نے فون بند کر دیا ہے۔"

وہ جواباً غصے سے بولی۔ "اچھا کیا ہے۔ تمہاری گرل [illegible]رینڈز بھی میری آواز سن کر یہی کرتی ہیں۔ سمجھ لو.... حساب [illegible]ابر ہو رہا ہے۔"

[illegible] تم بدچلن ہو۔ میں تمہیں طلاق دوں گا۔"

"میرا ایک بوائے فرینڈ ہے۔ تمہاری چار گرل فرینڈز [illegible]یں۔ تم ایک بار طلاق دو گے، میں تمہیں چار بار طلاق دوں [illegible]ی۔"

"لعنت ہے تم پر... بہت ہی بیوقوف عورت ہو۔"

"بیوقوف تھی، اس لیے تمہارے پلے پڑ گئی۔ اب نہیں [illegible]وں، اس لیے میکے جا رہی ہوں۔"

"دیکھو! اچھی طرح سوچ لو، تم نہیں جاؤ گی تو [illegible]ہارے ٹکٹ پر میری کوئی گرل فرینڈ فرینکفرٹ جائے گی۔"

"ٹکٹس میرے پاس ہیں۔ تم اپنی گرل فرینڈ کو کیا... [illegible]س کی اماں کو بھی نہیں لے جا سکو گے۔"

ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے جب ایمرجنسی میں کہیں [illegible]انے کے لیے جہاز کے ٹکٹ اوکے کراتے ہیں تو خیال خوانی [illegible] ہتھکنڈوں سے ہیرا پھیری کر کے دو چار سیٹیں اپنے نام [illegible]ر لیتے ہیں۔ مگر ایسا پہلی بار ہو رہا تھا۔ کسی ہیرا پھیری کے [illegible]یر ہی وہ سیٹیں ملنے والی تھیں۔

میں نے اس عورت کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ پتا چلا، وہ [illegible]ونوں ٹکٹس اس کے پرس میں ہیں۔ وہ میری مرضی کے [illegible]ابق طنطناتی ہوئی، تیزی سے چلتی ہوئی اپارٹمنٹ کے باہر [illegible]ی۔ پھر کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی ٹریولنگ ایجنسی [illegible] سامنے پہنچ گئی۔

اس کے شوہر نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ روکنے والا پیچھے رہ گیا تھا۔ اس نے ٹریولنگ ایجنسی میں پہنچ کر دونوں ٹکٹ کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے کہا۔ "میں ان میں کچھ تبدیلیاں چاہتی ہوں۔ پلیز۔ آپ نام تبدیل کر دیں۔"

اس نے میری مرضی کے مطابق آوڈی مین اور کبریا کے نام لکھوا دیے۔ پھر کاؤنٹر مین سے کہا۔ "یہ ٹکٹس اپنے پاس رکھیں۔ آوڈی مین اور مسٹر کبریا یہاں آ کر آئی ڈی کارڈ دکھائیں گے اور اپنے ٹکٹس لے جائیں گے۔"

اگرچہ آوڈی مین کے ساتھ کبریا کا جانا ضروری نہیں تھا۔ وہ پیرس میں رہ کر ہی خیال خوانی کے ذریعے اس سے کام لے سکتا تھا۔ پھر یہ کہ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے محفوظ پناہ گاہ میں پہنچے ہوئے تھے۔ کبریا کو بھی بابا صاحب کے ادارے سے باہر نہیں جانا چاہیے تھا۔ مگر کبھی کبھی حالات کے تحت خطرہ مول لینا پڑتا ہے۔

ہمارے ذہن میں یہ بات تھی کہ سیارے سے آنے والے شاید کسی طرح کبریا کو پہچان سکتے تھے۔ اسے ٹریپ کرنے کی کوششیں کر سکتے تھے۔ ایسے وقت وہ ہماری نظروں میں ضرور آتے۔ انہیں ڈھونڈ نکالنے کے لیے کچھ تو کرنا ہی تھا۔

وہ آوڈی مین کے ساتھ فرینکفرٹ پہنچ گیا۔ انہوں نے ایک ہوٹل میں کرائے پر کمرے لیے۔ پھر ایک رینٹڈ کار لے کر آرمی ہیڈ کوارٹر کی طرف آ گئے۔ دور تک پھیلی ہوئی باؤنڈری کے چاروں طرف آہستہ آہستہ کار ڈرائیو کرنے لگے۔

کبریا نے آوڈی مین سے کہا۔ "یہ آرمی ہیڈ کوارٹر تقریباً دو کلومیٹر کے رقبے تک پھیلا ہوا ہے۔ کل صبح دس بجے یہاں یوگا جاننے والوں کی اہم میٹنگ ہونے والی ہے۔ تم یقیناً اس باؤنڈری کے باہر رہ کر ان کی باتیں سن سکو گے۔"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں۔ میں ایک ایک بات سن سکوں گا۔"

وہ ہیڈ کوارٹر کے آس پاس کی لوکیشن دیکھ کر واپس ہوٹل میں آ گئے۔ جب آوڈی مین اپنے کمرے میں جا کر بیڈ پر لیٹ گیا تو کبریا نے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ ایک بار پھر تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ کو مخصوص لب و لہجے کے ذریعے لاک کیا اس کے بعد خود بھی صبح چھ بجے تک کے لیے گہری نیند سو گیا۔

پھر وہ دوسرے دن دس بجے سے پہلے ہیڈ کوارٹر کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں آرمی کی گاڑیاں گشت کر رہی تھیں۔ چاروں طرف باؤنڈری وال کے قریب سے گزرنے والی عام گاڑیوں کو کہیں رکنے کی اجازت نہیں تھی۔ دو کلومیٹر

دور ہیڈ کوارٹر کے پیچھے چاند ماری کے لیے ایک بڑا سا میدان تھا۔ وہاں بھی فوجی گاڑیاں گشت کر رہی تھیں۔

کبریا نے آوڈی مین سے کہا۔ ”تم یہاں کہیں ایک جگہ رک کر ان کی باتیں نہیں سن پاؤ گے۔“

وہ بولا۔ ”رُکنا ضروری نہیں ہے۔ میں یہاں سے اور دو کلومیٹر دور جا کر بھی ان کی باتیں واضح طور پر سن سکوں گا۔“

وہ دونوں وہاں سے دور ایک ریسٹورنٹ کے کیبن میں آ کر بیٹھ گئے۔ دس بجنے ہی والے تھے۔ آوڈی مین سر جھکا کر سننے لگا۔ ہیڈ کوارٹر کے اندر کتنے ہی سپاہیوں کی اور افسران کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ انہیں سنتا جا رہا تھا اور اپنی سماعت سے باہر نکالتا جا رہا تھا۔ پھر ایک آواز سن کر رک گیا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ ”یہ اجلاس چوبیس گھنٹے پہلے پیرس میں ہونے والا تھا۔ لیکن آپ نے دیکھ لیا' یہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کتنی برق رفتاری سے ہمارے خفیہ معاملات تک پہنچ جاتے ہیں۔“

اس وقت میں الپا' کبریا' فرہان اور ٹونی جے ٹیلی پیتھی کے ذریعے آوڈی مین کے اندر موجود تھے۔ اس کے ذریعے اجلاس میں ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔

اس وقت وہی شخص کہہ رہا تھا۔ ”سیارے سے آنے والا ہمارا ایک اتحادی' ہمارا دوست اگر بے باک مومن کو اعصابی کمزوری میں مبتلا نہ کرتا' اس کے چور خیالات نہ پڑھتا تو ہمیں کبھی معلوم نہ ہوتا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہم یوگا جاننے والوں کا توڑ کر دیا ہے۔ اب وہ آوڈی مین کے ذریعے ہماری خفیہ باتیں سن سکتے ہیں۔“

کسی نے پوچھا۔ ”یہ آوڈی مین کون ہے؟“

جواب دیا گیا۔ ”وہ ایک غیر معمولی قوتِ سماعت رکھنے والا شخص ہے۔ پانچ کلومیٹر کی دوری تک ہم میں سے کسی کی بھی باتیں سن سکتا ہے۔ وہ پہلے برین ماسٹر کا دستِ راست تھا۔ مگر اب فرہاد علی تیمور کے شکنجے میں آ گیا ہے۔“

کسی نے پوچھا۔ ”کیا ہمیں یہ یقین کرنا چاہیے' وہ آوڈی مین اس وقت ہماری باتیں نہیں سن رہا ہوگا؟“

”ہمیں پورا یقین ہے۔ ہم بہت محتاط ہیں۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والے جگہ جگہ مشتبہ افراد کے دماغوں میں جھانکتے پھر رہے ہیں۔ ہمارے اجلاس کو اس قدر راز میں رکھا گیا ہے کہ ہمارے حکمران بھی اس سے بے خبر ہیں۔“

ایک اور آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”مسلمانوں کے خلاف جو کارروائیاں کی جانے والی ہیں' اس ایجنڈے میں سب سے پہلے یہ لکھا ہوا تھا کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جا والوں کی تعداد کم سے کم کی جائے گی۔ انہیں ایک ایک کر ہلاک کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں کیا کیا جا رہا ہے؟“

جواباً کہا گیا۔ ”ابھی تو شروعات ہے۔ ابتدا میں ا مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے بے باک مومن کو ٹریپ کیا گیا تھا۔ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے ہاسپٹل پہ گیا تھا۔ ہم اس حد تک کامیاب رہے۔ مگر آگے چل اچانک ہی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ہم بے باک مومن کو ہلاک نہ کر سکے۔“

”یعنی کارروائی شروع ہوتے ہی ناکامی ہوئی؟ آ اسے ہلاک کیوں نہ کر سکے؟“

”وہ اپنی وائف کے ساتھ اچانک ہی ہاسپٹل سے کہیں چلا گیا ہے۔“

”کیا اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے دوبارہ ٹریپ نہیں کر سکتے؟“

”اینا اور بے باک مومن کے دماغ گم ہو گئے ہیں ٹیلی پیتھی کی لہریں ان تک پہنچ نہیں پا رہی ہیں۔“

”کیا روحانی علوم کے ذریعے انہیں تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے؟“

”ہم روحانی علم کو نہیں مانتے۔ وہ لوگ کسی طرح کی جادوگری یا مکاری دکھا رہے ہیں۔“

ایک اور شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”ایک مسلم ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ آتے آتے نکل گیا۔ اسے ہلاک نہ کیا جا سکا۔ کوئی دوسرا مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی گرفت میں آنے کے بعد کہیں گم ہو جائے گا تو یہی کہا جا گا کہ یہ مسلمانوں کی جادوگری یا مکاری ہے۔ صرف ایسا کہہ کر ٹالا نہیں جا سکتا۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر ہمیں معلوم کر ہوگا' وہ کن ہتھکنڈوں سے اپنے آدمیوں کو تحفظ فراہم کر ہیں؟“

”ہم یہی کوششیں کر رہے ہیں۔ ہمارے اتحادی پیتھی جاننے والے فرہاد کی فیملی پر ایک زبردست حملہ کر والے ہیں۔ اس حملے کے نتیجے میں ان کے ہوش اڑ جا گے۔ وہ ہمارے مقابلے میں کمزور ہوتے چلے جائیں گے

ان کی یہ بات میری سمجھ میں آ گئی۔ وہ اتحادی پیتھی جاننے والے یعنی سیارے کے خیال خوانی کر والے آئندہ ایک ماہ کے اندر عالی پر حملہ کرنے وا تھے۔ وہ ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ہلا کر رہے ہوں گے۔

اس اجلاس میں ایک نے سوال کیا۔ ”کیا ہمارے اتحادی خیال خوانی کرنے والے اس اجلاس میں موجود ہیں؟“

جواب میں کہا گیا۔ ”ہاں۔ موجود ہیں۔“

”کیا وہ روبرو آتے ہیں؟“

”نہیں۔ ان سے یہی معاہدہ ہوا ہے' وہ اپنے طور پر مختلف ممالک میں روپوش رہیں گے۔ لیکن ان کا ایک نمائندہ ہمارے ساتھ رہا کرے گا۔ ہم اس کے لیے خفیہ پناہ گاہ کا انتظام کریں گے۔ اسے زبردست سیکیورٹی فراہم کرتے رہیں گے۔“

ایک اور اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ”انہیں ہر طرح کی سیکیورٹی فراہم کرنے کے سلسلے میں ہی یہ اجلاس طلب کیا گیا ہے۔ یہاں جرمنی' فرانس' انگلینڈ اور امریکا کے اعلیٰ عہدیدار اور آرمی کے اعلیٰ افسران موجود ہیں۔ ہمارے اتحادیوں نے طے کیا ہے' ان کا ایک نمائندہ جرمن میں' دوسرا فرانس میں' تیسرا انگلینڈ میں اور دو نمائندے امریکا میں ہوں گے۔“

ایک اور شخص نے کہا۔ ”ہم گریٹ ایشورارا پر یہ ثابت کریں گے کہ ان سے بھرپور تعاون کر رہے ہیں۔ انہیں بہت ہی منظم اور مستحکم سیکیورٹی فراہم کر رہے ہیں۔ وہ تمام نمائندے آج رات ہماری دنیا میں پہنچنے والے ہیں۔“

یہ بہت ہی اہم بات معلوم ہو رہی تھی۔ سیارے سے آج رات چھ نمائندے ان چار ممالک میں آنے والے تھے۔ ان سے پہلے نہ جانے کتنے اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری دنیا میں پہنچ چکے تھے۔ وہ جہاں بھی پہنچے تھے' وہاں خاموش تھے۔ بڑی راز داری سے اپنی پوزیشن مستحکم کر رہے تھے۔

ہم اس اعتبار سے کمزور تھے کہ اب تک کسی بھی اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچ نہیں پائے تھے۔ انہوں نے ایک عرصے بعد یہاں آ کر پہلا حملہ بے باک پر کیا تھا۔ جس کا ہم نے بھرپور دفاع کیا اور انہیں ہمیشہ کی طرح ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ بہرحال ہماری کامیابی اسی میں تھی کہ کسی بھی طرح ان اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچتے رہیں اور ان کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا کے اکابرین کو بھی اچھا سبق سکھاتے رہیں۔

فی الحال کامیابی تک بڑھنے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا۔ صرف ایک آوڈی مین تھا۔ جس کے ذریعے ہمیں دنیا کے یوگا جاننے والوں اور اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو رہا تھا۔ مگر یہ سراغ نہیں مل رہا تھا کہ وہ سب کہاں چھپے ہوئے ہیں اور کتنے ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں؟

ایسے وقت قدرتی حالات کسی حد تک ہمارے موافق تھے۔ نہ جانے وہ تعاون کرنے والا ڈاکٹر سلام کہاں سے پیدا ہو گیا تھا؟ کون تھا؟ کہاں سے آیا تھا؟ ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ اگر وہ مجھے اطلاع نہ دیتا تو ہمیں فرینکفرٹ میں ہونے والے اس اجلاس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوتا۔ وہ ہمارے لیے آسمانی فرشتہ بن کر آیا تھا۔

اس بے چارے نے کوشش کی تھی۔ وہ اپنی کار میں بیٹھ کر آرمی ہیڈ کوارٹر کے اطراف چکر کاٹتے ہوئے خفیہ اجلاس میں ہونے والی باتیں سننا چاہتا تھا۔ لیکن وہ اجلاس ایسی چار دیواری میں ہو رہا تھا' جو چاروں طرف کی باؤنڈری وال سے بہت دور تھی۔ وہ دو سو گز سے زیادہ دور ہونے والی باتیں سن نہیں سکتا تھا۔

مایوس ہو کر ہوٹل کے کمرے میں آ گیا۔ بیڈ پر لیٹ کر سوچنے لگا' تھوڑی دیر بعد مجھ سے رابطہ کرے گا۔ خفیہ اجلاس کے بارے میں کچھ معلوم کرے گا۔ وہ جہاں جاتا تھا' وہاں آس پاس کے لوگوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ ایسے وقت ان آوازوں کو ذہن سے باہر جھٹک دیتا تھا۔

سننے اور نہ سننے کی قوت اس کے اختیار میں تھی۔ وہ جس کی آواز کو نظر انداز کرتا تھا۔ وہ اسے سنائی نہیں دیتی تھی۔ جس طرف توجہ دیتا تھا' وہ آواز سنائی دینے لگتی تھی۔ اس ہوٹل میں پہنچ کر غیر ضروری آوازوں کو ذہن سے باہر جھٹکتا رہا تھا۔ کمرے میں آنے کے بعد بھی اِدھر اُدھر سے کچھ آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

وہ بیڈ پر لیٹنے کے بعد ایک ایک آواز کو نظر انداز کرنے لگا۔ ایسے ہی وقت چونک کر اٹھ بیٹھا۔ کہیں سے گریٹ ایشورارا کا نام سنائی دیا تھا۔

وہ اسی آواز کی طرف توجہ دینے لگا۔ وہ شخص کہہ رہا تھا۔ ”گریٹ ایشورارا کا طریقہ کار ایسا ہے کہ اس بار صرف مسلمان ہی نہیں' امریکا اور یورپ کے اکابرین بھی دھوکا کھاتے رہیں گے۔“

دوسرے شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”گریٹ ایشورارا کا نام نہ لو۔ یہ دنیا عجیب چیز ہے۔ یہاں آوڈی مین جیسے لوگ بھی ہیں' جو میلوں دور کی آوازیں سن لیتے ہیں۔“

”برین ماسٹر نے یقین سے کہا ہے' اس دنیا میں آوڈی مین کے سوا دوسرا کوئی شخص ایسا نہیں ہے' جو دور کی

آوازیں سن سکتا ہو اور وہ آؤڈی مین پیرس میں ہے۔ اس کے تو باپ کو بھی معلوم نہیں ہوگا کہ پیرس میں ہونے والا اجلاس ابھی فرینکفرٹ میں ہو رہا ہے۔“

دوسرے شخص نے کہا۔ ”ہمیں ایسی باتیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کرنی چاہئیں۔“

دوسرے نے کہا۔ ”دن رات خیال خوانی کرتے رہتے ہیں۔ میں تو بیزار ہو جاتا ہوں۔ ابھی ایک دوسرے کے قریب بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایسے وقت بھی زبان سے نہیں بولیں گے تو کیا گونگے رہ کر ساری زندگی گزار دیں گے؟“

ڈاکٹر سلام فوراً ہی بیڈ سے اتر کر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ پھر ان آوازوں کی سمت کا تعین کرتے ہوئے ایک طرف بڑھنے لگا۔ اس وقت ایک شخص کہہ رہا تھا۔ ”ٹھیک دو گھنٹے بعد میری فلائٹ ہے۔ ائیرپورٹ جانا چاہیے۔ کیا مجھے سی آف کرنے چلو گے؟“

”سوری... ہمیں تاکید کی گئی ہے، ایک دوسرے سے دور رہا کریں۔ چونکہ تمہیں پیرس جانا تھا، اس لیے تھوڑی دیر ہمارا ساتھ رہا۔ بس میں یہیں سے الوداع کہتا ہوں۔“

ڈاکٹر سلام چلتے چلتے کمرا نمبر دو سو سات کے سامنے رک گیا۔ پھر تیزی سے پلٹ کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔ جلدی جلدی جوتے پہننے لگا۔ وہ ائیرپورٹ جانے والے کا تعاقب کرنا چاہتا تھا۔ اس نے جوتے پہننے کے بعد فون اٹھایا پھر نمبر بدلنے لگا۔

میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ آؤڈی مین کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ خفیہ میٹنگ میں ہونے والی باتیں سن رہا تھا۔ اب وہ اجلاس اختتام پذیر ہو رہا تھا۔ ایسے ہی وقت فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے اسے آن کر کے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے اسی اجنبی کی آواز سنائی دی۔ ”ہیلو..... کیا آپ وہی ہیں، جنہیں میں نے ایک اہم انفارمیشن دی تھی؟“

میں نے کہا۔ ”ہاں۔ میں وہی فرہاد علی تیمور ہوں۔ تم میرے بہت بڑے محسن ہو۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور تمہارے لیے نیک تمنا رکھتا ہوں۔“

”آپ میری قدر کر رہے ہیں۔ اس کا بہت بہت شکریہ... ابھی ایک اہم اور چونکا دینے والی خبر سنیں۔ فرینکفرٹ کے ہوٹل ڈیوڈل کے کمرا نمبر دو سو سات میں دو سیارے والے موجود ہیں۔ ان میں سے ایک ائیرپورٹ کی طرف جا رہا ہے۔ میں اس کا تعاقب کرتا رہوں گا۔ دو گھنٹے بعد اس کی فلائٹ ہے۔ وہ پیرس جانا چاہتا ہے۔ آپ فوراً اپنے آدمیوں کو ائیرپورٹ بھیجیں۔ میرے ہاتھ میں سرخ گلاب ہوگا۔ آپ کے آدمی میرے پاس آئیں گے۔ میں انہیں اس سیارے والے تک پہنچا دوں گا۔ دیٹس آل.....“

رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے فون بند کرتے ہوئے کبریا سے کہا۔ ”یہاں ایک ہوٹل ڈیوڈل ہے۔ اس کے کمرا نمبر دو سو سات میں سیارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ فوراً اسے ٹریپ کرو۔ یہ یاد رکھو! ہمیں اس کے ذریعے بہت سی معلومات حاصل کرنی ہیں۔ اس لیے اسے ہلاک نہ کرنا۔“

پھر میں نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے ادارے کے دو جاسوسوں سے رابطہ کیا۔ انہیں ہدایت کی۔ ”فوراً ائیرپورٹ پہنچو۔ وہاں تمہیں ایک ایسا شخص ملے گا، جس کے ہاتھ میں سرخ گلاب ہوگا۔ وہ تمہیں ایک سیارے والے تک پہنچائے گا۔“

ایک جاسوس نے پوچھا۔ ”سر! ہمیں اس سیارے والے کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے؟“

”اسے ہلاک نہیں کرو گے۔ اپنی گرفت میں لیتے ہی اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دو گے۔ تاکہ وہ اپنے کسی ساتھی سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ نہ کر سکے۔ پھر اسے اپنی کسی رہائش گاہ میں لے جاؤ گے۔ ایسے وقت میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے پاس موجود رہوں گا۔“

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اپنے کوارٹر سے نکل کر سونیا کے کوارٹر کے سامنے آیا۔ خیال خوانی کے ذریعے بولا۔ ”دروازہ کھولو۔“

وہ بولی۔ ”کھلا ہے۔ چلے آؤ....“

میں نے تیزی سے اندر آ کر کہا۔ ”وہ اجنبی شخص تو کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے۔“

وہ کھانے میں مصروف تھی۔ لقمہ چباتے ہوئے بولی۔ ”کس اجنبی کی بات کر رہے ہو؟“

”وہی، جس نے پچھلی شام ہمیں بتایا تھا، پیرس میں ہونے والا خفیہ اجلاس دوسری صبح فرینکفرٹ میں ہونے والا ہے۔ واقعی اس کی انفارمیشن درست تھی۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے آؤڈی مین کے اندر رہ کر اس اجلاس میں ہونے والی تمام باتیں سن لی ہیں اور بڑی اہم معلومات حاصل کی ہیں۔“

وہ بولی۔ ”ٹھیک ہے۔ مگر تم اس اجنبی کو جادوگر کیوں کہہ رہے ہو؟“

”ہم سب طرح طرح کی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ ہمارے پاس معلومات کے وسیع ذرائع بھی ہیں۔ اس کے باوجود سیارے والوں تک پہنچ نہیں پا رہے ہیں۔ مگر وہ اجنبی ان کے خفیہ اجلاس تک اور سیارے والوں تک پہنچ رہا ہے۔ اس نے ابھی جو اطلاع دی ہے، اس کے مطابق کبریا اور ہمارے جاسوس ان دو سیارے والوں کو گرفتار کرنے والے ہیں۔“

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ”پھر تو وہ اجنبی واقعی باکمال ہے۔ اسے جادوگر کہنا چاہیے۔“

میں نے کہا۔ ”تم آرام سے کھاؤ۔ میں کبریا کے پاس جا رہا ہوں۔“

الپا خیال خوانی کے ذریعے کبریا کے پاس موجود تھی۔ فرمان اور ٹونی بھی ان دو جاسوسوں کے اندر پہنچے ہوئے تھے، جو ائیرپورٹ کی طرف جا رہے تھے۔

جب میں کبریا کے پاس پہنچا تو وہ کمرا نمبر دو سو سات کا دروازہ کھول کر اندر گھس آیا تھا۔ سیارے والا ایکدم سے گھبرا گیا۔ ذرا غصہ دکھاتے ہوئے بولا۔ ”کون ہو تم....؟ بغیر اجازت اندر کیوں آئے ہو؟“

جواب میں کبریا نے ایک گھونسا اس کی ناک پر جڑ دیا۔ پھر اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ دو ہاتھ پڑتے ہی وہ چکرا کر فرش پر گر پڑا۔ الپا نے کہا۔ ”بس کرو۔ مجھے اس کے اندر جگہ مل گئی ہے۔“

وہ دماغی طور پر کمزور ہو گیا تھا۔ نہ سانس روک کر اپنے اندر سے کسی کو بھگا سکتا تھا، نہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے کسی ساتھی سے رابطہ کر سکتا تھا۔ وہ دونوں اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ سب سے پہلے یہ معلوم ہوا کہ سیارے سے آج رات جو چھ نمائندے آنے والے تھے۔ وہ پچھلی رات آ چکے ہیں۔ ان چھ میں سے ایک نمائندہ وہ خود تھا۔ اس کا نام ٹنگورارا تھا۔

اس کا دوسرا ساتھی جو ائیرپورٹ کی طرف گیا تھا۔ اس کا نام ہنگورارا تھا۔ وہ نمائندہ بن کر پیرس جا رہا تھا۔ وہ دونوں آدھی رات کے بعد یہ ظاہر کرنے والے تھے کہ آج رات ہی سیارے سے آئے ہیں۔

امریکا اور انگلینڈ میں سیارے کے جو نمائندے تھے، وہ بھی ہماری دنیا میں پہلے سے موجود تھے۔ آج آدھی رات کے بعد اکابرین کے سامنے خود کو ظاہر کرنے والے تھے۔

انہوں نے ان تمام اکابرین سے جھوٹ کہا تھا۔ جھوٹ بولنے کی خاص وجہ تھی۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے، اکابرین، ان کے نامی گرامی سائنسدان، آرمی کے اعلیٰ افسران اور انٹیلی جنس والے ان کی آمد پر کس طرح جاسوسی کرتے ہیں؟ وہ خیال خوانی کے ذریعے تمام مطلوبہ افراد تک پہنچ سکتے تھے۔ ان کے اندر رہ کر بہت کچھ معلوم کر سکتے تھے۔

گریٹ ایشورارا نے اگرچہ اکابرین سے دوستی کی تھی۔ اتحاد قائم کیا تھا۔ لیکن ان پر بھروسا نہیں کرتا تھا۔ اس کے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام اکابرین کے اندر جاتے آتے رہتے تھے۔

سیارے کے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اتحادی کہلاتے تھے اور وہ اتحادی یوگا جاننے والوں کی ٹیموں تک پہنچنے کی بھی کوششیں کر رہے تھے۔

ٹنگورارا کے خیالات نے بتایا، جرمنی اور لندن میں چھ، چھ سیارے والے موجود ہیں۔ امریکا میں ان کی تعداد دس ہے۔ پیرس میں کسی سیارے والے کو نہیں بھیجا گیا ہے۔ کیونکہ وہاں سے بابا صاحب کا ادارہ قریب ہے۔ میں، سونیا اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس شہر میں جاتے آتے رہتے ہیں۔ صرف ہنگورارا کو ایک نمائندے کی حیثیت سے وہاں بھیجا جا رہا تھا۔

ٹنگورارا کے خیالات سے پتا چلا، وہ اپنے کسی بھی سیارے والے ساتھی کی خفیہ رہائش گاہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کو اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتاتے ہیں۔

میں اور الپا اس کے دماغ کو کھنگال رہے تھے۔ کبریا سفری بیگ کی تلاشی لے رہا تھا۔ اس بیگ میں معمول کے مطابق وہی کمیونیکیٹنگ مشین، ہیرے جواہرات، سونے کی کچھ اینٹیں اور غیر معمولی تیز رفتار جوتے تھے۔ ایک بڑے سے ڈبے میں بے شمار کیپسول رکھے ہوئے تھے۔

کبریا نے اس سے پوچھا۔ ”کیا یہ وہی دوا ہے، جسے استعمال کرنے کے بعد تمہارے جسم کی مخصوص بو چند گھنٹوں کے لیے ختم ہو جاتی ہے؟“

وہ سر ہلا کر بولا۔ ”ہاں۔ یہ وہی دوا ہے۔“

اس نے پوچھا۔ ”کیا اس کا کوئی ری ایکشن نہیں ہوتا؟“

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ”ہر چیز کی زیادتی نقصان پہنچاتی ہے۔ دوا حد سے زیادہ استعمال کی جائے تو ضرور ری ایکشن ہوتا ہے۔ سب سے پہلے معدہ متاثر ہوتا ہے۔ پھر پیٹ کی طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔“

”چوبیس گھنٹوں میں کتنے کیپسول استعمال کرتے ہو؟“

”ہمیں تاکید کی گئی ہے، چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک

کیپسول حلق سے اتاریں۔ زیادہ سے زیادہ چار دیواری کے اندر رہا کریں تا کہ اس کا اثر کئی گھنٹوں تک قائم رہے۔''

''تم نے ہماری دنیا میں کب قدم رکھا تھا؟''

''مجھے یہاں آئے بیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ ہم سب پر سونیا کا خوف طاری رہتا ہے۔ مجھے تو ایسا لگ رہا تھا' جیسے وہ میری بُو سونگھتی ہوئی چلی آ رہی ہے۔''

اس نے کبریا کے آگے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ ''مجھے ہلاک کرنے سے پہلے یا کوئی سزا دینے سے پہلے ایک بات سن لو۔''

الپا نے کہا۔ ''ہم سب سن رہے ہیں۔ بولو کیا کہتے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''ہمارا ایک ساتھی چنگارارا یہاں سے جان بچا کر سیارے میں واپس آیا تھا۔ وہ سونیا کے بارے میں ایسی باتیں کرتا تھا کہ سن کر خوف سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ کہتا تھا' موت پیچھا کرے تو آدمی بچ سکتا ہے۔ سونیا پیچھے پڑ جائے تو وہ بدنصیب ایک کے بعد دوسری سانس نہیں لے پاتا۔''

وہ کیپسول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ''سونیا سے بچنے کے لیے یہ دوا استعمال کی جا رہی ہے۔ مگر ہمیں پتا نہیں چلتا' اس کا اثر کتنی دیر میں زائل ہو رہا ہے؟ دو چار گھنٹوں کے بعد ہی مجھ پر خوف طاری ہو گیا تھا۔ اسی لیے میں نے بیس گھنٹوں کے اندر دو کیپسول حلق سے اتار لیے۔ اگر خوف کا یہی حال رہا تو پتا نہیں کتنے کیپسول کھا جاؤں گا اور میرا انجام کیا ہو گا؟''

وہ پھر ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔ ''میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ یہ دنیا بہت خوبصورت ہے۔ چنگارارا نے بتایا تھا ہمارے سیارے والے تمہارے پاس آ کر مسلمان بن جاتے ہیں تو تم ان کی جان بخش دیتے ہو۔ انہیں ہر طرح کا تحفظ فراہم کرتے ہو۔ ہمارے کتنے ہی سیارے والے یہاں مسلمان بن کر امن و امان سے زندگی گزار رہے ہیں۔ میں بھی امان چاہتا ہوں۔ ہمارا کوئی دین نہیں ہے۔ کوئی خدا نہیں ہے۔ میں تمہارے خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ مجھے مسلمان بنا کر سلامتی دو۔''

ہم نے سوچا تھا' وہ لوگ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔ ہم انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے مگر یہاں تو صورتِ حال ہی بدل رہی تھی۔ وہ پناہ مانگتا ہوا ہمارے دین کے سائے میں آنا چاہتا تھا۔

ہماری طرف سے خاموشی رہی تو اس نے کہا۔ ''ایک بار مجھے آزماؤ۔ میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ دھوکا نہیں دے رہا ہوں۔ میرے چور خیالات اچھی طرح پڑھ کر معلوم کر سکتے ہو۔ تم نے سیارے سے آنے والے ہمارے دوسرے ساتھیوں کو پناہ دی ہے۔ کیا مجھے نہیں دو گے؟''

میں نے کہا۔ ''انتظار کرو۔ ابھی تمہیں جواب ملے گا۔''

میں نے خیال خوانی کے ذریعے ادارے کے انچارج سے کہا۔ ''میں اعلیٰ حضرت سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''میں معلوم کرتا ہوں' اگر وہ عبادت میں مصروف نہیں ہوں گے تو بات ہو جائے گی۔''

میں نے ذرا انتظار کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی مجھے اپنے اندر اعلیٰ حضرت کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''جب کوئی ایمان لانا چاہے تو وسوسے میں نہ پڑو۔ اس کی نیک نیتی اور بدنیتی کا حساب نہ کرو۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔ خدا بہتر جانتا ہے.... اسے سلامتی دو۔''

یہ کہتے ہی وہ واپس چلے گئے۔ میں نے ٹنگورارا سے کہا۔ ''مبارک ہو۔ تمہیں سلامتی مل رہی ہے۔ دین اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں ہم جبر نہیں کریں گے۔ تم دنیا کا کوئی بھی مذہب قبول کر سکتے ہو یا پہلے کی طرح بے دین رہ سکتے ہو۔ اگر دل سے ہماری طرف مائل ہو تو پھر ہمارے دینِ اسلام کی طرف چلے آؤ۔''

اس نے کہا۔ ''میں دل کی گہرائیوں سے مسلمان بننا چاہتا ہوں۔ آپ ایک بار مجھے آزما کر دیکھ لیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا تم نے سیارے میں رہ کر اور اس دنیا میں آ کر یہ دیکھا ہے' ہم مسلمانوں کے خلاف کس طرح محاذ آرائیاں ہوتی رہتی ہیں؟ ہمیں ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کی سازشیں ہوتی رہتی ہیں؟''

''میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ مسلمان ہو کر دین اسلام کے دشمنوں کے خلاف لڑوں گا۔ آپ یقین کریں' سیارے کے کتنے ہی لوگ چنگارارا کی باتیں سننے کے بعد ایک دوسرے سے کہتے رہتے ہیں کہ اس دنیا میں آ کر جب خود کو خطرات میں پائیں گے تو فوراً ہی دینِ اسلام قبول کر لیں گے۔ اس طرح انہیں اس خوبصورت دنیا میں ایک نئی زندگی' ایک نئی پہچان ملے گی۔''

الپا نے پوچھا۔ ''تمہارے جو ساتھی یہاں آ چکے ہیں اور مختلف ملکوں میں روپوش ہیں۔ کیا وہ بھی ایسا ہی سوچتے ہیں؟''

''بے شک۔ ایسے کئی ساتھی ہیں' جن سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ ہم ایک دوسرے سے دل کی باتیں کہتے رہتے ہیں۔ میرے چھ ساتھی ایسے ہیں' جو یہاں آنے کے بعد کسی جھگڑے میں پڑنا نہیں چاہتے۔ صحیح معنوں میں لائف انجوائے کرنا چاہتے ہیں۔''

''تمہارا ساتھی سنگورارا جو پیرس جا رہا ہے۔ اس کے خیالات کیا ہیں؟''

''وہ بھی ہمارا ہم خیال ہے۔ میری التجا ہے' آپ اسے کسی طرح کا نقصان نہ پہنچائیں۔ وہ آپ کا تابعدار بن کر رہے گا۔''

میں نے الپا اور کبریا سے کہا۔ ''میں ابھی سنگورارا کے پاس جا رہا ہوں۔ دیکھتا ہوں' وہاں کیا ہو رہا ہے؟''

سنگورارا پر قابو پایا جا چکا تھا۔ ہمارے جاسوس اسے اپنی رہائش گاہ میں لے آئے تھے۔ وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا تھا۔ فرمان اور ٹونی جے اس کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا ہو رہا ہے؟''

فرمان نے کہا۔ ''پاپا! اس کے خیالات پڑھ کر بہت سی اہم معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا پیرس میں یہ گریٹ ایشورارا کا نمائندہ بن کر رہنے والا ہے؟''

''جی ہاں....''

''کیا یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جرمنی میں چھ سیارے والے موجود ہیں؟ انگلینڈ میں بھی چھ ہیں اور امریکا میں دس سیارے والے ہیں؟''

''جی ہاں۔ یہی باتیں معلوم ہو رہی ہیں۔ مگر آپ کیسے جانتے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''اس کا ساتھی ٹنگورارا ہمارے قابو میں آ چکا ہے۔ ہم نے اس کے ذریعے یہ ساری معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ سنگورارا ہمارا دین قبول کرنا اور مسلمان ہونا چاہتا ہے۔''

یہ باتیں میں سنگورارا کے اندر رہ کر بول رہا تھا۔ وہ فوراً ہی دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''جی ہاں۔ آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔ کیا ٹنگورارا نے بھی یہی کہا ہے؟''

''ہاں۔ ہم اسے جان کی امان دے چکے ہیں۔ اب تمہیں بھی دے رہے ہیں۔ تمہیں ہماری طرف سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''ابھی فون کے ذریعے ٹنگورارا سے رابطہ کرو۔ یقین آ جائے گا۔''

وہ دونوں خیال خوانی کے قابل نہیں رہے تھے۔ فون کے ذریعے ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔ ٹنگورارا نے کہا۔ ''فرہاد صاحب درست کہہ رہے ہیں۔ ہمیں سلامتی مل رہی ہے۔ ہم اس دنیا میں ایک اچھی زندگی گزارتے رہیں گے۔''

سنگورارا نے کہا۔ ''پھر تو ہمیں اپنے تمام ساتھیوں سے بھی رابطہ کرنا چاہیے' انہیں سمجھانا چاہیے' وہ سونیا اور مسٹر فرہاد کے مقابلے پر آنے سے پہلے ہی دینِ اسلام قبول کر لیں اور یہاں امن و امان سے رہیں۔''

اب سے چند گھنٹے پہلے حالات یہ تھے کہ ایک بھی سیارے والا نہ نظر آ رہا تھا' نہ ہمارے ہاتھ لگ رہا تھا۔ اب یہ حال تھا کہ وہ باری باری ہماری نظروں میں آ رہے تھے۔ ہم سے سلامتی چاہتے تھے۔

ٹنگورارا اور سنگورارا نے اپنے چھ ساتھیوں سے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ انہیں سمجھایا' اگر وہ سلامتی چاہتے ہیں تو سونیا اور فرہاد سے مخالفت کرنا بھول جائیں۔ برا وقت آنے سے پہلے ان سے دوستی اور سمجھوتا کر لیں۔

جب یہ معلوم ہوا کہ ان کے دو ساتھی ہمارے ہو چکے ہیں تو وہ بھی ہماری پناہ میں آنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اپنے دماغ کے دروازے کھول دیے۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔ آئندہ ہم ان سے بہت اہم کام لے سکتے تھے۔

ہم اتنی بڑی کامیابیوں کا سہرا اس اجنبی فرشتے کے سر باندھنا چاہتے تھے' جو نیکی کر کے دریا میں ڈال رہا تھا اور کہیں گم ہو رہا تھا۔ ہمارے ایک جاسوس نے کہا۔ ''سر! ہم نے اس شخص کے ہاتھ میں سرخ گلاب دیکھا تھا۔ اس نے ہمیں سنگورارا تک پہنچا دیا تھا۔ ہم اسے قابو کرنے میں مصروف ہوئے۔ تب تک وہ سرخ گلاب والا شخص کہیں گم ہو گیا۔ یہ پتا نہ چلا' کہاں سے آیا تھا اور کہاں چلا گیا ہے؟''

ہماری کامیابی کی خوشیاں اس وقت دوبالا ہو گئیں 'جب اعلیٰ حضرت خود ٹنگورارا' سنگورارا اور ان کے چھ ساتھیوں کے دماغوں میں آئے۔ انہیں غسل کر کے لباس تبدیل کرنے کی ہدایت کی۔ دین اسلام کی بنیادی باتیں سمجھاتے رہے۔ ان آٹھ سیارے والوں کو اعلیٰ حضرت کے ہاتھوں دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

میں نے کہا۔ ''اعلیٰ حضرت! وہ فرشتہ کون تھا' جس نے سیارے والوں کے متعلق ایسی اہم معلومات فراہم کیں؟ اسی کے طفیل یہ آٹھ نو مسلم ہمیں تحفے کے طور پر مل رہے ہیں۔''

انہوں نے فرمایا۔ ''ایک اور آسمانی فرشتہ واشنگٹن میں

ہے۔یہ دونوں وقتاً فوقتاً تمہارے کام آتے رہیں گے۔“

میں نے کہا۔”اعلیٰ حضرت! ہم آپ کی رہنمائی چاہتے ہیں۔کوئی ہدایت فرمائیں۔“

انہوں نے فرمایا۔”خوشی اور غم‘ کامیابی اور ناکامی ایک دوسرے کا پیچھا کرتی رہتی ہیں۔سیارے کے سب ہی افراد ہماری پناہ میں نہیں آئیں گے۔ہم سے بدترین دشمنی کرنے والے یہاں آچکے ہیں۔آئندہ اور بھی آنے والے ہیں۔محتاط رہو.... جہاد جاری رکھو۔“

وہ ہدایات دے کر چلے گئے۔سیارے کے آٹھ نو مسلموں نے میرے اندر آکر کہا۔”اگر آپ اجازت دیں تو ہم بظاہر گریٹ ایشورارا کے تابعدار بن کر‘ دشمنوں کے درمیان رہ کر جاسوسی کرتے رہیں اور وہاں کی تمام اہم خبریں آپ تک پہنچاتے رہیں؟“

”جنگ کے دوران فریقین اسی طرح جاسوسی کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے اہم رازوں تک پہنچتے رہتے ہیں۔میں چاہوں تو تمہارے ذریعے انہیں زبردست مات دے سکتا ہوں۔لیکن....“

میں ذرا چپ ہوا۔پھر بولا۔”ایسا کرنے کے لیے تم سب کو ان کے درمیان بے دین ہوکر رہنا پڑے گا۔یعنی جو دین دل سے قبول کیا ہے۔اس سے بظاہر انکار کرنا پڑے گا۔مسلمان ہر حال میں‘ ہر مشکل میں اللہ کی رسّی کو تھامے رہتا ہے۔لہٰذا تم دشمنوں کے خلاف جہاد کرو۔لیکن سچے مسلمان کی طرح کھل کر بہ آوازِ بلند کلمۂ حق پڑھتے ہوئے جہاد کرو۔“

وہ سب میری باتوں سے بہت متاثر ہوئے۔انہوں نے وعدہ کیا‘ ہر حال میں‘ ہر مشکل میں خود کو مسلمان ثابت کرتے ہوئے دشمنوں کا سامنا کرتے رہیں گے۔اس رات تمام اکابرین اور یوگا جاننے والی ٹیمیں پریشان ہوگئیں۔سیارے سے چھ افراد کو آنا چاہیے تھا۔لیکن صرف دو نمائندے امریکا پہنچے۔باقی جرمنی‘ فرانس اور انگلینڈ پہنچنے والے کہیں گم ہوگئے۔

وہ سیارے سے آنے والے خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کرتے رہتے تھے۔دوسرے دن پتا چلا‘ آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ نہیں ہورہا ہے۔سوچ کی لہریں ان ساتھیوں کے دماغوں تک پہنچ نہیں پارہی تھیں۔

یہ بات تو سوچی بھی نہیں جاسکتی تھی کہ وہ آٹھوں دین۔ اسلام کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچے ہوئے ہیں اور دشمنوں کی سوچ کی لہریں ادارے کے اندر پہنچ نہیں پارہی ہیں۔

اکابرین نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا۔تحریر کے ذریعے کہا۔”ہم امریکی اکابرین تم سے مخاطب ہیں۔اس وقت ہمارے پاس تمہارے دو خاص نمائندے بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔یہ پچھلی رات واشنگٹن پہنچے ہیں۔لیکن یہ بات ہم سب کے لیے تشویش کا باعث بنی ہوئی ہے کہ باقی نمائندے انگلینڈ‘ پیرس اور جرمنی پہنچ نہیں پائے ہیں۔ان کے علاوہ تمہارے پانچ مزید جانباز بھی لاپتا ہیں۔اس طرح آٹھ نمائندوں کی گمشدگی ہمیں پریشانی میں مبتلا کررہی ہے۔“

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔”گمشدگی کا مطلب کیا ہوسکتا ہے؟ کیا ہمارے جانباز پھر سونیا اور فرہاد کے ہتھے چڑھ رہے ہیں؟“

انہوں نے تحریر کے ذریعے جواب دیا۔”اس کی سونگھنے کی حِس ابھی کام نہیں آرہی ہے۔سونیا‘ فرہاد اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مسلمان آپ کے جانبازوں سے خوفزدہ ہوکر بابا صاحب کے ادارے میں چلے گئے ہیں۔سمجھ میں نہیں آرہا ہے‘ ہم انہیں کیسے الزام دیں؟ نہ وہ ادارے سے باہر آرہے ہیں‘ نہ تمہارے جانبازوں کو ٹریپ کررہے ہیں۔“

گریٹ ایشورارا نے کہا۔”مجھے جھنجلاہٹ میں مبتلا نہ کرو۔جب مسلمان ٹریپ نہیں کررہے ہیں تو کیا آسمان انہیں کھارہا ہے؟ زمین نگل رہی ہے؟ کیا تم لوگ اسی طرح دوستی نبھاؤ گے؟ اسی طرح ہم سے تعاون کرو گے؟ میرے جانباز اس دنیا میں پہنچتے ہی موت کے گھاٹ اتارے جارہے ہیں اور تم لوگ قاتلوں کا سراغ لگا نہیں پارہے ہو؟“

”ہماری سی آئی اے اور انٹرپول کے جاسوس پوری دنیا میں انہیں تلاش کررہے ہیں۔اگر وہ مارے جاتے تو کہیں نہ کہیں لاشیں ضرور ملتیں۔یقیناً انہیں مسلمانوں نے ٹریپ کیا ہے۔اپنا قیدی بنا کر کہیں چھپا دیا ہے۔وہ ادارے میں رہ کر کچھ اس طرح سے واردات کررہے ہیں کہ ہم انہیں الزام نہیں دے پارہے ہیں۔“

گریٹ ایشورارا نے کہا۔”آستین میں سانپ پلتے ہیں۔امریکا‘ انگلینڈ‘ فرانس اور جرمنی میں تمہارے ہی لوگوں نے یوگا جاننے والوں کی ٹیمیں بنائی ہیں۔وہ ٹیمیں تم سے بالکل الگ ہیں۔کیا تمہارے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں تک پہنچ سکتے ہیں؟ وہ لوگ تو میرے جانباز ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی اپنے دماغوں میں آنے کی

اجازت نہیں دیتے ہیں۔پھر میں یہ کیوں نہ سمجھوں کہ وہ بڑی شاطرانہ چال چل رہے ہیں۔ایک طرف دوستی کررہے ہیں اور دوسری طرف اندر ہی اندر میری جڑیں کاٹ رہے ہیں؟“

اکابرین نے تحریر کے ذریعے کہا۔”پلیز۔ ہماری یوگا جاننے والی ٹیموں پر شبہ نہ کرو۔وہ اپنے ملک و قوم کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔ایسی کوئی واردات نہیں کریں گے‘ جس کے باعث ہمارے درمیان نفرت کی خلیج پیدا ہوجائے۔“

گریٹ ایشورارا نے کہا۔”میں ایک ہی بات جانتا ہوں‘ جب تک میرے آٹھ جانبازوں کا سراغ نہیں ملے گا‘ وہ واپس نہیں آئیں گے۔تب تک تمہاری یوگا جاننے والی ٹیموں پر شبہ کرتا رہوں گا۔“

”شبہ کرو گے تو بے اعتمادی بڑھتی جائے گی۔ ہمارا اتحاد کمزور ہوجائے گا۔پھر ایسی کمزوری دیکھ کر مسلمان ہم پر چڑھ دوڑیں گے۔آج تمہارے آٹھ جانباز لاپتا ہوئے ہیں۔آئندہ نہ جانے کتنے لاپتا ہوجائیں گے؟ یہاں جتنے بھی سیارے سے آئے ہیں‘ شاید وہ کبھی واپس نہیں جاسکیں گے۔یہیں فنا ہوجائیں گے۔کیا تم اپنے تمام جانبازوں کی ہلاکت چاہو گے؟“

اس کی طرف سے خاموشی رہی۔اکابرین نے کہا۔”خواہ مخواہ جھنجلاؤ گے‘ غصہ دکھاؤ گے تو ہمارے ساتھ تم بھی بہت بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو بِل سے باہر آنے پر مجبور کردیں۔وہ باہر آئیں گے تو حقیقت کھلے گی کہ درپردہ وہ ہمارے خلاف کیا کررہے ہیں؟ ہمیں کس طرح آپس میں لڑا رہے ہیں؟“

گریٹ ایشورارا تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔”اچھی بات ہے۔جیسے بھی حالات پیش آرہے ہیں‘ ہمیں مل جل کر ان سے نمٹنا ہوگا۔میرے لاپتا جانبازوں کو تلاش کرو اور مسلمانوں پر ایک بھرپور حملہ کرو۔انہیں ہماری متحدہ قوت کا اندازہ ہوجانا چاہیے۔حملہ کرنے کے سلسلے میں جلد بازی سے کام نہ لینا۔بہت سوچ سمجھ کر بھرپور منظم انداز میں کارروائی کرو گے تو ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔دیٹس آل....“

پھر وہ گہری سنجیدگی سے سوچنے لگا۔”مسلمانوں پر جب بھی حملہ کیا جاتا ہے‘ ہمیں ناکامی ہوتی ہے۔ان اکابرین کا کچھ نہیں جاتا۔میں نے سب سے زیادہ نقصانات اٹھائے ہیں۔مجھے ان تمام اکابرین کو پوری طرح شکنجے میں رکھنے کی کوششیں کرنی چاہئیں۔میں انہیں اپنے زیرِ اثر لاکر ہی یہاں حکومت قائم کرسکوں گا۔“

گریٹ ایشورارا اس بار ہماری دنیا میں دُوہری چالیں چلنے آیا تھا۔وہ ابتدا سے ہی ہم مسلمانوں کے خلاف تھا۔ اکابرین سے دوستی اور اتحاد رکھنا چاہتا تھا۔مگر اب اس کی سیاسی چالبازی یہ تھی کہ اکابرین سے اتحاد قائم رکھے۔ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی کرے۔لیکن اندر ہی اندر اکابرین کو کھوکھلا کرتا جائے۔ان کے تمام اہم راز اور خفیہ کمزوریاں معلوم کرتا رہے۔پھر پوری طرح حاوی ہوکر‘ انہیں دبوچ کر ان کے علاقوں میں اپنی حکومت قائم کرے۔

بار بار شکست کھا کر سیارے میں واپس جانے والا گریٹ ایشورارا اس بار اپنے ارادوں میں کامیاب ہوسکتا تھا۔اس کے لیے ہم سے زیادہ وہ اکابرین اہم تھے۔ہماری حیثیت ثانوی تھی۔

اس نے فیصلہ کیا تھا‘ مسلمانوں پر کبھی کبھی اپنے اتحادیوں کے ذریعے اِکّا دُکّا حملے کرائے گا۔لیکن بڑی خاموشی اور رازداری سے اکابرین کو کچلتا رہے گا۔ایسی سیاسی چالبازی سے وہ یقیناً ہماری دنیا میں بڑی حد تک کامیابیاں حاصل کرسکتا تھا۔

اس نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے اپنے خاص نمائندے گامارارا سے رابطہ کیا۔تحریر کے ذریعے حکم دیا۔ ”اپنی رپورٹ پیش کرو۔“

اس نے تحریر کے ذریعے جواب دیا۔”میں یہاں واشنگٹن میں تمہارے نمائندے کی حیثیت سے اکابرین کے درمیان رہنے لگا ہوں۔یوگا جاننے والوں کی ایک ٹیم سے میرے تعلقات ہیں۔ انہوں نے میری سیکیورٹی کا بھرپور انتظام کیا ہے۔میں بڑی توجہ سے ان کی مصروفیات دیکھ رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں۔“

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔”یوگا جاننے والوں کے اندر کب تک جگہ بنا سکو گے؟“

”میں ان میں سے ہر ایک کے کچن تک پہنچنے کی کوششیں کررہا ہوں۔بڑی رازداری سے انہیں ایک آدھ گھنٹے کے لیے اعصابی کمزوری میں مبتلا کروں گا۔پھر تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنالوں گا۔اس طرح یکے بعد دیگرے کئی یوگا جاننے والوں کے اندر جگہ بنا سکوں گا۔“

”اپنے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کس طرح کام لے رہے ہو؟“

”ہمارے ماتحت یہاں ایف بی آئی‘ سی آئی اے اور

انٹر پول کے شعبوں میں بڑی آسانی سے جگہ اس لیے بنا رہے ہیں کہ یہ لوگ اپنی ذاتی زندگی میں شراب و شباب کے رسیا ہیں۔ یوگا میں مہارت نہیں رکھتے۔ ہمارے ماتحتوں کو بڑی آسانی سے کسی بھی مطلوبہ شخص کے اندر جگہ مل جاتی ہے۔ ہم جب چاہیں گے، بڑے بڑے آرمی کے اور انٹیلی جنس کے افسران کے اندر پہنچ کر ان کے دماغوں کو پلٹ کر رکھ دیں گے۔’’

ایشورارا نے کہا۔ ‘‘اگر اسی طرح امریکا، انگلینڈ، فرانس اور جرمنی کے تمام آرمی والوں کے اندر جگہ بنالو گے تو ہم کسی خون خرابے کے بغیر ان چاروں حکومتوں کا تختہ الٹ دیں گے۔’’

سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نہ جانے کتنی تعداد میں ہماری زمین پر آگئے تھے؟ بڑی رازداری سے اکابرین کی جڑوں تک پہنچ رہے تھے۔ ان کے دو چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ایک سائنس لیبارٹری کے سائنسدانوں کے دماغوں پر قبضہ جمایا۔

اب سے پہلے میں نے ایک بار گریٹ ایشورارا بن کر اکابرین کو دھمکایا تھا۔ ان کی ایک سائنس لیبارٹری کو تباہ کیا تھا۔ اس بار وہ سیارے والے ایسا ہی کچھ کرکے اکابرین کو ہمارے خلاف بھڑکانا چاہتے تھے۔

ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ایک مسلمان کو ٹریپ کیا۔ پھر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔ اس کی رہائش گاہ میں ایک سوسائیڈ جیکٹ چھپا کر رکھ دی۔ اس میں چھوٹے چھوٹے بہت ہی طاقتور بم نصب کیے گئے تھے۔ اس کے ذریعے ثابت کیا جاسکتا تھا، وہ مسلمان دہشت گرد ہے۔ کسی وقت بھی اس لیبارٹری میں خودکش حملہ کرنے کی نیت رکھتا ہے۔

ایسی تمام تیاریوں کے بعد انہوں نے اکابرین سے کہا۔ ‘‘سائنس لیبارٹری کے بیرونی گیٹ پر جو مسلمان دربان ڈیوٹی کرتا ہے۔ اسے فوراً حراست میں لیا جائے۔ ہم نے اس کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اس کی رہائش گاہ میں ایک سوسائیڈ جیکٹ موجود ہے۔’’

واشنگٹن کے آرمی والے فوراً ہی حرکت میں آگئے۔ اس مسلمان کو حراست میں لیا گیا۔ پھر اس کے گھر کی تلاشی لی گئی تو وہ جیکٹ ان کے ہاتھ آگئی۔ انہوں نے اس سے پوچھا۔ ‘‘تم کس کے لیے کام کررہے ہو؟ تمہارے ارادے کیا تھے؟’’

وہ مسلمان اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ عامل کی مرضی کے مطابق بولا۔ ‘‘میں مسلمان ہوں۔ مجھے سائنس لیبارٹری کے اندر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ صرف بیرونی گیٹ پر ڈیوٹی دیتا ہوں اور واپس چلا آتا ہوں۔ آئندہ مجھے اس لیبارٹری میں داخل ہونے کا موقع ملنے والا تھا۔’’

اس سے پوچھا گیا۔ ‘‘تمہیں کس طرح موقع ملنے والا تھا؟’’

اس نے جواب دیا۔ ‘‘میں نہیں جانتا، مگر میرے اندر آکر کوئی بولتا ہے۔ مجھے جو حکم دیتا ہے، میں اس کے مطابق عمل کرتا ہوں۔’’

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ‘‘اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس شخص کے اندر موجود ہے تو ہم اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ معلوم کرنا چاہتے ہیں، ہم سے عداوت کیوں کی جارہی ہے؟’’

سیارے کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میرے لب و لہجے میں کہا۔ ‘‘عداوت ہم نہیں کررہے ہیں، بلکہ تم سیارے والوں سے اتحاد قائم کرکے ہمیں عداوت پر مجبور کرچکے ہو۔’’

اس افسر نے کہا۔ ‘‘ہم تمہیں لب و لہجے سے پہچان رہے ہیں۔ تم فرہاد علی تیمور ہو؟’’

‘‘ہاں۔ میں فرہاد ہوں۔ اب سے پہلے تم نے میرے منہ بولے بیٹے بے باک مومن کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ مگر ہم نے اسے بچالیا ہے۔’’

اعلیٰ افسر نے کہا۔ ‘‘ایسا ہم نے نہیں کیا تھا۔ سیارے سے آنے والوں نے تمہارے خلاف کارروائی کی تھی۔’’

‘‘وہ تمہارے اتحادی ہیں۔ تمہارے ہی تعاون سے یہ سب کچھ کررہے ہیں۔’’

اس نے کہا۔ ‘‘وہ اتحادی ہمارے لیے باعثِ رحمت ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو تم ہماری لیبارٹری کو تباہ و برباد کر دیتے۔’’

‘‘کوئی بات نہیں... ہم اس لیبارٹری کو تباہ نہ کرسکے۔ آئندہ کسی اور طرح تمہیں نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ ہم نے سیارے کے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کی نیند سلا دیا ہے۔ وہ اسی طرح ہمارے ہاتھوں مرتے رہیں گے تو تمہارے اتحاد سے باز آکر واپس اپنے سیارے میں چلے جائیں گے۔ فی الحال میرے اس آلہ کار کو رہا کردو۔’’

‘‘کیا اس لیے رہا کردیں کہ تم اسے ہمارے خلاف کسی دوسری جگہ استعمال کرسکو؟ ہرگز نہیں... ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔’’

اس اعلیٰ افسر نے اس آلہ کار کو گولی ماردی۔ ہمارے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی۔ میں نہیں جانتا تھا، سیارے والوں نے میرا نام لے کر کس طرح یہ ثابت کیا ہے کہ میں ایک آلہ کار کے ذریعے اکابرین کی سائنس لیبارٹری کو تباہ کرنا چاہتا تھا؟ انہوں نے یہ بھی جتادیا تھا، ہم نے ان کے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کی نیند سلا دیا ہے۔ اس طرح انہوں نے تمام اکابرین کو قائل کردیا تھا کہ سیارے والے ان کے سچے ہمدرد اور مددگار ہیں۔ ان سے بھرپور تعاون کررہے ہیں۔ انہیں ہر طرح سے تحفظ بھی فراہم کررہے ہیں۔

تمام اکابرین نے ایک اجلاس میں سیارے کے نمائندوں سے گفتگو کی۔ ان سے کہا۔ ‘‘اگر سونیا اور فرہاد کے خلاف سخت قدم نہ اٹھایا گیا تو یہ لوگ آئندہ بھی تخریبی کارروائیاں کرنے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔’’

گامارارا نے کہا۔ ‘‘میرے ایک حکم سے درجنوں خیال خوانی کرنے والے ان پر حملے کرسکتے ہیں۔ مگر وہ ہماری نظروں میں نہیں آرہے ہیں۔’’

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ‘‘ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بے باک مومن تمہاری نظروں میں آیا تھا۔ تم نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ کہا تھا، اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے ہلاک کردو گے۔ پھر اسی طرح دوسرے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو باری باری ہلاک کرتے رہو گے۔ لیکن ایسا نہیں ہورہا ہے۔ بے باک مومن تمہارے ہاتھوں سے نکل کر بابا صاحب کے ادارے میں چلا گیا ہے۔’’

گامارارا نے کہا۔ ‘‘ہم مانتے ہیں، جب بھی مسلمانوں پر حملے کرتے ہیں، جواباً نقصان ہی اٹھاتے ہیں۔ ہم نے ان کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ اسے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ اس کے جواب میں انہوں نے ہمارے آٹھ خیال خوانی کرنے والوں کو اس طرح موت کے گھاٹ اتارا ہے کہ ہم ان کی لاشیں بھی نہ دیکھ سکے۔’’

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ‘‘تمہیں ان آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا انتقام لینا چاہیے۔ ابھی ان کی ایک خیال خوانی کرنے والی ادارے سے باہر ہے۔ وہ سونیا فرہاد کی چہیتی بیٹی اعلیٰ بی بی ہے۔ ہندوستان کے شہر حیدرآباد میں رہتی ہے۔’’

‘‘اگر وہ اتنی آزادی سے وہاں رہتی ہے تو ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔’’

‘‘ہم تمہارے خیال خوانی کرنے والوں کو وہاں پہنچانے اور ان کی حفاظت کرنے کے مکمل انتظامات کریں گے۔’’

‘‘صرف ہماری حفاظت کرنے سے بات نہیں بنے گی۔ اس بار تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے، شاطر فائٹر اور قاتل اعلیٰ بی بی پر حملے کریں گے۔’’

‘‘کیا تم اس پر حملے نہیں کرو گے؟’’

‘‘نہیں۔ ہم سونیا اور اس کے کسی بھی فیملی ممبر کا سامنا نہیں کریں گے۔ کیونکہ بارہا نقصانات اٹھا چکے ہیں۔ اس بار تمہارے تجربہ کار لوگ اعلیٰ بی بی کا سامنا کریں گے۔ اسے کسی بھی طرح ہلاک کرنے کی کوششیں کریں گے۔’’

ڈاکٹر اے کاک ایک سینئر سرجن کی حیثیت سے آرمی ہیڈ کوارٹر میں کام کررہا تھا۔ جس چار دیواری میں اجلاس ہورہا تھا، وہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ ڈیڑھ سو گز کی دوری پر بیٹھا ان سب کی باتیں سن رہا تھا۔ شام کو ڈیوٹی کا وقت ختم ہونے کے بعد کار میں بیٹھ کر اپنی رہائش گاہ میں آیا۔ پھر موبائل فون کی سِم تبدیل کرکے میرے نمبر پنچ کرنے لگا۔

موبائل فون کے بزر نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے اسے کان سے لگا کر پوچھا۔ ‘‘ہیلو...! کون ہو تم؟’’

اس نے کہا۔ ‘‘میں ایک انسان دوست ہوں۔ تقریباً دو ہفتے پہلے ایسے ہی ایک انسان دوست نے سیارے والوں کے متعلق اہم انفارمیشن دی تھی۔ میں بھی انسانیت کے ناتے آپ کے کام آرہا ہوں۔ یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ اعلیٰ بی بی جو انڈیا کے شہر حیدرآباد میں ہے۔ اسے فوراً اپنے ادارے میں بلالیں۔’’

میں نے پوچھا۔ ‘‘تم یہ مشورہ کیوں دے رہے ہو؟’’

‘‘اس لیے کہ اس کی جان خطرے میں ہے۔ اکابرین اور ان کے اتحادیوں کی طرف سے اس پر حملے ہونے والے ہیں۔’’

‘‘تمہاری محبت اور انسان دوستی کا شکریہ... ہم یہ باتیں پہلے سے جانتے ہیں۔ اپنی بیٹی کی حفاظت کے لیے بہت کچھ کررہے ہیں۔ فی الحال یہ بتاؤ، تم اس انسان دوست کو جانتے ہو، جس نے دو ہفتے پہلے مجھے انفارمیشن دی تھی؟’’

‘‘ہاں۔ میں اسے جانتا ہوں۔ وہ بھی مجھے جانتا ہے۔ ہم اس دنیا میں امن و امان چاہتے ہیں۔ عالمی سطح پر ہونے والی سازشوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ آپ کے خلاف سازشیں ہورہی ہیں، اس لیے آپ تک یہ معلومات پہنچا رہے ہیں۔’’

‘‘تم نیک کام کررہے ہو۔ نیکیاں کرنے والے منہ

نہیں چھپاتے۔ میں، میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے سب ہی تمہاری عزت کریں گے۔ تمہیں گلے سے لگائیں گے۔ پلیز۔ ہمیں بتاؤ، تم لوگ کون ہو؟"

"ہم آسمان سے اتر کر آئے ہیں۔ اس دنیا میں امن و امان قائم ہونے تک نیکیاں کرتے رہیں گے۔ اس کے بعد واپس چلے جائیں گے۔ آپ ہمیں فرشتے کہہ سکتے ہیں۔ دیٹس آل....."

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اپنے فون کی سم بدل دی۔ وہ دونوں بہت ہی پُراسرار بن گئے تھے۔ میں ان کے متعلق سنجیدگی سے سوچنے لگا تھا، آخر وہ کون ہیں؟ ان کے ذرائع کس قدر وسیع ہیں یا کیسی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں کہ جو معلومات ہمیں حاصل نہیں ہو پاتیں، انہیں حاصل ہو جاتی ہیں۔

ابھی ہم کئی معاملات میں مصروف تھے۔ عالی کا معاملہ سب سے اہم تھا۔ ہم اس کی اور اس سے ہونے والی اولاد کی سلامتی کے لیے طرح طرح کی پلاننگ کر رہے تھے۔ ایسے میں ان آسمانی فرشتوں کے متعلق چھان بین نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے سلسلے میں فوری طور پر معلومات حاصل کرنا ضروری نہیں تھا۔ وہ ہمیں فائدہ پہنچا رہے تھے۔

میں نے سوچا۔ "جب ہمارے موجودہ مسائل کم ہوں گے، ان سے نجات ملے گی تو میں ان فرشتوں کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

عالی کی زچگی کا وقت قریب تھا۔ وہ ہماری ایک ہی چہیتی بیٹی تھی۔ اس کی حفاظت کے لیے میں اور سونیا انڈیا کے شہر حیدر آباد پہنچ گئے تھے۔ الپا، کبریا، بے باک مومن، فرمان اور ٹونی جے خیال خوانی کے ذریعے ہمارے اور عالی کے پاس موجود رہنے لگے۔

جو عالی سے دشمنی کر رہے تھے۔ وہ ایمان علی کی والدہ، بہنوں اور دوسرے رشتے داروں سے بھی دشمنی کر سکتے تھے۔ انتقاماً انہیں جانی نقصان پہنچا سکتے تھے۔ اس لیے ایمان علی اور عالی اپنے آباؤ اجداد کی حویلی چھوڑ کر دوسرے بنگلے میں آ گئے تھے۔

وہاں گھر کا کام کرنے کے لیے ایک ملازمہ رکھی گئی تھی۔ باہر کے کام کے لیے ایک ملازم تھا۔ اس کے علاوہ کسی سیکیورٹی گارڈ کو نہیں رکھا گیا تھا۔ آس پاس کے بنگلوں میں جو سیکیورٹی گارڈز اور ملازم تھے۔ انہیں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اپنا آلہ کار بنا لیا تھا۔ وہ ان کے اندر رہ کر اس بنگلے کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔

میں نے اور سونیا نے براہِ راست اپنی بیٹی اور داماد سے ملاقات نہیں کی تھی۔ ہم دشمنوں کی نظروں میں آنا نہیں چاہتے تھے۔ اس لیے چہرے بدل لیے تھے۔ ہمارا قیام ایک لگژری ہوٹل میں تھا۔ میں، الپا اور کبریا خیال خوانی کے ذریعے اس بنگلے کے اندر رہتے تھے۔ وقتاً فوقتاً عالی اور ایمان علی سے باتیں کرتے رہتے تھے۔

یہ کوشش تھی کہ دشمنوں کو وہاں ہماری آمد کا اور کیے جانے والے حفاظتی انتظامات کا پتا نہ چلے۔ انہیں اس خوش فہمی میں رکھنا چاہتے تھے کہ ہم ان کے ناپاک ارادوں سے بے خبر ہیں۔

یہ معلوم کرنا بھی ضروری تھا کہ حیدر آباد جیسے بڑے شہر میں وہ لوگ کہاں ہیں؟ کس طرح حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں؟

گھر کے اندر رہنے والی ملازمہ سے طے پایا تھا، وہ عالی کی زچگی کے ایک ماہ بعد تک اسی بنگلے میں رہے گی۔ اس سے پہلے اپنے گھر نہیں جائے گی۔ دن رات خدمت کرنے کے عوض اسے پچاس ہزار روپے دیے جائیں گے۔ وہ جی جان سے راضی ہو کر اسی بنگلے میں رہتی تھی۔ باہر نہیں جاتی تھی۔

ملازم دن میں کئی بار باہر جاتا تھا۔ ایسے وقت ہمارا کوئی نہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر موجود رہا کرتا تھا۔ ایک صبح وہ گوشت سبزی لینے کے لیے گھر سے نکلا تو اپنے اندر کسی کی آواز سن کر پریشان ہو گیا۔ چلتے چلتے فٹ پاتھ کے ایک بینچ پر بیٹھ گیا۔ کوئی اس کے اندر کہہ رہا تھا۔ "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں تمہارے دلدّر دور کرنے آیا ہوں۔"

ایسے وقت کبریا بھی اس کے اندر موجود تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولا۔ "تم کون ہو؟ میرے اندر آ کر کیسے بول رہے ہو؟ کیا تم کوئی جادوگر ہو؟"

اس اجنبی کی آواز سنائی دی۔ "میں جادوگر نہیں ہوں۔ تمہارا مقدر ہوں۔ تمہارے دن پھیرنے آیا ہوں۔ آئندہ کسی کے نوکر بن کر نہیں رہو گے۔ حیدر آباد اور لکھنؤ کے نوابوں کی طرح اونچی حویلی میں رہو گے۔ تمہارے پاس بے شمار دولت ہو گی۔"

وہ بولا۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے، خدا کے واسطے..... یقین دلاؤ، کیا میں واقعی دولت مند بن سکتا ہوں؟"

"تمہیں ابھی دولت ملے گی۔ جتنی چاہو گے، ملے گی۔ مگر ایک شرط ہے..... یہ بات تم اپنے باپ سے اور اپنے سائے سے بھی نہیں کہو گے کہ کوئی تمہارے اندر آ کر بولتا

ہے۔ تمہیں دولت مند بنا رہا ہے۔“

”میں وعدہ کرتا ہوں، ماں کی قسم کھاتا ہوں۔ کسی سے نہیں کہوں گا۔ کیا مجھے ابھی اسی وقت ایک ہزار روپے دے سکتے ہو؟“

وہاں اِکا دُکا راہ گیر گزر رہے تھے۔ ایک انگریز اس کے قریب آکر بینچ پر بیٹھ گیا۔ پھر ہنستے ہوئے بولا۔ ”صرف ایک ہزار روپے...؟“

ملازم نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ ایک چھوٹا سا بیگ اس کے پاس رکھتے ہوئے بولا۔ ”اس میں نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی ہیں۔ کھول کر دیکھ لو۔“

اس نے جلدی سے بیگ کو کھولا تو حیرت سے آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ اتنے سارے نوٹ زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ وہ حیرانی سے بولا۔ ”یہ... یہ کہیں چوری کے تو نہیں ہیں؟“

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ”میں تم سے ایک کام لینا چاہتا ہوں۔ اگر دھوکا دوں گا تو وہ کام نہیں لے سکوں گا۔ اس چھوٹے سے بیگ میں ایک لاکھ روپے ہیں... اور یہ تمہارے ہیں۔“

اس کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ وہ بولا۔ ”حیران کیوں ہوتے ہو؟ میرا کام کرو گے تو تمہیں دس لاکھ روپے ملیں گے۔“

وہ ایک گہری سانس کھینچ کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامتے ہوئے بولا۔ ”میں حیرانی سے اور خوشی سے مر جاؤں گا۔ ذرا ٹھہرو... مجھے سوچنے، سمجھنے دو۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا میں سپنا دیکھ رہا ہوں؟“

وہ بیگ میں ہاتھ ڈال کر نوٹوں کو چھو رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ”اگر یہ خواب نہیں ہے، اتنے روپے مجھے مل رہے ہیں تو میں انہیں کہاں لے جا کر چھپاؤں گا؟“

اجنبی نے کہا۔ ”تمہارا گھر یہاں سے چار کلو میٹر کی دوری پر ہے۔ میں تمہیں گاڑی میں بٹھا کر لے جاؤں گا۔ تم یہ بیگ اپنی بیوی کے پاس گھر میں چھپا دینا۔“

وہ بولا۔ ”میں اتنی دور جاؤں گا۔ دیر ہو جائے گی...۔ بی بی صاحبہ اور صاحب طرح طرح کے سوالات کریں گے۔ مجھے گوشت اور سبزی خرید کر فوراً واپس جانا ہے۔“

پھر وہ چونک کر بولا۔ ”لیکن میں واپس کیوں جاؤں گا؟ اب تو دولت مند ہو گیا ہوں۔ ان کی نوکری نہیں کروں گا۔“

اجنبی نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ ”نہیں۔ آج تم نوکری کرو گے۔ انہوں نے بازار سے جو سامان خرید کر لانے کو کہا ہے۔ اس کی فہرست مجھے دو۔ یہ سارا سامان تمہیں آدھے گھنٹے میں مل جائے گا۔ تب تک میرے ساتھ اپنے گھر چلو۔ اس دولت کو چھپاؤ۔ پھر یہاں واپس آ جاؤ۔“

”میں دو کلو چکن، گھی کا ڈبا، دودھ کے دو بڑے پیکٹ، آلو، بینگن، پالک اور کریلے خریدنے جا رہا تھا۔“

”بے فکر رہو۔ یہ ساری چیزیں یہاں آ جائیں گی۔ ابھی میرے ساتھ اپنے گھر چلو۔“

وہ اس کے ساتھ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ اجنبی نے خیال خوانی کے ذریعے کسی کو حکم دیا، اس ملازم کی تمام مطلوبہ چیزیں آدھے گھنٹے کے اندر خرید کر اسی بینچ کے پاس پہنچا دی جائیں۔ دودھ اور گھی کے ڈبوں میں زہر انجیکٹ کر دیا جائے۔

پھر وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے ملازم سے بولا۔ ”تم زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنے کے لیے کیا کر سکتے ہو؟“

وہ بولا۔ ”اب تو آپ میرے مائی باپ بن گئے ہیں۔ جو حکم دیں گے، وہ ہی کروں گا۔“

”کسی کو قتل کرنے کا حکم دوں تو کرو گے؟“

”حضور...! ابھی آپ ایک لاکھ کے بعد دس لاکھ دینے کی بات کر رہے تھے۔ اتنی دولت ملے گی تو میں اپنے باپ کو بھی قتل کر دوں گا۔ بیوی کا گلا گھونٹ کر دوسری کر لوں گا۔“

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ”اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اس بنگلے میں آج رات تک نوکری کرتے رہو گے۔ میں تمہارے اندر موجود رہوں گا۔ دیکھوں گا، جو چیزیں وہاں لے کر جاؤ گے، انہیں تمہاری بی بی صاحبہ اور صاحب استعمال کر رہے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ آج دوپہر کا یا رات کا کھانا کھانے کے بعد مر جائیں گے تو تمہارا کام ختم ہو جائے گا۔“

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ”وہ کھانے کے بعد کیسے مر جائیں گے؟ کیا اس میں زہر ملا ہو گا؟“

”ہاں۔ ابھی جو گھی اور دودھ تم لے کر جاؤ گے، وہ زہریلا ہو گا۔“

وہ سیٹ پر پہلو بدلتے ہوئے بولا۔ ”مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

اس اجنبی نے کار کو روکتے ہوئے کہا۔ ”پھر تو دس لاکھ دور کی بات ہے۔ یہ ایک لاکھ روپے بھی تمہارے ہاتھ سے

نکل جائیں گے۔ تم پھر وہی نوکر کے نوکر رہو گے۔“

اس نے بیگ کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ ”نہیں۔ میں ڈرتا نہیں ہوں۔ آپ کا کام ضرور کروں گا۔“

”کرنا بھی چاہیے۔ کیونکہ تم کسی کو گولی نہیں مارو گے۔ اپنے ہاتھوں سے کسی کو زہر نہیں دو گے۔ گھی اور دودھ زہریلا نکلے گا۔ تم پر الزام نہیں آئے گا۔“

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ”سمجھ گیا۔ مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں، مجھ پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ میں نہیں ڈروں گا۔ آپ کا کام کروں گا۔“

جس طرح عالی اور ایمان علی پر قاتلانہ حملہ کیا جا رہا تھا۔ اس سے ثابت ہو رہا تھا، دشمنوں کو ہماری طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ وہ لوگ مطمئن تھے۔ انہوں نے دیکھا تھا، عالی اور ایمان جس بنگلے میں رہتے ہیں۔ وہاں کوئی سیکیورٹی گارڈ نہیں ہے۔ ملازموں کی فوج بھی نہیں ہے۔ وہ اب تک بڑی خاموشی سے ملازمہ اور ملازم کے خیالات پڑھتے رہے تھے۔ ان کے ذریعے عالی اور ایمان علی کی گھریلو مصروفیات دیکھ رہے تھے۔ دو چار دنوں میں زچگی متوقع تھی۔ اس لیے وہ میاں بیوی باہر نہیں جاتے تھے۔

انہوں نے گھر کی ملازمہ کے ذریعے عالی اور ایمان علی کو فون پر ہم سے باتیں کرتے سنا تھا۔ ان کی گفتگو سے ثابت ہوتا رہا تھا، میں، سونیا اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے میں ہیں۔

فون کال کے ذریعے دشمنوں کو یہ تاثر دیا گیا تھا کہ ہم سیارے والوں سے محفوظ رہنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں چلے آئے ہیں۔ جب تک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ نہیں ملے گا۔ تب تک ہم اسی ادارے میں رہیں گے۔

یہ تمام باتیں ایسی تھیں، جن سے دشمنوں کو یقین ہو گیا تھا کہ ہم عالی اور ایمان سے بہت دور ہیں۔ دشمنوں کے ناپاک ارادوں سے بے خبر ہیں۔ ہماری حکمتِ عملی ایسی تھی کہ وہ مطمئن ہو کر بڑی رازداری اور حوصلے سے ہماری بیٹی اور داماد کی موت کا سامان کر رہے تھے۔

ملازم نے صبح دس بجے تک کھانے پینے کا سامان بنگلے میں پہنچا دیا۔ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر رہ کر دیکھ رہا تھا۔ ملازمہ نے گھی کے ڈبے کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ کیونکہ پچھلا خریدا ہوا گھی ابھی استعمال کے لیے باقی تھا۔ دودھ کے دو پیکٹس کو فریج میں رکھ دیا تھا۔

وہ اجنبی ایک ذرا مایوس ہوا۔ اس کا ارسال کردہ گھی ابھی استعمال میں آنے والا نہیں تھا۔ شام یا رات سے پہلے دودھ بھی استعمال ہونے والا نہیں تھا۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا۔ ”صبر و تحمل سے انتظار کرنا ہو گا۔ رات تک دودھ کے وہ پیکٹس استعمال میں ضرور آئیں گے۔“

ہمارے خیال خوانی کرنے والے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ دور ہی دور سے گاڑیاں بدل بدل کر اس کا تعاقب کرتے رہے تھے۔ یہ معلوم ہوا، وہ ایک بنگلے میں ایک مرد اور ایک عورت کے ساتھ کرائے دار کی حیثیت سے رہتا ہے۔

ٹونی جے نے اپنے آلہ کار کے ذریعے اس بنگلے میں رہنے والی جوان عورت کو باہر جاتے دیکھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں آئی۔ وہاں لفٹ کے ذریعے چوتھے فلور پر پہنچ کر روم نمبر چار سو چار کے سامنے رک گئی۔ موبائل فون کے ذریعے بولی۔ ”میں دیپالی ہوں۔ دروازہ کھولو۔“

اس نے فون بند کر دیا۔ پھر خلا میں تکنے لگی۔ جیسے تصور میں کسی کو دیکھ رہی ہو یا کسی کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے ایک آدھ بار ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پھر دروازہ کھل گیا۔ وہ اندر چلی گئی۔

ٹونی جے نے میرے پاس آ کر دیپالی کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔ ”وہ روم نمبر چار سو چار کے سامنے پہنچ کر جس طرح خلا میں تک رہی تھی اور ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلا رہی تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا، کوئی خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر بول رہا ہے۔ اس کے بعد ہی دروازہ کھل گیا تھا۔ وہ اندر چلی گئی تھی۔“

میں نے کہا۔ ”ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں، روم نمبر چار سو چار میں بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ اس طرح دو خیال خوانی کرنے والے ہماری نظروں میں آ گئے ہیں۔“

اس نے کہا۔ ”ہم سب ہی جانتے ہیں، سیارے والے دنیا کی حسین عورتوں کے رسیا ہیں۔ دشمنوں نے دیپالی نام کی عورت کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر رشوت کے طور پر اسے ہوٹل کے کمرے میں بھیجا ہے۔ میری سمجھ میں تو یہی بات آ رہی ہے کہ اس کمرے میں سیارے کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے

والا موجود ہے۔''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''یہی ایک بات سمجھ میں آرہی ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''پاپا! اس زہریلے گھی اور دودھ کے سلسلے میں کیا کیا جارہا ہے؟''

''ہم دشمنوں کو انتظار کرارہے ہیں اور وہ انتظار کررہے ہیں۔ اس طرح وقت گزرتا رہے گا تو کچھ اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری نظروں میں آجائیں گے۔''

''روم نمبر چار سو چار والے کے سلسلے میں کیا کیا جائے؟''

''فرمان کے حوالے کردو۔ وہ اسے اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دے گا۔''

ہم بڑے آرام سے اور بڑے اعتماد سے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ رہے تھے۔ شام تک یہ فیصلہ کیا گیا کہ اب دشمنوں کو خوش فہمی میں مبتلا کرنا چاہیے۔ انہیں یقین ہونا چاہیے' عالی اور ایمان علی پر ان کا حملہ کامیاب رہا ہے۔

عالی نے ہماری مرضی کے مطابق ایمان علی سے کہا۔ ''میرا دل گھبرا رہا ہے۔ حلق خشک ہورہا ہے۔ میں کیا کروں؟''

ایمان علی نے کہا۔ ''آج اچھی خاصی گرمی پڑ رہی ہے۔ میں دودھ میں روح افزا ملا کر دیتا ہوں۔ اس سے حلق بھی تر ہوگا اور ٹھنڈک بھی محسوس ہوگی۔''

وہ فریج سے دودھ نکال کر دو گلاس شربت بنانے لگا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ملازم اور ملازمہ کے دماغوں میں رہ کر اسے دیکھ رہے تھے۔ جس کا انتظار تھا' وہ وقت آچکا تھا۔

ملازمہ نے اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مرضی کے مطابق ایمان علی سے کہا۔ ''صاحب جی! آپ کیوں زحمت کررہے ہیں؟ میں بنادیتی ہوں۔''

وہ بولا۔ ''دو گلاس شربت تیار کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں اپنی بیگم کو اپنے ہاتھوں سے مشروب تیار کرکے پلانا چاہتا ہوں۔''

وہ شربت کے دو گلاس تیار کرکے عالی کے پاس لے آیا۔ اسے ایک گلاس پیش کرتے ہوئے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ بولی۔ ''پتا نہیں' میرا دل کیوں بری طرح گھبرا رہا ہے؟ ایسا لگتا ہے' جیسے کچھ ہونے والا ہے۔''

یقیناً بہت کچھ ہونے والا تھا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے بے چینی سے انتظار کررہے تھے۔ وہ گلاس کو ہونٹوں تک لے آئی۔ اسے پینا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت موبائل فون کی بیل سنائی دی۔ وہ پیتے پیتے رک گئی۔ دشمنوں کو یہ دیکھ کر غصہ آرہا تھا کہ کام بنتے بنتے رک رہا تھا۔

ایمان علی نے کہا۔ ''تمہاری ممی یا پاپا کال کررہے ہوں گے۔''

انہوں نے اپنے اپنے گلاس سینٹر ٹیبل پر رکھ دیے۔ عالی نے فون کی ننھی سی اسکرین پر نمبر پڑھتے ہوئے کہا۔ ''پاپا یاد کررہے ہیں۔''

یہ سن کر دشمن کچھ پریشان ہوگئے۔ اندیشہ پیدا ہوا' میں فون کے ذریعے وہاں پہنچ کر انہیں موت کا جام پینے سے روک دوں گا۔ عالی نے کہا۔ ''ہائے پاپا! میں بول رہی ہوں۔ یہاں ایمان بھی میرے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کیسے ہیں؟''

میں نے فون کے ذریعے کہا۔ ''ہم سب یہاں خیریت سے ہیں۔ بس تمہاری فکر لگی رہتی ہے۔ ابھی تمہاری مما کی بائیں آنکھ پھڑک رہی تھی۔ خیریت معلوم کرنا چاہتی تھیں۔ اس لیے میں نے کال کی ہے۔ یہ لو... اپنی مما سے بات کرو۔''

چند لمحوں بعد سونیا کی آواز سنائی دی۔ ''میری بیٹی کیسی ہے؟ پتا نہیں' کیوں میرا دل گھبرا رہا ہے؟ صبح سے بائیں آنکھ بھی پھڑک رہی ہے۔ سوچا' تمہاری خیریت ہی معلوم کرلوں۔''

''او مما! دل تو میرا بھی گھبرا رہا ہے۔ ابھی ایمان نے میرے لیے شربت تیار کیا ہے۔ شاید اسے پینے کے بعد گھبراہٹ کم ہوگی۔''

ہم سب ایسی باتیں کررہے تھے۔ جیسے کسی آنے والی مصیبت کو سمجھ رہے ہوں اور اپنی بیٹی' داماد کو شربت پینے سے روکنے والے ہوں۔ دشمنوں کے اندر کچھ زیادہ ہی بے چینی اور تجسس پیدا ہورہا تھا۔

سونیا نے یہ کہہ کر تجسس ختم کردیا۔ ''ہاں بیٹی! ٹھنڈا شربت پیئو۔ تمہاری گھبراہٹ کچھ کم ہوگی۔ میں فون بند کرتی ہوں۔ طبیعت بحال ہوجائے تو مجھے فون کرنا۔ خدا حافظ....''

عالی نے فون بند کرکے شربت کا گلاس اٹھایا۔ ایمان نے بھی اپنا گلاس اٹھالیا۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے اپنے اپنے گلاس کو ہونٹوں سے لگالیا۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

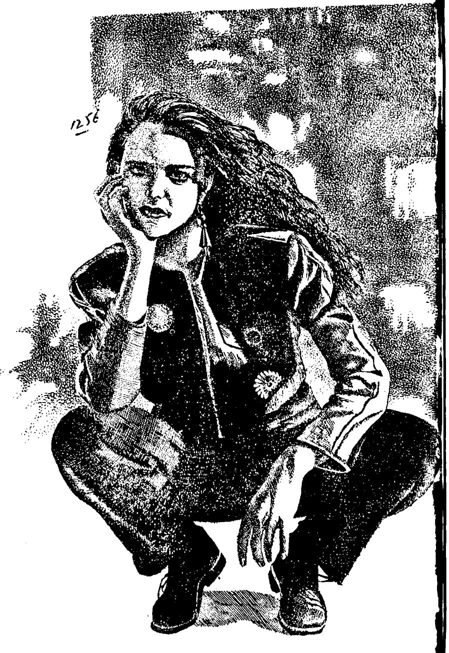

1256

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو نواسی ماہ سے جاری ہے

دیوتا

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں جاتا جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرِپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

ہونٹوں سے لگانے کی بات ہے۔ کوئی محبوب مجازی کو لبوں سے چومتا ہے۔ کوئی محبوب حقیقی کے اسمائے اعظم کو ہونٹوں سے لگاتا ہے۔ کوئی آب زم زم نوش کرتا ہے۔ کوئی زہر کا پیالہ منہ سے لگاتا ہے۔ عالی اور ایمان علی نے بھی اس ٹھنڈے میٹھے مشروب کو ہونٹوں سے لگالیا۔

اس کا پہلا گھونٹ حلق سے اتارا۔ عالی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ”واہ کتنا ٹھنڈا اور میٹھا مشروب ہے۔“

ایمان نے کہا۔ ”کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ جنت میں ایسا ہی مشروب ملے گا۔ جو برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔“

عالی نے دوسرا گھونٹ پینے کے بعد کہا۔ ”یہ تو واقعی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ کہیں ہم دنیائے فانی سے کوچ کر کے جنت میں تو نہیں آگئے ہیں؟“

ایمان نے دوسرا گھونٹ لینے کے بعد کہا۔ ”شربت میں ذرا سی تلخی ہے۔“

عالی نے پوچھا۔ ”کیا واقعی...؟“

پھر وہ ایک گھونٹ پینے کے بعد بولی۔ ”ہاں یہ بھی ذرا سا کڑوا لگ رہا ہے۔“

وہ تیسرا گھونٹ پینے کے بعد بولا۔ ”یہ - یہ ہلکی سی کڑواہٹ ایسی ہے جیسے کباب میں ہڈی ہو۔“

وہ بولی۔ ”جیسی ہماری پھولوں بھری دنیا میں سیارے والے کانٹے بونے آگئے ہوں۔“

وہ کانٹے بونے والے اس ملازمہ اور ملازم کے اندر رہ کر ان دونوں کے زہر پینے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ کیا زہر اسی طرح مزے لے لے کر پیا جاتا ہے؟ وہ تجسس میں مبتلا ہو رہے تھے۔ بے چینی بڑھ رہی تھی۔ وہ دونوں تین گھونٹ پینے کے بعد بھی آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ کیا موت بڑے آرام سے آنے والی ہے؟

انہوں نے اور ایک ایک گھونٹ پیا۔ اس بار عالی نے ذرا منہ بناتے ہوئے کہا۔ ”یہ تو کچھ اور کڑوا لگنے لگا ہے۔“

ایمان نے کہا۔ ”جس طرح میٹھی چائے میں نمک ملا ہو یا مالٹے پر نمک چھڑک کر کھاؤ تو مزہ کچھ اور ہی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ مشروب میٹھا بھی ہے، کڑوا بھی ہے۔ اسی لیے ایک تیکھا عجیب سا ذائقہ مل رہا ہے۔“

پانچواں گھونٹ پیتے ہی عالی کو ٹھسکا لگا۔ اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کھانستے ہوئے گلاس کو سینٹر ٹیبل پر رکھنا چاہا۔ اس سے پہلے ہی وہ ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گرا اور گرتے ہی ٹوٹ کر بکھر گیا۔ وہ دونوں بھی جیسے بکھرنے لگے۔ وہ خود کو سنبھالنا چاہتے تھے، مگر سینٹر ٹیبل پر اوندھے منہ گر پڑے۔ عالی وہاں سے لڑھکتی ہوئی فرش پر چاروں شانے چت ہو گئی۔

مارے خوشی کے دشمنوں کی باچھیں کھل گئیں۔ انہوں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی پھر دونوں کے اندر پہنچ کر حقیقت معلوم کرنے لگے۔ ان کے دماغ کمزور ہو گئے تھے۔ ڈوبتی ہوئی سوچ کہہ رہی تھی کہ ان کا پورا بدن جیسے آگ میں جل رہا ہے۔ پتا نہیں وہ کیسا آتشی زہر تھا۔ پینے والے لرز رہے تھے۔ منہ سے بولنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ ان کے دماغ ہر طرح کی سوچ سے فارغ ہو گئے تھے۔ پھر وہ ایکدم سے بجھ گئے۔ تمام خیال خوانی کی لہریں ان کے اندر سے نکل گئیں۔

ان لمحات میں میرے چند ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ان کے اندر نہیں جا سکتے تھے۔ کیونکہ وہاں انوشے اور آمنہ کا روحانی عمل رواں دواں تھا۔ وہ دونوں صرف دس منٹ کے لیے ہماری مدد کرنے آئی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ اس کے بعد ہمیں ان کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

ان دس منٹوں میں دشمن خیال خوانی کرنے والوں نے کئی بار ان کے اندر پہنچنے کی کوششیں کیں اور ناکام ہوتے رہے۔ اس طرح یقین ہو گیا کہ وہ دونوں مر چکے ہیں اور اب وہ ان کے بنگلے میں داخل ہو سکتے ہیں۔

وہ تعداد میں چار تھے۔ ہتھیاروں سے لیس ہو کر بنگلے میں اس لیے آئے کہ اب خیال خوانی کے ذریعے موت کی تصدیق ہوگئی تھی۔ اب وہ اپنی آنکھوں سے ان کی لاشیں دیکھنا چاہتے تھے اور ان کی تصویریں اتار کر سیارے میں ایشورارا کے پاس بھیجنا چاہتے تھے۔

انہوں نے پچھلے پانچ برسوں میں پہلی بار مجھ کو اور سونیا کو بہت بڑا نقصان اور بہت بڑا صدمہ پہنچایا تھا۔ ہماری اکلوتی بیٹی کو ہلاک کیا تھا۔ یہ ان کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ اتنی بڑی کامیابی کا تصویری ثبوت رکھنا ضروری تھا۔ لہٰذا وہ کیمرے کے ساتھ آئے تھے۔ ملازمہ اور ملازم بنگلے کے باہر کھڑے تھے۔

انہوں نے پوچھا۔ ”تم دونوں باہر کیوں کھڑے ہو؟“

ملازمہ نے کہا۔ ”ہماری بی بی صاحبہ اور صاحب مر چکے ہیں۔ ہمیں ڈر لگ رہا ہے۔“

ملازم نے کہا۔ ”ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟“

ان میں سے ایک نے کہا۔ ”تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہیں باہر کھڑے رہو اندر نہ آنا۔“

وہ چاروں بیرونی دروازے سے اندر گئے۔ ان کے جاتے ہی ملازمہ اور ملازم نے ہماری مرضی کے مطابق دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ انہوں نے اندر آ کر دیکھا صوفوں کے درمیان سینٹر ٹیبل الٹا ہوا تھا۔ دونوں گلاس ٹوٹ کر بکھر گئے تھے۔ فرش پر مشروب پھیلا ہوا تھا۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے جیسا دیکھا تھا ویسا ہی وہ سب کچھ دکھائی دے رہا تھا۔ بس وہ دو لاشیں نظر نہیں آرہی تھیں۔

ان کے دماغوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ ان میں سے ایک شخص دوڑتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف آیا۔ اس نے دروازہ کھولنا چاہا تو پتا چلا، وہ باہر سے بند ہے۔ دوسرا شخص بنگلے کے دوسرے حصے کی طرف جا کر فرار کا راستہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا کوریڈور کی طرف جا رہا تھا۔ اسی وقت شپ کی ہلکی سی آواز کے ساتھ ایک گولی آ کر اس کے بازو میں لگی۔

وہ ”اوہ مائی گاڈ...“ کہتا ہوا اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ باقی تینوں نے اپنی اپنی گنیں سنبھال لیں۔ عالی اور ایمان علی چھپے ہوئے تھے۔ میں نے ان کے ذریعے زخمی ہونے والے کی آواز سنی پھر اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے پلٹ کر ریوالور سے اپنے ساتھی کا نشانہ لیا پھر ٹریگر کو دبا دیا۔ فائر کی آواز نہیں گونجی کیونکہ سب ہی کے ہتھیاروں سے سائیلنسر منسلک تھا۔ گولی اس کے شانے کی ہڈی کو توڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ ”نونان سنس کیا پاگل ہو گئے ہو؟“

اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ کر فرش پر گر پڑی تھی۔ اس نے میری مرضی کے مطابق جھک کر گن کو اٹھایا پھر اپنے سامنے کھڑے ہوئے ساتھی پر گولی چلا دی۔ گولی اس کی ٹانگ پر لگی۔ وہ پیچھے لڑکھڑاتا ہوا اپنے چوتھے ساتھی سے ٹکرایا۔ جس شخص کو پہلی بار زخمی کیا گیا تھا۔ اس نے پھر ایک بار گولی چلائی تو وہ چوتھا شخص بھی زخمی ہو گیا۔

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان چاروں کے اندر پہنچ گئے تھے۔ کچھ کہے سنے بغیر خاموشی سے ان کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا جو ملازم کے ذریعے ہماری بیٹی اور داماد کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ اس کا نام ہیوی اسٹون تھا۔ وہ ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔

ہیوی اسٹون کے خیالات کے مطابق گریٹ ایشورارا نے تمام اکابرین سے کہا تھا کہ اس بار سونیا کی بیٹی کو ہلاک کرنے کے لیے سیارے کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی انڈیا کے شہر حیدرآباد جائیں گے۔ ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ ایک شاطر سراغ رساں اور دو خطرناک فائٹر ہوں گے۔

گریٹ ایشورارا نے یہ بھی کہا تھا۔ ”ہم سونیا اور فرہاد کے ہاتھوں ناقابلِ برداشت نقصان اٹھا چکے ہیں۔ لہٰذا اس بار عالی پر پہلا حملہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی پلاننگ پر ہوگا۔ اگر وہ ناکام ہوگا تو سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرا حملہ کریں گے۔“

اس معاہدے کے مطابق امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیوی اسٹون اپنے ایک شاطر سراغ رساں اور دو خطرناک فائٹرز کے ساتھ وہاں آیا تھا اور آنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ چاروں شانے چت ہو گیا تھا۔ وہ اپنے اکابرین اور سیارے والوں کے متعلق جو کچھ جانتا تھا وہ تمام باتیں اس کے چور خیالات بتا رہے تھے۔

وہ لوگ متحد ہو کر وہاں حملہ کرنے آئے تھے لیکن ایک دوسرے سے دور رہتے تھے۔ ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ ایک شاطر سراغ رساں اور دو خطرناک فائٹر تھے۔ اس طرح ان چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے چار ٹولیاں بنائی تھیں اور حیدرآباد کے شہر اور اس کے مضافات میں پتا نہیں کہاں چھپے ہوئے تھے؟ وہ چاروں ایک دوسرے کا پتا ٹھکانا نہیں جانتے تھے۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیوی اسٹون کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ سیارے کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے بارے میں جانتا ہے۔ اس کا نام گوارارا ہے۔ وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے کمرا نمبر چار سو چار میں موجود ہے۔ وہ عام سیارے والوں کی طرح حسین و جمیل عورتوں کے معاملے میں ٹھرکی تھا۔ جب دیپالی نام کی ایک حسین عورت کو ہیوی اسٹون پھانس رہا تھا۔ تب گوارارا بھی اس کے اندر پہنچ کر اسے ٹریپ کرنا چاہتا تھا۔

حسین عورتیں دوست بھی بناتی ہیں اور دشمن بھی، وہ امریکی اور سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے دشمن نہیں تھے۔ بلکہ ایک دوسرے کے اتحادی تھے۔ بڑے متحد ہو کر وہاں آئے تھے۔ اکابرین اور گریٹ ایشورارا نے انہیں سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ ایک دوسرے سے نہ ملیں گے، نہ اپنا ٹھکانا کسی کو بتائیں گے۔ صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھیں گے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ✧ ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

دیپالی اس قدر حسین اور پُرکشش تھی کہ دونوں نے اسے اپنی داشتہ بنانے کے لیے آپس میں دوستی کرلی تھی۔ میں نے پچھلے باب میں بیان کیا تھا کہ دیپالی ایک اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے (ہیوی اسٹون) کی رہائش گاہ سے نکل کر فائیو اسٹار ہوٹل کے کمرا نمبر چار سو چار میں گئی تھی۔ جہاں سیارے کا ٹیلی پیتھی جاننے والا گوارارا چھپ کر رہتا تھا۔ ہم اسی وقت دیپالی کے ذریعے اس کمرا نمبر چار سو چار تک پہنچ گئے تھے اور گوارارا کو فرمان کی نگرانی میں سونپ دیا تھا۔

ہیوی اسٹون فرش پر زخمی پڑا ہوا تھا۔ اس کا دماغ کھلی کتاب کی طرح تھا۔ ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ ایسے وقت اس کے اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کے اندر پہنچ گئے تھے۔ انہیں معلوم ہورہا تھا کہ ہیوی اسٹون کا حملہ ہماری بیٹی پر ناکام رہا ہے۔ وہ اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ ہمارے رحم وکرم پر وہاں پڑا ہوا ہے۔ وہاں اس کی مدد کے لیے جو بھی آئے گا اس کی شامت آجائے گی۔

ایسی ناکامی سے دوچار ہونے کے بعد ان میں سے کوئی ہم پر فوراً ہی حملہ نہیں کرسکتا تھا۔ وہ یہ سمجھنے کے بعد حیران اور پریشان تھے کہ ہم ان سے پہلے ہی وہاں چھپے ہوئے تھے اور اب بھی اپنی موجودگی ظاہر نہیں کررہے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اس وقت بھی ہم نے پتا نہیں کہاں کہاں مورچے بنا رکھے ہیں؟ لہٰذا وہ عالی اور ایمان کی طرف رخ کرنے کی فی الحال جرأت نہیں کرسکتے تھے۔

انہیں ہیوی اسٹون کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا تھا کہ اس کی اور گوارارا کی خفیہ طور پر دوستی ہوگئی تھی۔ انہوں نے دیپالی نام کی عورت کو اپنی مشترکہ داشتہ بنا رکھا تھا اور اس طرح وہ ایک دوسرے کا پتا ٹھکانا جانتے تھے۔

ان کی وہ خفیہ دوستی ان کے لیے نقصان کا باعث بن رہی تھی۔ دشمن اتحادی ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ سمجھ گئے تھے کہ ان کی احمقانہ دوستی کے باعث ہم گوارارا تک بھی پہنچ گئے ہیں اور یہ درست تھا۔ اِدھر ہم نے ہیوی اسٹون کو اس کے تین ساتھیوں سمیت ٹریپ کیا تھا۔ اُدھر فرمان، ٹونی جے اور الپا نے گوارارا پر حملہ کردیا تھا۔ اس حملے میں وہ سیارے والا اپنے تین ساتھیوں سمیت مارا گیا تھا۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اکابرین میں سے ایک اعلیٰ حاکم کو مخاطب کیا۔ ''ہیلو...! میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔ اپنے تمام اہم سرکاری اعلیٰ عہدیداروں اور آرمی کے افسران سے کہو کہ وہ آدھے گھنٹے کے اندر کانفرنس ہال میں جمع ہوجائیں۔ جو میری ایک کال پر آدھے گھنٹے کے اندر وہاں نہیں پہنچے گا۔ وہ حرام موت مارا جائے گا۔''

اس نے پوچھا۔ ''مسٹر فرہاد! ایسی ایمرجنسی کیا ہے؟''

''یہ آدھے گھنٹے کے بعد معلوم ہوگا۔ یوگا جاننے والی ٹیموں کے سربراہوں سے اس طرح رابطہ رکھو کہ وہ ہماری ہونے والی تمام باتیں سن سکیں۔''

میں نے مزید بات نہیں کی۔ اس کے دماغ سے چلا آیا۔ عالی اور ایمان علی اس ڈرائنگ روم میں آئے، جہاں وہ چاروں زخمی پڑے ہوئے تھے اور تکلیف سے کراہ رہے تھے۔ عالی کے ہاتھوں میں دودھ کے دو پیکٹس تھے اور ایمان علی نے گھی کا بڑا سا ڈبا اٹھایا ہوا تھا۔

عالی نے ہیوی اسٹون سے کہا۔ ''یہ وہی گھی اور دودھ ہے۔ ہمیں زہر کھانے کی عادت نہیں ہے۔ تم لوگ زہریلے ہو۔ ہمیں ڈس لینا چاہتے تھے۔ لہٰذا یہ زہر تم چاروں کے حصے میں آئے گا۔''

ہیوی اسٹون فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا۔ ''مجھے معاف کردو۔ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ مجھ پر تنویمی عمل کرو۔ مجھے اپنا تابعدار بنالو۔ مگر مجھے موت کی سزا نہ دو۔''

اس کے تینوں ساتھی بھی التجائیں کرنے لگے۔ وہ مرنا نہیں چاہتے تھے۔ ہمارے غلام بن کر اس دنیا میں زندگی کی سانسیں لینا چاہتے تھے۔ یہ دنیا بہت خوبصورت ہے۔ یہاں آنے کے بعد کوئی اپنی مرضی سے واپس جانا نہیں چاہتا۔

عالی نے ان سے کہا۔ ''تم شاطر سراغ رساں ہو۔ اپنی شاطرانہ چالیں چل چکے ہو اور تم دونوں بہت خطرناک فائٹر ہو، مگر کس سے فائٹ کروگے؟ یہاں جو دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے مقابلے میں خطرناک فائٹرز کو لائیں ہیں، ان کے دلوں میں حسرت ہی رہ جائے گی۔ انہیں لڑنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔''

ہیوی اسٹون نے کہا۔ ''تم میری بیٹی جیسی ہو۔ میں عمر میں تمہارے پاپا کے برابر ہوں۔ میری بزرگی کا خیال کرو۔ مجھے ایک موقع دو۔''

وہ کہہ رہا تھا۔ اس وقت تک ایمان نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب جا کر منہ پر ایک ٹھوکر ماری پھر کہا۔ ''جسے قتل کرنے آیا تھا۔ اب اسے بیٹی بنا کر اپنی جان بچانا چاہتا ہے؟''

وہ تکلیف سے تڑپتے ہوئے بولا ''نہیں۔ میں اس قابل نہیں ہوں کہ فرہاد صاحب کی بیٹی کو اپنی بیٹی کہہ سکوں۔ میں چھوٹا منہ بڑی بات نہیں کہوں گا۔ بس ہاتھ جوڑ کر گذارش کرتا ہوں۔ میری جان بخش دو اور مجھے اپنا تابعدار بنالو۔''

''تمہیں تابعدار بنا کر ہمیں کیا ملے گا؟''

وہ بولا۔ ''آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں ایک وفادار کا اضافہ ہوجائے گا۔''

''ہمارے پاس بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ تم پہلے بھی ہمارے نہیں تھے، اب بھی نہیں ہو، آئندہ بھی نہیں رہوگے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

وہ بولا۔ ''میں فرہاد صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''وہ ابھی تمہارے اکابرین سے نمٹ رہے ہیں۔ اس کے بعد تم سے نمٹنے آئیں گے۔''

وہاں آدھے گھنٹے کے اندر تمام اکابرین ایک کانفرنس ہال میں پہنچ گئے۔ جو دور دراز کی ریاستوں میں رہتے تھے۔ وہ ہیلی کاپٹرز کے ذریعے آگئے۔ اس کانفرنس ہال میں یوگا جاننے والے اکابرین موجود نہیں تھے۔ کہیں روپوش تھے۔ ایسے انتظامات کئے گئے تھے کہ وہاں ہونے والی تمام باتیں بہ آسانی سن سکتے تھے۔

میں نے وہاں ایک سیکیورٹی افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر کہا۔ ''میں فرہاد علی تیمور تمہارے اس افسر کی زبان سے بول رہا ہوں اور یہ سوال کررہا ہوں، کیا ہم نے تم میں سے کسی کو جانی نقصان پہنچایا ہے؟ کیا تمہاری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے؟ اگر نہیں تو تم جیسے خبیث لوگ میری اکلوتی بیٹی پر قاتلانہ حملہ کرنے کی جرأت کیوں کررہے تھے؟''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہمیں تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے اور نہ ہی ہم تمہاری بیٹی پر قاتلانہ حملہ کروا رہے ہیں۔''

''اگر میں ثابت کردوں کہ ایسا ہورہا ہے تو؟''

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اگر ایسا ہورہا ہے تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ سیارے والے تم سے دشمنی کررہے ہوں گے۔''

''تم سب اپنی ماؤں کے پیٹ سے جھوٹ اور فریب سیکھ کر آئے ہو۔ تمہارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیوی اسٹون نے اپنے ایک شاطر سراغ رساں اور دو خطرناک فائٹرز کے ساتھ میری بیٹی پر حملہ کیا تھا۔ مگر اس کا کیا انجام ہورہا ہے؟ یہ ابھی تم معلوم کرسکتے ہو۔''

سب کو چپ لگ گئی۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ کچھ نہ کچھ زیرِ لب کہنے لگے۔ میں نے کہا۔ ”اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو‘ وہ ہیوی اسٹون کے دماغ میں پہنچیں اور اس کے حالات معلوم کریں۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے فون کے ذریعے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے رابطہ کیا پھر کہا۔ ”اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے کہو‘ وہ ہیوی اسٹون کے دماغ میں پہنچ کر اس کے موجودہ حالات معلوم کریں اور ہمیں مکمل رپورٹ پیش کریں۔“

میرا آلۂ کار ایک اونچے اسٹیج پر آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کے ذریعے کہا۔ ”انڈیا کے شہر حیدرآباد میں تمہارے وہ اتحادی سیارے والے ہیں۔ میں جانتا ہوں‘ وہ یہاں بھی اس کانفرنس ہال میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے موجود ہیں اور میری باتیں سن رہے ہیں۔“

سیارے سے آنے والا گریٹ ایشورارا کا نمائندہ گامارارا خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھا۔ اس نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ ”ہاں۔ تم جانتے ہو‘ ہم نے امریکا، انگلینڈ، فرانس اور جرمنی کے اکابرین سے اتحاد کیا ہے۔ ہم ہر مسئلے‘ ہر مصیبت میں ان کا ساتھ دیں گے۔“

میں نے کہا۔ ”اور اب بھی ساتھ دے رہے ہو۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی میری بیٹی اور داماد کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔“

”تم نے اور سونیا نے ہمیں ماضی میں ناقابلِ برداشت نقصان پہنچایا ہے۔ اب دیکھو کہ تم لوگوں کو کس طرح سزائیں ملتی رہیں گی؟“

”ہم بعد میں دیکھیں گے ابھی تو تم سب دیکھ رہے ہو۔ ایک طویل عرصے کے بعد ہماری دنیا میں آئے ہو اور آتے ہی تمہارے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے گم ہو چکے ہیں۔ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ وہ سب کہاں ہیں؟“

گامارارا نے کہا۔ ”اگر وہ زندہ ہیں تو ہم ان کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہیں گے۔“

”ان آٹھوں نے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔ وہ سب مسلمان ہو چکے ہیں اور اس وقت بابا صاحب کے ادارے میں ابتدائی دینی تعلیم و تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ ابھی پانچ منٹ کے اندر وہ تم سب کے دماغوں میں آکر بولیں گے۔“

وہ سب بابا صاحب کے ادارے میں تھے۔ میں نے ان کے پاس پہنچ کر کہا۔ ”تم سب میرے دماغ میں آؤ اور اس کانفرنس ہال میں پہنچو‘ جہاں اکابرین اور سیارے والے موجود ہیں۔ انہیں بتاؤ کہ تم کہاں ہو اور کس حال میں ہو؟“

وہ سب میرے دماغ میں آگئے۔ میں انہیں ایک ایک سرکاری عہدیداروں اور آرمی کے افسران کے اندر پہنچانے لگا۔ انہوں نے ان کے مختصر سے خیالات پڑھے‘ پھر ان میں سے ایک ایک کی زبان سے کہا۔ ”گامارارا! ہم تمہیں جانتے ہیں اور تم ہمیں اچھی طرح جانتے ہو۔ ہمارے ناموں سے بھی واقف ہو۔“

ان میں سے ایک نے کہا۔ ”مگر اب ہمارے وہ نام نہیں رہے۔ ہم نے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔ آئندہ اسلامی ناموں سے جانے پہچانے جائیں گے۔“

ایک اور نومسلم نے کہا۔ ”گامارارا! تم اور تمہارا گریٹ ایشورارا اور یہ اکابرین مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں؟ مسلمان دشمنی کریں یا نہ کریں۔ مگر تم لوگ انہیں ہلاک کرنے کی‘ کچلنے کی یا اپنے زیرِ اثر لانے کی کوششیں کرتے رہے ہو۔“

ایک اور نومسلم نے کہا۔ ”مسلمانوں نے ہماری دشمنی کے جواب میں دشمنی نہیں کی۔ ہمیں ہلاک نہیں کیا۔ یہ نئی زندگی دی ہے۔ ہم اس خوبصورت دنیا میں اپنی مرضی سے طبعی عمر تک زندگی گزارتے رہیں گے۔“

دوسرے نومسلم نے کہا۔ ”گامارارا! ہم تمہیں اور سیارے سے آنے والے دوسرے تمام بھائیوں کو دینِ اسلام کی طرف بلاتے ہیں۔ یہاں سلامتی ہے‘ خوشحالی اور نیک نامی ہے۔ اس سے پہلے کہ تمہاری شامت آئے‘ امن و امان کے راستے پر چلے آؤ۔“

گامارارا نے کہا۔ ”میں اور میرے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے گریٹ ایشورارا کے فرمانبردار ہیں۔ تم لوگوں کی طرح نمک حرام اور غدار نہیں ہیں۔ ہم یہاں رہیں گے اور گریٹ ایشورارا کی حکومت قائم کرنے کے لیے اپنی جان کی بازی لگاتے رہیں گے۔“

میں نے ان نومسلموں سے کہا۔ ”اس سلسلے میں بحث نہ کرو۔ یہاں سے واپس جاؤ۔“

وہ سب چلے گئے۔ میں نے کہا۔ ”گامارارا! ابھی تم کہہ رہے تھے۔ ہمیں سزائیں دینے آئے ہو۔ اس کا جواب تمہیں مل چکا ہے۔ تمہارے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری پناہ میں آچکے ہیں۔ تم ہمیں سزا دینے کے لیے میری بیٹی پر قاتلانہ حملہ کرا رہے ہو۔ اس کا نتیجہ بھی تھوڑی دیر میں تمہارے سامنے آرہا ہے۔“

میں نے اسے بتایا کہ ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا گوارارا اپنے تین ساتھیوں سمیت حرام موت مر چکا ہے۔ ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیوی اسٹون ہمارے شکنجے میں ہے۔ باقی ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا اور اس کا ایک اور خیال خوانی کرنے والا جلد ہی ہمارے ہاتھوں اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں۔“

وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جو ہیوی اسٹون کے خیالات پڑھنے گئے تھے‘ واپس آکر اپنے اکابرین سے کہہ رہے تھے۔ ”ہیوی اسٹون اپنے تین ساتھیوں سمیت عالی کے بنگلے میں زخمی پڑا ہے۔ اس کا دماغ ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ فرہاد نے اس کے ذریعے بہت سی اہم معلومات حاصل کی ہیں اور اب وہ ہمارے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے تین ساتھیوں سمیت موت کے گھاٹ اتارنے والا ہے۔“

میں نے کہا۔ ”میں چاہتا تھا کہ تمہارے یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر پہنچ کر تمام حالات معلوم کریں اور تمہیں یقین دلائیں کہ ہمارے ساتھ دشمنی کا انجام پہلے بھی موت ہوا کرتا تھا‘ اب بھی موت ہے۔“

ایک اور حاکم نے کہا۔ ”کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم اسے قتل کرو۔ ہم سے سمجھوتا بھی کر سکتے ہو۔ اپنا کوئی مطالبہ منوا کر ہیوی اسٹون کو ہمارے حوالے کر دو۔“

میں نے کہا۔ ”تم لوگوں کے پاس صرف سات ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ جن میں سے وائزمین اور لف گائی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تم سے جدا ہو گئے ہیں۔ وہ کہیں روپوش رہ کر آزادی سے زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے بعد پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے تھے۔ جن میں سے ایک میرے شکنجے میں آگیا ہے۔ اس کی موت کے بعد تمہارے پاس صرف چار ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ جائیں گے۔ سوچو! غور کرو! ٹیلی پیتھی کا ہتھیار سب سے بڑا‘ سب سے اہم اور سب سے لازمی ہے۔ یہ ایک ہتھیار میں تمہیں واپس کر سکتا ہوں اور اس کے بدلے میرا ایک ہی مطالبہ ہے۔“

وہ سب میرے آلہ کار کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ ”تم نے گریٹ ایشورارا کے نائب گامارارا کے لیے خفیہ رہائش گاہ کا انتظام کیا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟“

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”ہاں۔ یہ درست ہے۔“

میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ ”گامارارا کو میرے حوالے کر دو اور اپنا ٹیلی پیتھی جاننے والا واپس لے لو۔“

کئی اکابرین کہنے لگے ”یہ نہیں ہو سکتا۔ گامارارا ہمارے پاس گریٹ ایشورارا کی امانت ہے۔ ہمارا مہمان ہے‘ ہمارا دوست ہے‘ اتحادی ہے۔ ہم کبھی اسے تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔

میں نے کہا۔ ”میں فیصلہ سنا چکا ہوں‘ یہاں سے جا رہا ہوں۔ تمہارا ہیوی اسٹون پندرہ منٹ تک زندہ رہے گا۔ اس کے بعد تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کا مردہ دماغ ملے گا۔ اگلے پندرہ منٹوں میں تم اپنا ایک ٹیلی پیتھی کا ہتھیار حاصل کر سکتے ہو۔“

میرے اور ان اکابرین کے درمیان جو باتیں ہو رہی تھیں۔ انہیں الپا سن رہی تھی اور سونیا کو بتا رہی تھی۔ اس وقت ڈاکٹر اے کاک اس کانفرنس ہال سے سو گز کی دوری پر تھا۔ وہ بھی ہماری تمام باتیں سنتا رہا تھا۔ میرے جانے کے بعد بھی کانفرنس ہال میں اکابرین اور گامارارا کے درمیان باتیں ہو رہی تھیں۔

ایک آرمی افسر نے گامارارا سے کہا۔ ”تم دیکھ رہے ہو‘ ہم تمہاری سلامتی کی خاطر کتنی بڑی قربانی دے رہے ہیں؟ ٹیلی پیتھی ہماری دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار ہے۔ یہ علم جاننے والے ہمارے پاس صرف پانچ رہ گئے تھے۔ ایک ان کے شکنجے میں آگیا ہے۔“

گامارارا نے کہا۔ ”میں دیکھ رہا ہوں۔ واقعی تم سب میری خاطر بہت بڑی قربانی دے رہے ہو۔ اس بدبخت نے صرف پندرہ منٹ کی مہلت دی ہے‘ اگر کچھ زیادہ وقت ملتا تو ہم تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے شکنجے سے نکال لانے کی کوشش ضرور کرتے۔“

”شیر کے منہ سے نوالہ چھین کر لانا ممکن نہیں ہے۔ یہ سمجھ لو کہ ہمارا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا قربان ہو چکا ہے۔ کیا اس قربانی کے عوض تم ہمارا ایک مطالبہ پورا کرو گے؟“

گاما نے کہا۔ ”ابھی میری سلامتی تم لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ تم ایک منٹ کے اندر فرہاد سے میری زندگی کا سودا کر سکتے ہو۔ لیکن ایسا نہیں کر رہے ہو۔ اس لیے میں تمہارا کوئی سا بھی مطالبہ مان لوں گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟“

”وہاں حیدرآباد میں جو دوسرا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ ہم اس کی قربانی نہیں چاہیں گے۔ اسے واپس بلانا چاہتے ہیں۔ پلیز‘ اس کی جگہ تم اپنے کسی ٹیلی

پیتھی جاننے والے کو بھیج دو۔“

”اچھی بات ہے۔ تم سب مجھے سلامتی دے رہے ہو۔ میں تمہارے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو سلامتی دوں گا۔ اب اس کی جگہ میرا ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں جائے گا۔“

ڈاکٹر اے کاک پارکنگ ایریا میں اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے فون کا بزر سنائی دیا۔ جبکہ اس کا فون خاموش تھا۔ کہیں آس پاس سے آواز آرہی تھی۔ کال بیل کی آواز ختم ہوتے ہی کسی نے کہا۔ ”ہیلو... میں سمورارا بول رہا ہوں۔“

ڈاکٹر اے کاک یہ سنتے ہی ایکدم سے چونک گیا۔ ”رارا“ والے نام سیارے والوں کے ہوا کرتے تھے۔ وہ توجہ سے اس کی باتیں سننے لگا۔ اکابرین کی یوگا جاننے والی جو ٹیم نیویارک میں تھی۔ اس کا سربراہ سمورارا سے فون پر بول رہا تھا۔ ”تم نے وعدہ کیا تھا کہ کانفرنس میں ہونے والی باتیں مجھے فون کے ذریعے سناتے رہو گے۔ کیا وہاں کانفرنس شروع نہیں ہوئی ہے؟“

سمورارا نے کہا۔ ”ختم بھی ہو چکی ہیں۔ یہاں جو باتیں ہوئی ہیں۔ میں ان کا خلاصہ سنا رہا ہوں۔“

ڈاکٹر اے کاک اپنی کار سے باہر آ گیا‘ پھر ٹہلنے کے انداز میں اس آواز کی سمت جانے لگا۔ پارکنگ ایریا میں تقریباً پندرہ گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک کار کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے پتا چلا کہ خود کو سمورارا کہنے والا اس کے اندر ہی بیٹھا ہوا ہے۔

ڈاکٹر اے کاک اپنی کار میں واپس آ کر بیٹھ گیا۔ اپنا فون نکال کر میرے نمبر پنچ کیے پھر اسے کان سے لگا کر رابطے کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے اپنے فون کی اسکرین پر اس کے نمبر پڑھے پھر کہا۔ ”تم دونوں فرشتے میرے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے بہت ہی اہم فرائض ادا کر رہے ہو۔“

اس نے کہا۔ ”آپ رسمی باتوں میں وقت ضائع نہ کریں۔ یہاں واشنگٹن ڈی سی میں کانفرنس ہال کے قریب سو گز کے فاصلے پر پارکنگ ایریا ہے۔ وہاں کھڑی ہوئی ایک گاڑی کا نمبر ہے۔ ڈبلیو این تھری سیون ون سیون۔ اس کار میں سیارے کا ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ اس کا نام سمورارا ہے۔ آپ فوراً ایکشن لیں۔“ اس نے فون بند کر دیا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوسوں کو مخاطب کیا۔ انہیں بتایا کہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس پارکنگ ایریا میں پہنچ کر سیارے والے شخص کو زخمی کرنا ہے‘ اگر وہ فرار ہونا چاہے تو اسے ہلاک بھی کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے ان کارندوں کو پہلے ہی تاکید کی گئی تھی کہ وہاں کانفرنس میں ایک ہنگامی اجلاس ہونے والا ہے اور میں خیال خوانی کے ذریعے اکابرین سے باتیں کرنے والا ہوں۔ لہٰذا ان جاسوسوں کو کانفرنس ہال کے آس پاس ہی رہنا چاہیے اور وہ وہاں موجود تھے۔

وہ میرا حکم سنتے ہی اس پارکنگ ایریا میں پہنچ گئے۔ انہوں نے اس کار کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سمورارا اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ایک نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا اور کہا۔ ”خبردار! ایک ذرا سی حرکت نہ کرنا۔ ورنہ گولی چل جائے گی۔ ہم تمہیں مارنا نہیں چاہتے۔“

دوسرے نے چاقو نکال کر اس کے جسم پر ایک ذرا سی خراش ڈالی۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ مختصر سے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ ہم صحیح ٹارگٹ پر پہنچے ہیں۔ اس کا تعلق سیارے سے تھا اور ڈاکٹر اے کاک کی رپورٹ کے مطابق وہ سمورارا تھا۔

میں نے اپنے تمام جاسوسوں سے کہا۔ ”تمہارا کام ہو چکا ہے۔ یہاں سے جاسکتے ہو۔“

وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ میں نے سمورارا کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ اپنی کار سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا کانفرنس ہال کے دروازے پر پہنچ گیا۔ وہاں سیکیورٹی گارڈز نے اسے اندر جانے سے روک دیا۔ اجلاس ختم ہو گیا تھا۔ اکابرین ایک ایک کرکے باہر آرہے تھے۔ سمورارا دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ ”رک جاؤ! میری بات سنو! میں سیارے سے آیا ہوں۔ گامارارا سے کہو‘ وہ میرے دماغ میں آئے۔ مجھے کسی بھی طرح فرہاد سے نجات دلائے۔“

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے گامارارا کو مخاطب کیا اور اسے صورتِ حال بتائی وہ فوراً ہی اپنے ماتحت کے اندر پہنچ کر بولا۔ ”کیا واقعی تمہارے اندر فرہاد موجود ہے؟“

میں نے کہا۔ ”ہاں۔ میں بول رہا ہوں۔ اکابرین سے کہو‘ وہ کانفرنس ہال میں واپس جائیں۔“

اس نے سمورارا کی زبان سے اکابرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”پلیز۔ آپ حضرات کانفرنس ہال میں واپس جائیں۔ فرہاد آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔“

وہ سب پھر ایک بار ہال میں آگئے۔ میں نے کہا۔ ”میری دی ہوئی مہلت کے مطابق تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیوی اسٹون کو پندرہ منٹ کے اندر مر جانا چاہیے تھا مگر ابھی وہ سانسیں لے رہا ہے۔ کیونکہ میں یہاں شکار کھیلنے میں مصروف ہوں۔ تم سب دیکھ رہے ہو۔ تمہارے درمیان اس ایک شکار کو لے آیا ہوں۔“

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ”تم لوگوں نے میرے مطالبے کے مطابق گامارارا کو میرے حوالے نہیں کیا۔ اسے سیکیورٹی دے رہے ہو۔ یہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی تمہارے اتحادیوں میں سے تمہارے درمیان موجود ہے۔ اب اسے بھی سیکیورٹی دو۔ تھوڑی دیر پہلے اس کانفرنس ہال میں گامارارا دعویٰ کر رہا تھا کہ وہ ہم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سزائے موت دینے والا ہے۔ آج اس کا ایک ماتحت حیدرآباد میں مارا گیا۔ دوسرا ابھی یہاں مرنے والا ہے۔ وہ جو ہماری موت کا فیصلہ سنا رہا تھا کیا وہ اپنے لوگوں کو سزائے موت سے بچا سکتا ہے؟“

گامارارا کی طرف سے خاموشی تھی۔ تمام اکابرین منتظر تھے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”مسٹر فرہاد! یہ عداوتیں بند کر دو۔“

”اگر میں عداوت شروع کرتا تو بند کر دیتا۔ شروعات تو تم لوگوں کی طرف سے ہوئی ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ ہم عداوتوں کا یہ سلسلہ ختم کرتے ہیں۔ تمہاری بیٹی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ہمارے تمام لوگ حیدرآباد سے واپس آجائیں گے۔“

میں نے کہا۔ ”ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ جو لوگ وہاں چھپے ہوئے ہیں۔ جنہیں ہم نے دیکھا تک نہیں ہے۔ وہ وہاں سے واپس جا رہے ہیں؟“

”تمہارے پاس بہت ہی پُراسرار ذرائع ہیں۔ پتا نہیں کس طرح سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ جاتے ہو؟ اگر حیدرآباد سے ہمارے سیارے والے واپس نہیں آئیں گے تو یقیناً تم لوگ کسی نہ کسی طرح ان کی شہ رگ تک پہنچ جاؤ گے۔ یہ بات اچھی طرح ہماری سمجھ میں آرہی ہے۔“

دوسرے نے کہا۔ ”پلیز۔ ہم سے سمجھوتا کرو۔“

میں نے کہا۔ ”سمجھوتا اسی صورت میں ہوگا‘ جب میرا پہلا مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ یعنی گامارارا کو میرے حوالے کیا جائے گا۔“

”یہ تو کبھی نہیں ہوگا۔ ہم گامارارا کو تمہارے حوالے کرکے گریٹ ایشورارا سے عداوت مول لینا نہیں چاہیں گے۔“

”پھر تو صاف ظاہر ہے کہ گریٹ ایشورارا سے تمہاری دوستی برقرار رہے گی تو ہم سے دشمنی جاری رہے گی۔ جب نقصان اٹھانے لگتے ہو‘ مات کھانے لگتے ہو تو سمجھوتے کی باتیں کرتے ہو۔ اب کوئی سمجھوتا نہیں ہوگا۔ یہ دیکھ لو کہ تمہارے جو لوگ حیدرآباد میں ہیں۔ وہ زندہ واپس نہیں آئیں گے اور جو سیارے والا ابھی تمہارے درمیان کھڑا ہے۔ اسے تم ایک کے بعد دوسری سانس نہیں دے سکو گے۔ ابھی تم سب کے سامنے یہ تڑپ تڑپ کر مرے گا۔“

میں اس زخمی سمورارا کے دماغ سے نکل کر ایک سیکیورٹی گارڈ کے اندر پہنچ گیا۔ سمورارا نے چیخ کر کہا۔ ”میں مرنا نہیں چاہتا۔ گامارارا! تم کہاں ہو؟ خاموش کیوں ہو گئے ہو؟ فرہاد کی باتوں کا جواب کیوں نہیں دے رہے ہو؟ میری سلامتی کے لیے کوئی سمجھوتا کیوں نہیں کر رہے ہو؟“

گامارارا نے وہاں ایک شخص کو آلۂ کار بنا کر کہا۔ ”سمورارا! موت کو سامنے دیکھ کر بزدل نہ بنو۔ ہم سب گریٹ ایشورارا کے وفادار ہیں۔ سیارے سے یہاں اپنی جانیں قربان کرنے آئے ہیں۔ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تمہیں بچانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ تمہیں قربان ہونا ہے‘ لیکن ایک بات ہے۔ فرہاد بہت بری طرح پچھتانے والا ہے۔ ہم بے شک ہار رہے ہیں۔ مگر ہمیں جیتنے کا راستہ بھی ملتا جا رہا ہے۔ ہم سمجھ رہے ہیں کہ آئندہ ان مسلمانوں سے کس طرح نمٹنا ہوگا؟“

وہ غصے سے بولا۔ ”تم کیا خاک سمجھو گے؟ ہمیں قربانی کا بکرا بنا کر سیارے سے یہاں بھیجا جا رہا ہے اور تم سب تماشا دیکھ رہے ہو۔“

وہ اِدھر اُدھر گھوم کر دیکھ رہا تھا اور بول رہا تھا۔ پھر ایک طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ”فرہاد صاحب! میں مرنا نہیں چاہتا۔ تمہاری اس خوبصورت دنیا میں ایک نئی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی ماں کی قسم کھا کر کہتا ہوں‘ جب سیارے سے چلا تھا‘ تب میرے دماغ کے ایک گوشے میں یہ بات تھی کہ ہم سب طاقت کے آگے جھکتے ہیں۔ گریٹ ایشورارا ایک بہت بڑی طاقت ہے‘ مگر ارضی دنیا میں مسلمان خود کو بہت بڑی طاقت ظاہر کریں گے تو میں ان کے خدا کے آگے جھک جاؤں گا۔“

وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر بول رہا تھا۔ ”فرہاد صاحب! آپ کہاں ہیں؟ کیا میری باتیں سن رہے ہیں؟ آج موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر میری عقل

سمجھا رہی ہے کہ پچھلے پانچ برسوں سے آپ خود کو سب سے زیادہ طاقتور ثابت کرتے آرہے ہیں۔ میں آپ کے خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ مجھے اپنے دین کی پناہ میں لے آئیں۔"

میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ "میں ان سب کی موجودگی میں کہتا ہوں کہ تمہیں پناہ مل رہی ہے۔"

اکابرین میں سے ایک یہودی اعلیٰ عہدیدار نے ہنستے ہوئے کہا۔ "واہ مسٹر فرہاد واہ! کیا اتنی سے بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ دل سے مذہب کو تسلیم کرنا اور ایک خدا کو ماننا اور بات ہے اور خوفزدہ ہو کر اپنی جان بچانے کے لیے ایک خدا کو مان لینا سراسر خودغرضی اور مطلب پرستی ہے۔"

گامارارا نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ "فرہاد! کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ دل سے تمہارے خدا کو مانے گا اور مسلمان بن کر رہے گا؟"

میں نے کہا۔ "دلوں کے بھید خدا جانتا ہے۔ اپنی مرضی سے ہمارا دین قبول کرنے والے ہمیں دھوکا نہیں دے سکتے۔ کیونکہ بابا صاحب کے ادارے میں جھوٹ بولنے اور دھوکا دینے والے جاتے ہیں تو جھوٹ اور فریب کو یکسر بھول جاتے ہیں۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا تم اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جاسکو گے؟"

"یہ یہاں سے بخیریت جائے گا۔ کوئی اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکے گا۔ اگر ہماری پناہ میں آنے والے سمورارا کو ایک ذرا سا بھی نقصان پہنچے گا یا اسے مار ڈالنے کی کوشش کی جائے گی تو یہاں اکابرین میں سے دس اعلیٰ عہدیدار اور دس آرمی کے اعلیٰ افسران مارے جائیں گے' اگر بیس لاشیں دیکھنا چاہتے ہو تو سمورارا کو روکنے کی کوشش کرو۔"

سب کو چپ لگ گئی تھی۔ آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "گامارارا! پلیز اسے جانے دو۔ ورنہ پتا نہیں ہم میں سے کون کون مارا جائے گا؟"

گامارارا نے کہا۔ "آپ مجھے سیکیورٹی دے رہے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ ہمارے سیارے کا یہ غدار یہاں سے جاسکتا ہے۔"

میں نے سمورارا سے کہا۔ "یہاں سے بے خوف ہو کر جاؤ۔ اپنا سفری بیگ تیار کر کے ایئرپورٹ پہنچو۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بخیریت تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیں گے۔"

وہ خوشی سے اچھل کر بولا۔ "زندہ باد... مسلمانو! تم سب زندہ رہو۔ سلامت رہو۔ میں تمہاری پناہ میں آرہا ہوں۔"

وہ خوشی سے دوڑتا ہوا اس کانفرنس ہال سے باہر چلا گیا۔ وہاں سب ہی کو چپ لگ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "گامارارا! اپنے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کرو۔ ہم اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ موجودہ حالات کہہ رہے ہیں کہ صرف ہم ہی نہیں تم لوگ بھی خسارے میں ہو اور ہم سے زیادہ نقصان اٹھاتے جارہے ہو۔"

دوسرے عہدیدار نے کہا۔ "اگر یہی سلسلہ جاری رہا اور گریٹ ایشورارا کے لیے نقصان ناقابلِ برداشت ہوتا گیا تو تم سب پہلے کی طرح سیارے میں واپس چلے جاؤ گے اور ہم یہاں تم سے اتحاد کرنے کی سزا پاتے رہیں گے۔ مسلمان ہمیں تباہ و برباد کردیں گے۔ اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیں گے۔"

گامارارا نے کہا۔ "میں ابھی گریٹ ایشورارا سے کہتا ہوں۔ وہ تم لوگوں سے رابطہ کرے گا اور میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر رہ کر گریٹ ایشورارا کے خیالات معلوم کرتا رہوں گا۔"

میں ان اکابرین کے اندر موجود تھا۔ اِدھر سونیا کی ہدایت کے مطابق الپا' کبریا' فرمان اور ٹونی جے نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیوی اسٹون سے کہا۔ "ہمارے پاپا نے تمہیں یہاں سے جانے کی اجازت دی ہے۔"

وہ چاروں فوراً ہی اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ کبریا نے کہا۔ "یہ گھی کا ڈبا اور دودھ کے دونوں پیکٹس اٹھاؤ اور یہاں سے نکل جاؤ۔"

وہ ان زہریلی چیزوں کو دیکھ کر ہچکچانے لگے۔ ٹونی جے نے کہا۔ "اس زہر کو ساتھ لے جاؤ گے' تب ہی نجات ملے گی۔ ورنہ یہاں سے نہیں جاسکو گے۔"

انہوں نے فوراً ہی گھی کا ڈبا اور دودھ کے پیکٹس اٹھا لیے۔ پھر تیزی سے چلتے ہوئے باہر جانے لگے۔ وہ سب سہمے ہوئے تھے مگر رہائی پا کر خوش ہوگئے تھے۔ باہر آکر اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے وہاں سے جانے لگے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کے دماغوں پر قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ ایک لانگ ڈرائیو کے بعد شہر سے باہر آگئے۔ ایک ویرانے میں کار روک کر گھی کے ڈبے اور دودھ کے پیکٹس کھولنے لگے۔

الپا نے کہا۔ "دانے دانے پر کھانے والے کا نام لکھا ہوتا ہے۔ ان پر ہمارا نہیں' تمہارا نام لکھا ہوا تھا۔ چلو شروع ہو جاؤ۔"

وہ چاروں ان کی مرضی کے مطابق گھی چاٹنے لگے اور دودھ پینے لگے۔ گھی اور دودھ دونوں ایسی چیزیں ہیں جو توانائی اور نئی زندگی دیتے ہیں۔ مگر انہوں نے اپنے ہاتھوں سے زندگی میں موت گھولی تھی۔ انہیں موت تو ملنی ہی تھی۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں سے نکل آئے۔

اُدھر گریٹ ایشورارا اور اکابرین کے درمیان رابطہ قائم ہوگیا۔ اکابرین کمیونیکنگ مشین کے ذریعے اپنے موجودہ بدترین حالات کی روداد سنا رہے تھے۔ گریٹ ایشورارا ان کی تحریری رپورٹ پڑھ رہا تھا اور پریشان ہو رہا تھا۔

اس نے کہا۔ "پہلے یہ سمجھا جارہا تھا کہ سونیا اپنی غیر معمولی حِس کے ذریعے ہمارے لوگوں کی بُو سونگھ لیتی ہے اور ان کی شہ رگ تک پہنچ جاتی ہے۔ ہم نے اس کا توڑ کیا۔ اب وہ ان کی بُو نہیں پارہی ہے پھر یہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح ہمارے لوگوں تک پہنچ جاتے ہیں؟"

جواباً کہا گیا۔ "ایک ہی بات سمجھ میں آرہی ہے کہ یہ لوگ پُراسرار ذرائع رکھتے ہیں۔ یقیناً روحانی علوم کے ذریعے تمہارے جانبازوں تک پہنچتے رہتے ہیں۔"

"کیا روحانی علوم کا توڑ نہیں ہوسکتا؟ اگر ہم توڑ نہ کرسکے تو اسی طرح اندھی لڑائی لڑتے ہوئے مات کھاتے رہیں گے اور نقصان اٹھاتے رہیں گے۔"

کمیونیکنگ مشین ذرا چپ ہوئی پھر اس کی اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ایسی اندھی لڑائیاں لڑتے ہوئے میں نے اپنے بہت سے جاں نثار گنوا دیے۔ اس بار تم تمام اکابرین سے اتحاد کرکے' تم پر بھروسا کرکے یہاں آیا ہوں۔ صرف دو دنوں میں میرا ایک جاں نثار حیدرآباد میں مارا گیا ہے اور باقی نو ماتحت مجھ سے بدظن ہو کر دینِ اسلام کی پناہ میں چلے گئے ہیں۔"

اس مشین پر اس کی تحریر اُبھر رہی تھی۔ "تمہارا بھی ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا مارا گیا ہے۔ تم بھی میری طرح اندھی لڑائی لڑ رہے ہو۔ اپنی طرف آنے والے دشمنوں کو دیکھ نہیں پاتے ہو۔ ایسا کب تک ہوگا؟ یہ ہم سب کے لیے بہت ہی اہم سوال ہے۔ اس کا جواب ڈھونڈو' ایسا کب تک ہوگا؟"

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ "ہاں! اس سوال کا جواب ملے گا تب ہی ہم مسلمانوں کے ایسے حملوں سے بچ پائیں گے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے اس کمیونیکنگ مشین کے ذریعے کہا۔ "ہمیں اپنی کمزوریاں معلوم ہو رہی ہیں۔ اب ان کی پُراسرار قوتوں کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔ جب تک مکمل معلومات حاصل نہ ہوں' تب تک ہم کسی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے پر' سونیا اور فرہاد کی کسی بھی اولاد پر حملہ نہیں کریں گے۔"

ایشورارا نے کہا۔ "ہم حملہ نہیں کریں گے' لیکن وہ تو کریں گے۔ کیا اس کے بعد جوابی کارروائی لازمی نہیں ہوگی؟"

"یہ ہمارا برسوں کا تجربہ ہے' جب ان پر حملہ کیا جاتا ہے' یا انہیں کوئی چھوٹا بڑا نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ تب ہی وہ ہمارے خلاف جوابی کارروائی کرتے ہیں۔ تم یقین کرو' ہم انہیں چیلنج نہیں کریں گے تو ان کی طرف سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

ایشورارا نے کہا۔ "پتا نہیں۔ کب ہمیں ان کی پُراسرار قوتوں کے بارے میں صحیح معلومات حاصل ہوں گی اور کب ہم ان کے خلاف بھرپور کارروائیاں کرسکیں گے؟ میں زیادہ دنوں تک انتظار نہیں کروں گا۔"

"تم نے پانچ برسوں تک انتظار کیا ہے۔ بار بار یہاں آتے رہے اور واپس جاتے رہے۔ اس بار بھی ذرا صبر کرو۔ انتظار کرو۔ ہماری کوشش ہوگی کہ جلد سے جلد ان کی بنیادی کمزوریاں معلوم کرسکیں۔"

وہ بولا۔ "جو بات میں جانتا ہوں۔ وہ شاید تمہاری دنیا کے سائنسدان اور ماہرینِ فلکیات نہیں جانتے۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو' تمہاری دنیا کے موسم اچانک ہی تبدیل ہو رہے ہیں۔ سردی کے موسم میں برفباری زیادہ ہونے لگی ہے۔ شمالی سمندروں کا تمام پانی برف بن جاتا ہے۔ اب تمہاری دنیا میں بارش کا موسم ہوتا ہے تو طوفانی ہوائیں چلتی ہیں۔ جابجا آندھی طوفان کے باعث ساحلی علاقے کے لوگ تباہ ہو رہے ہیں اور گرمی کے موسم میں سورج پہلے زیادہ آگ اگلنے لگا ہے؟"

اکابرین نے کہا۔ "ہاں۔ ہماری دنیا میں اب ایسا ہونے لگا ہے۔ لیکن ہمارے موجودہ حالات سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

"بہت گہرا تعلق ہے۔ ہمارے سیارے کے سائنسدانوں اور ماہرینِ فلکیات نے پیشگوئی کی ہے کہ سورج غیظ و غضب میں ہے۔ ہر لمحہ اس کے اندر سے جو باردار ذرات خارج ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے اخراج میں شدت آتی جارہی ہے۔ اس کے تباہ کن اثرات کتنے ہی سیاروں پر پڑیں گے۔ ہمارا سیارہ اور تمہاری دنیا بھی ایسی تباہی و بربادی کی زد میں آنے والے ہیں۔"

جتنے اکابرین اس کمیونیکنگ مشین کے آس پاس تھے۔ وہ بڑی سنجیدگی سے اس کی تحریر پڑھ رہے تھے۔ وہ کہہ

رہا تھا۔ ”ہمارے ماہرین جو پیشگوئی کرتے ہیں، وہ ننانوے فیصد درست ہوتی ہے۔ انہوں نے رپورٹ پیش کی ہے کہ تمہاری دنیا کے شمالی حصے تباہی کی زد میں نہیں آئیں گے۔ باقی دنیا میں کیا ہوگا؟ کس قسم کی تباہی آئے گی؟ اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر ہمارا سیارہ تو بالکل ہی تباہ ہو جائے گا۔ اس لیے میں اپنی تمام غیر معمولی مشینوں اور جانبازوں کے ساتھ تمہاری دنیا میں آنا چاہتا ہوں۔“

”ہم دل و جان سے تمہیں خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔ آج آنا چاہو تو آج ہی آ سکتے ہو۔“

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ”تم اپنی غیر معمولی مشینوں کے ساتھ یہاں آؤ گے تو ہماری قوتوں میں اضافہ ہوگا۔ تمہاری اس غیر معمولی آڈیو ویڈیو مشین کے ذریعے ہم سونیا فرہاد اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دیکھ سکیں گے کہ وہ کہاں رہتے ہیں اور کس طرح ہم پر حملے کرنے کی پلاننگ کرتے ہیں؟“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”یوں سمجھو تم اب تک اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے جانبازوں کے ذریعے آدھی قوت سے لڑ رہے تھے۔ غیر معمولی مشینوں کے ذریعے تمہیں بھرپور قوتیں اور کامیابیاں حاصل ہوں گی۔“

گریٹ ایشورارا نے کہا۔ ”اب تک جتنی غیر معمولی مشینیں تمہاری دنیا میں لائی گئیں۔ انہیں سونیا فرہاد نے ہمارے جانبازوں سے چھین لیں۔ اب ہمارے پاس ایسی آڈیو ویڈیو غیر معمولی مشینیں صرف دو ہی رہ گئی ہیں۔“

”یعنی کامیابی کا دوسرا ہتھیار تم نے اپنے پاس سیارے میں رکھا ہے اور ان ہتھیاروں کے بغیر اس دنیا میں مسلمانوں سے لڑ رہے ہو۔ موجودہ حالات میں تمہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ مشینیں ہماری اتحادی قوتوں کے لیے کتنی اہم ہیں۔ ہم یقین سے کہتے ہیں، ان مشینوں کے یہاں آتے ہی سونیا اور فرہاد بالکل بے دست و پا ہو جائیں گے۔“

گریٹ ایشورارا کے سامنے موجودہ ناکامیاں تھیں۔ پھر اس کے ماہرین کی پیشگوئی کہہ رہی تھی کہ ہماری دنیا اور اس کا سیارہ قدرتی آفات کی زد میں آنے والا ہے۔ اس کا سیارہ بالکل تباہ ہو جائے گا اور ہماری دنیا کے کچھ حصے تباہی و بربادی سے محفوظ رہیں گے۔ ایسی صورت میں اسے آنا ہی تھا اور وہ اپنی غیر معمولی مشینوں کے بغیر نہیں آ سکتا تھا۔

آرمی کے ایک افسر نے کہا۔ ”تمہاری غیر معمولی مشینیں اسی طرح محفوظ رہیں گی کہ ان میں سے ایک مشین اپنے پاس رکھو اور ایک ایک مشین ہماری تحویل میں دے دو۔ ان کی حفاظت کے لیے ہم جان کی بازیاں لگاتے رہیں گے۔“

ایشورارا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”ہمارا اتحاد اور ہمارا باہمی اعتماد اپنی جگہ... مگر وہ مشینیں صرف دو رہ گئی ہیں۔ میں ان میں سے ایک بھی تمہاری تحویل میں نہیں دوں گا۔“

اس کا نائب گامارارا وہاں موجود تھا۔ تمام اکابرین اسے ناگواری سے دیکھنے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ ”آپس میں اتحاد کرنے والے ایک دوسرے کا ہتھیار لے کر دشمن سے مقابلہ کرتے ہیں۔ ہم نے مسلمانوں سے تمہارا انتقام لینے کے لیے فرہاد کی بیٹی کو قتل کرانے کے لیے اپنا ٹیلی پیتھی جاننے والا ایک ہتھیار حیدرآباد بھیجا اور اس سے محروم ہو گئے۔ آئندہ بھی تمہارے لیے قربانیاں دیتے رہیں گے۔ لیکن تم ہمیں غیر معمولی آڈیو ویڈیو مشین دینے سے انکار کر رہے ہو۔ یہ اتحاد تو نہ ہوا؟“

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”تمہارے دل میں یہ اندیشہ نہیں رہنا چاہیے کہ ہمارے پاس وہ غیر معمولی مشین آئے گی تو ہم ویسی ہی درجنوں تیار کر لیں گے۔ جبکہ ایسی مشینیں بابا صاحب کے ادارے میں بھی تیار نہ ہو سکیں۔ کیونکہ اس میں ایک ایسی دھات کا استعمال کیا جاتا ہے، جو صرف تمہارے سیارے میں پائی جاتی ہے۔ وہ دھات نہ ہماری دنیا میں ہے، نہ ہم اس جیسی دوسری مشین بنا سکیں گے۔“

آرمی کے ایک اور افسر نے کہا۔ ”دھات کا وہ ذخیرہ تم سیارے سے لاؤ اور اپنے پاس چھپا کر رکھو۔ ہمیں بھی نہ دکھاؤ۔ لیکن ایک ایسی آڈیو ویڈیو مشین ہمیں دے دو، جو کم از کم ایک ماہ تک ہمارے کام آ سکے۔ اس کے بعد وہ ناکارہ ہو جائے گی تو ہم اسے تمہارے حوالے کر دیں گے۔ مگر اس ایک ماہ میں ہم اس مشین کے ذریعے تمہارے بہت کام آ سکیں گے۔ ہمارے جاسوس بہت ہی عیار اور تجربہ کار ہیں۔ اس مشین کے ذریعے مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا جینا حرام کر دیں گے۔“

وہ قائل ہو کر بولا۔ ”ہاں۔ میں وہاں آ کر ایسی مشین تمہارے حوالے کر سکتا ہوں، جو صرف ایک ماہ تک تمہارے کام آئے۔ پھر اس کے بعد ناکارہ ہو جائے۔ کیا تمہیں منظور ہے؟“

”ہمیں منظور ہے۔ تم اس غیر معمولی مشین اور اپنے جانبازوں کے ساتھ یہاں چلے آؤ۔ یہاں تمہاری موجودگی سے ہماری اتحادی قوتوں میں اضافہ ہوگا۔“

”میں ان معاملات پر غور کر رہا ہوں۔ بعد میں تم سے رابطہ کروں گا۔ دیٹس آل....“

ایشورارا نے رابطہ ختم کر دیا تھا۔ وہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ میں بہت پہلے جا چکا ہوں، جبکہ میں کانفرنس ہال سے ان کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ یوں لگے رہنے سے بڑی اہم باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ گریٹ ایشورارا اپنی تمام اہم غیر معمولی مشینوں اور جانبازوں کے ساتھ سیارے سے یہاں آنے والا ہے اور دوسرے یہ کہ ایک غیر معمولی مشین کم از کم ایک ماہ کے لیے ان اکابرین کو دینے والا ہے۔

بیشک اس مشین کی موجودگی ہمارے لیے مسائل پیدا کرنے والی تھی۔ آئندہ عالی اور ایمان علی کو بھی بابا صاحب کے ادارے میں لے جانا ضروری ہو گیا تھا۔ ہم سب وہیں محفوظ رہ سکتے تھے۔

وہ اکابرین ماہرینِ فلکیات سے رابطہ کرنے کے بعد پوچھ رہے تھے۔ ”solarwind (شمسی بہاؤ) کے مسلسل عمل میں کس طرح کی غضب ناک تبدیلی آ رہی ہے؟“

ماہرین کے سربراہ نے کہا۔ ”ہم ہر روز بدلتے ہوئے موسمی حالات کی رپورٹ پیش کرتے رہتے ہیں۔ پچھلے چھ ماہ میں دنیا کے کئی حصوں میں زلزلے آئے ہیں۔ ساحلی علاقوں میں غضب ناک طوفانوں کے باعث جو تباہیاں سامنے آئیں، ان سے آپ حضرات بے خبر نہیں ہیں۔ لاکھوں افراد مر گئے ہیں۔“

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”گریٹ ایشورارا کے ماہرین نے پیشگوئی کی ہے کہ یہ موسمی تبدیلیاں آئندہ اور غضب ناک ہو جائیں گی۔ کتنے ہی سیارے تباہی کی زد میں آئیں گے۔ ان میں ہماری دنیا بھی شامل ہے۔ ہم پر نہ جانے کیسی تباہیاں آنے والی ہیں؟“

”ایشورارا کے ماہرین درست کہہ رہے ہیں۔ ہمیں بھی ایسے آثار نظر آ رہے ہیں۔ ہم دن رات اسٹڈی میں لگے ہوئے ہیں۔ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوگا؟ کیسے ہوگا اور کب تک ہوگا؟ ہم اس سلسلے میں جلد ہی تفصیلی رپورٹ پیش کریں گے۔“

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سونیا سے کہا۔ ”یہ دنیاوی جھمیلے بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ ہمیں آئے دن دشمنوں سے نمٹنا پڑتا ہے۔ آئندہ ہم قدرتی آفات سے دوچار ہونے والے ہیں۔ یوں سمجھو کہ بہت بڑی قیامت آنے والی ہے۔“

میں گریٹ ایشورارا سے ہونے والی جو باتیں اور امریکا کے ماہرینِ فلکیات کی جو پیش گوئی سنی تھی، وہ سب کچھ سونیا کو بتانے لگا۔ اس نے سننے کے بعد کہا۔ ”یہ تو بڑی تشویش کی بات ہے۔ تم اعلیٰ حضرت سے رابطہ کرو۔ معلوم کرو کہ ان لوگوں کی پیشگوئیاں کہاں تک درست ہیں؟“

اس کی بات ختم ہوتے ہی اعلیٰ حضرت کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے مجھے اپنے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ”جھوٹ، فریب، بے ایمانی، دہشت گردی، خون خرابا، عجیب و غریب شرمناک اور دہشت ناک جرائم اس قدر بڑھتے اور پھلتے پھولتے جا رہے ہیں کہ دنیا خود بخود تباہی کی طرف چلی جا رہی ہے۔“

وہ ذرا چپ ہوئے پھر بولے۔ ”دنیا والوں کو سمجھانے کے لیے، تنبیہ کرنے کے لیے، عبرتناک سبق سکھانے کے لیے، آئے دن آندھی طوفانوں، سیلابوں اور زلزلوں کا سلسلہ جاری رہنے لگا ہے۔ کتابِ الٰہی میں جب یہ درج ہے کہ قیامت آئے گی تو پھر ضرور آئے گی۔ لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ وہ قیامت قسطوں میں آ رہی ہے۔ تاکہ ہم سب عبرت حاصل کریں۔ گناہوں اور جرائم سے توبہ کریں۔“

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ”تم مجھ سے معلوم کرنا چاہتے ہو۔ میں تمہیں کیا بتاؤں؟ جب خداوند کریم کسی کو نہیں بتانا چاہتا کہ وہ قیامت کب آنے والی ہے اور کس طرح آنے والی ہے؟ کتابِ الٰہی میں جو لکھ دیا گیا ہے، وہ اٹل ہے۔ اسے یاد رکھو اور اپنے اعمال درست کرتے رہو۔“

وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہے تھے۔ ”قطرہ قطرہ کر کے گناہوں کا سمندر بن چکا ہے۔ انجام کار کچھ تو ہونا ہی ہے۔“

انہوں نے افسوس ناک انداز میں ایک گہری سانس لی پھر کہا۔ ”اللہ تعالیٰ کسی کسی کو آگہی دیتا ہے۔ باقی بندوں کو پیش آنے والے حالات سے بے خبر رکھتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اگلے پل کیا ہونے والا ہے؟ اگر کوئی جان لے، تب بھی وہ پیش آنے والی بدنصیبی کو ٹال نہیں پاتا۔ آگے جو ہونا ہے، وہ ضرور ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ البتہ تمہاری رہنمائی کرنا اور تمہاری سلامتی چاہنا مجھ پر فرض ہے۔ زچگی کے دوسرے دن ہی عالی اور ایمان علی کو لے کر بابا صاحب کے ادارے میں چلے آؤ۔“

وہ چلے گئے۔ انہوں نے پیش آنے والی آفات کے متعلق واضح طور پر کچھ نہیں بتایا مگر اشارتاً بہت کچھ کہہ گئے۔ آخر میں چلتے چلتے یہ بھی کہہ دیا کہ ہمیں عالی اور ایمان کے ساتھ بابا صاحب کی محفوظ پناہ گاہ میں آ جانا چاہیے۔

میرا موبائل فون مخاطب کرنے لگا۔ میں نے اسے اٹھا

کر نمبر پڑھے۔ ان ہی دو فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کال کر رہا تھا۔ میں ان کے نام بھی نہیں جانتا تھا۔ فون آن کر کے اسے کان سے لگایا تو ڈاکٹر اے کاک کی آواز سنائی دی۔ ”کیا آپ مسٹر فرہاد ہیں؟“

میں نے کہا۔ ”ہاں۔ میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔“

”ایک اہم اطلاع دے رہا ہوں۔ گریٹ ایشورارا قدرتی اور سماوی آفات سے خوفزدہ ہے۔ اس کے ماہرین فلکیات کہتے ہیں کہ بہت بڑی تباہی آنے والی ہے۔ ہماری دنیا کسی حد تک محفوظ رہے گی لیکن ان کا سیارہ بالکل تباہ ہو جائے گا۔“

یہ باتیں میں جانتا تھا۔ مگر حیرانی سے سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آخر اس نامعلوم شخص کے ذرائع کتنے وسیع ہیں اور وہ اکابرین کے درمیان کس طرح پہنچا ہوا ہے کہ کوئی اسے دیکھتا نہیں ہے، روکتا ٹوکتا نہیں ہے اور وہ ایسی اہم معلومات حاصل کر لیتا ہے؟

وہ کہہ رہا تھا۔ ”گریٹ ایشورارا اپنی تمام غیر معمولی مشینوں اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جانبازوں کے ساتھ سیارے سے نکل کر ہماری دنیا میں آنے والا ہے۔“

میں نے کہا۔ ”میرے مہربان دوست! تم نے اب تک بڑی اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ یہ معلومات بھی بہت اہم ہیں۔ لیکن میں خیال خوانی کے ذریعے یہ ساری باتیں سن چکا ہوں۔ ابھی تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میرے اندازے کے مطابق تم امریکا میں ہو اور تمہارا دوسرا ساتھی یورپ کے کسی ملک میں ہے۔ کیا تم دونوں مجھ سے دوستی نہیں کرو گے؟“

”دوستی کیا ہوتی ہے؟ ایک دوسرے کا نام معلوم کرنے، ایک دوسرے کو جاننے پہچاننے، ہاتھ ملانے اور گلے لگانے کا نام دوستی ہے، مگر یہ ظاہری ہے۔ باطنی دوستی دل سے اور ایمان سے ہوتی ہے اور ایسے دوست ہی برے وقت میں کام آتے ہیں۔ ہم کام آ رہے ہیں اور آتے رہیں گے۔ میں آپ کے لیے نیک خواہشات کے ساتھ رابطہ ختم کر رہا ہوں۔“

اس نے فون بند کر دیا۔ میں نے سونیا سے کہا۔ ”ان دو فرشتوں نے مجھے الجھا دیا ہے۔ آخر یہ کون ہیں؟ ان کی معلومات کے ذرائع کیا ہیں؟ یقیناً یہ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہوں گے۔“

سونیا نے کہا۔ ”میں بھی ان کے متعلق سوچنے لگی ہوں۔ ہم پر بھی کوئی احسان کرتا ہے تو ہم ساری زندگی جی جان سے اس کے کام آتے رہتے ہیں۔ یہ پہلے زمینی فرشتے ہیں، جن کے احسانات کا بدلہ ہم چکا نہیں پا رہے ہیں۔“

میں نے کہا۔ ”اگر یہ اسی طرح پُراسرار بنتے رہے اور ہم انہیں ڈھونڈ نہ پائے تو صرف ان کے احسانات ہی اٹھاتے رہیں گے۔ کبھی ان کے لیے کچھ کر نہیں پائیں گے۔“

وہ مسکرا کر بولی۔ ”ایسا نہ کہو کہ یہ پُراسرار بن کر رہیں گے۔ میں جب چاہوں گی، ان کی خفیہ پناہ گاہوں تک پہنچ جاؤں گی۔ ابھی یہ ضروری نہیں ہے۔ ہم دوسرے بہت سے اہم معاملات میں الجھے ہوئے ہیں۔“

واقعی ہمیں کئی طرح کے معاملات الجھا رہے تھے۔ ایک طرف سیارے سے آنے والے دشمن تھے اور دوسری طرف اکابرین کی عداوتیں تھیں۔ سب سے زیادہ فکر عالی کی تھی۔ ایمان علی کو جو آگہی ملی تھی۔ اس کے مطابق میرے ہونے والے نوزائیدہ نواسے کو دشمن بڑی بے دردی سے ہلاک کرنے والے تھے۔

اگرچہ ہم ان کے ساتھ بری طرح پیش آ رہے تھے۔ ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کر چکے تھے۔ اس کے باوجود یہ طے تھا کہ آگہی کے مطابق واردات ضرور ہوگی۔ پہلی بار ماں بننے والی عالی کو ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچے گا۔

ہم اپنی اکلوتی بیٹی کے لیے بہت پریشان تھے۔ اسے صدمات سے بچانے کی بھرپور کوششیں کر رہے تھے۔ اس شہر میں ایک ایک دشمن کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ سیارے سے اور امریکا سے جو ٹیلی پیتھی جاننے والے آئے تھے۔ ان میں سے دو کو جہنم میں پہنچا دیا گیا تھا۔ دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ وہ واپس جانے والا ہے اور اس کی جگہ سیارے کا ایک خیال خوانی کرنے والا وہاں آئے گا۔

ہم نے طے کر لیا تھا کہ نہ ہم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں سے زندہ جانے دیں گے اور نہ یہاں آنے والے کو زندہ چھوڑیں گے۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایئرپورٹ، ریلوے اسٹیشن اور ہائی وے کی چنگیوں پر توجہ دے رہے تھے۔ وہاں زیادہ سے زیادہ آلہ کار رہتے تھے۔ ان کے دماغوں میں جاتے آتے رہتے تھے۔ اس طرح شہر سے باہر جانے والوں کو چیک کرتے تھے اور باہر سے آنے والے مشتبہ افراد کے دماغوں میں پہنچتے تھے۔

معلومات اس طرح حاصل ہو سکتی تھیں کہ کوئی بھی میں مہارت ظاہر کرتا، سانس روک کر خیال خوانی کی لہروں کو

بھاگتا تو پھر ہر حال میں اس کی اصلیت معلوم کی جاتی۔ اسے زخمی کر کے یا اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اس کے چور خیالات پڑھ لیے جاتے۔ اگر وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوتا تو اسی وقت اس کا کام تمام کر دیا جاتا۔

ویسے ہم نے دو خیال خوانی کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان پر اچھی خاصی دہشت طاری کر دی تھی۔ اس کے باوجود ہم پریشان تھے۔ ہماری نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔ جب تک اس شہر میں آنے والے تمام دشمن مارے نہ جاتے، ہمیں اطمینان حاصل نہ ہوتا۔

ہم دن رات اضطراب اور بے چینی میں مبتلا تھے کہ ہمارے نوزائیدہ نواسے کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے؟ یہ سوال ہمارے اندر چیختا رہتا تھا کہ جو ہونے والا ہے، کیا ہم اسے بدل سکیں گے؟ ہونی کو انہونی بنا سکیں گے....؟

سیارے والے دور سے اس طرح پہچانے جاتے تھے کہ وہ اپنا سفری بیگ پیٹھ پر لادے پھرتے تھے۔ اس بار ان کے بیگ کا ڈیزائن اور رنگ بدل گیا تھا۔ ہم نے ایسے نئے بیگ اپنے آٹھ نومسلموں کے پاس دیکھے تھے۔ حیدرآباد میں جو سیارے والا مارا گیا تھا۔ اس کے پاس بھی ویسا ہی ایک بیگ تھا۔

ایک شامت کا مارا سیارے والا ایئرپورٹ کے لنج ہال سے باہر آتا دکھائی دیا۔ وہ سامان کی ٹرالی دھکیلتا آ رہا تھا۔ ٹرالی میں بہت سارا سامان تھا۔ اس پر رکھے ہوئے بیگ نے چغلی کھائی کہ وہی ہمارا شکار ہے۔

الپا خیال خوانی کے ذریعے ایئرپورٹ پر موجود تھی۔ اس نے اپنے ایک آلہ کار کے ذریعے اسے تاڑ لیا۔ ٹیکسی اسٹینڈ میں اس کے مزید چھ آلہ کار اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے۔ ان میں سے ایک ٹیکسی ڈرائیور نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”سر! آپ کہاں جاؤ گے؟ جہاں جاؤ گے آرام سے جاؤ گے۔ میری ٹیکسی ائرکنڈیشنڈ ہے۔“

اس نے کہا۔ ”کسی اے ون فائیو اسٹار ہوٹل میں لے چلو۔“

ڈرائیور نے ڈکی کھولی اور اس کا سامان وہاں رکھنے لگا۔ وہ اپنا خاص سفری بیگ اٹھا کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ ”صاحب! آپ بڑے لمبے سفر سے آئے ہو۔ میں دن رات ایئرپورٹ سے سواریاں اٹھاتا ہوں۔ اسی لیے جہازوں کی آمد و رفت کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے۔ آپ کا جہاز نیویارک سے لندن، لندن سے دبئی اور پھر دبئی سے ادھر ہمارے شہر میں آیا ہے۔ ہمارے شہر کی کیا بات ہے؟ یہاں کا اچار بھی کھاؤ گے تو چٹخارے لے کر اور مانگتے رہو گے۔“

اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ پیچھے بیٹھا ہوا مسافر کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اس کی باتیں نہیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ”کیا بات ہے امریکا والوں کی؟ آپ لوگ کسی کی نہیں سنتے، بس اپنی ہی سناتے رہتے ہیں۔ یہ گاڑی بھی آگے جا کر میری نہیں سنے گی۔ کیونکہ پیٹرول ختم ہو رہا ہے۔ آپ مائنڈ نہ کریں تو میں ٹنکی فل کرا لوں؟“

وہ بڑی سنجیدگی اور بڑی نرمی سے بولا۔ ”تم بہت بولتے ہو۔ مجھے کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں پہنچانے کے لیے جو ضروری ہے، وہ کرو۔ پلیز زیادہ نہ بولو۔ خاموش رہو۔“

اس نے آگے جا کر ایک پیٹرول پمپ کے سامنے چند سیکنڈ کے لیے ٹیکسی روکی۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور ایک شخص فوراً اندر آ کر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی آگے چل پڑی۔ آنے والے کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔ ”بس صاحب جی! یہاں سے یہی پیٹرول لینا تھا۔“

آنے والے نے ریوالور کی نال کو اس کے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا۔ ”منہ کھولو۔ ورنہ گولی چل جائے گی۔“

اس نے سہم کر فوراً ہی منہ کھولا۔ ریوالور کی نال اندر گھس گئی۔ اس نے کہا۔ ”ہم تمہیں ہلاک نہیں کرنا چاہتے۔ تم نے منہ کھولا ہے۔ اب دماغ کا دروازہ بھی کھول دو تو سلامتی ملے گی۔“

ٹیکسی تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ اتنی ہی تیز رفتاری سے موت آ سکتی تھی۔ اس نے سہم کر دماغ کے دروازے کھول دیے۔ مختصر سے خیالات پڑھتے ہی تصدیق ہو گئی کہ وہ سیارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ اس کا نام پنڈورارا ہے۔ حیدرآباد میں جو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ اسے امریکا واپس جانا تھا۔ پنڈورارا کے یہاں آنے کے بعد وہ یہ شہر چھوڑنے والا تھا۔

اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ ایک شاطر سراغ رساں اور دو خطرناک فائٹر بھی تھے۔ جو آئندہ پنڈورارا کے ساتھ رہنے والے تھے۔ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام اور پتا ٹھکانا نہیں جانتا تھا۔ صرف خیال خوانی کے ذریعے اسے اطلاع دینے والا تھا کہ وہ اس شہر میں پہنچ گیا ہے۔

ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے دماغ پر اس طرح قبضہ جمایا تھا کہ وہ سانس روک کر انہیں بھگا نہیں سکتا تھا۔ اس کے منہ سے ریوالور کی نال نکل چکی تھی۔ وہ

آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ ایسے وقت اس نے کئی سیّارے والوں کی آوازیں اپنے اندر سنیں۔ وہ سب یکے بعد دیگرے اسے مخاطب کررہے تھے۔

ایک نے کہا۔ ''ہم آٹھ خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ سیّارے سے یہاں آتے ہی ہم نے اپنی سلامتی کے لیے اور امن وامان سے زندگی گزارنے کے لیے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''ہم مسلمان ہو چکے ہیں، ابھی بابا صاحب کے ادارے میں دینی تعلیم و تربیت حاصل کررہے ہیں۔ بہت ہی خوبصورت زندگی گزار رہے ہیں۔''

تیسرے نے کہا۔ ''ہماری تعلیم و تربیت مکمل ہوجائے گی تو ہم اس ادارے سے باہر دنیا کے کسی بھی حصے میں جاکر آزادی سے زندگی گزارتے رہیں گے۔ کسی سے دشمنی نہیں کریں گے۔ خیال خوانی کے ذریعے دکھی انسانیت کے کام آتے رہیں گے۔''

ایک نے پوچھا۔ ''کیا موت کی راہ پر چلنا دانشمندی ہے؟ تم کس راستے پر جارہے ہو؟''

دوسرے نے پوچھا۔ ''کیا موت سر پر منڈلانے لگے گی، تب ہاتھ جوڑ کر گھٹنے ٹیک کر اپنی زندگی کی بھیک مانگو گے؟''

ایک اور نے کہا۔ ''ہم سب تمہارے سیّارے سے آنے والے ساتھی ہیں۔ تمہاری بہتری چاہتے ہیں اور تمہیں دینِ اسلام کی طرف آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ دل سے ایمان سے قبول کرو گے تو تمہیں ہر حال میں سلامتی ملے گی۔ پھر تم ہم سے آکر ملو گے اور دیکھو گے کہ سلامتی کی راہ پر چلنے والوں کی زندگی کتنی خوبصورت ہوتی ہے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''میں سلامتی چاہتا ہوں۔ اس دنیا کا کوئی بھی باشندہ میرا دشمن نہیں ہے۔ میں نے یہاں سیّارے سے آنے والے ساتھیوں کو حرام موت مرتے دیکھا ہے۔ میں ایک بار ملنے والی زندگی میں حرام موت نہیں مرنا چاہتا۔ تم سب میرے اپنے ہو، میری بہتری چاہتے ہو۔ مجھے اپنے پاس بلالو۔''

''تم ہوٹل پہنچو گے تو وہاں ایک شخص آئے گا، تم سے پاسپورٹ لے کر جائے گا۔ تم آج رات یا کل صبح تک یہاں سے پیرس جاؤ گے، پھر وہاں سے تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچادیا جائے گا۔''

ٹیکسی ڈرائیور نے اسے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں پہنچا دیا۔ وہاں اس نے ایک کمرا حاصل کیا۔ جب وہ کمرے میں پہنچا تو تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے آکر کہا۔ ''پلیز۔ اپنا پاسپورٹ میرے حوالے کریں۔''

ہمارے ایک نومسلم ٹیلی پیتھی جاننے والے نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ''یہ ہمارا آدمی ہے۔ اسے اپنا پاسپورٹ دے دو۔''

اس نے اپنا پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات اس کے حوالے کردیے۔ پھر ہمارے نومسلم نے کہا۔ ''پنڈورارا! اب ہمارا ایک کام کرو۔ اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے رابطہ کرو اور اسے بتاؤ کہ تم یہاں پہنچ گئے ہو۔''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''ابھی میں اس سے رابطہ کرنے ہی والا تھا۔''

وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔ پنڈورارا نے دوسری بار اس کے اندر پہنچتے ہی کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس نے مطمئن ہوکر کہا۔ ''اپنا نام بتاؤ؟''

پنڈورارا نے پوچھا۔ ''کیا تم اپنا نام بتاؤ گے؟''

''ہرگز نہیں۔''

''میں بھی اپنا نام نہیں بتاؤں گا۔ یہی ہم سب کا طریقہ کار ہے۔ ہم کوڈ ورڈز کے ذریعے ہی ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور اپنے اپنے دماغوں میں آنے دیتے ہیں۔''

اس نے پوچھا۔ ''تم یہاں کب آئے؟''

''یہ بھی غیر ضروری سوال ہے۔ اپنے ایک شاطر سراغ رساں اور دو خطرناک فائٹرز کو میرے حوالے کرو اور یہاں سے واپس جاؤ۔''

اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے ایک شاطر سراغ رساں کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''ہماری ٹیم کا دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا آگیا ہے۔ اس وقت تمہارے اندر موجود ہے۔ اس سے باتیں کرو۔ میں واپسی کی تیاری کررہا ہوں۔''

وہ چلا گیا۔ پنڈورارا اس شاطر سراغ رساں اور دو خطرناک فائٹرز کے دماغوں میں باری باری جانے لگا۔ وہ تینوں بھی یوگا کے ماہر تھے۔ کوڈ ورڈز کے بغیر کسی کو اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

میں خیال خوانی کے ذریعے الپا اور اپنے نومسلم کی مصروفیات دیکھ رہا تھا۔ الپا بڑے سلیقے سے اپنے دشمنوں کے اندر پہنچتی جارہی تھی۔ میں نے پنڈورارا کی آواز اور لب و لہجے کو اختیار کیا پھر امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اندر پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس نے پوچھا۔ ''اب کیوں آئے ہو؟''

میں نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ ”اسی لیے آیا ہوں۔“

وہ کسی بنگلے کے بیڈروم میں تھا۔ دماغی تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا اور ادھر سے اُدھر تڑپ رہا تھا۔ پتا چلا' اس کا نام جیمس ہارڈی ہے اور وہ نیویارک جانے والی ایک فلائٹ میں اپنی سیٹ او کے کرا چکا ہے۔

میں نے کہا۔ ”سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں.... شام کی فلائٹ سے جانے والے ہو اور یہ نہیں جانتے کہ ابھی ایک پل میں کیا ہونے والا ہے اور اب تک جو ہو چکا ہے' اس کے بعد بھی جان نہیں پاؤ گے کہ اگلے پل کیا ہونے والا ہے؟“

اس کا سر تکلیف کی شدت سے جیسے پھٹا جا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ”تم تو بہت ہی کمزور نکلے۔ ابھی دوسرا زلزلہ پیدا کروں گا تو تمہارا دم نکل جائے گا۔“

وہ گڑگڑانے لگا۔ رحم کی بھیک مانگنے لگا۔ میں نے پوچھا۔ ”کیا تم میری بیٹی پر رحم فرمانے آئے تھے؟ میری بیٹی نے تم لوگوں کا کیا بگاڑا تھا؟ کیا ہم تمہاری ماؤں' بیٹیوں اور بہنوں کو ہلاک کرنے آتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر تم سب شیطان ہو اور شیطان کسی وجہ کے بغیر نقصان پہنچاتا رہتا ہے۔ میری بیٹی کی موت بن کر آنے والو...! تم میں سے کوئی زندہ واپس نہیں جائے گا۔“

یہ کہہ کر میں نے پھر ایک ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تاکہ اس کا دم نہ نکلے۔ وہ ابھی زندہ رہے۔ وہ پھر تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اکابرین کے پاس پہنچ کر کہا۔ ”اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو کہ وہ جیمس ہارڈی کے اندر پہنچیں۔ اس کی مدد کریں اور اسے زندہ یہاں واپس لائیں۔“

یہ سنتے ہی وہ سب پریشان ہو گئے۔ میری باتوں سے اندازہ ہو گیا کہ ان کا دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہمارے ہتھے چڑھ چکا ہے۔ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے تھے۔ میں ان کی بات سنے بغیر جیمس ہارڈی کے دماغ میں واپس آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے اندر پہنچ گئے۔ اس کی حالت زار دیکھ کر رحم کی التجائیں کرنے لگے۔

میں نے کہا۔ ”میں نے تمہاری التجائیں سننے کے لیے یہاں نہیں بلایا ہے۔ بس یہ چاہتا تھا کہ تم لوگوں نے اسی شہر میں ایک ساتھی کی موت کا تماشا دیکھا ہے اور اب دوسرے ساتھی کی موت کا تماشا دیکھ کر کچھ تو عبرت حاصل کرو۔“

ایک نے کہا۔ ”ہمیں عبرت حاصل ہو رہی ہے۔ آئندہ ہم آپ کے خلاف خیال خوانی کا ہتھیار کبھی استعمال نہیں کریں گے۔“

”تم اور تمہارے اکابرین کتنے سچے اور زبان کے کتنے پکے ہیں' یہ ہم آج سے نہیں برسوں سے دیکھتے آ رہے ہیں۔“

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ”فرہاد صاحب! پلیز ہماری ایک بات سن لیں۔ جیمس ہارڈی کی بیوی میٹرنٹی ہوم میں ہے۔ ابھی پندرہ منٹ پہلے اس نے ایک بیٹے کو جنم دیا ہے۔ یہ پہلی بار ایک بیٹے کا باپ بن رہا ہے۔ اس کے لیے آج کا دن بہت خوشی کا ہے۔“

میں نے کہا۔ ”ڈاکٹر کے بیان کے مطابق میری بیٹی بھی آج رات تک ماں بن جائے گی۔ ایک بیٹے کو جنم دے گی اور اس کی زندگی میں بھی بہت سی خوشیاں آئیں گی۔ مگر تم سب نے اس کی خوشیاں چھیننے کے لیے ہیوی اسٹون اور جیمس ہارڈی کو یہاں بھیجا تھا۔“

”ہم سے غلطی ہوئی تھی۔ آپ اس کی بیوی اور بچے پر رحم فرمائیں۔“

”اگر آج ہمارے پاس طاقت نہ ہوتی' ذرائع نہ ہوتے اور ہم بچاؤ کی تدبیر نہ کرتے تو کیا تم میری بیٹی اور میرے نوزائیدہ نواسے پر رحم کرتے؟“

”ہم شرمندہ ہیں۔ ہم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ تمہاری بیٹی کے ساتھ جو کرنے جا رہے ہیں' وہی اس کی بیوی اور بیٹے کے ساتھ ہو گا۔ ہمارے اکابرین سیارے والوں کے ساتھ مل کر تمہاری بیٹی کو ہلاک کرنا چاہتے تھے اور تم اسے ہلاک کر رہے ہو۔ تمہیں ایسا کرنے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکے گی۔ بس ایک رحم کا جذبہ ہی روک سکتا ہے۔“

میں نے کہا۔ ”اپنے اکابرین کے پاس چلو۔ میں ان سے باتیں کرتا ہوں۔“

میں نے جیمس ہارڈی کو الپا کے حوالے کیا اور کہا۔ ”جب بھی یہ تکلیف سے نجات حاصل کرے اور دماغی توانائی حاصل کرے تو اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کرنا' تاکہ یہ نیم مردہ سانپ کی طرح یہیں فرش پر پڑا رہے۔“

میں نے اکابرین کے پاس آ کر کہا۔ ”تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے رحم کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ سنا ہے' جیمس کی بیوی نے ابھی ایک بیٹے کو جنم دیا ہے۔ میری بیٹی اور میرے ہونے والے نواسے پر تم لوگ رحم کرنے والے نہیں تھے۔ اب کیا مجھے اس پر رحم کرنا چاہیے؟“

وہ اکابرین اپنا ایک ٹیلی پیتھی کا ہتھیار کھو چکے تھے۔ اب دوسرا بھی نابود ہونے والا تھا۔ میں نے کہا ”اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا حساب کرو۔ تمہارے پاس سات عدد تھے۔ جن میں وائز مین اور ٹیف گائی تمہاری جی حضوری سے باز آ کر کہیں آزادی سے زندگی گزار رہے ہیں۔ ہم نے ہیوی اسٹون کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اب جیمس ہارڈی کا انجام بھی یہی ہونے والا ہے۔ اس کے بعد تمہارے پاس صرف تین ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ جائیں گے۔ سوچو! کہ تم کتنے غریب اور کنگال ہو چکے ہو؟“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”مسٹر فرہاد! ہمارے پاس یہ صرف تین ہی رہ گئے ہیں۔ پلیز' چوتھے کی جان نہ لو۔ اس کی سلامتی کے لیے ہم سے کوئی مطالبہ کرو۔ ہم پورا کریں گے۔“

”میرے دو مطالبات ہیں۔ پہلا مطالبہ تو وہی ہے کہ گریٹ اینشورارا کے نمائندے گامارارا کو میرے حوالے کر دو۔ اگر منظور نہیں ہے تو میں جیمس ہارڈی کے نوزائیدہ بچے کو قتل کر دوں گا۔ کیونکہ وہ میرے نوزائیدہ نواسے کو قتل کرنے وہاں گیا ہے۔“

”جیمس ہارڈی کے نوزائیدہ بچے کو ہلاک کرنے کے بعد کیا تم اسے معاف کر دو گے؟ ہمارے اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو واپس کر دو گے؟“

”ہاں۔ میں اسے واپس بھیج دوں گا۔“

”تو پھر تم ابھی اس میٹرنٹی ہوم میں پہنچ کر اس بچے کو ہلاک کر سکتے ہو۔ وہ تمہارے نواسے کے ساتھ جو کرنا چاہتا تھا۔ وہی تم اس کے ساتھ کر سکتے ہو۔“

”مجھے جیمس ہارڈی کی وائف کی آواز سناؤ۔ میں اس کے پاس جاؤں گا۔“

میں وہاں جس آلۂ کار کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس نے ٹیلی فون کے ذریعے جیمس کی وائف سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا۔ ”تمہارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے آ رہے ہیں۔ تم سے کچھ باتیں کریں گے۔“

میں نے اس کی وائف کی آواز سنی پھر اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ”کیا تم جانتی ہو میرا نام فرہاد علی تیمور ہے؟“

”ہاں۔ میں یہ نام برابر سنتی رہتی ہوں۔ تم ہمارے ملک و قوم کے دشمن ہو۔ میرے پاس کیوں آئے ہو؟“

”یہ ثابت کرنے کے لیے کہ دشمن کون ہے اور دوست کون ہے؟ تمہارا جیمس میری بیٹی کو اور اس کے ہونے والے بچے کو ہلاک کرنے گیا تھا۔ اب وہ میرے شکنجے میں ہے اور میں کسی وقت بھی اسے ہلاک کر سکتا ہوں۔“

وہ صدمے سے اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بولی۔ ”نہیں۔ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میرے جیمس کو نہیں مار سکتے۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ مجھے کسی مقصد کے تحت دھوکا دینے آئے ہو۔“

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا۔ ”یہ مسٹر فرہاد سچ بول رہے ہیں۔ تمہارا جیمس موت کی دہلیز پر پڑا ہے۔ ان کے رحم و کرم پر ہے۔ یہ اسے معاف بھی کر سکتے ہیں اور ہلاک بھی کر سکتے ہیں۔“

وہ تڑپ کر بولی۔ ”مسٹر فرہاد! میرے جیمس پر رحم کرو۔ میرے بیٹے پر رحم کرو۔ اسے باپ سے محروم نہ کرو۔“

”میں تم سے سوال کروں گا کہ باپ کی زندگی چاہتی ہو یا اپنے نوزائیدہ بیٹے کی تو تم کوئی فیصلہ نہیں کر سکو گی۔ بیوی کی حیثیت سے شوہر کی زندگی چاہو گی اور ایک ماں تو اپنے بیٹے کی ہلاکت کبھی برداشت ہی نہیں کرے گی۔“

وہ روتے ہوئے بولی۔ ”کیا اس لیے باپ اور بیٹے کو ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ اس کا باپ تمہارے نواسے اور تمہاری بیٹی کو قتل کرنے گیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس کے بدلے میری جان لے لو' مگر میرے بچے کو ہلاک نہ کرو۔“

میں نے کہا۔ ”کسی ایک کو تو مرنا ہے اور تمہارے ملک کے حکمرانوں نے' تمام اکابرین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہارے نوزائیدہ بیٹے کو ہلاک کر دیا جائے۔ کیونکہ اس کی ہلاکت سے انہیں ٹیلی پیتھی کا ایک ہتھیار ملنے والا ہے۔“

وہ غصے سے بولی۔ ”اگر ان حکمرانوں نے اور اکابرین نے ایسا فیصلہ کیا ہے تو میں ان پر لعنت بھیجتی ہوں۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ اس کی زندگی یا موت کا فیصلہ کرنے والے وہ کون ہوتے ہیں؟“

میں نے اکابرین سے کہا۔ ”فون کے ذریعے جیمس کی وائف سے رابطہ کریں اور اسے حکم دیں کہ وہ اپنے بچے کو میرے حوالے کر دے۔ لیکن اس پر کسی طرح کا جبر نہ کیا جائے۔“

دو چار اکابرین ٹیلی فون کے ذریعے ایک ماں کو فون پر حکم دینے لگے کہ وہ اپنے نوزائیدہ بچے کو فرہاد علی تیمور کے حوالے کر دے۔ وہ ان کی ٹیلی فون کال سن رہی تھی اور غصے سے چیخ رہی تھی۔ ان پر لعنت بھیج رہی تھی۔

میں نے کہا۔ ”ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے مجھے اپنے ملک کا اور اپنی قوم کا دشمن کہا تھا۔ اب بتاؤ دشمن میں ہوں یا یہی لوگ ہیں' جنہیں تم اپنا سمجھ رہی ہو؟ اگر میں جیمس ہارڈی کو مار ڈالوں گا اور ان اکابرین کو وہ ایک ٹیلی پیتھی کا ہتھیار نہیں ملے گا تو جانتی ہو کیا ہو گا؟“

وہ تڑپ کر بولی۔ ”نہیں۔ میرے ہارڈی کو نہ مارو۔ میں اپنے بچے کے ساتھ جیتے جی مر جاؤں گی۔“

”میں چاہتا ہوں' اکابرین کی بے حسی اور بے مروّتی کو سمجھو۔ جب وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہے گا تو وہ تم سے اور تمہارے بچے سے نفرت کرنے لگیں گے۔ وہ اپنی غلطی پر پردہ ڈالیں گے اور تمہیں الزام دیں گے کہ تمہاری وجہ سے ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مارا گیا ہے۔“

وہ اپنے بچے کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے بولی۔ ”میں تمہاری بیٹی اور ہونے والے نواسے کا واسطہ دیتی ہوں۔ میرے حال پر رحم کرو۔ میرے جیمس کو ہلاک نہ کرو۔ میرے بچے کو یتیم نہ بناؤ۔ ان کے بدلے مجھے مار ڈالو یا اپنے قدموں کی دھول بنا کر رکھو۔ مجھے کوئی ایسا راستہ دکھاؤ کہ میں اپنے شوہر اور اپنے بچے کے ساتھ سلامتی اور خوشحالی سے زندگی گزار سکوں۔“

میں نے کہا۔ ”انتظار کرو۔ تمہیں بہت جلد جواب ملے گا۔“

میں نے جیمس ہارڈی کے پاس آ کر کہا۔ ”تم میری بیٹی اور نواسے کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ اس کے بدلے میں نے اکابرین کے سامنے یہ شرط رکھی ہے کہ تمہیں زندہ چھوڑوں گا تو پھر تمہارے بیٹے کو ہلاک کروں گا۔ کیونکہ تم میرے نواسے کو ہلاک کرنے والے تھے۔“

وہ تڑپ کر بولا۔ ”یہ آپ اکابرین سے کیسی شرط منوا رہے ہیں؟ میں پچھلے دس برسوں سے ایک بیٹے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ وہ پیدا ہوا ہے تو میں نے اس کی صورت بھی نہیں دیکھی ہے اور تم اسے ہلاک کرنے کی بات کر رہے ہو.... نہیں۔ مجھے ایسی زندگی نہیں چاہیے۔ مجھے مار ڈالو۔ مگر میرے بچے کی ہلاکت کی باتیں نہ کرو۔“

وہ کمزوری کے باعث ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے کہا۔ ”یہ خون اور درد کا رشتہ کیا ہوتا ہے؟ آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ جاتے ہیں۔ آنکھیں تو روتی ہی ہیں۔ دل بھی روتا رہتا ہے۔“

پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ”میں ایک ماں کی گود اور ایک بیوی کا سہاگ اجاڑنا نہیں چاہتا۔ تمہیں اور تمہارے بیٹے کو زندگی ملے گی۔ مگر ایک شرط ہے۔ تم امریکا واپس نہیں جاؤ گے اور کبھی مسلمانوں کے خلاف خیال خوانی نہیں کرو گے۔“

”آپ ایسی معمولی سی شرط پر مجھے معاف کر رہے ہیں۔ بائی گاڈ! آپ بہت ہی عظیم انسان ہیں۔ میں خدا کی' اپنی بیوی کی اور اپنے بچے کی قسم کھا کر کہتا ہوں' کبھی مسلمانوں کے خلاف خیال خوانی نہیں کروں گا۔“

”جب تم زندہ رہو گے اور ان اکابرین کے پاس واپس نہیں جاؤ گے تو وہ انتقاماً تمہاری بیوی اور بچے سے دشمنی کریں گے۔“

”وہ ایسا کریں گے تو میں بھی ان کے بیوی بچوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

”تم ہرگز ایسا نہیں کرو گے۔ مجھ سے وعدہ کرو' آئندہ دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے ان کی بیویوں کو اور بچوں کو کبھی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔“

وہ شرمندہ سا ہو کر بولا۔ ”مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں جوش اور جنون میں ایسا کہہ گیا۔ وعدہ کرتا ہوں' آپ کے نقشِ قدم پر چلوں گا' جو حکم دیں گے اس پر عمل کرتا رہوں گا۔“

میں نے الپا سے کہا۔ ”اسے طبی امداد پہنچاؤ' میں ابھی آتا ہوں۔“

پھر میں نے اکابرین کے پاس پہنچ کر کہا۔ ”میں نے فیصلہ کیا ہے کہ جیمس ہارڈی کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ وہ زندہ سلامت رہے گا۔“

میرا یہ فیصلہ سن کر سب ہی خوش ہو گئے۔ پھر ایک نے پوچھا۔ ”اسے کب واپس بھیج رہے ہو؟“

”اس کی سلامتی کی شرط یہی ہے کہ وہ تمہارے درمیان واپس نہیں آئے گا۔ تم اس کی بیوی اور بچے کو تمام ساز و سامان کے ساتھ اس کے پاس بھیج دو۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے جھنجلا کر کہا۔ ”جب وہ ہمارے پاس نہیں آئے گا' ہمارا نہیں ہوگا' ہمارے لیے کام نہیں کرے گا تو اس کی سلامتی سے ہمیں کیا لینا ہے؟ ہم اس کی بیوی اور بچے کو یہاں یرغمال بنا کر رکھیں گے۔ ان کی سلامتی اور بہتری کے لیے اسے یہاں آنا ہی پڑے گا۔“

میں نے کہا۔ ”یہ جیمس ہارڈی کا نہیں' میرا فیصلہ ہے۔ اس کی بیوی اور اس کا نوزائیدہ بچہ وہاں جائیں گے' جہاں وہ بلائے گا۔ تم میں سے کون انہیں روکنا اور اپنی اپنی شامت کو آواز دینا چاہے گا؟“

سب کو چپ لگ گئی۔ وہ سر جھکائے میری باتیں سن رہے تھے۔ میں کہہ رہا تھا۔ ”میں نے سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے سمورارا کو تمہارے درمیان سے نکال کر بابا صاحب کے ادارے میں پہنچایا تھا۔ جیمس اس کی بیوی اور بچہ ادارے میں نہیں جائیں گے۔ لیکن میری پناہ میں رہیں گے۔ اگر تم سب اپنی بہتری اور سلامتی چاہتے ہو تو اس کی بیوی اور بچے کو یہاں سے بہ حفاظت روانہ کر دو۔“

میں انہیں دھمکیاں دے کر چلا آیا۔ جیمس سے بولا۔ ”خوش ہو جاؤ۔ تمہیں نئی زندگی مل رہی ہے۔ تمہاری بیوی اپنے بچے کے ساتھ خیر خیریت سے یہاں آئے گی۔ ہمیں بتاؤ' تم اس کے ساتھ کہاں رہنا چاہتے ہو؟ جہاں چاہو گے' وہاں تمہاری رہائش کے انتظامات کر دیے جائیں گے۔“

وہ مارے خوشی کے رونے لگا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہنے لگا۔ ”اوہ گاڈ! میں جس کی بیٹی اور نواسے کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ وہ مجھے میری بیوی اور بچے کو سلامتی دے رہا ہے۔ مجھے شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔“

الپا نے کہا۔ ”مرنے کی نہیں۔ زندہ رہ کر اپنی دنیا میں امن و سلامتی قائم کرنے کی باتیں کرو۔“

وہ بول رہا تھا اور اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ سوئٹزرلینڈ میں اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ رہتا ہے۔ میں نے ٹونی بجے سے کہا۔ ”سوئٹزرلینڈ میں اس کی رہائش کا انتظام کرو اور اس کی بیوی کو امریکا سے بہ خیریت وہاں پہنچا دو۔“

سونیا کو یہ ساری باتیں معلوم ہو رہی تھیں۔ اس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”خدا کا شکر ہے' ہم کوئی انتقامی کارروائی نہیں کر رہے ہیں۔ راہِ راست پر آنے والے دشمنوں کو تحفظ اور سلامتی دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری بیٹی اور ہونے والے نواسے کو سلامتی دے گا۔“

میں نے کہا۔ ”جیمس کے ساتھ جو سراغ رساں اور خطرناک فائٹرز تھے۔ وہ راہِ راست پر آنے والے نہیں تھے۔ انہیں ختم کر دیا گیا ہے۔ اب سیارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ اسی شہر میں کہیں موجود ہے۔“

سونیا نے کہا۔ ”تو پھر پرابلم کیا ہے؟ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ ایک دوسرے... کو ورڈ کے ذریعے تسلیم کرتے ہیں اور دماغ میں آنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ہمیں پنڈورارا کا کوڈ ورڈ معلوم ہے۔ تم اس کے ذریعے اس نامعلوم سیارے والے تک پہنچ سکتے ہو۔“

میں نے پنڈورارا سے کہا۔ ”یہاں تمہارا ایک اور سیارے والا ساتھی موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں' تم اسے راہِ راست پر لاؤ یا پھر اسے ہمارے حوالے کر دو۔“

پنڈورارا نے فوراً ہی میری ہدایت پر عمل کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اپنے سیارے والے ساتھی کے اندر پہنچا۔ کوڈ ورڈز کے ذریعے یقین دلایا کہ وہ اس شہر میں نیا آنے والا ایک ساتھی ہے۔

اس طرح پنڈورارا کو اس کے اندر جگہ مل گئی تو میں بھی اس کے پیچھے وہاں پہنچ گیا۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکا۔ اس نے پنڈورارا سے پوچھا۔ ”تم ابھی کیوں آئے ہو؟ کیا کوئی خاص کام ہے؟“

اس نے کہا۔ ”تمہیں یہ معلوم ہو چکا ہوگا کہ ہمارے سیارے سے آنے والے نو ساتھیوں نے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔ وہ سب محفوظ پناہ گاہوں میں ہیں اور بڑی آزادی سے خوبصورت زندگی گزار رہے ہیں۔ کسی سے کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہے۔ کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اپنی جان جانے کا خوف نہیں ہے۔ کیا ہمیں ایسی زندگی نہیں گزارنی چاہیے؟“

وہ بولا۔ ”ہم یہاں گریٹ ایشورارا کی خاطر جان کی بازی لگانے آئے ہیں۔ اگر وہ اس دنیا کا حکمران بن جائے گا تو ہم سیارے والے یہاں آ کر عیش و آرام سے رہیں گے اور دنیا والوں سے برتر رہ کر' ان کے آقا بن کر ایک باوقار زندگی گزاریں گے۔“

پنڈورارا نے کہا۔ ”فرض کرو' تم فرہاد اور سونیا کی بیٹی کو ہلاک نہ کر سکے اور ان کی گرفت میں آ گئے تو تمہاری موت لازمی ہوگی۔ تب کیا کرو گے؟“

”تب اپنی جان بچانے کے لیے انہیں اُلّو بناؤں گا۔ بظاہر مسلمان بن جاؤں گا۔ مگر اندر سے ان کی جڑیں کاٹوں گا۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے ایک زبردست زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ایکدم سے چیخیں مارتا ہوا اچھل کر زمین پر گر کر یوں اِدھر سے اُدھر تڑپنے لگا' جیسے اسے پل پل ذبح کیا جا رہا ہو۔

میں نے الپا' کبریا اور فرمان کو بلا کر کہا۔ ”اس پر رحم نہ کرنا۔ اس کی کوئی بات نہ سننا۔ اس کے تینوں ساتھیوں سمیت اسے ختم کر دو۔“

عالی کو ایک بہت بڑے ہاسپٹل کے میٹرنٹی ہوم میں پہنچا دیا گیا تھا۔ میں' سونیا اور ایمان علی اس کے ساتھ تھے۔ ہمارے علاوہ دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی خیال خوانی کے ذریعے ہاسپٹل کے اندر اور باہر مختلف افراد کے اندر موجود رہتے تھے۔

دیکھا جائے تو ہمیں مطمئن ہو جانا چاہیے تھا۔ ہماری معلومات کے مطابق دو سیارے والے اور دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے عالی پر حملے کرنے آئے تھے۔ پانچواں سیارے والا پنڈورارا تھا' صرف وہی ایک راہِ راست پر آیا تھا۔ باقی دو سیارے والے مارے گئے تھے۔

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیوی اسٹون بھی مارا گیا تھا۔ دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جیمس ہارڈی کو ہم نے اس کی بیوی اور بچے کے ساتھ سلامتی دی تھی۔ اس حساب سے میری بیٹی پر حملہ کرنے والے تمام دشمن یا تو سلامتی کی طرف آگئے تھے یا پھر اپنے شاطر سراغ رسانوں اور خطرناک فائٹرز سمیت مارے گئے تھے۔

الپا نے سونیا سے کہا۔ ”مما! کیا ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ اب اس شہر میں کوئی دشمن نہیں رہا ہے؟“

سونیا نے کہا۔ ”شیطان کبھی نہیں مرتا۔ ایک کے بعد دوسرا پیدا ہوتا رہتا ہے۔ جب تک یہ دنیا قائم ہے اور جب تک انسان اس دنیا میں ہے' تب تک شیطان پیچھا نہیں چھوڑے گا۔“

ایمان نے کہا۔ ”مجھے جو آگہی ملی تھی' اس کے مطابق ہمیں مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت نے بھی فرمایا ہے کہ ہونی ہو کر رہے گی۔“

اس نے مجھے اور سونیا کو تفصیل سے بتایا تھا کہ اس نے آگہی حاصل کرنے کے دوران میں کیسے مناظر دیکھے تھے؟ عالی میٹرنٹی ہوم کے جس اسپیشل کمرے میں ابھی لیٹی ہوئی تھی۔ ایمان کو وہی کمرا دکھائی دیا تھا۔ اس کے بیڈ کے ساتھ ایک طرف پالنا رکھا ہوا تھا۔ جس پر ایک نوزائیدہ بچہ آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔

سونیا اپنے داماد کی ایک ایک بات کو غور سے سنتی رہی تھی۔ اس نے کہا تھا۔ ”وہ نوزائیدہ بچہ پالنے میں گم صم پڑا تھا۔ ایسے ہی وقت دو افراد اس کمرے میں آئے۔ انہوں نے آتے ہی عالی سے طنزیہ انداز میں کچھ کہا۔ پھر ایک نے بچے کی ایک ٹانگ پکڑ کر اسے پالنے کے اندر سے کھینچ لیا۔ دوسرے شخص نے بچے کی دوسری ٹانگ پکڑی۔ یوں دونوں نے اسے ٹانگوں کی طرف سے چیر ڈالا۔ بچے کے منہ سے ایک آواز ایک کراہ بھی نہ نکل سکی۔

سوال پیدا ہوا اس کے منہ سے آواز کیوں نہ نکلی؟ وہ گردن سے پاؤں تک ایک سفید کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ جب اسے چیر ڈالا گیا تو وہ کپڑا ایک ذرا لہو سے سرخ ہو گیا تھا۔

سونیا کے ذہن میں کئی طرح کے سوالات گردش کرنے لگے۔ مثلاً یہ کہ بچہ پالنے میں گم صم کیوں پڑا ہوا تھا؟

دوسرا سوال یہ پیدا ہوا' کیا وہ گہری نیند میں تھا؟

اگر گہری نیند میں تھا تو دشمنوں نے اسے بڑی بے دردی سے ایک ہی جھٹکے کے ساتھ پالنے سے کھینچا تھا۔ ایسے وقت اسے جاگنا چاہیے تھا۔ رونا چاہیے تھا' لیکن اذیت ناک موت کے باوجود اس کے حلق سے ایک ذرا آواز نہ نکلی۔

تب یہ سوال پیدا ہوا' کیا بچہ پہلے سے مردہ ہو چکا تھا؟

کیا وہ پیدائش کے وقت زندہ تھا اور بعد میں مر چکا تھا؟

میں نے کہا۔ ”ایمان علی کی باتوں سے ایسا ہی لگتا ہے' جیسے دشمن یہاں آئیں گے۔ ہمارے نواسے کو ہلاک کریں گے تو وہ اس سے پہلے ہی اللہ کو پیارا ہو چکا ہوگا۔“

لیڈی ڈاکٹر نے کہا تھا کہ پندرہ یا بیس گھنٹے کے اندر بچے کی ولادت ہوگی اور ہماری بیٹی ماں بنے گی۔

یہ بھی ہمارے لیے بہت بڑے صدمے کی بات تھی کہ ہماری بیٹی تکلیف کے عذاب سے گزرے گی۔ ماں بنے گی۔ بچہ مختصر سی سانسیں لے گا پھر ہمیشہ کے لیے چپ ہو جائے گا۔ عالی ایک لمحاتی ماں بنے گی۔ مگر اس ماں کی ممتا ساری زندگی تڑپتی رہے گی۔

سونیا جب سے بیٹی کو ہاسپٹل لے کر آئی تھی' تب سے سکون سے بیٹھ نہیں رہی تھی۔ اس کے پاس تھوڑی دیر کے لیے آتی جاتی تھی۔ پھر پورے ہاسپٹل کے اندر اور باہر گھومتی پھرتی اور دشمنوں کی بُو سونگھنے کی کوششیں کرتی رہتی تھی۔ میں پہلی بار سونیا جیسی سنگدل عورت کو اپنی بیٹی کے لیے پریشان ہوتے اور اندر ہی اندر تڑپتے دیکھ رہا تھا۔

گریٹ ایشورادا اور اکابرین کے درمیان رابطے جاری تھے۔ سیارے کا وہ بھگوان اس بات پر تلملا رہا تھا کہ صرف تین دنوں کے اندر اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جانباز حیدرآباد میں مارے گئے تھے اور دس ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے دینِ اسلام قبول کیا تھا۔ وہ ہماری پناہ میں آکر محفوظ ہو گئے تھے۔ وہ لوگ ان نومسلموں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے۔

اکابرین نے کمیونیکنگ مشین کے ذریعے کہا۔ ”ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے ہاتھوں مارا گیا ہے اور دوسرا اپنی بیوی اور بچے سمیت اس کی چھتر چھایا میں چلا گیا ہے۔“

ایشورارا نے کہا۔ ”اب تک یہی بات سمجھ میں آرہی ہے کہ ہم براہِ راست ان پر حملہ کرتے ہیں اور ناکام رہتے ہیں۔ اب یہ آخری بار میرا ایک ایسا جانباز وہاں پہنچا ہوا ہے' جو ان کے ہوش اڑا دے گا۔“

”پچھلے پانچ برسوں سے یہی سنتے آرہے ہیں اور دیکھتے آرہے ہیں کہ تمہارے جانباز جب بھی کوئی فیصلہ کن حملہ کرتے ہیں تو وہ فیصلہ انہیں لے ڈوبتا ہے۔“

آرمی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”ٹھیک ہے۔ اگر تمہارا کوئی زبردست جانباز وہاں موجود ہے اور وہ کامیابی حاصل کر سکتا ہے تو پھر ہم ایک بار یہ آخری فیصلہ کن حملہ دیکھیں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو اب دوسری طرح سے' دوسرے پہلوؤں سے بھی نقصان پہنچانا چاہیے۔“

گریٹ ایشورارا نے پوچھا۔ ”ہم دوسرے پہلوؤں سے کس طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ کوئی تدبیر ذہن میں ہے تو بتاؤ؟“

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”ایک بار سونیا آرمی ہیڈ کوارٹر کو بری طرح تباہ کر چکی ہے۔ دوسری بار فرہاد نے گریٹ ایشورارا بن کر ہمیں دھوکا دیا۔ ہماری ایک سائنس لیبارٹری کو تباہ و برباد کر دیا۔ پھر دوسری بار بھی وہ ہماری دوسری سائنس لیبارٹری کو تباہ کرنا چاہتے تھے۔ یعنی وہ لوگ براہِ راست ہم اکابرین پر حملے نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ آرمی ہیڈ کوارٹر میں اور سائنس لیبارٹری میں بم دھماکے کر کے ہمیں ناقابلِ برداشت نقصانات پہنچاتے رہے تھے۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”اسی طرح ہمیں بھی براہِ راست سونیا فرہاد پر اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر حملے نہیں کرنے چاہئیں۔“

”تو پھر کہاں کرنے چاہئیں؟ ان کی جو بہت بڑی سائنس لیبارٹری ہے' وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ تم لوگ سپر پاور اور بڑی طاقتیں کہلانے کے باوجود اس ادارے کے دروازے پر بھی حملہ نہیں کر سکتے۔“

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”ہم بابا صاحب کے ادارے کو نہیں چھیڑیں گے۔ بلکہ مسلمانوں کے مقدس مقامات پر حملے کریں گے۔ جب سونیا اور فرہاد کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچے گی اور ان حملوں میں ہزاروں مسلمان مارے جائیں گے تو وہ مشتعل ضرور ہوں گے۔ مگر سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے۔“

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ”انہیں یہ سوچنا پڑے گا کہ وہ ہماری سائنس لیبارٹری پر اور اہم اداروں پر حملے کریں گے تو ان کے مذہبی مقدس مقامات پر اسی طرح حملے ہوتے رہیں گے اور ہزاروں لاکھوں مسلمان مارے جاتے رہیں گے۔“

ایشورارا نے کہا۔ ”وہ تم لوگوں کی جان کے دشمن بن جائیں گے۔ تمام اکابرین کو اور ان کے بیوی بچوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچانا شروع کر دیں گے۔“

”ایسا نہیں ہوگا۔ وہ پہلے ہمارے دماغوں میں آکر معلوم کریں گے کہ ان کے مقدس مقامات پر حملے کرنے والے ہم نہیں ہیں' تم ہو۔“

ایشورارا نے پوچھا۔ ”اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے جانباز ایسے حملے کریں گے؟ ان کے خلاف جو بھی ہوگا' اس کا الزام ہم اٹھائیں گے؟“

”الزام اٹھانے کے باوجود تمہارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جانباز محفوظ رہیں گے' کیونکہ وہ سونیا فرہاد اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر براہِ راست حملے کرنے کے لیے نہ ان کا سامنا کریں گے اور نہ کسی طرح کا ان سے تعلق رکھیں گے۔ وہ سب روپوش رہیں گے۔“

وہ اسے اپنے منصوبوں کے مطابق سمجھا رہے تھے۔ ”پھر یہ کہ تمہارے جاں نثار جو دوائیں استعمال کر رہے ہیں' ان کے نتیجے میں سونیا ان کی بُو تک بھی پہنچ نہیں پائے گی۔ تمہارا ایک بھی جانباز کبھی ان کی گرفت میں نہیں آئے گا۔“

یہ قائل کرنے والی باتیں تھیں اور گریٹ ایشورارا قائل ہو رہا تھا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”عراق' افغانستان اور پاکستان جیسے ملکوں میں خودکش حملے ہو رہے ہیں۔ خاص طور پر مسجدوں اور مدرسوں میں بم دھماکے ہوتے رہتے ہیں۔ جب تمہارے جانباز مسجدوں اور ان کی درس گاہوں پر حملے کریں گے تو دنیا والوں کو یہی سمجھایا جائے گا کہ مسلمان دہشت گرد اپنے معمول کے مطابق ایسا کر رہے ہیں۔“

انہوں نے کہا۔ ”تم صرف سونیا اور فرہاد کو چیلنج کرو گے کہ یہ سب کچھ انتقامی کارروائی کے طور پر کر رہے ہو اور آئندہ بھی اسی طرح ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والے ہو۔“

ایشورارا نے قائل ہو کر کہا۔ ”یہ واقعی بہت اچھی تدبیر ہے۔ تمہارے طریقۂ کار کے آگے وہ مجبور ہو جائیں گے۔ جواباً میرے جانبازوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور خود نقصانات اٹھاتے رہیں گے۔“

اس نے گامارارا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اپنے تمام جانبازوں کو حکم دو کہ وہ اسلامی ممالک میں چند مسلمانوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنائیں۔ وہ تابعدار تمہاری مرضی کے مطابق سوسائیڈ جیکٹ پہن کر اپنی ہی مسجدوں اور مدرسوں پر حملے کریں گے۔ ایسے حملوں کے سلسلے میں انتظامات کرو پھر مجھے رپورٹ پیش کرو۔“

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ”سونیا اور فرہاد نے جس طرح تمہارے جاں نثاروں کو ہلاک کیا اور کتنوں ہی کو مسلمان بنایا' اس کے پیشِ نظر تم بھی فوری جوابی کارروائی کر رہے ہو۔ آئندہ انہیں معلوم ہوگا کہ تم ان کے مقابل کتنے زبردست بن گئے ہو؟“

وہ بولا۔ ”میں نے پچھلی بار کہا تھا کہ تمہاری دنیا میں اپنے جانبازوں کے ساتھ آرہا ہوں۔ مگر مجھے رہائش کے لیے اچھی خاصی زمین کی ضرورت ہے۔“

”تم جتنی زمین چاہو گے‘ جہاں چاہو گے۔ مل جائے گی۔“

”دو چار ہزار گز ناپ کر زمین دو گے تو گزارا نہیں ہوگا۔ میں تقریباً پانچ سو کلومیٹر کے رقبے پر ایک شہر آباد کروں گا۔ کیونکہ یہاں سیارے میں دو لاکھ جانباز ہیں۔ میں ان سب کو اپنے ساتھ لاؤں گا۔“

تمام اکابرین ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ سوالیہ نظروں سے دیکھنے اور سوچنے لگے۔ کوئی بھی ملک کسی دوسرے حکمران کو اس کی مسلح افواج کے ساتھ اپنے ملک میں آنے کی اجازت نہیں دیتا اور وہ دو لاکھ خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والے جانبازوں کے ساتھ ان کے ملک میں آنا چاہتا تھا اور اپنے لیے ایک وسیع و عریض علاقہ طلب کر رہا تھا۔

وہ کہہ چکا تھا کہ عنقریب اس کا سیارہ تباہ ہونے والا ہے۔ اسی لیے وہ اپنے دو لاکھ جانبازوں کے ساتھ ہجرت کر کے ہماری دنیا میں آنا چاہتا تھا۔ پھر یہاں سے کبھی واپس جانے والا نہیں تھا۔ بڑے پیار سے پانچ سو کلومیٹر کا وسیع و عریض علاقہ طلب کر رہا تھا۔

مطالبہ پورا نہ کیا جاتا تو کیا ہوتا؟ تعلقات کشیدہ ہوتے۔ ان سے دوستی کمزور پڑنے لگتی۔ اتحاد کی مضبوط زنجیریں ٹوٹنے لگتیں۔ اکابرین کے لیے یہ ایک مشکل صورتِ حال پیدا ہوگئی تھی۔

انہوں نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے کہا۔ ”ہم مختارِ کل نہیں ہیں۔ ہمارے ملک میں جو یوگا جاننے والی ٹیمیں ہیں‘ وہ اہم فیصلے کرتی ہیں۔ ہم ان ٹیموں کے اعلیٰ عہدیداروں سے ابھی رابطہ کریں گے۔ تم بتاؤ امریکا کر چھوڑ کر دنیا کے کس علاقے میں اپنا ایک بڑا شہر یا ایک چھوٹی سی سلطنت قائم کرنا چاہتے ہو؟“

اس نے جواب دیا۔ ”امریکا کا شمالی علاقہ ہمارے لیے سازگار رہے گا۔“

”پلیز۔ امریکا کے کسی علاقے میں آنے کی بات نہ کرو۔ باقی دنیا کے کسی بھی علاقے میں آکر رہنا چاہو گے تو ہم وہاں تمہارا شہر آباد کرنے اور تمہاری حکومت قائم کرنے کے سلسلے میں بھرپور تعاون کریں گے اور ہر طرح سے مدد کرتے رہیں گے۔“

”اگر میں یورپ کے شمالی علاقوں میں رہنا چاہوں تو ایک طرف انگلینڈ‘ فرانس‘ جرمنی جیسے بڑے طاقتور ممالک ہوں گے اور دوسری طرف روس جیسا سابقہ سپر پاور ہوگا۔ میں ان کے درمیان سینڈوچ بننا نہیں چاہوں گا۔ اس کے بعد ایشیائی ممالک ہیں اور مجھے ایشیا میں رہنا پسند نہیں ہے۔“

وہ اسے سمجھانے کی کوششیں کرنے لگے کہ اس کے لیے ایشیائی ممالک بہتر ہوں گے۔ وہ کہیں بھی آسانی سے کسی بھی علاقے میں اپنی حکومت قائم کر لے گا۔ چین کا رقبہ بہت بڑا ہے۔ وہاں اسے اپنی پہلی ریاست قائم کرنی چاہیے۔

وہ بولا۔ ”بحث نہ کرو۔ مجھے ٹالنے کی کوششیں نہ کرو۔ میں نے خوب سوچ سمجھ کر شمالی امریکا کے علاقے کو اپنے لیے منتخب کیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تمہاری یوگا جاننے والی ٹیموں کا فیصلہ کیا ہوگا؟ میں اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں۔ جلد ہی اپنے دو لاکھ جانبازوں کے ساتھ وہاں آکر رہائش اختیار کرنے والا ہوں۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ تمام اکابرین جھنجلانے لگے۔ تھوڑی دیر پہلے اس بات سے خوش ہو رہے تھے کہ گریٹ ایشورارا اپنے جانبازوں کے ذریعے مسجدوں اور مدرسوں پر حملے کرانے والا ہے‘ اب یہ سن کر سکون برباد ہو رہا تھا کہ وہ شمالی امریکا میں آکر اپنی ایک چھوٹی سی ریاست قائم کرنے والا ہے۔

ان اکابرین نے ہم مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے یا نیست و نابود کر دینے کے لیے عداوت کی انتہا کر دی تھی۔ ایشورارا سے اتحاد قائم کیا تھا اور اب اس کا نتیجہ سامنے آ رہا تھا۔ جسمانی حوالے سے اگر امریکا ایک دھڑ ہے تو شمالی حصہ اس کا سر ہے۔ وہ ان کے سروں پر مسلط ہونے آ رہا تھا۔

دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والے کچھ کم نہیں ہوتے‘ اگر وہ سب آجاتے تو امریکا ان کے لیے کچھ نہیں تھا۔ وہ یورپ‘ ایشیا‘ افریقا کے تمام ممالک کے حکمرانوں کے اندر پہنچ جاتے۔ دنیا کے تمام آرمی افسران کے اندر زلزلے پیدا کرتے پھر کوئی ان کے مقابل ٹھہر نہ پاتا۔ سب ہی ان کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے۔

امریکی اکابرین کو اپنی فکر تھی۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”دو لاکھ.... اوہ گاڈ! دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والے کیا غضب ڈھائیں گے؟ ان کے آگے ہماری سائنس‘ ٹیکنالوجی اور ایٹمی قوتیں پانی ہو جائیں گی۔“

انہوں نے فون کے ذریعے تمام یوگا جاننے والی ٹیموں سے رابطہ کیا اور انہیں پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کیا۔ شمالی امریکا سے جنوبی امریکا تک تمام یوگا جاننے والی

ٹیموں کے سربراہ بھی پریشان ہو گئے۔ انہوں نے سیارے والوں کو اپنا زبردست ہتھیار بنا کر مسلمانوں کو کچلنا چاہا تھا۔ اب وہ لوگ اسی ہتھیار سے زخمی اور اپاہج بن کر گریٹ ایشورارا کے غلام بننے والے تھے۔

اگرچہ اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہاں آتے ہی امریکا‘ انگلینڈ‘ فرانس اور جرمنی کو دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے قدموں تلے روند ڈالے گا۔ مگر عقل سمجھا رہی تھی کہ ایسا ہی ہونے والا ہے۔

چونکہ پانی سر سے اُونچا ہونے والا تھا اس لیے اب یہ بات ان کی سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ اب تک اپنے ہی پاؤں میں کلہاڑی مارتے آ رہے تھے۔ جس شاخ پر بیٹھے ہوئے تھے‘ اسی شاخ کو کاٹتے آ رہے تھے یوں مسلمانوں کو گرانے سے پہلے خود گرنے والے تھے۔ امریکی یوگا جاننے والی ٹیموں کے سربراہوں نے انگلینڈ‘ فرانس اور جرمنی کی یوگا جاننے والی ٹیموں سے رابطہ کیا۔ ان کے سربراہوں کو موجودہ خطرے سے آگاہ کیا۔

ایک نے پوچھا۔ ”وہ گریٹ ایشورارا اپنے دو لاکھ جانبازوں کے ساتھ کسی بھی شمالی علاقے میں آکر کیوں رہنا چاہتا ہے؟“

”کیونکہ سیارے سے ان کا دانہ پانی اُٹھنے والا ہے۔ ماہرینِ فلکیات نے یہ یقین کے ساتھ بیان دیا ہے کہ (solarwind) یعنی سورج سے خارج ہونے والے بار دار ذرات شدت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ وہاں سے خارج ہونے والا ایک ایک ذرہ ہماری دنیا کے پہاڑوں کے برابر ہوتا ہے۔“

وہ بڑی حیرت انگیز معلومات فراہم کر رہا تھا۔ ”یہ بڑے بڑے آگ کے گولے سورج سے نکلتے ہی تحلیل ہو کر صرف حرارت کی صورت میں مختلف سیاروں تک پہنچتے ہیں۔ مگر اب ایسی تبدیلیاں آ رہی ہیں کہ یہ تحلیل نہیں ہوں گے۔ ٹھوس مادوں کی صورت میں آکر مختلف سیاروں سے ٹکرائیں گے۔ جس کے نتیجے میں گریٹ ایشورارا کا سیارہ بالکل تباہ ہو جائے گا۔“

پھر تو واقعی ایشورارا کا دانہ پانی وہاں سے اُٹھنے والا تھا۔ اس کی اطلاع کے مطابق دنیا کے جنوبی حصوں میں بھی تباہی آئے گی۔ اسی لیے گریٹ ایشورارا ہماری دنیا میں آکر شمالی حصوں میں کہیں رہائش اختیار کرنا چاہتا تھا۔

جرمنی کے یوگا جاننے والے سربراہوں نے امریکی اکابرین سے کہا۔ ”ابھی ہمیں نہیں‘ تمہیں خطرہ ہے۔ پہلے تو وہ تمہارے سروں پر مسلط ہوگا۔ وہاں قدم جمانے کے بعد پھر ہماری شامت آئے گی۔ ہم اسے افریقا اور ایشیائی ممالک کی طرف دھکے دے رہے تھے اور وہ پلٹ کر ہم پر مسلط ہونے آ رہا ہے۔“

لندن کے یوگا جاننے والے سربراہ نے کہا۔ ”یہ سوچ سوچ کر ہمارا سر دکھ رہا ہے۔ دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والے کچھ کم نہیں ہوتے۔ ہمارا کیا بنے گا؟“

فرانس کے سربراہ نے کہا۔ ”دیکھا جائے تو ہمیں گریٹ ایشورارا اور اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج سے زیادہ خطرہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ وہ مسلمانوں سے ٹکرانے کے لیے ان کے اتنے قریب نہیں آئے گا۔ مسلمانوں سے مزید نقصانات اٹھانے اور بار بار شکست کھانے سے کتراتا رہے گا۔“

امریکی یوگا جاننے والے سربراہ نے کہا۔ ”ایسا نہ کہو۔ دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آندھی میں بابا صاحب کا ادارہ اور مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے تنکوں کی طرح اڑ جائیں گے۔“

”ہاں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے‘ مگر وہ یہاں آئے گا تو اسے کیسے روکا جا سکے گا؟ کیا اسے آنے سے پہلے ہی روکا نہیں جا سکتا؟“

”فی الحال اسے باتوں اور مذاکرات کے ذریعے کچھ عرصے تک ٹالا جا سکتا ہے۔ تب تک ہم کوئی معقول تدبیر سوچ کر اس کا راستہ روکیں گے۔“

”اسے ٹالا نہیں جا سکے گا۔ سیارے کے ماہرینِ فلکیات نے گریٹ ایشورارا کو دہشت زدہ کر دیا ہے۔ وہ سیارہ کسی بھی دن‘ کسی بھی وقت تباہ ہو سکتا ہے۔ اس سے پہلے وہ ہماری دنیا میں آنا چاہتا ہے۔ اور یہ بات بھی سمجھ میں آنے والی تھی کہ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جانبازوں نے بڑی تعداد میں وہاں سے ہجرت شروع کر دی ہو اور زمین پر آکر چپ چاپ خفیہ پناہ گاہیں بنا رہے ہوں۔“

اگرچہ وہ اندازے سے ایسی باتیں کر رہے تھے لیکن سمجھ رہے تھے کہ حقیقتاً ایسا ہو رہا ہوگا۔ گریٹ ایشورارا ان کی اجازت سے اس دنیا میں نہیں آئے گا۔ اس کے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے پہلے ہی آ چکے تھے اور اب بھی آ رہے ہوں گے۔

ان کا سراغ لگانا بہت مشکل تھا۔ وہ سب سوچ رہے تھے‘ سمجھ رہے تھے اور ان کی پریشانیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ حفاظتی تدابیر پر سختی سے عمل کرتے ہوئے اپنے اپنے ملک کے

شمالی حصوں میں جاسوسی آلات نصب کرانے لگے۔ وہاں انہوں نے بھاری تعداد میں زمینی اور فضائی افواج کو الرٹ کردیا تھا۔

ایسے وقت یہ بات بھی ان کے ذہن میں تھی کہ جو سیارے والے پہلے سے اس دنیا میں موجود ہیں۔ وہ انہیں احتیاطی تدابیر پر عمل کرتے دیکھ رہے ہوں گے اور گریٹ ایشورارا کو اطلاع دے رہے ہوں گے۔ وہ تمام اکابرین پریشان ہوگئے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح رازداری سے احتیاطی تدابیر پر عمل کیا جائے؟ ابھی بہت کم تعداد میں سیارے والے ہماری دنیا میں آئے تھے۔ ان کی موجودگی میں رازداری برتنا ناممکن سا لگ رہا تھا۔ جب وہ لاکھوں کی تعداد میں آتے' تب کیا ہوتا؟

آخر وہ سب اس نتیجے پر پہنچنے لگے کہ ان آنے والوں کو صرف روحانی قوت کے ذریعے روکا جاسکتا ہے اور انہیں روکنے کے لیے پھر ایک بار سونیا اور فرہاد کے آگے جھکنا پڑے گا۔ بلندیوں پر پرواز کرنے والے یہ بار بار بھول جاتے تھے کہ انہیں زمین پر واپس آنا پڑتا ہے۔

وہ خود کو آسمان سمجھتے تھے اور ہم تو زمین پر رہنے والے تھے۔ اپنی حیثیت سے اونچا نہیں اُڑتے تھے۔ کیونکہ مضبوط بنیادیں زمین کے اندر ہی ہوتی ہیں۔ آسمان پر ہوائی محل تو بنائے جاسکتے ہیں۔ مگر ان میں رہا نہیں جاسکتا۔

آخر گرے زمین پر اُونچی اُڑان والے....

میرے فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے اسے آن کر کے کان سے لگایا تو اکابرین میں سے ایک کی آواز سنائی دی۔

''مسٹر فرہاد! ہم ایک بہت ضروری بات کہنا چاہتے ہیں۔ پلیز۔ آپ ہمارے اندر آئیں۔''

میں نے فون بند کیا۔ پھر اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''آج رات یا کل صبح تک میری بیٹی ماں بننے والی ہے۔ تب تک میں کسی سے بات کرنا یا کسی معاملے میں پڑنا نہیں چاہتا۔ جو کہنا ہے' فوراً کہو۔''

''ہم یہ اہم اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ خطرات اب بھی آپ کی بیٹی کے سر پر منڈلا رہے ہیں۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ تمام سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن ختم ہوچکے ہیں۔ وہاں ایک بہت ہی خطرناک دشمن موجود ہے۔''

میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''تعجب ہے۔ اپنے ہی گھر کے بھیدی بن رہے ہو۔ وہ سیارے والے تمہارے اتحادی ہیں اور تم ہی ان کے خلاف بول رہے ہو؟''

''ہم بڑی ندامت سے کہہ رہے ہیں کہ ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں۔''

''ہاں۔ میں نے تمہارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دوسرے کو تم سے ہلاک کردیا۔ وہ تم لوگوں پر لعنت بھیج کر اپنے بیوی اور بچوں کے ساتھ کہیں چلا گیا ہے۔ ان حالات میں بیشک تمہاری آنکھیں کھل گئی ہوں گی۔''

''نہیں فرہاد صاحب! ہم نے آپ سے عداوت کی اس کی سزا ہمیں مل گئی۔ دراصل ہم دوسرے معاملے میں آپ کے سامنے شرمندہ ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''وہ دوسرا معاملہ کیا ہے؟''

''وہ بات یہ ہے کہ یہ گریٹ ایشورارا بھی کہتا ہے اور ہمارے ماہرینِ فلکیات بھی کہتے ہیں کہ چند سیاروں پر بڑی تباہیاں ہونے والی ہیں۔ ہماری دنیا کے بیشتر حصے بھی تباہ ہوجائیں گے اور گریٹ ایشورارا کا سیارہ تو بالکل ہی تباہ ہوجائے گا۔ اس لیے وہ اپنے دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والے جانبازوں کے ساتھ ہماری دنیا میں آرہا ہے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''آپ اندازہ کریں' غور کریں کہ دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں آئیں گے تو ہم سب کا انجام کیا ہوگا؟''

میں نے کہا۔ ''یہ تم لوگوں کو پہلے سوچنا چاہیے تھا' جب تمہارے تعاون سے وہ یہاں اپنی حکومت قائم کرتا' تب بھی وہ لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں آتے' پہلے تم نے یہ بات کیوں نہیں سوچی تھی' اب کیوں گھبرا رہے ہو؟ جو بویا ہے اسے کاٹو....''

''ہم تو اپنا بویا ہوا کاٹیں گے ہی مگر کیا تم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ان لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کا مقابلہ کرسکو گے؟ تمہارا انجام کیا ہوگا یہ بھی تو سوچو؟''

''جب تم نے ایک شیطان کو ہماری دنیا میں آنے کا راستہ دے ہی دیا ہے تو پھر ہم سوچیں گے' سمجھیں گے کہ کس طرح ان سے نمٹا جاسکے گا؟ تم ہماری نہیں اپنی فکر کرو۔''

''ہم اپنی ہی فکر کررہے ہیں لیکن ہم دو قوتیں مل کر ناقابلِ شکست بن کر....''

میں نے بات کاٹ کر پوچھا۔ ''ہم دو قوتیں مل کر ناقابلِ شکست کیسے بن سکتے ہیں؟ جبکہ ہم شبنم ہیں' تم شعلہ ہو۔ ہم پانی ہیں' تم آگ ہو۔ ہم ایک خدا ایک زبان رکھتے ہیں اور ایک بات کہتے ہیں۔ جبکہ تم دوغلے ہو۔''

اس نے کہا۔ ''یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''جو تم ہو وہی کہہ رہا ہوں۔ اُدھر اُن سے اتحاد کررہے ہو اور اِدھر ہم سے مل کر مضبوط قوت بنا چاہتے ہو۔ یاد رکھو! نہ اِدھر کے رہو گے نہ اُدھر کے... بیچ میں زنخے بن کر رہ جاؤ گے۔ ہم تم پر لعنت بھیج چکے ہیں اور اس وقت بھی لعنت بھیج کر جارہا ہوں۔''

میں اس کے دماغ سے چلا گیا۔ میری باتیں سن کر وہ تمام اکابرین جھنجلا رہے تھے۔ میرے خلاف بول رہے تھے۔ ان کے خیال کے مطابق میری اور سونیا کی مسلسل کامیابیوں نے ہمیں مغرور بنا دیا تھا۔ وہ اپنی غلطیوں کو نہیں سمجھ رہے تھے۔ ہمیں غلط کہہ رہے تھے۔

ان میں سے ایک نے کہا۔ ''ہم خواہ مخواہ سونیا اور فرہاد پر جھنجلا کر وقت ضائع کررہے ہیں۔ جو لوگ ہماری آزادی' ہمارے اقتدار اور ہماری حکومت کو ختم کرنے کے لیے سیارے سے آرہے ہیں۔ ان سے نمٹنے کی باتیں کی جائیں۔''

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''شمالی علاقوں کی سختی سے نگرانی کی جارہی ہے۔ ہماری آرمی اور انٹیلی جنس والے کسی بھی سیارے والے کو وہاں قدم رکھنے نہیں دیں گے۔''

دوسرے آرمی افسر نے کہا۔ ''دیکھا جائے تو گریٹ ایشورارا ہمیں بے بس اور مجبور سمجھ کر ہمارے درمیان ہونے والے معاہدے کی خلاف ورزی کررہا ہے۔''

ایک اور افسر نے کہا۔ ''وہ یہاں پناہ لینے کے بہانے ہمارے ایک علاقے پر قبضہ جمانا چاہتا ہے اور ہم اس کا راستہ روکنے کی کوششیں کررہے ہیں۔ اس طرح ہمارے درمیان اب وہ دوستی اور اتحاد کے معاملات میں اعتماد نہیں رہا۔''

ایک اور افسر نے کہا۔ ''ہمیں پہلی فرصت میں ان تمام سیارے والوں کو اپنے قابو میں کرنا چاہیے' جو ہماری نظروں میں آچکے ہیں۔''

''بیشک۔ جب معاہدہ توڑنا ہی ہے تو ہم کھل کر مخالفت کریں گے۔ صاف طور پر کہہ دیں گے کہ ہم انہیں امریکا اور یورپ کے کسی بھی علاقے میں رہائش اختیار کرنے نہیں دیں گے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''جو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری نظروں میں ہیں' انہیں اس طرح قابو میں کیا جائے کہ گریٹ ایشورارا کو ہم پر شبہ نہ ہو۔ وہ یہی سمجھتا رہے کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیشہ کی طرح اس سے دشمنی کررہے ہیں۔''

یہ بات اکابرین کی سمجھ میں آگئی تھی کہ گریٹ ایشورارا مسلمانوں کو زیر نہ کرسکا۔ اب وہ مختلف بہانوں سے ان پر مسلط ہوجانا چاہتا ہے۔ امریکا' انگلینڈ' فرانس اور جرمنی کے تمام یوگا جاننے والے سربراہوں نے ایک دوسرے سے رابطہ کیا اور یہ طے کیا کہ ان کے اپنے اپنے ملک میں گریٹ ایشورارا کے جو نائب ہیں' ان سب پر ایک ہی وقت میں حملہ کیا جائے۔

یہ بھی طے پایا کہ انہیں زخمی کرنے کے بعد امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے خیالات پڑھیں گے اور یہ معلوم کریں گے کہ سیارے کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں؟ اس طرح ان روپوش رہنے والوں تک پہنچا جائے گا۔ ان میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔

انہوں نے اپنی اس پلاننگ پر فوراً عمل کیا۔ امریکا میں گریٹ ایشورارا کا نائب گامارارا تھا۔ اس پر چھپ کر گولی چلائی گئی۔ جیسے ہی وہ زخمی ہوا تو ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا' واشنگٹن برازیل' شکاگو' نیویارک اور کینیڈا میں سیارے کے چار چار ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔

یعنی ان پانچ مقامات پر سیارے کے بیس افراد کہیں روپوش تھے۔ گامارارا ان کا پتا ٹھکانا نہیں جانتا تھا۔ صرف فون کال کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں ضروری ہدایات دیا کرتا تھا اور ان بیس ماتحتوں کی آواز سن کر ان کے لب و لہجے کو اچھی طرح یاد رکھتا تھا۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ایک ریکارڈر آن کرنے کے بعد اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ اس کی مرضی کے مطابق بیس ماتحتوں کی آواز اور لب و لہجے کو باری باری ادا کرنے لگا۔ ان کے کوڈ ورڈز بھی بتاتا رہا۔ فی الحال وہاں تین ہی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ انہوں نے وہ تمام کوڈ ورڈز اور لب و لہجے یاد کیے۔ پھر باری باری ایک ایک کے اندر پہنچنے لگے۔

وہ ان کوڈ ورڈز کے ذریعے جس کے بھی دماغ میں پہنچتے تھے' وہ یہی سمجھتا تھا کہ گامارارا ضروری ہدایات دینے آیا ہے۔ وہ اپنے دماغ کے دروازے کھولتے تھے۔ ایسے وقت ان کے دماغوں میں زلزلہ پیدا ہوتا تھا۔ پھر وہ کسی کام کے نہیں رہتے تھے۔

ایسے طریقے کار کے مطابق انہوں نے اپنے ملک میں روپوش رہنے والے سیارے کے بیس افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر انہوں نے گامارارا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس

نے ان کی مرضی کے مطابق کیمونیکیٹنگ مشین کے ذریعے گریٹ ایشورارا سے رابطہ کیا اور پھر تحریر کے ذریعے کہا۔ ”میں اس وقت اپنی خفیہ پناہ گاہ میں تنہا ہوں۔ فرہاد نے اچانک مجھ پر حملہ کر کے مجھے زخمی کیا ہے۔ میں خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ اپنے کسی ماتحت سے رابطہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی فرہاد مجھے ایسا کرنے دے گا۔ میں اس کی مرضی کے مطابق تم سے ابھی بات کر رہا ہوں۔“

ایشورارا نے کہا۔ ”اس کا مطلب ہے‘ فرہاد ابھی تمہارے اندر موجود ہے؟“

”ہاں۔ وہ مجھ سے پہلے انیس ماتحتوں تک پہنچ چکا ہے۔ ان سب کو ہلاک کر چکا ہے۔ اب میری باری ہے۔ یہ ہمارا آخری رابطہ ہے۔ آہ.... میں بے موت مارا جا رہا ہوں۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے دماغ میں لگاتار ایسے زلزلے پیدا کیے کہ اس کا دم نکل گیا۔ انگلینڈ‘ فرانس اور جرمنی کے یوگا جاننے والے سربراہوں نے بھی ایسے طریقہ کار پر عمل کیا تھا۔ انگلینڈ میں دس سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ فرانس میں پندرہ اور جرمنی میں پندرہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ ملا تھا۔

یعنی پورے یورپ میں سیارے کے کل چالیس ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ امریکی خیال خوانی کرنے والے ویسے ہی طریقہ کار کے مطابق ان کے کوڈ ورڈز ادا کرتے رہے۔ ان کے اندر پہنچتے رہے اور انہیں موت کے گھاٹ اتارتے رہے۔

چند گھنٹوں میں گامارارا کے علاوہ سیارے کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے گئے تھے۔ یہ اتنا بڑا نقصان تھا کہ گریٹ ایشورارا دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ اگر اس کا سیارہ قدرتی آفات کی زد میں آنے والا نہ ہوتا تو وہ ہماری دنیا میں آ کر رہنے اور حکومت کرنے کے خیال سے باز آ جاتا۔

یہ اس کی مجبوری تھی۔ سیارے سے جلدی فرار ہو کر ہماری دنیا میں آ کر پناہ لینا لازمی ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ ہر رات اسپیس شپ کے ذریعے اپنے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے جانبازوں کو ہماری دنیا میں پہنچاتا رہتا تھا۔ وہ اسپیس شپ امریکا‘ یورپ‘ افریقا اور روس کے ویران صحراؤں میں اترتی تھیں۔

وہاں میلوں دور تک کوئی انسانی آبادی نہیں ہوتی تھی اور کسی بھی آبادی تک پہنچنے کے لیے کوئی گاڑی نہیں مل سکتی تھی اور انہیں کسی گاڑی کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی تھی۔ وہ غیر معمولی تیز رفتار جوتے پہن کر کسی بھی شہر یا قصبے میں پہنچ جاتے تھے۔ کسی بھی فیملی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا لیتے تھے۔ اس طرح اس فیملی کے لوگ انہیں اپنا عزیز اور رشتے دار مان لیتے تھے۔

فی الحال ان باتوں کا علم نہ ہم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تھا اور نہ ہی اکابرین جانتے تھے۔ وہ بڑی رازداری سے اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج کو ہر رات قسطوں میں پہنچا رہا تھا۔ اس نے اکابرین کو آزمانے کے لیے شمالی امریکا میں ایک علاقے کا مطالبہ کیا تھا۔ جبکہ وہ ایک ہی جگہ اپنے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جمع کرنے کی حماقت نہیں کر سکتا تھا۔

دراصل وہ اکابرین کو دھوکا دے رہا تھا اور وہ لوگ بڑی مستعدی سے اپنے شمالی علاقوں کی حفاظت کر رہے تھے۔ وہاں حفاظتی انتظامات بھی سخت سے سخت کرتے جا رہے تھے۔ اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ ہر رات بے شمار سیارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری دنیا میں پہنچ رہے ہیں جب وہ کسی ایک علاقے میں ایک جگہ نہیں تھے۔ کبھی کہیں ظاہر ہو جاتے تو ان پر فوج کشی نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہ بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے جو آتے ہی جا رہے تھے۔ وہ پوری دنیا میں منتشر تھے۔ لیکن خیال خوانی کے ذریعے یکجا ہو جاتے تھے۔

ان کی بڑھتی ہوئی قوت سے پہلے ہم مسلمانوں کو نقصان پہنچنے والا تھا۔ کیونکہ وہ ہم ہی سے زیادہ نقصانات اٹھاتے رہے تھے۔ ان کی پہلی جوابی کارروائی ہمارے ہی خلاف ہونے والی تھی۔

پھر اکابرین نے ان کے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کا الزام بھی ہم پر دھر دیا تھا۔ گریٹ ایشورارا یہی سمجھ رہا تھا کہ گامارارا کے علاوہ اس کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والے جانباز ہم مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ اس مرحلے پر پہنچ کر اس نے ہمارے خلاف جوابی حملہ شروع کر دیا۔

حیدرآباد کی جامع مسجد میں مغرب کی نماز ہو رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک زبردست بم دھماکا ہوا۔ اس شہر میں پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ تمام مردوں‘ عورتوں‘ بچوں اور بوڑھوں کے دلوں میں دہشت طاری ہو گئی۔

چند منٹوں میں اس شہر میں تو کیا‘ اس صوبے میں‘ بلکہ پورے ملک میں کہرام مچ گیا۔ پتا چلا‘ کوئی دہشت گرد نمازی

کے بھیس میں لباس کے اندر سوسائیڈ جیکٹ پہن کر آیا تھا۔ جب دھماکا ہوا تو آس پاس کے بارہ نمازی اسی وقت ہلاک ہو گئے اور تقریباً چالیس نمازی زخمی ہو گئے۔

تحقیقات کے بعد پتا چلا کہ خودکش حملہ آور بھی مسلمان ہی تھا۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اس کی وجہ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔ عام طور پر یہی رائے قائم کی جا رہی تھی کہ مسلمان دہشت گرد ہوتے ہیں۔ اپنی ہی مسجدوں‘ مدرسوں اور مذہبی تقاریب میں بم دھماکے کرتے رہتے ہیں۔

سونیا نے مجھے مخاطب کیا۔ ”فرہاد! ادھر آؤ۔ کیمونیکیٹنگ مشین سے سگنل مل رہا ہے۔“

میں اس کے قریب آیا تو اس نے مشین کو آن کیا۔ اس کی اسکرین پر گریٹ ایشورارا کی تحریر ابھرنے لگی۔ لکھا تھا۔ ”فرہاد! تم نے ایک ہی دن میں میرے تقریباً بہتر ٹیلی پیتھی جاننے والے جاں نثاروں کو یا تو ہلاک کر دیا یا پھر مسلمان بنا لیا۔“

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ”یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟ میں نے تمہارے تقریباً گیارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مسلمان بنایا ہے۔ باقی دو کو ہلاک کیا ہے۔ تم مجھے بہتر کی گنتی کیوں سنا رہے ہو؟“

”بکواس میں نہیں‘ تم کر رہے ہو۔ میرے بیس جاں نثار امریکا میں‘ دس انگلینڈ میں‘ پندرہ فرانس میں اور پندرہ جرمنی میں تھے۔ ان سب کو تم نے آج ایک ہی دن میں ہلاک کیا ہے۔“

میں نے اور سونیا نے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر سونیا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”تمہارے پاس ذرا سی بھی عقل ہے تو سمجھنے کی کوشش کرو۔ تمہارے جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے جاں نثار ہماری طرف آتے ہیں۔ وہ حرام موت مارے جاتے ہیں۔ ہم نے کبھی ہزاروں میل دور دوسرے ممالک میں جا کر تمہارے آدمیوں کو ہلاک نہیں کیا۔“

میں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”امریکا‘ انگلینڈ‘ فرانس اور جرمنی تمہارے اتحادی ہیں اور ان ہی ملکوں میں تمہارے وہ تمام جاں نثار مارے گئے ہیں۔ تم ان کی مکاریوں کو سمجھ نہیں پا رہے ہو۔ وہ میٹھی چھری ہیں۔ دوستی اور معاہدے کی آڑ میں تمہیں الو بنا رہے ہیں اور تمہارے ایک ایک جاں نثار کو دوستی کی چھری سے ذبح کرتے جا رہے ہیں۔“

”میں ان مکاروں کو بھی اچھی طرح سمجھتا ہوں‘ لیکن ان میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ ایک ہی دن میں میرے اتنے سارے آدمیوں کو ہلاک کریں اور مجھ سے عداوت مول لیں۔ مجھے ان کے خلاف بھڑکانے کی فضول کوشش نہ کرو۔ اپنی بیٹی کی خیر مناؤ۔ تم کیا سمجھتے ہو‘ اسے ہاسپٹل سے زندہ سلامت گھر لے جا سکو گے؟“

”یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا ہونے والا ہے؟ ابھی ہم اس سلسلے میں کوئی دعویٰ نہیں کریں گے۔“

سونیا نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو سچے مسلمان ہیں اور دل میں خدا کا خوف رکھتے ہیں‘ وہ مسجدوں میں اور مدرسوں میں نہ کبھی بم دھماکے کرتے ہیں‘ نہ کبھی کریں گے۔ یہ یہودیوں اور عیسائیوں کی چالیں ہیں۔ وہ ایمان فروش زر خرید مسلمانوں کو خریدتے ہیں۔ انہیں لاکھوں روپے دیتے ہیں‘ اس طرح انہیں خودکش حملے کے لیے راضی کرتے ہیں اور وہ کم بخت راضی بھی ہو جاتے ہیں۔“

میں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بھی یہی کیا ہوگا۔ کسی مسلمان کو اپنا تابعدار بنا کر اسے سوسائیڈ جیکٹ پہنا کر اس مسجد میں بھیجا ہوگا۔ ہم تمہیں وارننگ دیتے ہیں‘ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔“

اس نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ”آئندہ بہت کچھ ہونے والا ہے۔ تمہارے مسلمان مسجدوں‘ مدرسوں مذہبی تقاریب میں اور بھرے بازاروں میں سیکڑوں‘ ہزاروں کی تعداد میں مارے جاتے رہیں گے اور تم سب تلملاتے رہ جاؤ گے۔ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔“

”اکابرین نے ہمیں بتایا ہے کہ تم دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ اپنا سیارہ چھوڑ کر ہماری دنیا میں آ رہے ہو۔ جب تم یہاں آ ہی رہے ہو تو ابھی سے یہ لکھ لو کہ تمہیں اسی دنیا کی مٹی میں ایک حقیر کیڑے کی طرح مل جانا ہے۔ مٹ جانا ہے۔“

”مجھے وارننگ دینے سے پہلے اپنی بیٹی کی فکر کرو اور دیکھو کہ آئندہ بارہ گھنٹوں کے اندر کیا ہونے والا ہے؟“

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کی وارننگ نے ہمیں یہ سمجھا دیا تھا کہ حیدرآباد شہر میں ہمارے ایک سے زیادہ دشمن ہیں۔ وہ ہاسپٹل کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ ایسے کسی موقع کی تاک میں ہوں گے‘ جب ان کا حملہ کامیاب ہو سکے۔ ہماری موجودگی کے باعث وہ بڑی احتیاط سے کام لے رہے ہوں گے۔

ایشورارا نے ہمیں دو طرفہ پریشانیوں میں الجھا دیا تھا۔ ہم ایک طرف تو بیٹی کی حفاظت کے لیے پوری طرح اپنی

ذہانت اور حاضر دماغی سے کام لے رہے تھے' دوسری طرف یہ فکر لاحق ہوگئی تھی کہ سیارے سے آنے والے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مسجدوں' مدرسوں اور مسلمانوں کے مذہبی اجتماع وغیرہ میں بم دھماکے کرنا چاہیں گے تو ہم انہیں کس طرح روک پائیں گے؟

سونیا نے کہا۔ "پچھلے پانچ برسوں میں گریٹ ایشورارا نے پہلی بار ہمیں بڑی مشکلات میں ڈالا ہے۔ ہم سے براہِ راست نہیں نمٹ رہا ہے' مگر ہمارے خلاف زبردست کارروائی کر رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ہم آئندہ بے گناہ مسلمانوں کو کس طرح اس کے حملوں سے بچا سکیں گے؟"

"ہم اپنی بیٹی کے معاملے میں بڑے ہی نازک حالات سے گزر رہے ہیں۔ یہ بات ایشورارا اچھی طرح سمجھ رہا ہے۔ اس لیے وہ دوسری طرف خودکش حملے کرکے ہمیں الجھا رہا ہے۔ تم اعلیٰ حضرت سے بات کرو۔ ان سے ہدایات حاصل کرو۔"

میں خیال خوانی کی پرواز کرکے ان سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت سونیا نے مجھے اپنے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ میں اس کے اندر پہنچا تو اعلیٰ حضرت کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "ہماری دنیا کے کتنے ہی ملکوں میں خودکش حملے ہورہے ہیں۔ ان حملوں میں زیادہ تر مسلمان مارے جارہے ہیں۔ آج بھی خودکش حملہ ہوا۔ متعدد مسلمان مارے گئے۔ آج کوئی نئی بات نہیں ہوئی۔ وہی ہوا جو ہوتا آرہا ہے۔ دشمن تمہیں الجھانا چاہتے ہیں۔ تم اس سلسلے میں نہ الجھو۔ ہر لمحہ چوکنے رہو۔"

پھر انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ "مختلف چینلو سے نشر ہونے والی خبریں سنتے رہو۔ قدرتی حالات سنگین ہوتے جارہے ہیں۔ جب عالی سفر کے قابل ہوجائے تو اسے اور ایمان علی کو لے کر ادارے میں چلی آؤ۔ آگے بہت کچھ ہونے والا ہے اور سب کچھ اللہ تعالیٰ جانتا ہے.... خدا حافظ۔"

وہاں میٹرنٹی ہوم کے اس کمرے میں ٹی وی اور ریڈیو نہیں تھا۔ اعلیٰ حضرت نے تاکید کی تھی کہ ہم خبریں سنتے رہیں۔ مگر ہم خبریں سننے کے لیے بیٹی کو چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکتے تھے۔

عالی نے کہا۔ "پاپا! آپ میری فکر نہ کریں۔ اعلیٰ حضرت نے خبریں سننے کی تاکید کی ہے تو ضرور کوئی خاص بات ہوگی۔ آپ کو اور ممّا کو خبروں کے ذریعے اہم معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔"

میں نے الپا کو بلایا۔ وہ سونیا کے اندر آکر بولی۔ "یس پاپا!"

میں نے پوچھا۔ "کیا ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے خاص خبریں نشر کی جارہی ہیں؟"

"یس پاپا! بڑی تشویش ناک خبریں ہیں۔ لوگ سن رہے ہیں اور خوفزدہ ہورہے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا۔ "ایسی کیا خبریں ہیں؟"

"ہماری دنیا پر قدرتی آفات نازل ہونے والی ہیں۔ ستاروں اور سیاروں کا مشاہدہ اور مطالعہ کرنے والے علم ہیئت کے ماہرین جو دنیا کے بہت مشہور ادارے ناسا سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے یہ پیشگوئی کی ہے۔"

الپا ہمیں جو کچھ بتا رہی تھی۔ اس کے مطابق ناسا (N.A.S.A) خلاء بازی اور خلائی تحقیق کا بہت بڑا ادارہ ہے۔ اس ادارے کے ماہرین بھی پچھلے چند ہفتوں سے دنیا کے تمام متعلقہ شعبوں سے اور حکمرانوں سے یہ کہتے آرہے تھے کہ ایک بہت بڑی قدرتی تباہی کے آثار نظر آرہے ہیں۔ ہر لمحہ سورج سے خارج ہونے والے ٹھوس ذرات میں تیزی اور شدت آتی جارہی ہے' اگر یہ عمل یونہی تیز تر ہوتا رہا تو سورج کے قریبی سیاروں کو خاصا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

ایسی ہی پیشگوئی سیارے کے ماہرین نے کی تھی۔ ان کے بیان کے مطابق سورج کے قریبی سیارے یا تو تباہ ہوسکتے تھے یا کسی حد تک برباد ہوسکتے تھے۔ گریٹ ایشورارا کا سیارہ بالکل ہی تباہ ہوجانے والا تھا۔ اسی لیے وہ اپنے دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ ہجرت کرکے ہماری دنیا میں آرہا تھا۔

ہماری زمین سورج سے چودہ کروڑ پچانوے لاکھ اٹھانوے ہزار کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ کیونکہ زمین سورج کی طرف ایک ہی رَو پر نہیں رہتی۔ وہ ایک دائرے کی صورت میں گھومتی رہتی ہے۔ اس لیے زمین کا ایک حصہ قدرتی آفات کی زد میں آنے والا تھا۔

جو آفات نازل ہونے والی تھیں۔ انہیں قیامتِ صغریٰ یا قیامتِ کبریٰ بھی کہا جاسکتا تھا۔ اگرچہ ریڈیو اور ٹی وی کے تمام چینلو سے یہ خبریں نشر کی جارہی تھیں اور ان کی تفصیلات بھی بیان کی جارہی تھیں۔ تاہم دنیا والوں کو یہ سمجھایا جارہا تھا کہ انہیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ احتیاطی تدابیر کے ذریعے بچاؤ ممکن ہے اور انہیں جلد ہی ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے بچاؤ کی تدابیر بتائی جائیں گی۔

سونیا نے کہا۔ "یقیناً قیامتِ صغریٰ آنے والی ہے۔ تب ہی اعلیٰ حضرت نے ہمیں عالی اور ایمان کے ساتھ ادارے میں آکر رہنے کی تاکید کی ہے۔"

دیکھا جائے تو ہر طرف سے آفت ہی آفت نازل ہورہی تھی۔ ایک طرف اکابرین آفت کے پرکالے تھے۔ دوسری طرف گریٹ ایشورارا لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ ہماری دنیا پر نازل ہورہا تھا۔ میں اور سونیا اپنی زندگی میں کبھی اس قدر پریشان نہیں ہوئے تھے۔ جتنا کہ اپنی بیٹی عالی کے لیے ہورہے تھے۔

ان دنیاوی آفات کے علاوہ اب قدرتی آفات نازل ہونے والی تھیں۔ ماہرینِ فلکیات کی پیشگوئی کے مطابق ہماری دنیا کے کتنے ہی حصوں میں تباہی آنے والی تھی اور جہاں تباہی نہ آتی۔ وہ تمام علاقے کسی نہ کسی طرح سماوی آفات سے متاثر ہونے والے تھے۔ پتا نہیں اس وقت ہم کہاں ہوں گے اور ہمارے ساتھ کیسے حالات پیش آئیں گے؟

اعلیٰ حضرت ضروری اقدامات کررہے تھے۔ انہوں نے ہمیں تاکید کی تھی کہ اسپتال کے معاملات سے نمٹنے کے بعد ہم عالی اور ایمان کے ساتھ ادارے میں چلے آئیں۔

فرمان اور ٹونی جے کو بھی یہی تاکید کی گئی تھی۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جلد ہی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے والے تھے۔ فی الحال وہ سب ہی خیال خوانی کے ذریعے اس ہاسپٹل میں موجود تھے۔ وہاں کے پورے اسٹاف کو اپنا آلہ کار بنا چکے تھے۔ آنے جانے والے مریضوں اور ان کے رشتے داروں کے دماغوں میں بھی جھانکتے رہتے تھے۔

لیڈی ڈاکٹر نے سونیا کو ایک پرچی لکھ کر دیتے ہوئے کہا۔ "یہ انجکشن ضروری ہے۔ آپ کی بیٹی کو ذرا آرام آئے گا۔ اسے ابھی لے آئیں۔"

تمام دوائیں اس ہاسپٹل میں دستیاب تھیں۔ ہم بظاہر دوائیں وہاں سے خریدتے تھے۔ مگر انہیں عالی کے کمرے میں لاکر چھپا دیتے تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ دشمن خیال خوانی کے ذریعے اس ہاسپٹل کے میڈیکل اسٹور میں موجود ہوں گے۔ وہ عالی تک پہنچنے والی دواؤں کو کسی بھی ہتھکنڈے سے مہلک بنا سکتے تھے۔

ایسے وقت الپا اپنے کسی آلہ کار کے ذریعے ڈاکٹری نسخے کے مطابق شہر کے کسی بھی میڈیکل اسٹور سے دوائیں منگواتی تھی۔ ان دواؤں کو عالی استعمال کرتی تھی۔ اس وقت بھی الپا نے کہا۔ "ممّا! آپ یہ انجکشن ہاسپٹل کے میڈیکل اسٹور سے خرید لائیں۔ تب تک میرا آلہ کار یہی انجکشن شہر کے کسی بھی میڈیکل اسٹور سے لے آئے گا۔"

قارئین متوجہ ہوں

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات و احادیث نبویؐ آپ کے دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر آیات اور احادیث درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

دشمن سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم کس قدر احتیاطی تدابیر پر عمل کر رہے ہیں۔ سونیا اور ایمان علی وہ انجکشن خریدنے کے لیے ہاسپٹل کے میڈیکل اسٹور میں آئے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں نے ہاسپٹل کے اندر اور باہر ایسی مضبوط سیکورٹی قائم کی تھی کہ وہاں دشمن پرندے پَر مارنے کی جرأت نہیں کر رہے تھے۔

ویسے یہ ہمارا خیال تھا۔ حقیقتاً موت آئے یا نہ آئے۔ شامت ضرور آتی ہے۔ سونیا کی شامت آگئی تھی۔ وہ ایمان کے ساتھ کاؤنٹر سے لگی کھڑی تھی۔ کاؤنٹر کے دوسری طرف ٹھیک اس کے سامنے سیلز مین دوا کی پرچی لے کر پڑھ رہا تھا۔ پھر اس نے جھک کر کاؤنٹر کے نیچے سے انجکشن کا ایک پیکٹ نکالا۔ اسے سونیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسٹاک ختم ہوگیا ہے۔ آپ لکی ہیں۔ یہی ایک آخری انجکشن رہ گیا تھا۔"

سونیا اس پیکٹ کو لینا چاہتی تھی مگر وہ ہاتھ میں آتے آتے کاؤنٹر کے نیچے گر گیا۔ وہ اور ایمان علی اسے اٹھانے کے لیے بیک وقت نیچے کی طرف جھکے۔ اسی وقت ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی۔ سیلز مین کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔

سونیا پر چلائی جانے والی گولی اس کے سینے میں آکر لگی تھی۔ وہ ایمان کو کھینچ کر فرش پر گراتے ہوئے بولی۔ "یہیں لیٹے رہو۔ دوسری گولیاں بھی ادھر آسکتی ہیں۔"

گولی جس نے بھی چلائی تھی' وہ ہاسپٹل سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اسے گھیر لیا تھا۔ ایک سیکیورٹی گارڈ نے اس کی ٹانگ پر گولی ماری تھی۔ وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا۔ فائرنگ کے باعث وہاں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ مرد' عورتیں' بوڑھے اور بچے سب ہی خوفزدہ تھے۔ اِدھر اُدھر چھپنے کے لیے بھاگ رہے تھے۔

سونیا اور ایمان علی فرش پر اوندھے پڑے دور تک

نظریں دوڑا رہے تھے۔ ایسے وقت ایمان دو افراد کو دیکھ کر چونک گیا۔ اس نے آگہی میں دیکھا تھا کہ دو افراد عالی کے کمرے میں بچے کو ہلاک کرنے آئے تھے۔ وہ ان دونوں کی صورتیں بھول نہیں سکتا تھا۔ اس نے سونیا کے بازو کو تھام کر کہا۔ ''مما! ادھر دیکھیں۔ وہ دو بندے جو سرخ شرٹ اور بلیو جینز میں ہیں۔ وہی ہمارے دشمن ہیں۔ انہیں فوراً ٹریپ کیا جائے۔''

وہ دونوں دوڑتے ہوئے ہاسپٹل کے دوسرے حصے کی طرف جا رہے تھے۔ سونیا ایکدم سے اچھل کر ان کی طرف دوڑنے لگی۔ کبریا اپنی ماں کے دماغ میں تھا۔ وہاں سے نکل کر ایک آلہ کار کے دماغ میں آیا پھر اسے بھی ان دشمنوں کی طرف دوڑانے لگا۔

فرمان نے آ کر کہا۔ ''مما! جس شخص نے آپ پر گولی چلائی تھی۔ وہ زخمی پڑا ہے۔ ہم اس کے خیالات پڑھ چکے ہیں۔ وہ اس شہر کا ایک غنڈا ہے۔ اسے آلہ کار بنا کر آپ پر حملہ کرنے کے لیے یہاں لایا گیا ہے۔ اصل دشمن یہیں کہیں چھپے ہوئے ہیں۔''

سونیا نے کہا۔ ''وہ جو بلیو جینز اور سرخ شرٹس میں ہیں۔ انہیں ہاسپٹل سے نکلنے نہ دو۔''

ہاسپٹل میں ایسی بھگدڑ مچی ہوئی تھی کہ دہشت زدہ لوگوں کے درمیان سے راستہ بنا کر گزرنا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ انہیں ڈھونڈتی ہوئی' دوڑتی ہوئی ہاسپٹل سے باہر آ گئی۔ اس وقت وہ سرخ شرٹ والے ایک گاڑی میں جا کر بیٹھ گئے تھے اور وہ گاڑی وہاں سے جا رہی تھی۔

وہ اپنی بیٹی کو ہاسپٹل میں چھوڑ کر ان کے تعاقب میں نہیں جا سکتی تھی۔ یہ دشمن کی مکارانہ چال ہو سکتی تھی۔ وہ عالی اور بچے پر حملہ کرنے کے لیے اسے دور کرنا چاہتے ہوں گے۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے پوچھا۔ ''کبریا! تم کہاں ہو؟ دشمن ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''ڈونٹ وری مما! میرے آلہ کار کی گاڑی اس کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔''

ٹونی جے نے آ کر کہا۔ ''مما! آپ عالی کے پاس جائیں۔ میرا بھی ایک آلہ کار ان کے پیچھے لگا ہوا ہے۔''

وہ بولی۔ ''دشمن یہی چاہتے ہیں کہ تم سب ان کے پیچھے جاؤ۔ وہ ایک ایک کر کے تمہیں عالی سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ تم ہاسپٹل میں آؤ۔ ان کا تعاقب کرنے کے لیے کبریا ہی کافی ہے۔''

وہ بولا۔ ''مما! ابھی ایمان علی نے بتایا ہے کہ وہ دونوں وہی ہیں جو آگہی کے منظر میں دکھائی دیے تھے۔''

''ہاں۔ تو پھر....؟''

''پھر یہ کہ ابھی وہ دونوں مارے جائیں گے تو آگہی کے مطابق ہونی نہیں ہوگی۔ ہونی سے پہلے ہی وہ دونوں قاتل جہنم میں پہنچ جائیں گے۔''

وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ ''ٹھیک ہے۔ ان کا تعاقب کرو۔ لیکن ہاسپٹل کے آلہ کاروں کے اندر بھی آتے جاتے رہو۔ یہاں سے دیر تک غیر حاضر نہ رہو۔''

وہ ہاسپٹل کے اندر آ گئی۔ وہاں پولیس والے آ گئے تھے۔ انہوں نے اس قاتل کو گرفتار کر لیا تھا جس نے سیلز مین کو ہلاک کیا تھا۔ پولیس افسر نے سونیا سے بھی سوالات کیے۔ اسٹور کیپر کہہ رہا تھا کہ وہ خاتون فائرنگ کے وقت مقتول سیلز مین کے قریب تھیں۔

سونیا نے کہا۔ ''ہاں۔ میں وہاں موجود تھی۔ گولی چلتے ہی زمین پر لیٹ گئی تھی۔''

''آپ وہاں سے اٹھ کر فوراً ہی باہر کیوں گئی تھیں؟''

''مجھے دو افراد پر شبہ تھا۔ وہ دونوں دوڑتے ہوئے باہر گئے تھے۔ میں جب تک ان کے قریب پہنچتی۔ وہ ایک گاڑی میں بیٹھ کر فرار ہو گئے۔''

''کیا وہ مقامی باشندے تھے؟''

سونیا نے ان کے چہرے نہیں دیکھے تھے۔ صرف لباس کے ذریعے ہی انہیں پہچان سکتی تھی۔ ایمان علی نے کہا۔ ''نہیں۔ وہ مقامی باشندے نہیں تھے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کس ملک سے ان کا تعلق ہوگا؟ مگر وہ غیر ملکی تھے۔''

پولیس افسر نے کہا۔ ''جو غیر ملکی یہاں آتے ہیں۔ ان کی تصویریں اور شناختی کارڈز کی کاپیاں ہمارے ہیڈ کوارٹر میں ہوتی ہیں۔ کیا تم ان کی تصویریں دیکھ کر پہچان سکتے ہو؟''

''میں انہیں ہزاروں لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں۔''

''تو پھر ابھی ہمارے ساتھ ہیڈ کوارٹر چلو۔''

''سوری۔ میری وائف میٹرنٹی ہوم میں ہے۔ میں اسے تنہا چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔ جو غیر ملکی یہاں آئے ہوئے ہیں۔ آپ ان کی تصویریں یہاں بھیج دیں۔ میں ان کی نشاندہی کر سکوں گا۔''

سونیا اور ایمان وہاں سے عالی کے کمرے میں آ گئے۔ گریٹ ایشورا نے اپنے جانبازوں کو حکم دیا تھا کہ وہ جارحانہ کارروائی جاری رکھیں۔ دشمن جانتے تھے کہ آج رات عالی کی زچگی ہونے والی ہے۔ اگر وہ دوسرے دن ہاسپٹل سے چلی جائے گی تو ہاتھ سے نکل جائے گی۔

وہ بنگلے کی چار دیواری میں اس پر حملے کر کے دیکھ چکے تھے۔ بری طرح ناکام رہے تھے۔ ہاسپٹل ایسی جگہ ہے' جہاں بے شمار لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ وہاں وہ لوگ آسانی سے حملے کر سکتے تھے۔ ان کی کوشش یہی تھی کہ آج رات کی صبح نہ ہونے پائے اور عالی کا کام تمام ہو جائے۔

ہم چاہتے تو عالی کو زچگی کے لیے کسی خفیہ پناہ گاہ میں لے جاتے' مگر ہمارے ذہن میں دو باتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ آگہی کے مطابق عالی کی زچگی میٹرنٹی ہوم میں ہوگی۔ وہی دو افراد عالی اور بچے کو ہلاک کرنے آئیں گے۔

سونیا نے پورے یقین سے کہا تھا کہ کوئی میرے نواسے کو ہلاک نہیں کر سکے گا۔ میری بیٹی کی زچگی اسی میٹرنٹی ہوم میں ہوگی۔

دوسری بات یہ تھی کہ ہم ساری زندگی خطرات سے کھیلتے آرہے تھے۔ ہمارے بچے بھی ہم سے کچھ کم نہیں تھے۔ عالی ہمارے فیصلے سے متفق تھی۔ ہم چاہتے تھے کہ اس طرح دشمن حملہ کرنے کے لیے پردے سے باہر آتے رہیں اور ہمارے ہتھے چڑھتے رہیں اور یہی ہو رہا تھا۔

ہم نے اب تک سیارے کے گیارہ افراد کو مسلمان بنایا تھا اور جو راہِ راست پر نہیں آنا چاہتے تھے' انہیں جہنم میں پہنچا دیا تھا۔ ابھی مزید دشمن بے نقاب ہونے والے تھے اور ہم اس اعتماد سے وہاں موجود تھے کہ سونیا کی حکمتِ عملی کے مطابق ہمارے نواسے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ عالی بھی محفوظ رہے گی اور اس بار گریٹ ایشورارا ہمارے ہاتھوں بہت بڑا نقصان اٹھائے گا۔

وہ صرف ہمارے خلاف ہی نہیں' اکابرین کے خلاف بھی جارحانہ کارروائیاں شروع کر چکا تھا۔ اکابرین نے امریکا اور جرمنی کے شمالی علاقوں میں جگہ جگہ فوجی کیمپ بنائے تھے۔ سیارے کے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو روکنے کے لیے اپنی فوج کو دن رات الرٹ رہنے کا حکم دیا تھا۔ دنیا کے دوسرے حصوں میں ان کے جاسوسی آلات کام کر رہے تھے۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سیارے والوں کی طرف سے کس طرح حملے کیے جائیں گے؟ اچانک ہی ان فوجی کیمپوں میں راکٹ آکر گرنے لگے۔ دھماکے ہونے لگے۔ ایسے ناگہانی حملوں کے باعث فوجی بوکھلا گئے تھے۔ اپنے کیمپوں سے نکل کر بھاگ رہے تھے۔

پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا کہ کون حملے کر رہا ہے اور کہاں سے کر رہا ہے؟ تمام فوجی کیمپوں سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور دور تک دھواں پھیل رہا تھا۔ بعد میں جلے ہوئے کیمپوں سے ایسے راکٹ ملے جو مختلف ساخت کے تھے۔ وہ ہماری دنیا کے تیار کردہ نہیں تھے۔ یہ پتا چل گیا کہ سیارے والوں نے راکٹ لانچرز کے ذریعے حملے کیے ہیں۔ وہ حملہ آور جائے واردات سے ہزاروں میل دور ہیں مگر ہماری ہی زمین پر ہیں۔

یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس بار سیارے والے اپنے ساتھ جنگی ہتھیار بھی لے کر آئے ہیں۔ پتا نہیں ان کے پاس کتنے ہتھیار ہوں گے اور وہ کتنے خطرناک ہوں گے؟

ان اکابرین نے انہیں امریکا اور یورپ کے شمالی علاقوں میں آکر رہائش اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ گریٹ ایشورارا وہاں آکر پھول سے سلطنت بنائے پھر آگے بڑھتا اور پھیلتا چلا جائے۔

اس کے ایک حملے نے ثابت کر دیا کہ وہ ان کی اجازت کا محتاج نہیں ہے۔ اپنے تمام جنگی ساز و سامان کے ساتھ اس دنیا میں پہنچ گیا ہے۔ یوں دوستی اور اتحاد قائم رکھنے کا معاہدہ خود بخود ٹوٹ گیا تھا۔ اب کھل کر دشمنی ہونے والی تھی۔

ہماری دنیا میں کیا ہو رہا تھا؟ ایک طرف ہم مسلمان اپنے دفاع اور سلامتی کے لیے کوشاں تھے۔ دوسری طرف اکابرین نے ایشورارا سے دوستی کر کے اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی ماری تھی۔ اب انہیں متحد ہو کر اپنے شمالی علاقوں کی حفاظت کرنی تھی اور وہ گریٹ ایشورارا اپنے سیارے کی تمام قوتوں کے ساتھ وہاں سے یہاں چلا آرہا تھا۔ صرف اکابرین پر ہی نہیں ہم پر بھی حملے کرنے والا تھا۔

پتا نہیں کیا ہونے والا تھا؟ ایک طرف یہ دنیا انسان کی محاذ آرائی کے باعث تباہ ہونے والی تھی۔ دوسری طرف آسمانی آفات دھمکیاں دے رہی تھیں کہ اے فساد پھیلانے والو! تمہارا آخری وقت آچکا ہے۔ اپنی اس دنیا کو تباہی سے بچا نہیں پاؤ گے۔

اکابرین نے کمیونیکیٹنگ مشین کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ "اے گریٹ ایشورارا! یہ تم کیا کر رہے ہو؟ دوستی اور اتحاد کا معاہدہ توڑ رہے ہو؟"

اس نے تحریر کے ذریعے کہا۔ "اس معاہدے کی خلاف ورزی پہلے تم نے کی ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا راستہ روکنے کے لیے تم نے شمالی علاقوں میں فوجی کیمپ بنائے ہیں۔ ہم نے بھی جوابی کارروائی کی ہے۔ تمہارے ان کیمپوں کو تنکوں کی طرح اڑا دیا ہے۔"

"مسلمان تو تمہارے دشمن تھے اور وہ اب بھی ہیں۔ تم

ہمیں بھی اپنا دشمن بنا رہے ہو۔ کیا یہاں آکر اپنے بل پر تنہا حکومت قائم کر سکو گے؟"

"بہت آسانی سے کر سکوں گا۔ میرے پہلے حملے سے اندازہ لگاؤ کہ میرے پاس کیسے کیسے جدید اور مہلک ہتھیار ہیں؟ مگر میں ابھی ان ہتھیاروں کو استعمال نہیں کروں گا۔ شاید اس کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ یہاں میرے ہزاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے آچکے ہیں۔ وہ تمام اکابرین کے دماغوں پر قبضہ جمائیں گے۔ تمہارے تمام ممالک کے آرمی افسران ہمارے معمول اور تابعدار بن جائیں گے۔ ہمیں جنگ لڑنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔"

وہ کمیونیکیٹنگ مشین کی اسکرین پر اس کی تحریر پڑھ رہے تھے اور پریشان ہو رہے تھے۔ یہ ایک نئی مصیبت آنے والی تھی۔ پتا نہیں سیارے کے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان سب کے دماغوں میں آکر ہنگامے برپا کرنے والے تھے؟

دشمن کسی ملک میں آئیں تو فوج انہیں روکتی ہے۔ مگر دماغ میں آنے والوں کو فوجی طاقت سے روکا نہیں جا سکتا تھا۔ پھر یہ کہ فوج کے اعلیٰ افسران اور سپاہی ان ہزاروں اور لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے زیرِ اثر آنے والے تھے۔ حکمرانوں کی طاقت فوج سے ہوتی ہے اور ان کی فوج ہی نافرمان بننے والی تھی۔

ایک اعلیٰ حاکم نے تحریر کے ذریعے کہا۔ "گریٹ ایشورارا! اس وقت تم طاقت کے نشے میں مست ہو۔ عقل سے کام نہیں لے رہے ہو۔ یہ دنیا تمہارے لیے نئی جگہ ہوگی۔ یہاں اتنی آسانی سے اپنے قدم نہیں جما سکو گے۔"

آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اپنے قدم جمانے کے لیے اور یہاں حکومت قائم کرنے کے لیے تمہیں کسی نہ کسی کو اپنا دوست اور اتحادی بنانا ہوگا اور یہ تم دیکھ چکے ہو کہ مسلمان کبھی تم سے اتحاد نہیں کریں گے۔ صرف ہم ہی تمہارے کام آتے رہیں گے۔"

"بیشک۔ مسلمان کبھی ہم سے اتحاد نہیں کریں گے اور تم جس طرح کام آتے ہو وہ تو ہم دیکھ ہی رہے ہیں۔ مسلمان کھلے دشمن ہیں۔ ان سے اتنا زیادہ خطرہ نہیں ہے جتنا تم لوگوں سے ہے۔ کیونکہ تم لوگ آستین کے سانپ ہو۔"

وہ اس کی باتیں سن رہے تھے۔ پریشان ہو رہے تھے۔ اسے اپنی باتوں سے قائل کرنے میں ناکام ہو رہے تھے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ "کیا واقعی تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دماغوں میں آئیں گے اور ہمیں اپنا تابعدار بنا لیں گے؟"

"ہاں۔ ابھی کچھ روز آزادی سے گزار لو۔ میں اور میرے جاں نثار ابھی بہت مصروف ہیں۔ ایک ہفتے بعد تم سب کو اپنا معمول اور تابعدار بنائیں گے۔ بس اب مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔"

اکابرین کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ سر گھوم رہا تھا۔ وہ اس کے غلام بننے والے تھے۔ ایک دو نہیں' سب کے سب حکمران طبقے سے تعلق رکھنے والے اور آرمی کے شعبے سے منسلک رہنے والے سب ہی ایشورارا کے قدموں تلے جوتیوں کی طرح رہنے والے تھے۔

ان کے اندر کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔ "کچھ کرنا چاہیے.... کچھ ضرور کرنا چاہیے۔ اگر بچاؤ کی تدبیر نہ کی گئی تو ہم سپر پاور اور بڑے ممالک کہلانے والے دو کوڑی کے ہو کر رہ جائیں گے۔ ہماری برتری اور شاہانہ حیثیت ختم ہو جائے گی۔ ہم اور ہماری آئندہ نسلیں غلام قومیں کہلائیں گی۔"

امریکا اور یورپ کے تمام اکابرین فون کے ذریعے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے روحانی قوتوں کے ذریعے محفوظ رہتے ہیں۔ ہم ایسی قوتیں کہاں سے لائیں؟

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ "ہمیں فی الحال دو ہی راستے بھائی دے رہے ہیں یا تو ہم کالا جادو کرنے والوں کی خدمات حاصل کریں۔ وہ کوئی ایسا عمل کریں گے کہ سیارے والے ہمارے دماغوں میں نہیں آسکیں گے یا پھر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم پر تنویمی عمل کر کے ہمارے دماغوں کو لاک کر دیں۔"

جواباً کہا گیا۔ "صرف تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہم حکمران اور فوجی افسران ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ وہ خیال خوانی کرنے والے ایک ہفتے کے اندر ہم میں سے کتنوں کے دماغوں کو لاک کر سکیں گے؟"

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ہم میں سے تقریباً سو دو سو اعلیٰ عہدیداروں کے دماغوں کو لاک کیا جائے گا تو ہم یوگا جاننے والی ٹیموں میں شامل ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔ ان کا راستہ روک سکیں گے۔"

آرمی والوں نے کہا۔ "فوج کے اعلیٰ افسروں کے دماغوں کو پہلے لاک کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ وہی آپ جیسے حکمرانوں کی اور اپنے ملک کی حفاظت کرتے ہیں۔"

وہاں بحث و تکرار کی ایک نئی فضا پیدا ہو گئی۔ حکمران اپنی اور آرمی والے اپنی اہمیت جتا رہے تھے۔ یہ چاہتے تھے کہ پہلے ان کے دماغوں کو لاک کیا جائے۔ پہلے انہیں تحفظ

فراہم کیا جائے۔

یوں ان کے درمیان اختلافات پیدا ہونے لگے۔ ان میں سے کوئی بھی سیارے والوں کا غلام نہیں بننا چاہتا تھا۔ سب ہی کے اندر یہ خوف سمایا ہوا تھا کہ سیارے والے آتے ہی ان پر مسلط ہو جائیں گے۔ ان کی یہ ضد تھی کہ ہر حال میں پہلے انہیں سیکیورٹی فراہم کی جائے تاکہ ان کی شاہانہ برتری قائم رہ سکے۔

یوگا جاننے والی ٹیمیں محفوظ تھیں۔ وہ آرمی افسران کی حمایت کر رہی تھیں۔ کیونکہ عسکری قوت ان کے پاس تھی۔ وہی ان یوگا جاننے والی ٹیموں کی حفاظت کر سکتے تھے۔

امریکی اکابرین میں سے آرمی والوں نے کسی حد تک اپنا یہ مسئلہ حل کر لیا۔ انہیں امید تھی کہ مقررہ وقت کے اندر ان کے تقریباً دو تین سو افسران کو تحفظ حاصل ہو جائے گا۔ وہ بڑی حد تک حفاظتی تدابیر پر عمل کر رہے تھے اور کامیاب ہو رہے تھے۔ لیکن امریکی اکابرین کی جان ابھی سولی پر لٹک رہی تھی۔ یوگا جاننے والوں نے آرمی افسران کی حمایت کر کے انہیں تحفظ فراہم کر کے اکابرین کو بدظن کر دیا تھا۔

دوسری طرف انگلینڈ، فرانس اور جرمنی کے اکابرین بھی اپنے تحفظ کے لیے بری طرح بوکھلائے ہوئے تھے۔ ان کے پاس ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا۔ کوئی ان کے دماغوں کو لاک نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا وہ تمام دنیا کے جادوگروں کی خدمات حاصل کر رہے تھے۔ ٹیلی فون کے ذریعے، ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے اعلان کر رہے تھے کہ جو بھی کالا جادو جاننے والا ہمیں سیارے والوں کے حملے سے محفوظ رکھے گا۔ ہم اسے منہ مانگی دولت دیں گے۔

وہ سب اپنی سلامتی کے لیے بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے تھے۔ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ ہمارے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں پوری طرح تحفظ فراہم کر سکتے ہیں۔ وہ مجھ سے سونیا سے اور بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کرنے کی کوششیں کر رہے تھے اور رابطہ نہ ہونے کی صورت میں مختلف میڈیاز کے ذریعے ہمیں مخاطب کر رہے تھے۔

کہہ رہے تھے۔ ”پلیز، آپ پچھلی تلخیوں کو بھول جائیں۔ ہم پر ہی نہیں پوری دنیا پر بہت برا وقت آیا ہے۔ سیارے کے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری پوری دنیا کو کھا جائیں گے۔ فار گاڈ سیک.... ہماری مدد کریں۔“

ابھی پوری دنیا کو نہیں صرف ان چار بڑے ممالک کے اکابرین کو خطرہ لاحق تھا۔ وہ بری طرح بوکھلا گئے تھے۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ گریٹ ایشورارا ان کے بعد پوری دنیا پر قبضہ جمانے والا تھا۔ اس کے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی آسانی سے پوری دنیا کو زیر کر سکتے تھے۔

ہمیں ان کی گذارش کے مطابق پچھلی تلخیوں کو بھلا دینا چاہیے تھا لیکن ہم قسم کھا چکے تھے کہ اب ان کے جھوٹ اور فریب میں نہیں آئیں گے۔ انہوں نے کبھی ہمارے برے وقت میں ساتھ نہیں دیا۔ ہم چاہتے تھے کہ جس طرح انہوں نے سیارے والوں سے اتحاد کیا تھا۔ اسی طرح اب ان کے اتحاد کا مزہ بھی چکھ لیں۔

جب وہ لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری طرف آئیں گے تو ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ ویسے ابھی اکابرین کے معاملے میں پڑنے کے لیے ہم اپنی بیٹی سے ایک ذرا غافل نہیں ہونا چاہتے تھے۔ اسی لیے ان کے بار بار مخاطب کرنے کے باوجود ہم کوئی جواب نہیں دے رہے تھے۔

زچگی اب تب میں ہونے والی تھی۔ عالی کو لیبر روم میں پہنچا دیا گیا تھا۔ سونیا اس کے ساتھ تھی اور الپا لیڈی ڈاکٹر کے اندر موجود تھی۔ یہ اطمینان کر لیا گیا تھا کہ کوئی دشمن وہاں پہنچ نہیں پائے گا۔

لیبر روم کے باہر ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس قدر مستعد تھے کہ ان کی اجازت کے بغیر ہاسپٹل اور میٹرنٹی ہوم کا اسٹاف بھی نہ اُدھر جا سکتا تھا اور نہ ہی عالی کے کمرے کا رخ کر سکتا تھا۔ ایسے وقت میرے فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے فون نکال کر نمبر پڑھے۔ کوئی اجنبی کال کر رہا تھا۔

میں نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگایا۔ پھر کہا۔ ”ہیلو... کون؟“

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”موت.... تم نے بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے ہیں مگر یہ بھول گئے کہ جس کا آخری وقت آ جاتا ہے۔ وہ پاتال میں پہنچ کر اور سمندر کی گہرائیوں میں چھپ کر بھی موت سے بچ نہیں پاتا۔“

میں نے کہا۔ ”تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ موت کے فرشتے سے ہماری ڈیلنگ ہو چکی ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ اب ادھر نہیں آئے گا۔ تمہاری طرف جائے گا۔ تم اپنی خیر مناؤ۔“

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ”آگے آگے دیکھو تو سہی کیا ہونے والا ہے؟ بس ایک ذرا انتظار.... پھر وہی ہوگا۔ جو ہم چاہتے ہیں۔“

یہ کہہ کر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ فون پر دی جانے والی دھمکی کو ایک نفسیاتی حملہ کہا جا سکتا تھا۔ اس طرح وہ ہمیں پریشانی اور گھبراہٹ میں مبتلا کرنا چاہتے تھے۔ ویسے وہ اناڑی نہیں تھے۔ یہ جانتے تھے کہ ہم سے مقابلہ ہے اور کس طرح ہمارے حفاظتی بند کو توڑنا چاہیے؟

پھر ہماری توقع کے خلاف ایک زبردست بم دھماکا سنائی دیا۔ ہاسپٹل کی پوری عمارت لرز کر رہ گئی۔ ایسے ہی وقت لیبر روم کے اندر سے میرے نواسے کے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ اس دنیا میں اپنی آمد کا اعلان کر رہا تھا۔

ہاسپٹل کے اندر اور باہر اچھی خاصی بھگدڑ مچ گئی تھی۔ عورتوں، مردوں، بچوں اور بوڑھوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ عمارت کے پچھلے حصے میں دھماکا ہوا تھا۔ اس حصے کو اچھا خاصا نقصان پہنچا تھا۔ ہم جدھر تھے اُدھر کے لوگ محفوظ تھے۔ ویسے دشمن یہ سمجھا رہے تھے کہ ہم محفوظ نہیں ہیں۔ میٹرنٹی ہوم کی طرف بھی کہیں بم نصب کیا گیا ہوگا۔ ہماری طرف بھی دھماکا ہو سکتا تھا۔

ہم واقعی الجھ کر رہ گئے۔ اب تک یہی سمجھ رہے تھے کہ ایمان علی کو جو آگہی ملی ہے۔ اسی کے مطابق واردات ہوگی، مگر دشمن کی واردات کا طریقۂ کار کچھ اور ہو گیا تھا۔ میں نے سونیا کے دماغ میں آ کر پوچھا۔ ”تم کہاں ہو؟ ہماری بیٹی خیریت سے تو ہے؟“

وہ بولی۔ ”ہماری فکر نہ کرو۔ ابھی ہم عالی کو کمرے میں پہنچانے والے ہیں۔ تم اس کمرے تک کڑی نظر رکھو۔“

میں نے کہا۔ ”یہاں آگہی کے مطابق نہیں ہو رہا ہے۔ دشمن کا طریقۂ کار بدل گیا ہے۔“

”نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے تصدیق کی تھی کہ وہی ہوگا جو ایمان علی آگہی کے ذریعے دیکھ چکا ہے۔“

”تم درست کہتی ہو۔ یہ بم دھماکے اس لیے ہیں کہ ہم گھبرا کر اپنی اپنی جان بچانے کے لیے بیٹی سے دور ہو جائیں۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے محتاط اور مستعد ہیں۔ تم بیٹی کو وہاں سے کمرے میں لے آؤ۔“

عالی ایک اسٹیریچر پر لیٹی ہوئی تھی۔ سونیا اور ایک وارڈ بوائے اسے دھکیلتے ہوئے کوریڈور سے گزرتے ہوئے کمرے میں لے آئے۔ بچہ اس کے ساتھ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسے صاف ستھرا کر کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ بیڈ کے قریب رکھے ہوئے پالنے میں لٹا دیا گیا۔

وہی آگہی کا منظر تھا۔ بچہ ایک سفید کپڑے میں گردن سے پیروں تک لپٹا ہوا پالنے میں پڑا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ سونیا نے عالی کو دیکھا۔ وہ بھی آنکھیں بند کیے پڑی ہوئی تھی۔ اس نے بیٹی کے سر کو سہلاتے ہوئے کہا۔ ”تم آرام سے لیٹی رہو۔ میں باہر موجود رہوں گی۔“

وہ اسے بچے کے ساتھ کمرے میں تنہا چھوڑ کر باہر آ گئی۔ بم دھماکے کے باعث وہاں پولیس فورس آ گئی تھی۔ اس شہر میں بارہ گھنٹے کے اندر دو بم دھماکے ہو چکے تھے۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس محکمے کے اعلیٰ افسران بھی دوڑے چلے آئے تھے اور یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی کہ ایسے دھماکے کیوں ہو رہے ہیں؟

وہاں مسلح اور باوردی پولیس والوں کے علاوہ انٹیلی جنس والے بھی سادہ لباس میں موجود تھے۔ ویسے ہی سادہ لباس میں وہ دو افراد بھی تھے، جنہیں ایمان علی آگہی کے منظر میں دیکھ چکا تھا۔ وہ بڑی آزادی سے ہاسپٹل کے ہر حصے میں پہنچ رہے تھے۔ انہیں جہاں روکا جاتا تھا، وہاں وہ اپنا آئی ڈی کارڈ دکھا کر گزر جاتے تھے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ان پر شبہ نہیں کر رہے تھے۔

سونیا اپنی بیٹی کے کمرے سے کچھ دور تھی۔ اِدھر سے اُدھر ٹہل رہی تھی۔ ایسے وقت وہ افراد اسی طرف آ رہے تھے۔ اگر وہ پہلے کی طرح سرخ شرٹ اور بلیو جینز میں ہوتے تو سونیا انہیں فوراً پہچان لیتی۔ مگر وہ قمیص اور پاجامے میں تھے۔ یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ انہیں چہروں سے نہیں پہچانتی تھی۔

وہ ان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے بولی۔ ”اسٹاپ.....“

وہ دونوں رک گئے۔ اس نے پوچھا۔ ”کون ہو تم لوگ....؟ ادھر کیا کرنے آئے ہو؟“

انہوں نے اپنے اپنے آئی ڈی کارڈز دکھاتے ہوئے کہا۔ ”وی آر آفیسرز آن اسپیشل ڈیوٹی۔“

وہ ان کے آئی کارڈز کھول کر کسی حد تک مطمئن ہو گئی۔ پھر بھی پوری طرح اطمینان حاصل کرنے کے لیے مزید سوالات کرنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت وہ ایکدم سے چونک گئی۔ ایک طرف سر گھما کر گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کسی کی بُو محسوس کرنے لگی۔

اس نے بیٹی کے کمرے کی طرف دیکھا۔ پھر سر گھما کر ادھر دیکھا، جدھر سے ایک جانی پہچانی بُو مل رہی تھی۔ اسے فوراً ہی فیصلہ کرنا تھا کہ بیٹی کی حفاظت کے لیے وہاں رہے یا اس بُو کے پیچھے جائے اور دشمن کی گردن دبوچ لے؟

اس نے چشم زدن میں فیصلہ کیا پھر دوڑنے کے انداز

میں تیزی سے چلتی ہوئی ہاسپٹل کے باہر جانے لگی۔ اپنا موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کرنے لگی۔ اس کے بعد بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے بولی۔ ''ہیلو کبریا! تم کہاں ہو؟ جہاں بھی ہو۔ فوراً میرے پاس آؤ اور میرے ساتھ رہو۔''

وہ ہاسپٹل سے باہر آ کر اپنی کار میں بیٹھ گئی۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتی ہوئی ایک سمت تیزی سے جانے لگی۔ ادھر ان دو قاتلوں کو جیسے کھلا راستہ اور کھلی چھٹی مل گئی تھی۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے عالی کے کمرے کے سامنے آئے۔ پھر ایک نے دروازے پر زور کی لات ماری وہ ایک دھڑاکے سے کھلتا چلا گیا۔

عالی آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی۔ ایکدم سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے پالنے کی طرف آئے۔ بالکل وہی آگہی کا منظر تھا۔ بچہ آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔ ان میں سے ایک نے بچے کی ٹانگ پکڑ کر اسے پالنے سے باہر کھینچ لیا۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

ایک نے کہا۔ ''ہم تمہیں ابھی گولی نہیں ماریں گے۔ پہلے تم اپنے بچے کی موت کا تماشا دیکھو گی۔ اس کے بعد مرو گی۔''

عالی نے کہا۔ ''میں خاموش تماشائی ہوں۔ ابھی کچھ نہیں بولوں گی۔ چاہتی ہوں' میرے شوہر کو جو آگہی ملی ہے' اس کے مطابق تمہیں جو کرنا ہے کر گزرو۔ تاکہ آگہی کے مطابق جو ہونی ہے' وہ ہو جائے۔''

پھر وہی منظر دکھائی دیا۔ ان دونوں نے بچے کی دونوں ٹانگوں کو پکڑ کر چیر ڈالا۔ بچے کے بدن سے لپٹا ہوا سفید کپڑا ایک ذرا سا سرخ ہو گیا۔ ایسے ہی وقت وہ دونوں ایکدم سے چونک گئے۔ اس بچے کو دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے اس کپڑے کو جلدی سے ہٹایا تو سمجھ میں آیا کہ وہ پلاسٹک سے بنا ہوا بڑا سا گڈا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسی مہارت سے میک اپ کیا گیا تھا کہ آنے والوں نے اس پر ایک نظر ڈالی تھی اور دھوکا کھا گئے تھے۔

انہیں جتنی دیر میں فریب کھانے کا علم ہوا۔ میں اتنی دیر میں ٹوائلٹ کا دروازہ کھول کر کمرے میں آ گیا۔ پھر میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر دو فائر کیے۔ ان دونوں کے ہاتھوں سے ریوالور چھوٹ کر فرش پر آ گئے۔ وہ جھک کر وہاں سے ریوالور اٹھانا چاہتے تھے۔ میں نے ان کے دماغوں میں پہنچ کر قیامت برپا کر دی۔ وہ چیخیں مار مار کر فرش پر اِدھر سے اُدھر تڑپنے لگے۔ کمرے کا دروازہ کھل گیا۔ ایمان علی دونوں بازوؤں میں اپنے بچے کو سنبھالے عالی کے پاس آیا۔ وہ بڑی ممتا بھری نظروں سے اپنے بچے کو زندہ سلامت دیکھ رہی تھی۔ اسے فوراً ہی بڑے جذب کے عالم میں سینے سے لگا کر چومنے لگی۔

میں دشمنوں کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ دونوں سیّارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ میں نے فون پر جو بھرائی ہوئی آواز سنی تھی۔ وہی آواز ان میں سے ایک کے اندر سنائی دے رہی تھی۔ وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔ ''یہ اچانک تم لوگوں کے ساتھ کیا ہو گیا؟ کیا تم لوگ عالی تک پہنچ نہیں پا رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''ہماری بیٹی تک تمہارا باپ بھی پہنچ نہیں پائے گا۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ملک المہیت سے ہمارا معاملہ طے ہو گیا ہے۔ اب وہ ہماری طرف نہیں' تمہاری طرف آتا رہے گا۔ اپنے ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موت کا تماشا دیکھو پھر اپنی باری کا انتظار کرو۔''

میں نے ان دونوں کے اندر باری باری ایسے جھٹکے پہنچائے کہ ذرا سی دیر میں ان کا دم نکل گیا۔ سونیا کی حکمتِ عملی سے یہ کامیابی نصیب ہو رہی تھی۔ ایمان علی کو حاصل ہونے والی آگہی نے اسے سمجھا دیا تھا کہ ہمارا نواسا مارا نہیں جائے گا۔ کمرے میں آنے والے دشمن ایک ایسے وجود کو چیر کر ہلاک کریں گے جس میں جان نہیں ہو گی۔

ایمان علی نے آگہی کے منظر میں یہی دیکھا تھا کہ بچے کی آنکھیں بند ہیں۔ وہ ساکت پڑا ہوا ہے۔ اس کی ٹانگ پکڑ کر اسے پالنے سے باہر کھینچا گیا۔ تب بھی وہ بیدار نہیں ہوا۔ یہ سارا منظر بتا رہا تھا کہ پالنے میں جو بھی ہو گا' وہ بے جان ہو گا۔

بس ایک ذرا توجہ اور ذہانت سے سوچنے اور سمجھنے کی بات تھی اور سونیا نے سمجھ لیا تھا۔ ہم نے ایک بے جان گڈے کو اس پالنے میں پہنچا کر آگہی کے ذریعے ملنے والی پیشگوئی پوری کر دی تھی۔

وہ ایسی ماں نہیں تھی کہ اپنی بیٹی کو کمرے میں تنہا دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر کسی کی بُو سونگھ کر دوسری طرف چلی جاتی۔ اس نے جان بوجھ کر ان دونوں کو کمرے میں جانے کا موقع دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟

اور آگے بہت کچھ ہونے والا تھا۔ اسے ایک ایسے شخص کی بُو مل گئی تھی' جسے دبوچ لینے کے بعد سیّارے والوں کے چودہ طبق روشن ہو جاتے۔

وہ آسمانی بجلی تھی۔ اپنے ٹارگٹ پر گرنا جانتی تھی۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

سپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو نوے ماہ سے جاری ہے

انوار الادب لائبریری
تغلق روڈ۔ کوٹلہ تولیخان۔ ملتان
Mob: 0314-6134488

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں جاتا جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

یہ سب ہی دیکھتے ہیں کہ کبھی کبھی طوفانی بارش میں بجلی کہیں گرتی ہے مگر یہ کوئی نہیں جانتا کہ کہاں اور کس پر گرتی ہے؟ سونیا کے متعلق بھی دشمن یہ جان نہیں پاتے تھے کہ وہ کب اچانک ہی انتقاماً لہراتی ہے اور ان میں سے کس پر ٹوٹ پڑتی ہے؟

اس وقت میں بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ یکا یک بیٹی کو چھوڑ کر کہاں گئی ہے اور کس کی شامت آگئی ہے؟

میں عالی اور اپنے نوزائیدہ نواسے کی حفاظت کے سلسلے

مہ ثری حصہ

انوار الادب لائبریری
تغلق روڈ۔ کوٹلہ تولیخان۔ ملتان
Mob: 0314-6134488

1256

56

میں اس قدر مصروف تھا کہ کسی دوسری طرف دھیان نہیں دے سکتا تھا۔

سونیا سے بھی پوچھنے کا وقت نہیں تھا کہ وہ کس شکار پر جھپٹنے جارہی ہے؟ یوں بھی اس سے پوچھنا ضروری نہیں تھا۔ ایک ذرا تشویش تو تھی کہ وہ کیا کرنے والی ہے اور کیا ہونے والا ہے؟

میں اپنی آغوش میں گرنے والی بجلی کو ساری عمر دیکھتا' سمجھتا' چومتا اور پیار کرتا آیا ہوں۔ یہ یقین تھا کہ تھوڑی دیر بعد شکار زندہ یا مردہ ہمارے سامنے ہوگا۔

سونیا کے ساتھ ہوا یہ تھا کہ اس نے اچانک ہی اس کی بُو پائی تھی۔ یعنی وہ تھوڑی دیر پہلے اس شہر میں نہیں تھا۔ اس نے سونگھتے ہوئے سمت کا تعین کیا تو پتا چلا' وہ ایئرپورٹ پر ہے اور ابھی کہیں سے اس شہر میں آیا ہے۔

اس کی بُو نے بتا دیا کہ وہ کون ہے؟

وہ میرے زبردست ناقابلِ شکست دشمنوں میں سے ایک تھا۔ کچھ عرصہ پہلے میرے ہاتھوں سے مرنے والا تھا۔ میں نے اسے اپاہج بنا کر دشمنوں کے لیے عبرت کا سامان کیا تھا۔ مگر وہ میری توقع کے خلاف بڑی چالاکی سے ایشورارا کی پناہ میں چلا گیا تھا۔

ایشورارا اسے سیّارے میں لے گیا تھا۔ اس نے وہاں جاکر اس کا غلام بن کر نئے سرے سے توانائی حاصل کی تھی۔ دوبارہ ہاتھ پاؤں سے تگڑا ہوگیا تھا... جی ہاں۔ وہ برین ماسٹر تھا۔

وہ ساری عمر ہماری دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک خیال خوانی کی دوڑ لگاتا رہا تھا۔ ہماری زمین کے جغرافیائی اور سیاسی حالات کو بہت گہرائی تک سمجھتا تھا۔ ایشورارا نے اس کی معلومات سے اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے اسے اپنا مشیرِ خاص اور دستِ راست بنالیا تھا۔

شیطان کے متعلق کہا جاتا ہے' وہ جان سے نہیں مارتا مگر ساری عمر ہلکان کرتا رہتا ہے۔ ایشورارا زمین پر آکر اگرچہ ہمیں بالکل ہی نابود کرنے کے سلسلے میں ناکام رہا تھا۔ تاہم ہمارے دن رات کا سکون اور اطمینان غارت کررہا تھا۔

ان حالات میں اس نے برین ماسٹر جیسے ارضی شیطان کو اپنا نائب بنالیا تھا۔ وہ ایشورارا کے احکامات کی تعمیل کے لیے سیّارے سے زمین پر کب آتا اور کب جاتا تھا؟ ہم کبھی جان لیتے تھے اور کبھی اس کی آمد اور کارستانی سے غافل رہتے تھے۔

اس بار اس کی شامت آگئی تھی۔ سونیا نے اس کی بُو پالی تھی۔ لہٰذا وہ فوراً ہی عالی کو میرے حوالے کرکے اسپتال سے چلی گئی۔ ایسے وقت اس نے کبریا کو اپنے پاس بلالیا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے حاضر ہوکر پوچھا۔ ''یس مما! یہ آپ کار ڈرائیو کرتی ہوئی کہاں جارہی ہیں؟''

''مجھے برین ماسٹر کا سراغ مل رہا ہے۔ وہ ایئرپورٹ کی طرف ہے۔''

''اوہ مائی گاڈ! وہ سیّارے سے اِدھر آیا ہے؟'' پھر وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ ''ایسے ہی وقت کہتے ہیں' آسمان سے گرا' کھجور میں اٹکا... وہ سیّارے سے سیدھا آپ کی جھولی میں ٹپک رہا ہے۔''

''بیٹے! یہ سوچو کہ اس نے ایسے شہر میں آنے کی جرأت کیوں کی' جہاں میں اس کی بُو پاسکتی ہوں؟ وہ اچھی طرح جانتا ہوگا کہ پکڑا گیا تو میں اس کی گردن دبوچ لوں گی۔'' وہ ڈرائیو کررہی تھی۔ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کیا وہ جان بوجھ کر مجھ سے ٹکرانے آیا ہے؟''

بیٹے نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''مما! آپ سے ٹکرانے کی جرأت کوئی نہیں کرتا۔ شیطان بھی کترا کر نکل جاتا ہے۔ برین ماسٹر شاید اس خوش فہمی میں مبتلا ہوکر آیا ہے کہ آپ کو اس کی بُو نہیں ملے گی؟''

سونیا نے ہنستے ہوئے گاڑی کو دوسری سڑک پر موڑتے ہوئے کہا۔ ''ہاں۔ ایسی ہی کوئی بات ہے۔ ایشورارا نے اپنے وفاداروں کو میری سونگھنے کی حِس سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک دوا تیار کی ہے۔ جب اس دوا کو استعمال کیا جاتا ہے تو عارضی طور بدن کی قدرتی بُو ختم ہوجاتی ہے۔''

''ہاں۔ میں نے سنا تھا' اس کے وفادار ایسی دوائیں آزما رہے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے' کیا انہیں کامیابی ہورہی ہے؟''

''یقیناً وہ اس دوا سے خاطر خواہ نتائج حاصل کررہے ہیں۔ یہ بات اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ جس طرح پرفیوم استعمال کرنے سے عارضی طور پر پسینے کی مہک ختم ہوجاتی ہے اور خوشبو مسلط ہوجاتی ہے۔ ویسے ہی وہ چند گھنٹوں کے لیے سہی اپنے جسم کی بُو مجھ سے چھپالیتے ہیں۔''

کبریا نے کہا۔ ''لیکن بدن یا لباس پر اسپرے کی جانے والی خوشبو دیرپا نہیں ہوتی۔ چار دیواری میں رہو تو گھنٹوں رہتی ہے' کھلی فضا میں جلد ہی تحلیل ہوکر اپنا اثر کھودیتی ہے۔''

''درست کہہ رہے ہو۔ انہوں نے جو دوا تیار کی ہے وہ چند گھنٹوں میں اپنا اثر کھودیتی ہے۔ ابھی برین ماسٹر کے ساتھ یہی ہورہا ہے۔ وہ کھلی فضا میں ہے۔ اس نے جو دوا استعمال کی ہے' یقیناً اس کا اثر زائل ہورہا ہے اور وہ نادانستگی اور لاعلمی میں ظاہر ہوچکا ہے۔''

''مما! آج اس کا کام تمام ہو ہی جائے۔ یہ ان دشمنوں میں سے ہے' جو ہمیں ایک طویل مدت تک پریشان کرتے رہے ہیں۔ مگر اس کم بخت نے تو اپنی ہی دنیا کے خلاف دشمنی کی انتہا کردی ہے۔ سیّارے والے کا دستِ راست اور غلام بن گیا ہے۔''

''پرانی کہاوت ہے' جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کا رخ کرتا ہے۔ شاید ہمارے اس دشمن کی موت آگئی ہے۔''

''آپ راستہ بدل رہی ہیں۔ ایئرپورٹ اِدھر نہیں ہے۔''

''مجھے معلوم ہے' جدھر بُو مل رہی ہے۔ اِدھر جارہی ہوں۔ شاید وہ کہیں رک گیا ہے۔ کیونکہ اس کی بُو ایک جگہ ٹھہری ہوئی ہے۔''

''پھر تو اچھا ہی ہے۔ آپ اسے راستے میں ہی دبوچ لیں گی۔''

''وہ بہت شاطر ہے۔ اس کے معاملے میں عجلت نہ دکھانا۔ اگر اس کے آس پاس کوئی ہو تو اس کے اندر نہ جانا۔''

''کیوں مما...؟''

''وہ ایشورارا کا نائب ہے۔ یہاں سیّارے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے دور ہی دور سے سیکیورٹی فراہم کررہے ہوں گے۔ کسی وجہ سے کوئی اس کے قریب جاسکتا ہے۔ ایسے وقت تم اسے عام آدمی سمجھ کر آلۂ کار بنانے جاؤ گے تو وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی برین ماسٹر کو خطرے سے آگاہ کردے گا۔''

''آل رائٹ۔ میں محتاط رہوں گا۔''

وہ ڈرائیو کرتی جارہی تھی۔ آگے ایک موڑ پر لوگوں کی بھیڑ دکھائی دی۔ کتنی ہی گاڑیاں اِدھر اُدھر بے ترتیبی سے رُکی ہوئی تھیں۔ یہ اندازہ ہورہا تھا کہ کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔

سونیا نے قریب پہنچ کر گاڑی روکتے ہوئے کہا۔ ''برین ماسٹر اسی جگہ ہے۔ اس کی بُو یہاں ٹھہری ہوئی ہے۔''

اس نے کار کی کھڑکی سے سر نکال کر ایک راہگیر کو مخاطب کیا۔ ''یہ بھیڑ کیوں لگی ہے؟''

اس نے کہا۔ ''یہ بڑے لوگ ہیں۔ شراب پی کر گاڑی چلاتے ہیں۔ کہیں بھی ٹکرا جاتے ہیں۔ ہمارے دیسی بھائی لے دیسی شراب پی کر ایک انگریز کی گاڑی کو ٹکر ماری ہے۔''

کبریا اس بولنے والے کے اندر پہنچ گیا۔ پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے غائب دماغ بنا کر بولا۔ ''مما! میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ ہمارا شکار کہاں ہے؟''

وہ تیزی سے چلتا ہوا بھیڑ میں گھستا ہوا دو ٹکرانے والی کاروں کے پاس آیا۔ پتا چلا' رانگ سائڈ سے آنے والی کار برین ماسٹر کی کار سے ٹکرائی تھی۔ جس کے نتیجے میں اس کا سر کار کی اسٹیئرنگ سے ٹکرایا تھا۔ پیشانی اور چہرہ لہولہان ہوگیا تھا۔ دو آدمی اسے سہارا دے کر متاثرہ کار سے باہر نکال رہے تھے۔

کبریا ان کے قریب پہنچ گیا۔ وہ برین ماسٹر کو چہرے سے نہیں پہچانتا تھا۔ ان کی باتیں سننے کے لیے اور قریب آگیا۔ لہولہان ہونے والا سپاہیوں سے کہہ رہا تھا۔ ''میں ٹھیک ہوں۔ یہ میرے ہمدرد ہیں۔ مجھے ہاسپٹل لے جارہے ہیں۔ آپ رانگ ٹریک پر گاڑی چلانے والوں کا محاسبہ کریں۔''

کبریا اس زخمی کے اندر پہنچ گیا۔ تب پتا چلا' وہ ہی برین ماسٹر ہے۔ زخمی ہونے کے باعث پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہا ہے۔

کبریا کسی روک ٹوک کے بغیر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم ہوا کہ جو ہمدرد اس کی مدد کرنے آئے تھے اور سہارا دے کر اپنی گاڑی میں لے جارہے تھے۔ وہ کوئی اور نہیں' سیّارے کی مخلوق تھے۔ وہ ماسٹر کو اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پہنچاتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے باتیں کررہے تھے۔ وہ زخمی تھا۔ پریشان ہوکر کہہ رہا تھا۔ ''میری فکر نہ کرو۔ یہاں آس پاس دشمنوں کو تلاش کرو۔ انہوں نے جان بوجھ کر گاڑی ٹکرائی ہے۔ میرے دماغ کو متاثر کیا ہے تاکہ میں ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کروں۔''

ایک مددگار نے کہا۔ ''پریشان نہ ہوں۔ ہم اپنی جان پر کھیل کر آپ کی حفاظت کریں گے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''ہمارے دوسرے ساتھی ان گاڑی چلانے والوں کے خیالات پڑھ چکے ہیں۔ وہ دشمن نہیں ہیں۔ انہوں نے شراب کے نشے میں یہ غلطی کی ہے۔ وہ پولیس کی حراست میں ہیں۔''

ماسٹر نے کہا۔ ''مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔ ٹھیک ہے' وہ شرابی ہیں۔ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ لیکن میرے دشمنوں نے ان کے دماغوں میں گھس کر مجھے زخمی کرنے کی چالاکی دکھائی ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے' جیسے وہ میرے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ چپ چاپ خیالات پڑھ رہے ہیں اور ہماری باتیں سن رہے ہیں۔''

ایک وفادار نے ڈرائیونگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر اسے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''آپ ہم سے

زیادہ تجربہ کار ہیں۔ اپنے دشمنوں کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ یقیناً وہ ایسا کرسکتے ہیں' جیسا آپ کہہ رہے ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "مگر یہ بات عقل نہیں مانتی کہ انہیں آپ کی آمد کا علم ہوجائے گا۔ جبکہ آپ بڑی رازداری سے آئے ہیں۔ یہاں سونیا بھی آپ کی بُو نہیں پاسکے گی۔"

ڈرائیو کرنے والے نے کہا۔ "ارے ہاں۔ آپ کھلی فضا میں ہیں۔ اس دوا کو ایک بار پھر استعمال کریں۔ سونیا کی طرف سے اندیشہ نہیں رہے گا۔"

وہ پچھلی سیٹ پر نیم دراز تھا۔ اپنے بیگ سے دوا نکالتے ہوئے بولا۔ "مجھے مرہم پٹی کے لیے ہاسپٹل نہ لے جاؤ۔ آگے پیچھے نادیدہ دشمنوں کو تاڑنے کی کوشش کرتے رہو۔ کیا میری خفیہ پناہ گاہ میں فرسٹ ایڈ کا سامان نہیں ہے؟"

"ضرور ہے۔ جہاں آپ کی خفیہ رہائش کا انتظام ہے' وہاں مرہم پٹی ہوجائے گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ اس نے ایک ٹیبلیٹ منہ میں رکھ کر پانی کی بوتل سے دو چار گھونٹ لیے۔ ادھر کبریا نے سونیا کو بتادیا کہ وہ برین ماسٹر کے اندر پہنچا ہوا ہے۔ ابھی اسے ایک ویگن کار میں کسی خفیہ رہائش کی طرف لے جایا جارہا ہے۔ سونیا بہت فاصلہ رکھ کر اس ویگن کار کا تعاقب کرنے لگی۔

کبریا پھر اس کے اندر آگیا۔ وہ اپنے وفاداروں سے کہہ رہا تھا۔ "ہم نے فرہاد کو اس کی بیٹی عالی اور ہونے والے بچے کے معاملے میں الجھادیا ہے۔ سونیا بھی اسی ہاسپٹل میں ہمارے وفاداروں کی بُو سونگھتی پھر رہی ہوگی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکے گی کہ میں اِدھر آگیا ہوں۔"

ایک نے کہا۔ "ہمیں یقین ہے' سونیا اور فرہاد دونوں ہی آپ کی موجودگی سے بےخبر ہیں۔"

"یہ تو معلوم کرو' وہاں ہاسپٹل میں کیا ہورہا ہے؟ کیا عالی ماں بن چکی ہے اور کیا اس بچے کو زمین پر آتے ہی آسمان پر پہنچادیا گیا ہے؟"

"ہم ابھی معلوم کرتے ہیں۔"

ان میں سے ایک خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ہاسپٹل میں دوسرے ساتھیوں کے پاس چلا گیا۔ برین ماسٹر نے دلبرداشتہ ہوکر کہا۔ "کیا مصیبت ہے؟ یہاں آتے ہی زخمی ہوگیا ہوں۔ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا۔"

ایک نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "فکر نہ کریں۔ عارضی پریشانی ہے۔ دو چار گھنٹے میں توانائی حاصل ہوجائے گی۔ پھر آپ خیال خوانی کرسکیں گے۔"

اس کے ساتھ ایسا پہلے بھی ہوچکا تھا۔ اس نے ایک آدھ بار ذہنی طور پر کمزور ہونے کے بعد دوبارہ خیال خوانی کے لیے خود بخود توانائی حاصل کی تھی۔ اسے امید تھی کہ خفیہ رہائش گاہ میں پہنچنے کے بعد یوں بےدست و پا نہیں رہے گا۔ یوگا کی صلاحیتیں بھی بحال ہوجائیں گی۔ پھر دشمن تو کیا اس کے اپنے وفادار بھی اجازت کے بغیر اس کے اندر نہیں آسکیں گے۔

☆☆☆

جب بلّی بچے دیتی ہے تو ان دنوں اس کا سب سے بڑا دشمن بلاّ ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ اس کا یار دلدار ہوتا ہے۔ لیکن فطرتاً اس میں ایسی درندگی ہوتی ہے کہ اپنے نوزائیدہ بچوں کو کھاجاتا ہے۔

بعض انسان بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اپنے بچوں کو بڑی بےرحمی سے مار ڈالتے ہیں۔ دینِ اسلام سے پہلے بیٹیاں پیدا ہوتی تھیں تو لوگ انہیں زندہ دفن کردیتے تھے۔ معصوم جانوں پر ذرا بھی ترس نہیں آتا تھا۔ تاریخ میں ایسی بےشمار مثالیں ہیں کہ اپنی اولاد کو رسوائی کے خوف سے یا وقتی مفادات حاصل کرنے کی خاطر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

برین ماسٹر بھی ایسا ہی تھا۔ اس نے بھی اپنی بیٹی اینا اور داماد بےباک مومن کو زہر دے کر مار ڈالنے کی بڑی کامیاب کوشش کی تھی۔ مگر وہ دونوں خوش قسمتی سے بچ گئے تھے۔

کوئی دشمن' کوئی غیر مارنے آتا تو کوئی بات نہ ہوتی۔ غیر تو پھر غیر ہوتے ہیں۔ اگرچہ اینا نئی زندگی پاکر بےباک مومن کے ساتھ خوش تھی۔ مگر یہ سوچ کر شرمندہ ہوتی رہتی تھی کہ اپنے باپ کی نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ جیسے غلاظت تھی۔ غلاظت کو گٹر میں پھینک دیا جاتا ہے۔ باپ نے بھی اسے پھینک دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

بےباک مومن نے کہا۔ "میں برین ماسٹر کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ وہ تو باپ کہلانے کے بھی لائق نہیں ہے۔"

اینا نے کہا۔ "پہلے تم ڈیڈی کے خلاف بولتے تھے تو میں خاموشی سے سن لیتی تھی۔ کیونکہ تم سچ بولتے تھے۔ لیکن میرا دل اندر سے دُکھتا تھا۔ کچھ بھی ہو' وہ میرے فادر ہیں۔ باپ جیسا بھی ہوتا ہے' بیٹیوں کے دل سے کبھی نہیں جاتا۔" پھر وہ درد بھرے انداز میں گہری سانس لے کر بولی۔ "مگر اب یہ سوچ کر شرمندہ ہورہی ہوں کہ وہ میرے باپ ہیں اور میں ان کی بیٹی ہوں۔"

"آئندہ باپ کا لفظ ہی زبان پر نہ لاؤ۔ ذرا ان لمحات کو یاد کرو۔ جب تم زہر کی تکلیف سے تڑپ رہی تھیں اور جان دینے والی تھیں۔ تب وہ باپ کہلانے والا خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر ہوگا اور ایک درندے کی طرح تماشائی بن کر تمہیں سسک سسک کر دم توڑتے ہوئے دیکھتا رہا ہوگا۔"

وہ بھیگی ہوئی آنکھوں سے مومن کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "اتنا سب کچھ ہوگیا۔ پھر بھی یقین نہیں آتا کہ انسان اس قدر سنگدل بھی ہوتا ہے۔ لہو کے رشتوں سے موت کا کھیل کھیلتا ہے۔"

"اگر قسمت نے ساتھ دیا تو یہ کھیل میں تمہارے باپ کے ساتھ.... نہیں، تمہارے دشمن کے ساتھ کھیلوں گا اور تمہیں اس کی عبرتناک موت کا تماشا دکھاؤں گا۔"

"میں نہیں دیکھ سکوں گی۔ تمام انسانوں کے دل' دماغ اور مزاج ایک جیسے نہیں ہوتے۔ میں کسی اپنے کو تو کیا کسی دشمن کو بھی دم توڑتے نہیں دیکھ سکتی۔ یہ سوچ کر دکھ ہوتا ہے کہ خوبصورت زندگی گزارنے والے مرتے کیوں ہیں؟"

وہ اس کے سینے سے لگتے ہوئے بولی۔ "میں ایک بار اُن سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"یعنی پھر وہی بیٹی کی کمزوری اور محبت؟"

"نہیں.... اب میں خود کو اندر سے ٹٹولتی ہوں تو ان کے لیے ایک ذرا سی محبت محسوس نہیں کرتی۔"

"پھر اس سے کیوں ملنا چاہتی ہو؟"

"آخری بار دیکھنا چاہتی ہوں کہ بیٹی کو زہر دینے کے بعد باپ کیسا دکھائی دیتا ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "دیکھنا چاہتی ہوں' وہ مجھ سے نظریں ملاسکے گا یا نہیں؟ اگر ملائے گا تو میں اس کی ڈھٹائی پر تھوک دوں گی۔"

"پھر تو میں جی جان سے کوشش کروں گا کہ تمہاری اس سے ملاقات ہوجائے۔ مشکل یہ ہے کہ اب وہ سیارے میں رہتا ہے۔ کبھی کبھی اِدھر آتا ہوگا۔ اس کی آمدورفت کا پتا نہیں چلتا۔"

وہ بولی۔ "کاش وہ آئے اور ہمیں معلوم ہوجائے۔ صرف آخری بار سامنا ہوجائے۔"

وہ دونوں اس سے آخری بار سامنا کرنے کی تدبیر سوچتے رہے اور ہر نماز کے بعد دعائیں مانگتے رہے۔ پھر انہوں نے انوشے سے ملاقات کی۔

بےباک مومن نے کہا۔ "تم پر خدا کی رحمت ہو۔ ایسی کم سنی میں اپنی عمر سے زیادہ روحانی علوم حاصل کررہی ہو اور روحانی کشف اور کمالات کے مدارج طے کررہی ہو۔ ہم ایک معاملے میں تم سے تعاون حاصل کرنے آئے ہیں۔"

اینا نے کہا۔ "اور ہم کیا بتائیں کہ کیا چاہتے ہیں؟ تم پر خدا کی رحمتیں نازل ہوتی رہیں۔ تم تو بولنے والوں کی صورت دیکھتے ہی ان کے اندر کی بات سمجھ لیتی ہو۔"

انوشے نے کہا۔ "آپ کے باپ نے آپ کو شرمندہ کیا ہے۔ آپ کا دل توڑا ہے۔ جو شخص اتنی خوبصورت دنیا کو تباہ کرنے کے لیے سیارے والوں کا غلام بن جائے' وہ کچھ بھی کرسکتا ہے اور چونکہ کچھ بھی کرسکتا ہے' اس لیے بیٹی کو بھی زہر دینے سے نہیں ہچکچایا۔"

مومن نے کہا۔ "ایسے ظالم کو اپنے برے انجام تک پہنچنا چاہیے۔"

انوشے نے کہا۔ "آپ یقیناً آوڈی مین کو جانتے ہوں گے؟ وہ غیر معمولی قوتِ سماعت کا حامل ہے۔ حدِ نظر کے فاصلے پر بولنے والوں کی باتیں صاف طور پر سن لیتا ہے۔ کبھی وہ برین ماسٹر کا جاں نثار ماتحت تھا۔ اب اس سے بدظن ہوگیا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی خدمات کو نظرانداز کرکے اسے اچھا خاصا نقصان پہنچا کر سیارے میں چلا گیا ہے۔"

اس نے ذرا توقف سے کہا۔ "وہ اپنے اس آقا سے مرنے مارنے کی حد تک نفرت کرنے لگا ہے۔ یہی چاہتا ہے کہ برین ماسٹر کو اس کے برے انجام تک پہنچنا چاہیے۔"

مومن نے کہا۔ "کسی بچے سے بھی پوچھا جائے تو وہ بھی یہی کہے گا کہ ہماری دنیا کو تباہ کرنے والا تباہ ہوجائے۔"

انوشے نے کہا۔ "آپ تو جانتے ہیں' کبریا نے آوڈی مین کو اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا ہے۔ میں نے اس کے ذہن میں یہ بات ڈالی تھی کہ وہ حیدرآباد دکن جائے۔ وہ وہاں پہنچا ہوا ہے۔ آپ سے بھی یہی کہتی ہوں' وہاں جائیں۔ پھر خدا کو جو منظور ہوگا' وہی ہوگا۔"

اینا اور بےباک مومن نے یہی کیا۔ انہیں بابا صاحب کے ادارے سے جانے کی اجازت مل گئی۔ وہ اسی رات ایک فلائٹ کے ذریعے انڈیا کے شہر حیدرآباد دکن پہنچ گئے۔ آوڈی مین ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں تھا۔ اینا اور بےباک مومن نے بھی وہیں قیام کیا۔

وہ تینوں ایک دوسرے کے کام اور نام سے اچھی طرح واقف تھے لیکن چہروں سے شناسائی حاصل نہیں تھی۔ انوشے نے خیال خوانی کے ذریعے انہیں ایک دوسرے سے متعارف کرایا۔

آوَڈی مین نے کہا۔ ’’ایک رات میں نے خواب میں دیکھا تھا‘ اس شہر میں‘ اس ہوٹل میں تم دونوں سے ملاقات کر رہا ہوں۔ تعجب ہے‘ وہی خواب والا منظر ابھی سچ ہو رہا ہے۔‘‘

وہ نہ تو جانتا تھا‘ نہ جان سکتا تھا کہ انوشے نے خیال خوانی کے ذریعے اسے ایسا خواب دکھایا تھا۔ بے باک مومن نے کہا۔ ’’یوں سمجھو‘ ہم بھی ایک خواب دیکھ کر یہاں آئے ہیں اور خواب میں اپنے دشمن کو‘ یعنی تمہارے باس برین ماسٹر کو دیکھا ہے۔‘‘

وہ نفرت سے بولا۔ ’’اسے میرا باس نہ کہو۔ وہ کبھی میرے نشانے پر آئے گا تو اسے گولی ماردوں گا۔‘‘

بے باک نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ’’اگر اس سے اتنی ہی نفرت ہے اور اس کے جانی دشمن ہو تو ہمارے دوست بن جاؤ۔ تم اسے گولی مارو یا نہ مارو‘ وہ ضرور مرے گا۔‘‘

انہوں نے پھر ایک بار مصافحہ کیا۔ اس بار ان کے اندر اپنایت اور گرمجوشی تھی۔ ان لمحات میں صرف ان کے ہاتھ ہی نہیں دل بھی مل رہے تھے۔ وہ سب ہوٹل کے لاؤنج میں بیٹھ کر چائے پینے لگے۔

آوَڈی مین سے اینا نے پوچھا۔ ’’تم اُس سے بدظن کیوں ہوگئے ہو؟‘‘

وہ بولا۔ ’’تم اس کی بیٹی ہو۔ تمہیں کیا بتاؤں کہ کتنی شرمناک بات ہے؟‘‘

بے باک مومن نے کہا۔ ’’یہ کسی شیطان کی بیٹی نہیں ہے۔ صرف میری جان ہے۔ میری شریکِ حیات ہے۔‘‘

وہ بولی۔ ’’دنیا میں بے شمار لاوارث بچے پیدا ہوتے ہیں۔ پیدائش کے حوالے سے میں یتیم ہوں۔ کبھی جو میرا باپ کہلاتا تھا‘ وہ مرچکا ہے۔‘‘

مومن نے پوچھا۔ ’’یہ بتاؤ‘ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟‘‘

آوَڈی مین نے کہا۔ ’’یہ تو تمہیں معلوم ہوگا کہ سیّارے کے لوگ عجیب سی شکل صورت کے حامل ہوتے ہیں۔ سرجری کے ذریعے انسانی چہرے بنا کر آتے ہیں۔ ان کی عورتیں بھی بدصورت ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ ہماری دنیا کی عورتوں کے دیوانے ہوجاتے ہیں۔‘‘

اینا اور بے باک مومن سب ہی جانتے تھے کہ سیّارے سے آنے والے ہماری عورتوں کے چکر میں چکراتے اور حرام موت مرتے رہتے تھے۔

آوَڈی مین نے کہا۔ ’’برین ماسٹر ہماری عورتوں کا دلاّل ہے۔‘‘

انہوں نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بولا۔ ’’ہماری دنیا کی حسین ترین عورتوں کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا کر ایشورارا کے پاس پہنچاتا ہے۔ میں نے اس سے کہا تھا۔ ’’تمہیں سب ہی ایک زبردست‘ باصلاحیت اور ناقابلِ شکست خیال خوانی کرنے والا تسلیم کرتے ہیں۔ تم نے اپنے طور پر رعب و دبدبہ قائم کیا ہے۔ مگر ایشورارا کے دستِ راست بننے کے بعد اسے خوش کرنے کے لیے دلاّل بن گئے ہو۔ کیا تمہیں احساس ہے کہ خود کو کتنی پستی میں گرا رہے ہو؟‘‘

’’چائے کا آخری گھونٹ پی کر پیالی میز پر رکھتے ہوئے کہا دلاّل کہنے پر وہ غصے سے بھڑک گیا۔ مجھے باتیں سنانے لگا‘ حتیٰ کہ گالی بھی دی۔ تب سے ہمارے درمیان خلیج پیدا ہوگئی۔‘‘

مومن نے کہا۔ ’’اس سے وفاداری پر مٹّی ڈالو۔ وہ خود ہی اپنی شخصیت کو ذلیل اور کمتر بنا رہا ہے۔ تمہارا کچھ نہیں بگڑ رہا ہے۔‘‘

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ’’بگڑ گیا ہے۔ اسی لیے میں اندر ہی اندر انتقاماً کھولتا رہتا ہوں لیکن اس کا کچھ بگاڑ نہیں پاتا۔‘‘

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ آنسو چھپا رہا ہے۔ وہ ذرا دیر تک چپ رہا۔ اپنے جذبات پر قابو پاتا رہا۔ جب اس نے چہرے پر سے ہاتھ ہٹایا تو آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ اینا اور بے باک مومن اسے خاموشی سے تک رہے تھے۔

اس نے رومال سے آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا۔ ’’جسے میں آقا کہتا تھا‘ وہ کتّا ہے کتّا.... ایشورارا نے ایک بار میری بیٹی کو دیکھ لیا تھا۔ اس کے لیے پاگل ہو رہا تھا اور پھر ماسٹر نے میری معصوم بچی کو غائب کرا دیا۔‘‘

اینا نے کہا۔ ’’لعنت ہے اس پر.....‘‘

بے باک نے پوچھا۔ ’’تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تمہاری بیٹی کو ایشورارا کے پاس پہنچایا گیا ہے؟‘‘

’’میری بیٹی نے افریقا کے کسی ملک سے مجھے فون پر مخاطب کیا تھا اور کہا تھا۔ ’’پاپا! میں اس دنیا سے دور کائنات کی سیر کرنے جارہی ہوں۔‘‘

میں نے پوچھا۔ ’’یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟ کہاں ہو تم؟‘‘

وہ بولی۔ ’’میں جنوبی افریقا کے ایک ریگستان میں ہوں۔ یہاں سے ایک اسپیس شپ مجھے ایک سیّارے میں لے جائے گی۔ اس سیّارے کا حکمران مجھ پر عاشق ہوگیا

ہے۔''

میں نے کہا۔ ''میری بیٹی! میری جان! یہ تم کیسی باتیں کررہی ہو؟ کیا تم نے نشہ کیا ہے؟ پہلے کبھی اپنے باپ سے ایسی بات نہیں کی۔ آج تمھیں کیا ہوگیا ہے؟''

ایسے وقت مجھے اپنے اندر برین ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''بیٹی کی باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ وہ میری معمولہ اور تابعدار بن کر اسپیس شپ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اپنے سسرال جارہی ہے۔''

میں نے غصے سے دھاڑتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ کیا بکواس کررہے ہو؟ کیا مجھ جیسے وفادار اور تابعدار کی عزت اور غیرت کو ایشورارا کے پاس پہنچارہے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''غصہ نہ کرو۔ ٹھنڈے دماغ سے سوچو' تم سیارے کے اس حکمران کے سسر بن رہے ہو' جو عنقریب ہماری ارضی دنیا کا مالک و مختارِ کُل ہوگا۔ تم حکمران شہنشاہ کے سسر بن کر.....''

میں نے اس کی پوری بات نہیں سنی۔ ایک طرف منہ اٹھا کر ایسے تھوکا' جیسے وہ تھوک اس کے اوپر جارہا ہو۔

اس نے غصے سے کہا۔ ''ارے تُو کیا تھوکے گا؟ تیری بیٹی کی آبرو پر' تیری غیرت پر ایشورارا دن رات تھوکتا رہے گا۔ جا... سر پیٹتا رہ... ماتم کرتا رہ... کہیں جاکر ڈوب مر...''

آوڈی مین ایسے ہانپتے ہوئے بول رہا تھا' جیسے ذلت کی دلدل میں ڈوبتا اور دھنستا جارہا ہو۔ اینا تڑپ کر اس کے پاس آگئی۔ اسے اپنی طرف کھینچ کر اس کے سر کو شانے پر رکھ کر تھپکتے ہوئے بولی۔ ''صبر کرو۔ برداشت کرو' جس شیطان نے ایسی ذلالت کی ہے۔ اس کی بیٹی تمھیں سینے سے لگا رہی ہے۔ میں بھی تمہاری بیٹی ہوں۔ میرا مومن اس سے انتقام لے گا۔ وہ ابلیس اپنا بہت ہی عبرتناک انجام دیکھے گا۔''

ایسے ہی وقت انوشے نے آوڈی مین کے اندر سوچ پیدا کی۔ وہ اس کے مطابق سوچنے لگا۔ ''مجھے اس دشمن کی طرف دھیان دینا چاہیے۔ اس کی آواز پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔ ہوسکتا ہے' وہ کہیں کسی سے بولتا ہوا سنائی دے۔ شاید وہ سیارے سے اِدھر آیا ہو؟''

اس کا سر اینا کے شانے پر رکھا ہوا تھا۔ وہ اسے دلاسہ دے رہی تھی۔ اس نے اسی لمحے میں برین ماسٹر کی آواز پر دھیان دیا تو وہ بولتا ہوا سنائی دیا۔ وہ ایکدم سے جیسے اچھل پڑا۔ چونک کر سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔

اینا نے پوچھا۔ ''کیا ہوا...؟''

وہ بولا۔ ''جسٹ آمنٹ۔ میں اس خبیث کی آواز سن رہا ہوں۔ وہ اسی شہر میں ہے۔''

وہ سب ایسے تن کر بیٹھ گئے' جیسے ابھی اس پر جھپٹنے والے ہوں۔ آوڈی مین خلا میں تکتے ہوئے سن رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''وہ ائیرپورٹ میں ہے۔ امیگریشن کاؤنٹر پر ایک افسر سے بول رہا تھا۔ اب شاید لاؤنج ہال کی طرف گیا ہے۔''

بے باک نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''فوراً اٹھو۔ ائیرپورٹ یہاں سے قریب ہے۔ ہم ابھی اسے دبوچ لیں گے۔''

وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ ''اب وہ بچ کر نہیں جائے گا۔ جہاں بھی جائے گا' میں اس کی آواز کا تعاقب کرتا ہوا اس کی قبر تک پہنچ جاؤں گا۔''

وہ تینوں تیزی سے چلتے ہوئے ہوٹل سے باہر آئے۔ پھر ایک رینٹیڈ کار میں بیٹھ کر ائیرپورٹ کی سمت جانے لگے۔ آوڈی مین نے کہا۔ ''پتا نہیں' وہ سیارے سے کب آیا ہے؟ یورپ کے کسی ملک میں چھپ کر رہا ہوگا۔ آج یہاں آیا ہے۔''

اینا نے پوچھا۔ ''کیا اس کی آواز سنائی دے رہی ہے؟''

''نہیں۔ ابھی خاموشی ہے۔ یہاں تنہا آیا ہوگا۔ اسی لیے باتیں کرنے والا کوئی اس کے ساتھ نہیں ہے۔ گاڑی کی رفتار ذرا سست رکھو۔ پتا نہیں' وہ ائیرپورٹ سے نکل کر کہاں پہنچے گا؟ جب وہاں کسی سے بولے گا تو اس جگہ کا اور سمت کا اندازہ ہوگا۔''

اینا ڈرائیو کررہی تھی۔ اس نے کار کی رفتار سست کردی۔ وہ سب خاموش تھے۔ تاکہ آوڈی مین کسی وقت بھی اس کی آواز آسانی سے سن سکے۔ پھر اس نے کہا۔ ''گاڑی روکو۔''

اینا نے فوراً ہی گاڑی روک دی۔ وہ بولا۔ ''میں برین ماسٹر کے کراہنے کی آواز سن رہا ہوں۔ وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہوگیا ہے۔ اس کے آس پاس گاڑیوں کے ہارن سنائی دے رہے ہیں۔''

پھر وہ ذرا دیر بعد بولا۔ ''ہاں! اب کچھ لوگ بول رہے ہیں۔ یہ معلوم ہورہا ہے کہ ایک گاڑی نے ماسٹر کی کار کو ٹکر ماردی ہے۔''

اس نے ہاتھ اٹھا کر ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اُدھر چلو۔ وہ زخمی ہوگیا ہے۔ اپنی کار سے نکل کر کسی دوسری گاڑی کی طرف جارہا ہے۔''

بے باک مومن نے جب یہ سنا کہ وہ زخمی ہے تو اس نے فوراً ہی اس کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ مقدر ساتھ دے رہا تھا۔ وہ دوسرے ہی لمحے میں اپنے دشمن سسر کے اندر پہنچ گیا۔

اس نے پچھلی سیٹ کی طرف گھوم کر آوڈی مین سے کہا۔ ''تم درست کہہ رہے ہو۔ وہ زخمی ہوگیا ہے۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہا ہے۔''

اینا نے پوچھا۔ ''کیا تم ان کے اندر پہنچ گئے ہو؟''

''ہاں۔ وہ ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لیٹا ہوا تکلیف سے کراہ رہا ہے۔ دو افراد اس سے باتیں کررہے ہیں۔ ان کی گفتگو سے پتا چل رہا ہے' وہ دونوں اس سیارے سے تعلق رکھنے والے اس کے ماتحت ہیں۔''

بے باک مومن کو ابھی معلوم نہیں تھا کہ اس سے پہلے کبریا اس کے اندر پہنچا ہوا ہے۔ وہ بھی مومن کی موجودگی سے بے خبر تھا اور برین ماسٹر تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دو شکاری اس کے اندر آکر بیٹھ گئے ہیں۔

وہاں ایک شخص برین ماسٹر کو بتا رہا تھا کہ ہاسپٹل میں عالی کے نوزائیدہ بچے پر جو حملہ کیا گیا تھا' وہ ناکام رہا ہے۔ حملہ کرنے والے حرام موت مارے گئے ہیں۔

یہ رپورٹ سن کر وہ مایوسی سے کہہ رہا تھا۔ ''کیا مشکل ہے۔ میں خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہوں۔ ایشورارا سے باتیں کرنے کے لیے کمیونیکیٹنگ مشین کا سہارا لینا ہوگا۔''

وہ آدھے گھنٹے بعد ایک بنگلے میں پہنچ گئے۔ وہاں اس کے ماتحت اس کی مرہم پٹی کرنے لگے۔ ایک نے اس کے پاس کمیونیکیٹنگ مشین لاکر رکھ دی۔ برین ماسٹر نے ایشورارا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میں پوری تیاری سے یہاں آیا ہوں۔ سونیا اور فرہاد کو زندہ نہیں جانے دوں گا۔ مگر افسوس اب ان سے نمٹنے میں کچھ وقت لگے گا۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''وقت ضائع کروگے تو وہ دونوں ہاتھ سے نکل جائیں گے۔''

''میرے ماتحت انہیں اس شہر سے جانے نہیں دیں گے۔ عالی پر پھر حملے کریں گے۔ انہیں یہیں الجھائے رکھیں گے۔''

''مگر تم دیر کیوں کررہے ہو؟''

''میں یہاں آتے ہی ایک حادثے سے دوچار ہوگیا ہوں۔ آئندہ چند گھنٹوں تک خیال خوانی کے قابل نہیں رہوں گا۔''

ایک ماتحت اس کی مرہم پٹی کررہا تھا۔ دوسرا اس کا سامان بیڈروم میں رکھنے جارہا تھا۔ ایسے ہی وقت بے باک مومن نے دبے قدموں وہاں پہنچ کر بے آواز ریوالور سے گولی چلائی۔ وہ اچھل کر فرش پر گرا۔ پھر ذرا تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

دوسرے کمرے میں دوسرا ماتحت مرہم پٹی کرنے کے بعد فرسٹ ایڈ کا سامان سمیٹ رہا تھا۔ ایک گولی آکر اسے لگی۔ برین ماسٹر خوف سے اچھل پڑا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا' دروازے پر آوڈی مین ریوالور لیے کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ اینا دکھائی دی۔ وہ بیٹی کو اور آوڈی مین کو سہم کر دیکھنے لگا۔

آوڈی مین نے کمیونیکیٹنگ مشین کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا اپنے آقا سے باتیں کررہا ہے؟ چلو اچھا ہے۔ اسے بھی معلوم ہونا چاہیے کہ تُو یہاں کتے کی موت مرنے آیا ہے۔ چل اسے بتا' یہاں تیری شامت آگئی ہے۔''

ادھر سونیا بھی اس بنگلے کے سامنے پہنچ گئی تھی۔ کبریا اسے بتا رہا تھا کہ آوڈی مین' اینا اور بے باک مومن وہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ برین ماسٹر کے دو ماتحت مارے گئے ہیں۔

پھر کبریا نے مومن کے اندر آکر کہا۔ ''یہاں مما آئی ہیں۔ دروازے پر جاؤ۔''

وہ خوشی سے دوڑتا ہوا بنگلے سے باہر آیا۔ سونیا کار سے اتر کر آرہی تھی۔ وہ اس کے سامنے پہنچتے ہی قدموں میں جھک گیا۔ وہ سر پر چپت مارتے ہوئے بولی۔ ''تم میرے بیٹے ہو۔ غلام نہیں ہو۔ اٹھو یہاں سے.....''

وہ اٹھ کر اس کے گلے لگ گیا۔ وہ اسے پیار کرتے ہوئے بولی۔ ''اندر کیا ہورہا ہے؟''

''برین ماسٹر کا ڈراپ سین ہونے والا ہے۔ آئیں اندر چلیں۔''

''میں اندر جارہی ہوں۔ تمھیں باہر رہنا چاہیے۔ دشمن اچانک ہی کہیں سے آسکتے ہیں۔''

وہ اسے باہر چھوڑ کر اندر آگئی۔ وہاں برین ماسٹر آوڈی مین کے نشانے پر تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا۔ ''گولی نہ چلاؤ۔ میں زندہ رہوں گا تو تمہاری بیٹی کو سیارے سے یہاں لاکر تمہارے حوالے کروں گا۔''

آوڈی مین نے غصے سے پوچھا۔ ''کیا تم نے میری بچی کو اس قابل چھوڑا ہے کہ وہ باپ سے اور باپ اس سے آنکھیں ملاسکے؟''

اینا نے کہا۔ ''میں کس منہ سے کہوں کہ تمہاری بیٹی ہوں؟ تم سے بولتے ہوئے' تمہارا سامنا کرتے ہوئے شرم آرہی ہے۔ کاش! میں تم پر تھوک سکتی۔''

اس نے منہ پھیر کر دوسری طرف تھوک دیا۔ پھر کہا۔ ''لعنت ہے تم پر... تم نے مجھے اور اپنے داماد کو بھی مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔''

سونیا کمرے میں آئی تو اسے دیکھتے ہی برین ماسٹر گھبرا گیا۔ جیسے دماغ کو جھٹکا پہنچا ہو۔ وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے چلا گیا۔ اس نے پوچھا۔ ”کیا ہوا؟ ہوش اڑ گئے؟ تم ہمارا اختتام کرنے آئے تھے۔ تقدیر کے تماشے دیکھو! اپنے اختتام کے لیے سیارے سے واپس زمین پر ٹپک پڑے ہو۔“

آکڈی مین نے کہا۔ ”میڈم! میری بیٹی جیسی بھی حالت میں ملے‘ میں اس کی واپسی چاہتا ہوں۔ اس مردود کو مجبور کیا جائے کہ یہ اس مظلوم کو باپ کے پاس پہنچائے۔“

برین ماسٹر نے جلدی سے کہا۔ ”ہاں ہاں۔ میں اسے واپس لے آؤں گا۔ مجھے جان کی امان دو۔ ایشورارا سے باتیں کرنے دو۔ دو چار دنوں میں تمہاری بیٹی....“

وہ بولتے بولتے چیخ پڑا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر فرش پر گر پڑا۔ کبریا نے اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا۔ ”تم آکڈی مین سے جھوٹ بول کر جان کی امان پا کر یہاں سے فرار ہونا چاہتے ہو۔ چلو سب کے سامنے سچ بولو۔“

وہ فرش پر سر پکڑے بیٹھا تھا۔ دماغی تکلیف برداشت کر رہا تھا۔ کبریا نے اس کی زبان سے کہا۔ ”اینا! تم مجھ سے نفرت کرتی ہو۔ اس کے باوجود اپنی آنکھوں سے اپنے باپ کا انجام نہیں دیکھ سکو گی۔ یہاں سے چلی جاؤ۔“

سونیا نے اسے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ سر جھکا کر وہاں سے چلی گئی۔ کبریا نے پھر برین ماسٹر کی زبان سے کہا۔ ”آکڈی مین! میں اپنی جان بچا کر یہاں سے جانے کے لیے جھوٹ بول رہا تھا۔ سچ یہ ہے کہ تمہاری بیٹی کبھی واپس نہیں آسکے گی۔ وہ اپنی جان پر کھیل گئی ہے... مر چکی ہے۔“

آکڈی مین نے بڑے صدمے سے‘ بڑے کرب سے چیخ کر کہا۔ ”نہیں۔“

اس نے ایک گولی ماری۔ برین ماسٹر بیٹھے بیٹھے اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ آکڈی مین نے تڑپ کر کہا۔ ”آہ... میری معصوم بچی...!“

اس نے دوسری گولی ماری۔ صدمے سے ہانپتے کانپتے ہوئے کہا۔ ”ہائے میری مظلوم بچی...!“

وہ فائر کرتا گیا۔ ریوالور کی تمام گولیاں اس کے جسم میں اتارتا گیا۔ پھر صدمے سے چکرا کر گر پڑا۔ سونیا اور بے باک مومن اس کے پاس پہنچ کر اسے سنبھالنے لگے۔

اینا نے کمرے میں آ کر باپ کی لاش دیکھی۔ پھر اس کے سامنے دو زانو ہو کر دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔

☆☆☆

میں نے اور سونیا نے اپنی ذہانت اور حکمتِ عملی سے اُن دشمنوں کے شیطانی ارادوں کو خاک میں ملا دیا تھا۔ یہ سوچ کر افسوس ہو رہا تھا کہ ہماری آئندہ نسلیں ایسی دنیا میں آنکھیں کھول رہی ہیں‘ جہاں قدم قدم پر جانی دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں۔

دیکھا جائے تو اس نومولود بچے کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ وہ تو پہلی بار آنکھیں کھول رہا تھا‘ پہلی بار اس گناہ آلود دنیا کی فضا میں سانسیں لے رہا تھا اور آنکھیں کھولتے ہی‘ سانسیں لیتے ہی جان لیوا دشمنی سے دوچار ہو رہا تھا۔

دراصل بزرگ جو بوتے ہیں‘ جو فصل اُگاتے ہیں‘ انہیں ان کی اولاد کاٹتی ہے۔ یعنی آگے جانے والے کرتے ہیں اور پیچھے آنے والے بھرتے ہیں۔ ہمارا کیا دھرا بھی ہماری اولاد کو بھرنا تھا۔ اگرچہ میری اور سونیا کی پوری زندگی اپنے دشمنوں کی تعداد کم کرنے میں ہی گزری ہے۔

میں ایک داستان گو کی حیثیت سے بیان کرتا رہا ہوں اور آپ قاری کی حیثیت سے پڑھتے آرہے ہیں‘ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ نہ ہم نے کبھی دشمنی کرنے میں پہل کی اور نہ کبھی دوستانہ رویہ اختیار کرنے سے کترائے لیکن عداوت رکھنے والے بڑے ہی خبیث اور موقع پرست ہوتے ہیں۔ مشکل وقت میں ہاتھ ملاتے ہیں‘ دوستی اور یکجہتی ظاہر کرتے ہیں اور جب برا وقت ٹل جاتا ہے تو پھر سے پرانی روش اختیار کر لیتے ہیں۔

فی الوقت حالات ایسے تھے کہ ہمیں دو طرفہ دشمنوں سے نمٹنا پڑ رہا تھا۔ زمین پر جو تھے‘ وہ تھے۔ اب آسمان سے بھی اچھی خاصی تعداد میں ٹپک رہے تھے۔

اعلیٰ حضرت نے ہدایت کی تھی کہ عالی جب بھی زچگی سے فارغ ہو تو ہاسپٹل سے ڈسچارج ہوتے ہی اسے ادارے میں پہنچا دیا جائے۔ میں نے پہلے ہی سیٹیں ریزرو کرا لی تھیں۔ میں اور سونیا اپنی بیٹی‘ داماد اور نواسے کے ساتھ پیرس جا رہے تھے۔ اینا‘ بے باک مومن اور آکڈی مین بھی ہمارے ہمسفر تھے۔

اس وقت ہم سب ایک طیارے میں تھے۔ ہمیں سیٹیں کچھ اس طرح ملی تھیں کہ عالی‘ ایمان علی‘ اینا اور بے باک مومن ایک قطار میں تھے۔ دوسری قطار میں میرے اور سونیا کے ساتھ آکڈی مین بیٹھا ہوا تھا۔

میرا نومولود نواسہ عالی کی گود میں تھا۔ پتا نہیں‘ میرا دل کیوں اس روئی کے گالے جیسے ننھے منے وجود کی طرف کھنچا جا رہا تھا؟ میں نے پلٹ کر اُدھر دیکھا۔ ایمان نے پوچھا۔

”...ہا ہیے پاپا....؟“

میں نے کہا۔ ”ہاں۔ نانا کی جان چاہیے۔ اسے مجھے ...ے دو۔ تم دونوں سفر انجوائے کرو۔“

عالی نے بچے کو ایمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”پاپا تو ایک ہی دن میں اس کے دیوانے ہو گئے ہیں۔ وہاں ایئر پورٹ میں بھی اسے لیے لیے پھرتے رہے اور اب سفر میں بھی اس سے دور نہیں رہنا چاہتے۔“

ایمان نے مسکرا کر کہا۔ ”اپنی اولاد کی اولاد پر اسی طرح پیار آتا ہے اور یہ تو ان کا پہلا نواسہ ہے۔ اپنے نانا جان کی پوری توجہ اور محبتیں سمیٹ رہا ہے۔“

وہ اسے گود میں لے کر میرے پاس آگیا۔ میں نے اسے اپنی آغوش میں لے کر اس کی ننھی سی پیشانی کو چوما۔ ایمان علی واپس اپنی سیٹ پر چلا گیا۔ میرے قریب سے گزرتی ہوئی ایئر ہوسٹس نے جھک کر بچے کو دیکھا۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ ”واٹ اے لوّلی چائلڈ..... بے بی ہے یا بابا....؟“

میں نے اس ننھے سے وجود کو پھر ایک بار چومتے ہوئے کہا۔ ”یہ میرا پہلا نواسہ ہے۔ بیٹی پہلے ہی میری جان تھی‘ یہ تو جان بھی ہے‘ جہان بھی ہے۔“

دوسری طرف ایمان علی آنکھیں بند کر کے اپنی سیٹ پر نیم دراز ہو گیا تھا۔ عالی نے اسے کہنی مارتے ہوئے کہا۔ ”پاپا نے سفر انجوائے کرنے کو کہا ہے اور تم مجھے بور کر رہے ہو۔“

”پلیز۔ پندرہ بیس منٹ کے لیے سونے دو۔ سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔“

”یہ اچانک درد کیوں ہو رہا ہے؟ ابھی تو اچھے بھلے تھے؟“

وہ پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ ”پتا نہیں۔ ایک ذرا آنکھیں بند کروں گا تو آرام آجائے گا۔“

وہ اس سے باتیں کرنا چاہتی تھی لیکن ایمان علی کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ نڈھال سا ہو رہا ہے اور ایسا کیوں ہو رہا ہے‘ شاید وہ خود نہیں جانتا تھا۔ یا عالی سے کہنا نہیں چاہتا تھا۔

عالی نے اسے آرام کرنے کے لیے ذرا تنہا چھوڑ دیا۔ وہ بھی اپنی سیٹ پر نیم دراز ہو گئی۔ چند لمحوں بعد ہی اسے آمنہ کی ممتا بھری آواز سنائی دی۔ ”کیسی ہو بیٹی...؟“

وہ فوراً ہی اسے سلام کرتے ہوئے بولی۔ ”میں ٹھیک ہوں۔ مگر آپ سے ناراض ہوں۔“

”ارے وہ کیوں؟“

”کل سے کہاں تھیں؟“

”کہاں تھیں مطلب...؟ سب سے پہلے میں نے ہی آ کر تمہیں مبارکباد دی تھی۔ کیا بھول گئیں؟“

”میں نہیں بھولی۔ آپ نے صرف مبارکباد ہی نہیں دی‘ اپنے نواسے کے اندر رہ کر مقدس آیتیں بھی پڑھتی رہی ہیں۔ مگر بس ایک بار آئیں۔ آپ کو تو بار بار آنا چاہیے تھا۔“

”تم کیا جانو‘ کل سے کتنی بار آتی جاتی رہی ہوں؟ تم تو لڑنے بیٹھ گئی ہو۔ یہ میرا پہلا نواسہ ہے۔ زیادہ بولو گی تو تم سے اور تمہاری ماں سے چھین کر لے جاؤں گی۔ کہاں ہے سونیا؟“

اس نے سونیا کے پاس آ کر کہا۔ ”اپنی بیٹی کو سمجھاؤ‘ مجھ سے جھگڑ رہی ہے۔ کہتی ہے‘ مجھے دن رات اپنے نواسے کے پاس رہنا چاہیے۔“

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”یہ تو مجھ سے بھی جھگڑتی ہے۔ اس کے بیٹے سے ذرا دور ہوتی ہوں تو کلاس لیتی ہے کہ میں اپنے نواسے کو چھوڑ کر کہاں گئی تھی؟“

آمنہ نے کہا۔ ”یہ لڑکی ماں بن کر ہماری دادی اماں بن گئی ہے۔“

عالی سونیا کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ ”میں سب سن رہی ہوں۔ میں دادی اماں نہیں بن رہی ہوں‘ آپ دونوں کو نانی اماں بننا سکھا رہی ہوں۔ میں کیا جانوں‘ نوزائیدہ بچوں کی نگہداشت کیسے ہوتی ہے؟ آپ دونوں برابر آتی جاتی رہیں گی‘ مجھے گائڈ کرتی رہیں گی‘ تب ہی تو مجھے بچے پالنے کا تجربہ ہوگا۔“

اسے الپا کی آواز سنائی دی۔ ”یہ صرف ایک بچہ نہیں‘ ہم سب کا ارمان ہے۔ اپنے نانا کی شان ہے۔ یہ ایک ہے۔ مگر اسے ہاتھوں ہاتھ لینے والے بے شمار ہیں۔ ذرا اسے بابا صاحب کے ادارے میں تو پہنچنے دو۔“

پھر انوشے کی آواز سنائی دی۔ ”یہاں اسے پیار کرنے والے اتنے ہوں گے کہ آپ پیار کرنے کے لیے ترستی رہ جائیں گی۔ آپ کی باری ہی نہیں آئے گی۔“

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ ”ارے واہ۔ یہاں تو میرا پورا میکا آیا ہوا ہے۔“

کبریا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ”میرے بغیر تمہارا میکا مکمل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا میں بھی آگیا مگر یہ عجیب میکا ہے‘ ہم میں سے کوئی اسے پاس آ کر نہیں دیکھ سکتا۔ نہ ہی اسے چھو سکتا ہے۔“

انوشے نے کہا۔ ”مگر ہم سب ماما کے اندر رہ کر اسے دل کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ بصارت سے نہیں‘

بصیرت سے دیکھ رہے ہیں۔“

الپا نے کہا۔ ”اس کی آن‘ بان اور شان یہ ہے کہ یہ ہمارے پاپا ٹیلی پیتھی کے شہنشاہ فرہاد علی تیمور کا نواسہ ہے۔ اسی لیے ہم سب خیال خوانی کے ذریعے اسے محبتیں دینے آئے ہیں۔ اس سے ہزاروں میل دور رہ کر بھی دور نہیں ہیں۔“

کبریا نے کہا۔ ”آپ پاپا کو ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ کہہ رہی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ کسی کے بھی دماغ میں جگہ بنا لیتے ہیں۔ اپنی حکمتِ عملی سے فولادی دماغ کو بھی پگھلا دیتے ہیں۔ لیکن آج میں پاپا کو چیلنج کرتا ہوں‘ یہ ایسے ہی زبردست خیال خوانی کرنے والے ہیں تو ابھی اپنے نواسے کے دماغ میں پہنچ کر دکھائیں۔“

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ میں اپنے نواسے سے بہل رہا تھا۔ سونیا نے کہا۔ ”تمہارا بیٹا چیلنج کر رہا ہے‘ کہتا ہے اپنے نواسے کے دماغ میں جا کر دکھاؤ۔“

میں نے مسکرا کر کہا۔ ”یہ احمقانہ چیلنج ہے۔ نوزائیدہ بچے کا دماغ کورا کاغذ ہوتا ہے۔ یہ باتیں سن تو سکتا ہے‘ مگر سمجھ نہیں سکتا۔ اسے لفظوں کی پہچان نہیں ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کی بھی آواز اور لہجہ سن کر یا اس کی آنکھوں میں جھانک کر دماغ میں پہنچتے ہیں۔ تب اس کے اندر کے خیالات پڑھتے ہیں۔ جس کے خیالات پڑھتے ہیں‘ وہ حروف‘ الفاظ اور فقروں کو سمجھتا ہے۔ میرا نواسہ نہیں سمجھتا۔ جب سمجھے گا‘ تب اپنی سوچ کو لفظوں اور فقروں کا لباس پہنائے گا۔ اس کے بعد ہی ہم اس کی سوچ کو پڑھ سکیں گے۔“

کبریا نے کہا۔ ”پاپا! آپ اتنی باتیں نہ بنائیں۔ میں دوسرا چیلنج کر رہا ہوں‘ آپ ہار جائیں گے۔“

آمنہ نے کہا۔ ”کیوں اپنے باپ کے پیچھے پڑ گئے ہو؟ میں جانتی ہوں‘ تم کیا کہنے والے ہو؟ تمہارے پاپا واقعی ہار جائیں گے۔“

میں نے سینہ تان کر کہا۔ ”میں نے ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ہارنا نہیں سیکھا۔ کیا ہے کبریا کا دوسرا چیلنج....؟“

”آپ اپنے پوتے عدنان کے دماغ میں پہنچ کر دکھائیں۔“

میری داستان پڑھنے والے سب ہی جانتے ہیں‘ میرا پوتا عدنان ایک عجوبہ ہے۔ ایسے عجیب وغریب دماغ کا حامل ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر کوئی اس کے اندر پہنچ نہیں پاتا۔ ماضی میں اس نے اپنے دادا کو یعنی مجھے خوب دوڑایا تھا۔ میں ٹیلی پیتھی کے بے شمار ہتھکنڈے جاننے کے باوجود کبھی اپنی مرضی سے اس کے دماغ میں پہنچ نہیں پایا تھا۔

آمنہ پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ میں کبریا کے چیلنج کے نتیجے میں ہار جاؤں گا۔ سب ہی تالیاں بجاتے ہوئے۔ ”ہپ ہپ ہُرا... ہپ ہپ ہُرا...“ کہنے لگے۔

عالی ہنستی ہوئی اپنی سیٹ پر دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ ایسے ہی وقت ایمان علی کی طرف دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ وہ آنکھیں بند کیے نیم دراز تھا۔ جہاز کے ایئر کنڈیشنڈ ماحول میں اس کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔ چہرے پر ایسے تاثرات تھے‘ جیسے وہ تکلیف میں ہو۔ اس کے جسم کو نچوڑ کر پسینا نکالا جا رہا ہو۔

وہ پریشان ہو کر اسے تکنے لگی۔ پریشان اس لیے ہوئی کہ اس کی تکلیف سمجھ گئی تھی۔ اُن لمحات میں وہ آگہی کے مرحلے سے گزر رہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر ہماری طرف دیکھا۔ اس وقت میں اور سونیا رشتوں کے ہجوم میں گھرے ہوئے تھے۔ اُس ننھے مہمان سے طرح طرح کی باتیں کرنے کی کوشش میں خوب کھلکھلا رہے تھے۔

آمنہ نے کہا۔ ”یہ تو بنا بنایا عالی ہے۔ یاد ہے‘ وہ بھی ایسی گول مٹول سی تھی۔“

میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ”خدا کا شکر ہے‘ پوتے پوتی کے بعد اب نواسے کی خوشیاں دیکھنا نصیب ہو رہی ہیں۔“

میں نے خلا میں تکتے ہوئے جیسے کبریا کو دیکھ کر کہا۔ ”بیٹے! اب تم بھی شادی کر لو۔ کہیں ایسا نہ ہو‘ تمہارے بچوں کو کھلانے کی حسرت لیے اوپر چلا جاؤں۔“

میں یہ کہہ کر ہنسنے لگا۔ آمنہ کو میری بات سن کر جیسے چپ سی لگ گئی تھی۔ الپا نے کہا۔ ”خدا آپ کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ سلامت رکھے۔ آپ کبریا کی ہی نہیں‘ انوشے اور عدنان کی خوشیاں بھی دیکھیں گے۔“

کبریا نے کہا۔ ”انشأاللہ...!“

میں نے پوچھا۔ ”کیا آمنہ چلی گئی؟“

اس کی آواز سنائی دی۔ ”نہیں۔ میں موجود ہوں۔“

میں نے شوخ لہجے میں پوچھا۔ ”بھئی تم نے کبریا کے ساتھ انشأاللہ نہیں کہا؟ کیا مجھے رخصت کرنے کا ارادہ ہے؟“

وہ جلدی سے بولی۔ ”خدا نہ کرے۔ آپ جئیں ہزاروں سال... میری عمر بھی آپ کو لگ جائے۔“

میں نے اس وقت محسوس نہیں کیا تھا۔ لیکن اب سوچتا ہوں تو یاد آتا ہے‘ آمنہ اگرچہ بول رہی تھی‘ مجھے دعائیں بھی دے رہی تھی۔ مگر اس کی آواز اور لہجے میں اعتماد نہیں تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ مجھے یا اپنے آپ کو تھپکی دے رہی ہو۔ بہلا رہی ہو۔

ادھر ہم مصروف تھے۔ اُدھر عالی کے اندر کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ یہ تجسس تھا کہ ایمان علی کو جو آگہی حاصل ہو رہی ہے‘ وہ کس سلسلے میں ہے؟ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی شدید پریشانی میں مبتلا کرنے والی بات ہے۔

چند لمحوں بعد اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ پلکیں جھپکائے بغیر ایک سمت دیکھتا رہا۔ جیسے یاد کر رہا ہو کہ وہ کہاں ہے؟ کیا آگہی کے ماحول سے نکل آیا ہے؟

پھر اس نے سر گھمایا تو عالی کو دیکھتے ہی یاد آ گیا کہ اس کے ساتھ جہاز میں سفر کر رہا ہے۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ عالی نے پوچھا۔ ”تم سو رہے تھے؟“

اس نے بڑی اپنائیت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تم اچھی طرح سمجھ رہی ہو۔ میں خواب اور بیداری کی بھول بھلیوں میں تھا۔“

عالی نے ایک ٹشو پیپر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”یعنی آگہی ملی ہے؟“

اس نے ٹشو پیپر سے پیشانی کو پونچھتے ہوئے کہا۔ ”ہاں۔ یہ آگہی کبھی انگلی پکڑاتی ہے۔ راستہ دکھاتی ہے۔ ٹھوکریں کھانے سے بچاتی ہے۔ پاؤں میں چھالے پڑنے نہیں دیتی۔ سمجھاتی ہے‘ آگے خطرہ ہے۔ دوچار ہونے سے پہلے کوئی تدبیر کر لو اور کبھی....“

اس نے ایک گہری سانس کھینچی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔ ”اور کبھی عذاب بن جاتی ہے۔ آئندہ پیش آنے والے صدمات کی جھلکیاں دکھاتی ہے۔ ان کی پوری طرح وضاحت نہیں کرتی۔ جو کچھ پیش آنے والا ہے‘ ا‘ ما بتا دیتی ہے۔ اتنا سمجھا دیتی ہے کہ ہم اس سے کترا نہیں سکیں گے۔ آنے والی بلائیں جیسی بھی ہوں‘ ان سے نمٹنا ہو گا۔“

عالی نے پریشان ہو کر کہا۔ ”خدا خیر کرے۔ کیسی آگہی ملی ہے؟“

اسے عالی کی بات کا جواب دینا چاہیے تھا لیکن اس نے دردمندی سے میری طرف دیکھا تو وہ بولی۔ ”تم ادھر کیوں دیکھ رہے ہو؟ کیا ہمارے بچے پر پھر کوئی مصیبت نازل ہونے والی ہے؟“

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ”یہ نہیں..“

وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ اس نے بے چین ہو کر پوچھا۔ ”تو پھر...؟ آگے بولو... پلیز آدھی بات نہ کرو۔“

اس نے پھر ایک نظر مجھ پر ڈالی۔ عالی نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ”کیا آگہی کا تعلق پاپا سے ہے؟“

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ اس کا بازو پکڑ کر بولی۔ ”یا اللہ خیر... بولو ناں کیسی آگہی ہے؟ ابھی تم کن صدمات اور بلاؤں کی باتیں کر رہے تھے؟“

اس نے ایک گہری سانس لی۔ پھر کہا۔ ”میں نے آگہی کی دُھند میں ایک بہت ہی دلخراش منظر دیکھا ہے۔“

وہ دل تھام کر رہ گئی۔ ایمان علی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگا۔ ”میں نے دیکھا‘ پاپا ایک ہرے بھرے باغ میں چہل قدمی کر رہے ہیں۔ وہاں رنگ برنگے پھول خوشبو لٹا رہے ہیں۔ وہ مختلف کیاریوں سے ایک ایک پھول چنتے جا رہے تھے۔ یوں دیکھتے ہی دیکھتے ان کے پاس پھولوں کا ایک گلدستہ بن گیا تھا۔ ایسے وقت انہوں نے ایک سسکاری لی۔“

وہ بولتے بولتے ذرا رُکا۔ عالی کی جیسے سانسیں رکنے لگیں۔ اس نے جلدی سے پوچھا۔ ”پاپا کو کیا ہوا تھا؟“

”کانٹا چبھ گیا تھا۔ چند لمحوں بعد ہی ان کے دونوں ہاتھ لہولہان دکھائی دینے لگے۔ ایسے ہی وقت انہیں دھیمی دھیمی سی آواز سنائی دی۔ پتا نہیں‘ وہ کون تھا؟ کہاں تھا؟ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا۔ ”تم عمر بھر پھولوں کے ساتھ ساتھ کانٹے بھی چنتے رہے ہو۔ مگر حساب کرو‘ تمہیں پھول کم اور کانٹے زیادہ ملے ہیں۔“

پاپا نے کہا۔ ”اس کے باوجود میں کانٹے بٹورنے کی اور انہیں کم کرنے کی کوششیں کرتا رہا ہوں۔ میں اس گلشن کو خاروں سے پاک کر دینا چاہتا ہوں۔“

وہ آواز سچ بول رہی تھی اور نشتر چبھو رہی تھی۔ ”تم جیسے کتنے ہی آئے اور یہ حسرت دل میں لیے دنیا سے اُٹھ گئے۔ یہ خار شیطان کی آنت ہیں‘ انہیں جتنا اُکھاڑو گے‘ یہ اتنا ہی اُگتے اور نوکیلے ہوتے چلے جاتے ہیں۔“

”پھر بھی انسان نہیں ہارتا۔ مرتے دم تک کانٹے صاف کرتا رہتا ہے۔ میں بھی یہی کوشش کر رہا ہوں۔“

”کرتے کرتے گزر جاؤ گے۔ پھر تمہارے پیچھے رہ جانے والے کریں گے۔ مگر کانٹوں کی تعداد کم نہیں کر پائیں گے۔“

پاپا نے بڑے عزم سے کہا۔ ”اس کے باوجود ان کی اکثریت پھولوں کو کھلنے سے روک نہیں پاتی۔“

طنزیہ انداز میں کہا گیا۔ ''ایسے پھولوں کا کھلنا ہی کیا' جو شام ہوتے ہوتے مرجھا جاتے ہیں۔ مختصر سی خوشی پاتے ہیں' پھر نابود ہو جاتے ہیں۔''

وہ کانٹا جو پاپا کو چبھا تھا' اس کی تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔ پہلے اس کی سوزش انگلی میں تھی۔ اب پورے ہاتھ میں پھیل رہی تھی۔ انہوں نے تکلیف کے باوجود مسکراتے ہوئے کہا۔ ''پھول مختصر سی مدت کے لیے مسکراتے ہیں مگر خوشبو لٹا جاتے ہیں۔ اپنی دنیا کو معطر معطر کر دیتے ہیں۔ تم پھول' خوشبو اور کانٹوں کے پیچھے جو باتیں چھپا کر کر رہے ہو' انہیں میں سمجھ رہا ہوں۔''

وہ اپنی متاثرہ انگلی اور ہاتھ کو سہلاتے ہوئے بولے۔ ''ایسی ہی بات ایک کھلنے والی کلی سے کسی نے کہی تھی۔ تم بھی سنو کہ کلی نے اس بات کا کیا جواب دیا؟

غنچے تیری زندگی پہ دل دہلتا ہے
کیا ایک ہی تبسم کے لیے کھلتا ہے
غنچے نے کہا کہ اس چمن میں بابا
یہ ایک تبسم بھی کسے ملتا ہے

زندگی ایک پل کے لیے ہی ملے' مگر حوصلوں اور مسکراہٹوں سے ملے۔ جو روتا ہے' وہ زندگی کو جلد ہی کھو دیتا ہے۔''

عالی یہ باتیں سن رہی تھی۔ بڑی الجھی ہوئی آگہی تھی۔ کچھ سمجھا رہی تھی' کچھ الجھا رہی تھی۔ وہ انتظار کر رہی تھی کہ شاید اب بات کچھ واضح ہوتی چلی جائے گی۔

ایمان علی نے اس کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا۔ ''ذرا صبر سے سنو۔ اس وقت پاپا تکلیف محسوس کرتے ہوئے ہری بھری گھاس پر بیٹھ گئے تھے۔ اس نادیدہ بولنے والے سے بول رہے تھے۔ ''کیوں انسانی حوصلہ پست کرنے والی باتیں کرتے ہو؟ تم کون ہو؟''

آواز سنائی دی۔ ''میں ہر سانس لینے والے کا اوّل ہوں اور آخر ہوں۔ حساب کرنے آیا ہوں کہ تم نے اپنے گلشن میں کتنے پھول کھلائے ہیں؟''

پاپا نے بڑے اعتماد سے کہا۔ ''جتنے بھی کھلائے ہیں' وہ قابلِ فخر ہیں۔ پہلے دو پھول پارس اور پورس ہیں۔ یہ پھول تو ہیں' مگر مخالفین کو کانٹوں کی طرح چبھتے آ رہے ہیں اور دوست احباب کی سانسوں میں خوشبو کی طرح سما رہے ہیں۔ جب میدانِ عمل میں آتے ہیں تو فرہاد علی تیمور بن جاتے ہیں۔''

انگلی سے آگے بڑھنے والی سوزش رینگتی جا رہی تھی۔ پورے جسم میں پھیلتی جا رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''میرے گلشن میں ایک کلی چٹک رہی ہے۔ انوشے... دادا کی جان... جو حاصل کر رہی ہے' ہمارا مثالی دین و ایمان... پندرہ برس کی ہونے والی ہے۔ یہ عمر کچھ بھی نہیں ہوتی۔ مگر اس پر خدا کی رحمت ہے۔ وہ حالات کی تپتی ہوئی دھوپ میں ہمارے لیے شجرِ سایہ دار بن جاتی ہے۔''

ایمان نے عالی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں آگہی کی اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ ان کی تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ یہاں وہاں اپنے بدن کو یوں سہلا رہے تھے' جیسے آگ بجھا رہے ہوں اور وہ نہ بجھ رہی ہو' نہ ٹھنڈی ہو رہی ہو۔''

وہ ڈوبتے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''میرا دل گھبرا رہا ہے۔''

وہ بولا۔ ''تم اکثر کہتی ہو ناں' پاپا نے تم سب کو گھبرانے کی نہیں' مصائب کا منہ توڑ جواب دینے کی تربیت دی ہے۔''

عالی نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ ایمان علی نے کہا۔ ''اور میں دیکھ رہا تھا' وہ تکلیف میں بھی مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ ''میرے گلشن کا سب سے انوکھا پھول ہے عدنان.... وہ ایسا عجوبہ ہے' ایسی غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے کہ آئندہ چند برسوں میں اپنے دادا کی صلاحیتوں کو اور تمام کارناموں کو پیچھے چھوڑ جائے گا۔''

جب ہم اچھی خاصی زندگی گزار چکے ہوتے ہیں' تب ایک گوشے میں بیٹھ کر' سر جھکا کر حساب کرتے ہیں کہ اب تک کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے؟

پاپا نے کہا۔ ''خدا کا شکر ہے' میں نے کچھ کھویا ہے تو بہت کچھ پایا بھی ہے۔''

وہ خلا میں تک رہے تھے اور بول رہے تھے۔ ''میری نگاہوں کے سامنے ایک پھول کھل رہا ہے... کبریا.... ایک کلی مسکرا رہی ہے... عالی...''

عالی نے ایک گہری سانس یوں کھینچی' جیسے میری محبتوں کو اور باپ کے وجود کو اپنی دھڑکنوں کے اندر کھینچ رہی ہو۔

ایمان علی اسے دیکھ رہا تھا اور بول رہا تھا۔ ''پاپا بڑے جذبے سے کہہ رہے تھے۔ ''میرا کبریا میدانِ عمل میں پینترے بدلنا اور ناموافق حالات کو یکسر بدل دینا جانتا ہے۔ وہ سنجیدہ بھی ہے اور زندہ دل بھی' سنگدل بھی ہے اور رحمدل بھی... سمندر کی طرح پُرسکون دکھائی دیتا ہے۔ مگر اس کے اندر آندھیاں مچلتی رہتی ہیں۔''

آگہی کے منظر میں سورج غروب ہو رہا تھا۔ شام کے سائے پھیل رہے تھے اور پاپا کہہ رہے تھے۔ ''عالی میری جان ہے۔ سونیا کا دوسرا روپ ہے۔ ماں مخالفین پر بجلی بن کر

پاپا [illegible] بن کر گرنے والے دشمنوں کا فیوز ہی اڑا

اب وہ [illegible] سے بیٹھ نہیں پا رہے تھے۔ گھاس پر لیٹ [illegible] سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ ہر نظارہ [illegible] نظر بجھتی جا رہی تھی۔

[illegible] رہی تھی۔ ''بس حد بندی ہو گئی۔ گلشن کا [illegible] رہتا ہے۔ پھول کھلتے ہی رہتے ہیں لیکن یہ [illegible] ری پھول ہے...''

ایمان علی نے بڑے درد و کرب سے کہا۔ ''سورج ڈوب [illegible] شام کے سائے گہری سیاہی میں بدل گئے۔ وہ آنکھیں [illegible] شانے چت لیٹے ہوئے تھے۔ بے رحم تاریکی [illegible] تھیں دے رہے تھے۔ ایسے ہی وقت میری آنکھ کھل [illegible]''

ایمان علی نے آگہی کا اختتام کرتے ہوئے آنکھیں بند [illegible]۔ عالی نے اس کے بازو کو جھنجوڑتے ہوئے بڑے [illegible] سے پوچھا۔ ''کیا مطلب ہے...؟ اس کا کیا مطلب ہے؟''

[illegible] سمجھ رہی تھی اور جو سمجھ رہی تھی' اسے جھٹلانے کے [illegible] ایمان علی سے لڑ رہی تھی۔ اسے جھنجوڑ رہی تھی۔ وہ [illegible] کر بولا۔ ''حوصلہ کرو۔ آرام سے بیٹھو۔ دوسروں [illegible] ظاہر نہ کرو۔''

''حوصلہ تو کرنا ہی ہوگا اور کروں گی۔ لیکن یہ اچانک کیا [illegible] والا ہے؟''

[illegible] تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بات' کوئی سانحہ [illegible] ہو گیا ہے۔ جبکہ ایسا نہیں ہوتا۔ ہر بات کے پیچھے [illegible] ہوتی ہیں۔ تمہارے پاپا بیمار ہیں۔''

عالی نے بے یقینی سے پوچھا۔ ''کیا... بیمار ہیں؟''

''ہاں۔ کیا ہم نے یہ نہیں دیکھا ہے کہ پچھلے دو دنوں [illegible] چلتے پھرتے بیمار تھے۔ بخار چڑھتا اترتا رہتا تھا۔''

''ہاں۔ نزلہ' زکام' کھانسی اور بخار میں سب ہی مبتلا رہتے ہیں۔ تم ان کے ساتھ کسی ڈاکٹر کے پاس گئے [illegible] ڈاکٹر نے بھی کہا تھا' موسمی بخار ہے۔ تشویش کی بات [illegible]''

[illegible] انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''تشویش کی بات ہے۔ پاپا [illegible] کے سامنے مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کیا تھا۔''

''[illegible]...؟ کیسا جھوٹ...؟''

''ڈاکٹر نے کہا تھا' یہ آنے جانے والا بخار ڈینگی وائرس [illegible]''

وہ گھور کر بولی۔ ''تم نے مجھ سے ماما سے جھوٹ کیوں کہا؟''

''میں پاپا کے حکم سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ انہوں نے مجھے سمجھایا کہ ہمیں اولاد کی خوشیاں مل رہی ہیں۔ دشمنوں کو بہت بڑی شکست دینے کے بعد سب ہی ہنس بول رہے ہیں۔ ایسے وقت رنگ میں بھنگ نہ ڈالا جائے۔ پیرس پہنچ کر بابا صاحب کے ادارے میں مؤثر علاج ہو جائے گا۔''

وہ تڑپ کر بولی۔ ''میرا دل کرتا ہے' ابھی پلک جھپکتے ہی پاپا کے ساتھ پیرس پہنچ جاؤں۔ تم بولو' پاپا ٹھیک ہو جائیں گے ناں...؟''

''وہ اپنی صحت کے معاملے میں بہت محتاط رہتے ہیں۔ وہ دوا کریں گے' ہم دعا کرتے رہیں گے۔''

''تم گول مول باتیں کر رہے ہو۔ سیدھا سا جواب دو۔ ڈینگی وائرس سے متاثر ہونے والے صحت یاب ہو جاتے ہیں ناں...؟''

''ہاں۔ ہو تو جاتے ہیں' مگر آگہی الجھا رہی ہے۔''

''کیسے الجھا رہی ہے؟''

میں نے دیکھا ہے' پاپا کی انگلی میں کانٹا چبھا تھا۔''

''ہاں۔ چبھا تھا پھر...؟''

''اس کی سوزش رفتہ رفتہ پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔''

''ہاں۔ پھیل گئی تھی پھر...؟''

ایمان علی نے بڑے دکھ سے کہا۔ ''وہ کانٹا نہیں تھا۔ ڈینگی وائرس پھیلانے والے مچھر نے ڈنک مارا تھا۔ آگہی کی اسکرین پر وہ کانٹا دکھائی دیا۔''

عالی نے گھبرا کر ایک گہری سانس کھینچی۔ جیسے باپ کو پکڑ کر اپنے اندر سمیٹ رہی ہو۔ ایسے وقت میرا ننھا نواسہ رونے لگا۔ ان دونوں نے ٹھٹک کر میری طرف دیکھا۔ ایمان نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''لگتا ہے' اسے بھوک لگی ہے۔ تم فیڈر نکالو۔ میں اسے لاتا ہوں۔''

وہ اٹھ کر ہمارے پاس آ گیا۔ سونیا نواسے کو مجھ سے لے کر بہلانا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ ''رہنے دو۔ مجھے بچوں کو چپ کرانا آتا ہے۔''

سونیا نے ایمان علی سے کہا۔ ''بیٹے! فیڈر یہاں لے آؤ۔ یہ اپنا نواسہ کسی کے حوالے نہیں کریں گے۔''

میں نے کہا۔ ''یہ بات نہیں ہے۔ تم دیکھ رہی ہو' اس کے ساتھ کتنا اچھا وقت گزر رہا ہے؟ آگے بھی مصروف رہوں گا تو سفر اچھا گزر جائے گا۔''

ایمان علی فیڈر روے کر چلا آیا۔ عالی کے پاس بیٹھتے

ہوئے بولا۔ ”پاپا کی ساری دنیا جیسے ہمارے بیٹے میں سمٹ آئی ہے۔ اسے مما کی گود میں بھی نہیں دے رہے ہیں۔“

اس نے بڑے دکھ سے پوچھا۔ ”کب تک نہیں دیں گے؟ کیا تمہاری آگہی نواسے کو ان کی آغوش میں رہنے دے گی؟“

وہ اپنی دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”آج ایسا منظر دیکھا ہے کہ جی کرتا ہے، ان آنکھوں کو نوچ کر پھینک دوں۔“

اس نے خلا میں تکتے ہوئے کہا۔ ”یا خدا! پہلی بار میری آگہی کو غلط کر دے۔ ہمارے پاپا کو لمبی عمر اور صحت عطا کر میرے مالک...!“

عالی نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ جیسے آہوں اور کراہوں کو روکنا چاہتی ہو۔ پھر اس کے بازو سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کا سر مسلسل انکار میں ہل رہا تھا۔ وہ میری اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھی۔ میری دائمی جدائی کا تصور اسے نڈھال کر رہا تھا۔ اس نے بھی سسکتے ہوئے کہا۔ ”خدا کرے، تمہاری آگہی غلط ہو جائے۔“

وہ ایک دوسرے کو بہلانے کے لیے ایسا کہہ رہے تھے۔ یہ اچھی طرح جانتے تھے۔ بلکہ وہی کیا، سب ہی جانتے تھے کہ آج تک ایمان علی کی کوئی آگہی کبھی غلط ثابت نہیں ہوئی۔

اسے پہلے بھی میرے بارے میں ایک آگہی ملی تھی۔ اس نے دیکھا تھا، مجھے صلیب پر لٹکایا گیا ہے۔ دراصل وہ قدرت کی طرف سے اشارہ تھا کہ مجھ پر ایسی مصیبتیں آئیں گی کہ میں زندہ رہتے ہوئے بھی دماغی طور پر گم ہو جاؤں گا۔

دماغ ناکارہ ہو جائے، بندہ خود کو بھی نہ پہچان پائے تو پھر وہ اس دنیا میں ہوتے ہوئے بھی نہیں ہوتا۔ اپنی پچھلی ساری زندگی ہار کر اپنے پیاروں کے لیے مر چکا ہوتا ہے۔ میں بھی ایسے حالات سے گزر چکا تھا۔ آگہی نے یہی اشارہ دیا تھا کہ میں مسیحی مصلوب کی طرح حالات کی صلیب پر زندگی گزاروں گا۔

اس کی آگہی کے حوالے سے یہی ہوا تھا۔ میں بہت بری طرح بیمار ہو کر داتا صاحب کے دربار میں پہنچا تھا۔ انہی حالات میں میری شخصیت بدل گئی تھی۔ میں اپنے آپ کو اور اپنے پیاروں کو بھول کر نائلہ کے شوہر کی حیثیت سے اس کے ساتھ زندگی گزارتا رہا تھا۔ یوں ایک عرصہ تک اپنوں سے دور رہا اور اپنے آپ سے بھی غافل رہا۔

اب سے بہت پہلے ایمان علی نے ہی آگہی کے ذریعے سیّارے والوں کو دیکھا تھا۔ ان کی آمد کے سلسلے میں پیش گوئی کی تھی۔ میرے سلسلے میں بھی اس کی ایک پیشگوئی درست ہو چکی تھی۔ اب اس کی یہ دوسری آگہی کہہ رہی تھی کہ میرے لہو کے رشتے میری دائمی جدائی کا صدمہ اٹھانے والے ہیں۔

کیا واقعی میں رخصت ہونے والا تھا؟
کیا میری طبعی عمر پوری ہونے والی تھی؟
کیا فرہاد علی تیمور کا چل چلاؤ ہے....؟
من کلِ نفس ذائقۃ الموت....

یہ آیت ایک کھلی حقیقت ہے۔ ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے باوجود اپنے پیاروں کی دائمی جدائی ناقابلِ یقین لگتی ہے۔ فی الحال ایمان علی کی آگہی میری رخصتی کا سندیسہ لائی تھی۔ ویسے بلاوا آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جانا ہی ہوگا۔

ابھی کچھ عرصہ پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے۔ ایسے حالات پیش آئے تھے کہ مجھے اور میرے تمام چاہنے والوں کو یقین ہو چلا تھا کہ میں اس دنیا سے اٹھنے والا ہوں مگر کیا کیا جائے؟ میرے دشمن بھی کہتے ہیں، میں زندگی گزارنے کے معاملے میں بہت ڈھیٹ ہوں۔

ماضی میں ایک نہیں، کئی بار اس یقین کے ساتھ میری موت کا ڈراما پلے ہوتا رہا کہ میں دنیا سے جا چکا ہوں لیکن میں بار بار اُن کے سینے پر مونگ دَلنے چلا آتا تھا۔ اب کیا ہوگا؟ میں نہیں جانتا۔ باقی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔

عالی نے آنسو پونچھتے ہوئے پوچھا۔ ”تمہاری آگہی بدل بھی تو سکتی ہے ناں....؟“

”آج تک کبھی ایسا ہوا تو نہیں ہے۔ مگر قدرتی معاملات اچانک ہی تبدیل بھی ہو جاتے ہیں۔“

وہ خود کو حوصلہ دیتے ہوئے بولی۔ ”ہاں۔ تبدیل ہو جاتے ہیں۔ بندہ چاہتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔ ابھی دو روز پہلے ہمارے بچے کو مار ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی مگر وہی ہوتا ہے، جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔“

”بندہ کوشش کرے تو قدرت اس کا ساتھ دیتی ہے۔ ہاسپٹل میں جو ہوا، میری آگہی کے عین مطابق ہوا۔ مما اور پاپا نے بڑی حکمتِ عملی سے ایک گڈّے کو پالنے میں رکھ کر ہمارے بیٹے کو جان لیوا حملے سے بچایا تھا۔“

عالی نے کہا۔ ”وہ ہم سے بہت زیادہ ذہین اور تجربہ کار ہیں۔ انہیں اس آگہی کے متعلق معلوم ہونا چاہیے۔ پھر ہم سب مل کر حفاظتی تدابیر کریں گے۔“

میں اور سونیا ان کے جذبات سے اور دلی صدمات سے بے خبر اگلی قطار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ دونوں بول رہے

تھے اور ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ عالی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں پاپا کے پاس جارہی ہوں۔"

وہ فوراً ہی اس کا ہاتھ تھام کر اسے بٹھاتے ہوئے بولا۔ "کیا پاگل ہوگئی ہو؟ ایسا مایوس چہرہ اور بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ ان کے پاس جاؤ گی؟ وہ تو دیکھتے ہی پریشان ہوجائیں گے۔"

ایسے ہی وقت آمنہ نے عالی کو مخاطب کیا۔ "عالی بیٹا...!"

اس کی آواز سنتے ہی جیسے بہت بڑا سہارا مل گیا۔ اسے آگہی کے متعلق بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے بارے میں ایسی باتیں بھی جان لیتی تھی، جنہیں ہم جان نہیں پاتے تھے۔ وہ آنسو بھرے لہجے میں بولی۔ "خدا کا شکر ہے ماما آپ آگئیں۔ ہمیں آپ کی روحانی قوت کا سہارا ملے گا تو شاید ایمان کی آگہی غلط ہوسکے گی۔ میرے پاپا سلامت رہیں گے۔ انہیں کچھ نہیں ہوگا۔"

وہ بولتے بولتے رو پڑی۔ آمنہ نے کہا۔ "تقدیر رونے دھونے سے نہیں' تدبیر سے اور دعاؤں سے بدلتی ہے۔ لیکن ضروری تو نہیں ہے کہ مقدر کا لکھا ہمیشہ ہی بدل سکو۔ میں تمہیں مایوس نہیں کررہی ہوں' مشورہ دے رہی ہوں۔ اللہ کی رضا کے ساتھ راضی رہو۔ ہم سب ہی تمہارے پاپا کی سلامتی چاہتے ہیں۔ ہر نماز میں ان کے لیے دعائیں مانگتے ہیں اور ہمارے پاس کیا ہے.... دوا اور دعا..."

"کیا آپ اس آگہی کی تصدیق کررہی ہیں؟"

"اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ آگے کیا پیش آنے والا ہے"

"اور یہ آگہی...؟"

"آگہی ایک عذاب ہے۔ اسی لیے خدا نے بندوں کو اگلے لمحے کا علم نہیں دیا کہ کیا ہونے والا ہے؟ اگر سب ہی یہ جان پائیں تو دوسرے لمحے جی نہ پائیں' ہیبت سے یا صدمے سے مرجائیں۔"

وہ اس سلسلے میں واضح طور پر کچھ کہنے سے شاید کترا رہی تھی۔ اسی لیے نصیحت کررہی تھی۔ "بیٹی! حالات وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہیں تو تبدیلیاں خوش آئند ہوں یا نہ ہوں' اتنی تکلیف دہ نہیں لگتیں۔ لیکن وقت سے پہلے کچھ معلوم ہوجائے تو بڑی تکلیف پہنچتی ہے۔"

"آپ مجھے پاپا کے بارے میں بتائیں؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "ان کے لیے دعا کرو۔"

وہ تڑپ کر بولی۔ "آپ اعلیٰ حضرت سے التجا کریں۔ پوری دنیا سے اپیل کریں۔ پاپا کے کروڑوں چاہنے والے ہیں۔ سب ہی ان کی سلامتی چاہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے' ان سب کی دعائیں کوئی معجزہ دکھا سکتی ہیں۔"

"آپ مستقبل کی باتیں جانتی ہیں۔ مجھے یقین دلائیں معجزہ ہوسکتا ہے۔"

"تم یہ بات مجھ سے نہ کہو۔ اپنے رب سے رجوع کرو۔ مجھ سے کچھ کہنے کے بجائے اپنے معبود پر یقین اور اعتماد رکھو۔ اس کے آگے جھکو۔ جو پوچھنا ہے اس سے پوچھو' جو مانگنا ہے' اس سے مانگو۔"

"آج سے میں دن رات عبادت کرتی رہوں گی۔ جو مانگنا ہے اپنے پروردگار سے مانگتی رہوں گی، لیکن یہ اتنا بڑا المیہ' اتنا بڑا مسئلہ ہے کہ پاپا کو اس سے آگاہ کرنا ہوگا۔ ڈینگی وائرس کے اثرات ہیں۔ وہ محتاط رہ کر ڈاکٹر سے رجوع کرتے رہیں گے، علاج کراتے رہیں گے، ہم سب ان پر توجہ دیتے رہیں گے تو خدا ہماری دعاؤں سے اور دواؤں سے راضی رہے گا۔"

"بے شک اپنے بہترین عمل کے ساتھ خدا پر ایسا ہی ایمان اور اعتماد رکھنا چاہیے لیکن ایک بات اچھی طرح یاد رکھو کہ بعض مریضوں کو اس کے جان لیوا مرض سے بے خبر رکھا جاتا ہے۔ اس کی بے خبری اور لاعلمی میں عزیز اور رشتے دار اس کی صحت یابی کے لیے دن رات کوشاں رہتے ہیں۔"

"ہاں مگر..."

"مگر یہ کہ ابھی تمہارے پاپا ہنس بول رہے ہیں۔ کیا ان کی ہنسی چھین لینا چاہو گی...؟"

وہ جواب نہ دے سکی۔ آمنہ نے پوچھا۔ "کیا تم پوری دنیا میں ڈنکا پیٹ کر انہیں آگہی کے جان لیوا عذاب میں مبتلا کرنا چاہتی ہو؟ ابھی وہ تمام فکر و پریشانی سے دور ہیں' اپنے نواسے میں مگن ہیں۔ ہمارا فرض ہے' وہ بے خبر رہ کر زندگی کو جس قدر انجوائے کرسکتے ہیں' انہیں کرنے دیں۔"

"آپ درست فرما رہی ہیں۔ پاپا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور دل میں مسرتوں کا سلسلہ رہنا چاہیے۔"

"شاباش۔ خدا پر مکمل اعتماد رکھو۔ وہ معبود بہتر جانتا ہے بہتر کرتا ہے۔ میں جارہی ہوں پھر کسی وقت آؤں گی۔ خدا حافظ۔"

آمنہ چلی گئی۔ عالی نے میری سیٹ کی طرف دیکھا پھر سر تھام کر سوچنے لگی۔ ایمان علی نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ "عالی...! حوصلہ کرو۔"

آپ سے بول رہی تھی۔" ماما درست کہتی ں فکر میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔ ہم انہیں اپنے میں گے۔"

اس نے آگے بیٹھی ہوئی سونیا کی طرف دیکھتے ہوئے "مگر مما کو چپ چاپ رازدار بننا ہوگا۔ وہ پاپا کے لیے سوچیں گی۔ ہم سے بہتر تدابیر پر عمل کی پاپا کی سلامتی کے لیے جی جان ایک کر

میرے معاملے میں بُری طرح اُلجھی ہوئی تھی۔ میں ننھی سی پیار بھری پریشانیوں سے بے خبر نواسے کو سینے سے سونیا سے باتیں کررہا تھا۔ واقعی ہر طرح کی فکر و پریشانی تھا۔ موت تو زندگی کے پہلے لمحے سے ہی ساتھ چلتی ہے اور ہم بھولے رہتے ہیں کہ....

آدمی بلبلا ہے پانی کا
کیا بھروسا ہے زندگانی کا

ذہانت سے اور مختلف تدابیر سے موت کو ٹالا جاسکتا اگر ہاں...... تو شاید میں ابھی اور جینے والا تھا..... اگر نہیں ر اعظم اور رستم و سہراب کی طرح منوں مٹی تلے والا تھا۔ میرے تمام کارنامے ماضی کا حصہ بننے والے

بہر حال عالی نے بڑے دُکھ کے ساتھ سونیا کو ایمان علی آگہی کے متعلق بتا دیا۔ وہ بڑے صبر و تحمل سے سنتی رہی۔ عالی نے کہا۔ "مما...! میں خیال خوانی کے ذریعے آپ احساسات کو ڈوب کر سمجھ رہی ہوں۔ آپ نے اتنی بڑی خبر سن کر صرف ایک گہری سانس لی ہے۔ ایک ذرا سا کیا ہے اور بس..."

"تم کیا چاہتی ہو دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دوں؟ بے شک ایمان علی کی آگہی سچی ہوا کرتی ہے۔ اگر سچی ہو تب بھی کیا تمہارے پاپا نے اور میں نے قیامت تک سلامت رہنے کا ٹھیکا لے رکھا ہے۔"

"پھر بھی تشویش اور گہرا صدمہ تو ہوتا ہے۔"

"کیوں ہوگا؟ جبکہ آگہی واضح طور پر کہہ رہی ہے کہ ان علاج ہوسکتا ہے۔ ان کا سایہ ہمارے سروں پر رہ سکتا"

عالی نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا...؟"

وہ بولی۔ "آگہی سے یہی معلوم ہوا ہے کہ کانٹا چبھا تھا یا وائرس کا ڈنک لگا تھا۔ وہ بیمار ہوکر تاریکی میں ڈوب ایمان علی نے انہیں دم توڑتے نہیں' صرف تاریکی میں گم ہوتے دیکھا ہے۔ یعنی وہ ہو بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی ہو سکتے۔ انسانی کوششیں رائگاں نہیں جاتیں۔ علاج ہوا تو وہ رہیں گے۔ ہم صدمہ کیوں کریں اور کوشش کیوں نہ کریں؟"

وہ بڑی حد تک مطمئن ہو کر بولی۔ "اوہ مما! آپ نے کتنی ذہانت سے آگہی کو سمجھا ہے۔ آپ نے تو آدھی پریشانی دور کردی ہے۔"

"آدھی کیوں دور ہوئی' پوری کیوں نہ ہوئی؟ باپ ابھی زندہ سلامت ہے اور تم پریشان ہو کر خیالوں میں اسے کفن پہنا رہی ہو۔ لہو کی محبت میں عقل سے خالی نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ بڑی ندامت سے بولی۔ "سوری مما...! آگہی ایسی تھی کہ سنتے ہی ذہن کو جھٹکا لگا تھا۔ میں جذبات میں بہ گئی تھی۔ واقعی جذبات میں بہنے والے عقل سے کام لینے کے قابل نہیں رہتے۔ آئندہ میں جذباتی انداز میں نہیں سوچوں گی۔ ہمیشہ پاپا کی تیمارداری میں لگی رہوں گی۔"

پھر اس نے ماں کو بتایا کہ آمنہ نے مجھے آگہی کے سلسلے میں بے خبر رکھنے کو کہا ہے۔ سونیا نے کہا۔ "آمنہ درست کہہ رہی ہے۔ پاپا کو اپنے طور پر بے فکری سے لائف انجوائے کرنے دو۔ میں توجہ سے ان کا علاج کراتی رہوں گی۔"

میں ابھی پیرس نہیں پہنچا تھا لیکن ایمان علی کی آگہی مجھ سے پہلے بابا صاحب کے ادارے میں تمام رشتے داروں تک پہنچ گئی تھی۔ رفتہ رفتہ میرے سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں اور ادارے سے تعلق رکھنے والے اہم افراد کو بھی اس بات کی خبر ہوگئی۔ انہوں نے آپس میں یہ طے کیا تھا کہ مجھے میرے ہی معاملے سے بے خبر رکھیں گے۔

یہ پہلا موقع تھا۔ پہلی بار اس ادارے میں کوئی بات مجھ سے چھپائی جارہی تھی مگر یہ رازداری عارضی تھی۔ اگر ایمان علی کی آگہی کے مطابق واقعی میں بستر مرگ پر پہنچنے والا تھا تو یہ بات مجھ سے کیسے چھپی رہ سکتی تھی؟ جس طرح قبر کا حال مردہ جانتا ہے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ مجھے بھی بہت کچھ معلوم ہونے والا تھا۔

☆☆☆

گریٹ ایشورارا نے بتایا تھا' ہماری زمین اور اس کا سیارہ قدرتی آفات کی زد میں آنے والا ہے۔ سیارے کے ماہرین فلکیات نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ نظام شمسی میں تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ سورج اپنی شعاعوں کے ذریعے جو باردار ذرّات خارج کرتا رہتا ہے' ان میں شدت آتی جارہی ہے۔ جس کے نتیجے میں گریٹ ایشورارا کا سیارہ مکمل طور پر تباہ ہونے والا ہے۔ ہماری زمین کے بیشتر حصوں کو بھی شدید

نقصان پہنچنے والا ہے۔ صرف شمالی علاقے سماوی آفات سے محفوظ رہیں گے۔

خلا بازی اور خلائی تحقیق کے ادارے ”ناسا“ نے بھی اس پیشگوئی کی تصدیق کی تھی۔ اس ادارے کے ماہرین نے دنیا کے تمام متعلقہ شعبوں کو اور اپنے حکمرانوں کو باخبر کیا تھا کہ دیگر سیاروں کے علاوہ ہماری زمین بھی ایک بہت بڑی قدرتی تباہی سے دوچار ہونے والی ہے۔

گریٹ ایشورارا ایسی تباہی سے پہلے ہی اپنے سیارے کو چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ امریکا کے شمالی علاقے میں آ کر وہاں اپنی ایک چھوٹی سی ریاست قائم کرنا چاہتا تھا مگر یہ بات امریکی اکابرین کو منظور نہ تھی۔ وہ اپنے ملک کی چٹکی بھر زمین بھی کسی کو دینا نہیں چاہتے تھے۔ کسی کی حکمرانی گوارا کر ہی نہیں سکتے تھے۔

ویسے ان کے چاہنے' نہ چاہنے سے ایشورارا کا فیصلہ بدلنے والا نہیں تھا۔ اس نے یہ کہہ کر امریکی اکابرین کے ہوش اڑا دیے تھے کہ وہ جلد ہی اپنے دو لاکھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ یہاں اپنے مطلوبہ علاقے میں پہنچنے والا ہے۔

اگرچہ اس نے اکابرین کو خبردار کر دیا تھا مگر تمام اعلیٰ حکمران اس بات سے بے خبر تھے کہ گریٹ ایشورارا انہیں کیسے دھوکا دے رہا ہے؟ اس نے زمین پر آنے کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا تھا۔ ابھی صرف مذاکرات جاری تھے۔ اور وہ مکاری دکھا رہا تھا۔

وہ مذاکرات کے دوران ہی ہر رات اسپیس شپ کے ذریعے اپنے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے جانبازوں کو ہماری زمین پر پہنچا رہا تھا۔ وہ بن بلائے مہمان امریکا' یورپ' افریقا اور روس کے ویران صحراؤں میں بڑی رازداری سے اتر رہے تھے۔

اکابرین یہی سمجھ رہے تھے کہ سیارے والوں کا عذاب ابھی نازل نہیں ہوا ہے۔ انہوں نے دشمنوں کے نزول کو روکنے کے لیے امریکا اور جرمنی کے شمالی علاقوں میں جگہ جگہ فوجی کیمپ قائم کیے۔ اپنی فوج کو دن رات الرٹ رہنے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ جگہ جگہ ان کے جاسوسی آلات بھی کام کر رہے تھے۔

مگر ایسی زبردست تیاریوں کا نتیجہ کیا نکلا....؟ توقع کے خلاف نتیجہ سامنے آیا تھا۔ گریٹ ایشورارا نے پلک جھپکتے ہی اُن کے فوجی کیمپوں کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا تھا۔

اس کی غیر متوقع آمد سے اور اچانک حملوں سے اکابرین لرز کر رہ گئے۔ گریٹ ایشورارا کی طرف سے کھُلم کھُلا دشمنی کا آغاز ہو گیا تھا۔ یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ سیارے والوں کی اچھی خاصی تعداد ہماری دنیا میں موجود ہے۔ وہ جب چاہیں گے' ان کے خلاف زبردست کارروائی کر سکیں گے۔

گریٹ ایشورارا سے اتحاد ٹوٹ چکا تھا۔ لہٰذا وہ اکابرین حسبِ عادت امداد کی بھیک مانگنے کے لیے پھر ہمارے دروازے کھٹکھٹانے لگے۔ بڑی اپنائیت سے اتحاد اور یکجہتی کی باتیں کرنے لگے۔

اس بار ہم نے قسم کھائی تھی کہ ان سے کسی بھی طرح کا تعاون نہیں کیا جائے گا۔ ہم ان پر لعنت بھیج چکے تھے۔ گونگے بہرے بنے ہوئے تھے۔ نہ اُن کی سن رہے تھے' نہ اپنی کہہ رہے تھے۔

اس کے باوجود یہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ گریٹ ایشورارا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آمد سے پوری دنیا کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ ایک طرف قدرتی آفات تھیں اور دوسری طرف گریٹ ایشورارا اپنے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے پوری دنیا پر مسلط ہونے کی کارروائی شروع کر چکا تھا۔

ویسے دیکھا جائے تو اکابرین نے ہی اسے یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ اس وقت حالات کچھ اور تھے۔ وہ ان کا اتحادی بنا ہوا تھا۔ یوں یہ اطمینان تھا کہ وہ ارضی دنیا میں آنے کے بعد ان کا دوست اور ہم مسلمانوں کا دشمن بن کر رہے گا۔ اس کی تمام تر کارروائیاں ہمارے خلاف ہوا کریں گی۔

لیکن اب وہ معاہدہ ختم ہو چکا تھا۔ بازی یکسر پلٹ گئی تھی۔ وہ جسے اپنا دوست اور اتحادی سمجھ رہے تھے' وہ مارِ آستین ثابت ہو چکا تھا۔ یہاں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اکابرین کے ایسے احمقانہ اتحاد نے پوری دنیا کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔

ایسے حالات میں پرانی رنجشوں کو بھلا کر ہمیں اکابرین سے متحد ہو جانا چاہیے تھا۔ بیرونی طاقت کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے تھا۔ لیکن ہم خاموش تھے اور خاموشی کی اہم وجہ یہ تھی کہ ابھی گریٹ ایشورارا کی دشمنی کا رخ ہماری طرف نہیں تھا۔ فی الوقت وہ اکابرین اس کی مخالفانہ کارروائیوں کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔

اگرچہ ہم تماشائی بن کر رہنے والے نہیں تھے۔ مگر عارضی طور پر ان دوغلے اکابرین کو سیارے والوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ تاکہ ہم سے دھوکا کرنے والوں کو اپنی غلطیوں کی سزائیں ملتی رہیں۔

لائی دنیا میں جو کچھ ہو رہا تھا' اس کے اثرات کچھ ارضی دنیا پر پڑنے والے تھے۔ فی الحال ایشورارا رف سے ہونے والی پیش قدمی سپر پاور بن کر رہنے ہوش اُڑا رہی تھی۔ ان کے قدم اکھاڑ رہی تھی۔

ابھی ان کے دل و دماغ سے فوجی کیمپوں میں ہونے دھماکوں کی بازگشت ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایشورارا نے اور دھماکا کر دیا' یہ کہہ کر ان کا آرام و سکون غارت کر دیا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے جانبازوں کے ذریعے ندروز میں ان سب کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے ہے۔

وہ ہتھیاروں کے بجائے خیال خوانی کے ذریعے جنگ نے والا تھا اور اکابرین کے پاس ٹیلی پیتھی کا غیر معمولی نہیں تھا۔ وہ جوابی کارروائی کے طور پر اپنے مخالف پر خوانی کی لشکرکشی نہیں کر سکتے تھے۔

ان کے پاس صرف تین خیال خوانی کرنے والے رہ گئے۔ انہیں دشمنوں کے مقابلے پر لایا جاتا تو وہ تینوں اُن خیال خوانی کرنے والوں کے سامنے ٹھہر نہ پاتے۔

نانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے رین کے دماغوں کو لاک کر کے انہیں تحفظ فراہم تاکہ دشمن ان کے اندر کسی بھی طرح پہنچ نہ پائیں۔

گریٹ ایشورارا نے ایک ہفتے کی مہلت دی تھی اور گزرنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے؟ اس مختصر سے عرصے وہ تین خیال خوانی کرنے والے سیکڑوں اکابرین کے وں کو لاک نہیں کر سکتے تھے۔ ایسی بے بسی کی حالت میں ہماری یاد آئی۔ وہ جانتے تھے' بے شمار مسلمان ٹیلی جاننے والے بڑی آسانی سے ان کا یہ مسئلہ حل کر سکتے لہٰذا وہ پھر ہم سے رابطہ کرنے لگے مگر ہمارا فیصلہ اٹل ہم جانتے تھے کہ مسلمانوں سے دشمنی کرنے کے بعد ٹے دال کا بھاؤ معلوم ہوتا رہے۔

وہ ہم سے رجوع کر رہے تھے اور مایوس ہو رہے تھے۔ ی طرف سے نامرادی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو رہا بات اچھی طرح ان کی سمجھ میں آ گئی کہ ہم ان کا ساتھ یں گے۔ لہٰذا ایشورارا سے نمٹنے کے لیے انہیں اپنے ہی کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔

اور اس مسئلے کا وہی ایک حل تھا کہ اکابرین کے دماغوں کر کے انہیں تحفظ فراہم کیا جائے مگر وہاں دوسرا مسئلہ تھا کہ امریکی اکابرین اور آرمی کے افسران میں سے سے تحفظ دیا جائے۔

سب ہی کو اپنی اپنی پڑی تھی۔ کوئی نہیں چاہتا تھا کہ سیارے سے آنے والے ان کے اندر گھس کر بیٹھ جائیں۔ جس طرح مچھروں کو ڈی ڈی ٹی کا چھڑکاؤ کر کے بھگایا جاتا ہے' اسی طرح ان کے پاس ٹیلی پیتھی کے تین ہی اسپرے تھے۔ یعنی تین انار تھے اور سیکڑوں بیمار تھے۔ ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وہ انار پہلے ان کے حصے میں آئے۔

وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ان اکابرین کے زیرِ اثر نہیں تھے۔ یوگا جاننے والے افسران کے احکامات کی تعمیل کرتے تھے اور یوگا جاننے والوں کو اپنا مفاد عزیز تھا۔ چونکہ مسلح فوجیوں سے ہی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کے لیے عسکری قوت لازمی تھی۔ انہوں نے آرمی افسران کے حق میں فیصلہ سنا دیا کہ پہلے ان کے دماغوں کو لاک کر کے انہیں تحفظ دیا جائے گا۔

ان کے ایسے جانبدارانہ فیصلے پر تمام اکابرین تلملا کر رہ گئے۔ وہ یوگا جاننے والے افسران سے بحث نہیں کر سکتے تھے۔ مگر یہ شکایتیں اور حکایتیں شروع ہو گئیں کہ ایسی مصیبت کی گھڑی میں اہم سیاسی حکمرانوں کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”ہمیں اس لیے نظر انداز کیا جا رہا ہے کہ ہم صرف چند برسوں کے لیے منتخب ہو کر آتے ہیں۔ بعد کے انتخابات میں ہمارے جیسے دوسرے آ جاتے ہیں۔“

دوسرے نے کہا۔ ”ہمارے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے۔ یوگا جاننے والے افسران میانہ روی اختیار کر سکتے ہیں۔ اگر باری باری ایک آرمی افسر اور پھر ایک سیاسی حاکم کے دماغ کو لاک کیا جائے تو یہ صحیح معنوں میں انصاف ہوگا۔ لیکن یہ تو سرے سے ہمیں کوئی اہمیت ہی نہیں دے رہے ہیں۔“

ایک نے کہا۔ ”فوجی قوت کو ہر چھوٹے بڑے ملک میں ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے۔ اسی لیے وہ انہیں تحفظ دے رہے ہیں۔“

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”اگر وہ ریڑھ کی ہڈی ہیں تو ہم بھی اپنے ملک و قوم کے لیے شہ رگ کی طرح اہم ہیں۔ اپنی سیاست سے اور شاطرانہ پالیسیوں سے پوری دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی خود غرضی سے ہمیں نظر انداز نہیں کر سکتے۔“

”وہ کر چکے ہیں۔ سنا ہے' وہ تین خیال خوانی کرنے والے بڑی تندہی سے آرمی افسران کے دماغوں کو لاک کر رہے ہیں۔“

ایک عہدیدار نے کہا۔ ”ہم ایسی ناانصافی پر خاموش کیوں ہیں؟ ہمیں اپنی سلامتی کے لیے فائٹ کرنی چاہیے۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے کچھ سوچ کر کہا۔ ”فائٹ تو کرنی پڑے گی۔ انہیں مذاکرات کے ذریعے قائل کرنا ہوگا کہ وہ آرمی افسران کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی برابر کا تحفظ فراہم کریں۔“

سب کی متفقہ رائے کے بعد یوگا جاننے والی ٹیموں سے رابطہ کیا گیا تو معلوم ہوا تمام افسران ایک اہم اجلاس میں مصروف ہیں۔ فی الحال کسی سے بات نہیں ہوسکتی۔ وہ اعلیٰ حکمران جھنجلا کر رہ گئے۔ یوگا جاننے والوں کی ایسی بے مروتی سمجھا رہی تھی کہ وہ انہیں گھاس بھی نہیں ڈالیں گے۔

ان لمحات میں اکابرین کی جانوں پر بنی ہوئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ گریٹ ایشورارا کی دشمنی سے بچنے کے لیے کون سا راستہ اختیار کیا جائے؟ کہیں سلامتی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ ان کی کم بختی یہ تھی کہ ایسے کٹھن حالات میں ہم مسلمانوں نے تو کیا' اپنے یوگا جاننے والے افسران نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ”فرہاد نے ہر مشکل گھڑی میں ہمارا ساتھ دیا ہے۔ میرا خیال ہے' ہمیں پھر ایک بار قسمت آزمانی چاہیے۔ شاید اس کے دل میں ہمدردی پیدا ہوجائے؟“

”بے شک وہ ہزار دشمنی کے باوجود ہمارا ساتھ دیتا رہا ہے۔ لیکن ہماری بار بار کی مخالفتوں سے تنگ آکر سخت رویّہ اختیار کر رہا ہے۔ ہم نے عالی کے معاملے میں اسے بری طرح بدظن کر دیا ہے۔ وہ اپنی اکلوتی بیٹی سے دشمنی کرنے والوں کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ کبھی ہمارے کام نہیں آئے گا۔“

”ہم پہلے اس سے مدد مانگا کرتے تھے' وہ فوراً سہارا دینے کے لیے دوڑا چلا آتا تھا۔ اب کیوں نہیں آرہا ہے؟“

ایک عہدیدار نے کہا۔ ”اس کی وجہ ہماری اپنی کم ظرفی ہے۔ ہم نے ایک نہیں' کئی بار اس کے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ کیا اب وہ پھر دھوکا کھانے آئے گا؟“

دوسرے نے کہا۔ ”وہ دور بیٹھا ہماری پریشانیوں کا تماشا دیکھ رہا ہے۔“

”ہاں۔ دیکھ تو رہا ہوں.....“

تمام اکابرین نے ایکدم سے چونک کر اپنے ایک عہدیدار کو دیکھا پھر شدید حیرانی اور بے یقینی سے کہا۔ ”مسٹر فرہاد....؟“

میرے آلہ کار نے میری مرضی کے مطابق اثبات میں سر ہلایا۔ یکلخت تمام اکابرین کے چہرے خوشی سے یوں کھل گئے جیسے منہ مانگی مراد پوری ہونے والی ہو۔

ایک اعلیٰ حاکم نے اپنی ہتھیلیوں کو رگڑتے ہوئے بڑے ہی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ ”ویلکم مسٹر فرہاد...! خدا تمہیں لمبی عمر دے۔ تم نے اچانک ہی یہاں آکر سرپرائز دیا ہے۔ ہمارا خون بڑھا رہے ہو۔“

میں نے کہا۔ ”میں آنا نہیں چاہتا تھا لیکن مجھے ہچکیاں آرہی تھیں اور یہ اشارہ دے رہی تھیں کہ دشمن بڑے خلوص سے مجھے یاد کر رہے ہیں۔“

انہوں نے کن انکھیوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اعلیٰ حاکم نے جلدی سے کہا۔ ”ہم دشمن بن کر نہیں' دوست بن کر تمہیں یاد کر رہے ہیں۔“

میں نے کہا۔ ”ہم مسلمانوں کو مشکل وقت میں خدا یاد آتا ہے۔ لیکن یہاں تم خدا کو نہیں ایک مسلمان کو یاد کرنے لگتے ہو۔ یہ تمہاری محبت اور عقیدت نہیں ہے' کمینگی ہے کہ ہم سے بدترین دشمنی اور عداوت رکھنے کے باوجود ہم پر ہی تکیہ کرتے ہو۔ آفت آتی ہے تو ہمیں اپنا ناخدا بنا لیتے ہو۔“

کتنے ہی اکابرین نے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر جھکا کر کہا۔ ”بے شک۔ بے شک۔ ہم اپنی غلطیوں کو سمجھ رہے ہیں۔“

میں نے کہا۔ ”یہ تمہیں ایشورارا کی ٹھوکریں سمجھا رہی ہیں۔ اب سمجھ رہے ہو کہ قسمت ہمیشہ مہربان نہیں ہوتی۔ وہ مہربان بننے والا نامہربان ہوچکا ہے۔ تم لوگوں کے ساتھ جو کر رہا ہے' بالکل ٹھیک کر رہا ہے۔“

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ”وہ صرف ہمارے ساتھ ہی نہیں' تمہارے ساتھ بھی بہت کچھ کرنے والا ہے۔ اُدھر ساوی حالات غیظ وغضب میں ہیں۔ اِدھر گریٹ ایشورارا غضبناک ہوگیا ہے۔ ہماری پوری دنیا دوطرفہ مصائب کا شکار ہونے والی ہے۔ سیارے سے لاکھوں ٹیلی پیتھی.....“

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ”میں سب جانتا ہوں۔ ابھی تم اپنی بات کرو۔ اپنے حالات پر غور کرو۔ ایشورارا کے حملوں سے پہلے ہی تمہاری حکمرانی دم توڑ رہی ہے۔ یوگا جاننے والے افسران نے تو تمہیں گھر کا چھوڑا ہے نہ گھاٹ کا....“

میری بات سن کر وہ تمام اکابرین اندر ہی اندر سٹپٹا کر رہ گئے۔ میں نے بات واضح نہیں کی تھی مگر ڈھکے چھپے لفظوں میں انہیں کتا کہہ دیا تھا اور یہ گالی ان حکمرانوں کو پتھر کی طرح لگی تھی۔ لیکن کیسی بے بسی تھی' وہ میرا منہ توڑنا تو دور کی بات... جواب بھی نہیں دے سکتے تھے۔

میں نے کہا۔ ”تم نے اب تک پوری دنیا کو طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے اپنا غلام بنا کر رکھا ہے۔ آزاد ریاستوں کے حکمران اور سیاستدان محض کٹھ پتلیوں کی طرح تمہارے اشاروں پر حکومت چلاتے ہیں اور خود کو حاکم تصور کرتے ہیں۔ اب تمہاری باری ہے۔ اب تم سب ایشورارا کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بننے والے ہو۔“

وہ دنیا والوں کے ساتھ جو کچھ کرتے رہے تھے۔ اب ان کے ساتھ ہونے والا تھا اور میں یہی سچائی بیان کر رہا تھا۔ وہ خاموشی سے میری باتیں سن رہے تھے۔ جواباً بہت کچھ کہہ سکتے تھے۔ مگر ابھی اس پوزیشن میں نہیں تھے۔ ان کے سر پر جو افتاد آپڑی تھی' وہ اُن کے ہاتھ پاؤں پھلا رہی تھی۔

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ”سنا ہے' کمال کے بعد زوال آتا ہے.... یہ بھی عجیب بات ہے' تم نے جیسی زبردست حکومت کی۔ ویسی ہی زبردست پسپائی بھی دیکھنے والے ہو۔ وہ آسمان سے آنے والا تمہاری ہی زمین پر تمہیں اوندھے منہ گرانے والا ہے۔“

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”گرانے والے سے سنبھالنے والا بڑا ہوتا ہے اور ہمیں سنبھالنے والے تم ہی ہو۔ ہم گزارش کرتے ہیں' پلیز... پرانی باتوں کو بھلا کر ہمارا ساتھ دو۔ پھر دیکھو گے کہ ہمارا اتحاد تمہیں کیسے کیسے فائدے پہنچائے گا۔“

میں نے ناگواری سے کہا۔ ”اتحاد کی باتیں نہ کرو۔ تم سب جانتے ہو' میری اور سونیا کی ایک ہی بیٹی ہے اور تم لوگوں نے میری اس جان سے عزیز بیٹی کو ہلاک کرنے کی ناپاک سازش کی۔ اس کے بعد تو میں تم سے ہاتھ بھی ملانے کا روادار نہیں ہوں۔“

”تو پھر یہاں کیوں آئے ہو؟“

”بتایا تو ہے' تمہاری بے بسی کا تماشا دیکھ رہا ہوں۔“

”پلیز۔ ہمارے زخموں پر نمک نہ چھڑکو۔ ساتھ دینے کی بات کرو۔ انسانیت کے ناتے ہی سہی' ہماری مدد کرو۔ ہم جانتے ہیں' تمہارے بے شمار خیال خوانی کرنے والے ہمیں بھرپور تحفظ اور سلامتی دے سکتے ہیں۔“

”بے شک۔ دے سکتے ہیں مگر نہیں دیں گے۔ میں اپنی عالی کی جان کا صدقہ سمجھ کر بھی تم لوگوں کی مدد نہیں کروں گا۔ تم نے ناقابلِ معافی جرم کیا ہے۔ اب اس کی سزا بھگتتے رہو۔“

ایک نے بڑی عاجزی سے کہا۔ ”ہم اپنا جرم قبول کرتے ہیں۔ اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہیں۔ پلیز ہمیں معاف کردو۔“

میں نے شدید حقارت سے کہا۔ ”تم لوگوں کو شرم نہیں آتی؟ جن مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی سازشیں کرتے رہتے ہو' آج انہی کے سامنے مدد کے لیے ہاتھ پھیلا رہے ہو؟ ابھی تم پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں تو ریزہ ریزہ ہوکر ہمارے پیروں میں گر رہے ہو۔“

میں ذرا چپ ہوا پھر بولا۔ ”چلو۔ ساتھ دینے کی بات کرتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے کوئی ایک ایسا اچھا کام بتا دو' جو تم لوگوں نے ہمارے لیے کیا ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں' اس کے بدلے تمہیں بھرپور تحفظ فراہم کروں گا۔ تمام اکابرین کو گریٹ ایشورارا کی دشمنی سے بچا لوں گا۔ بولو.... پرانا حساب کھنگالو...؟“

کانفرنس ہال میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ میرا سوال سن کر سب ہی کو چپ لگ گئی تھی۔ وہ کیا اپنا محاسبہ کرتے اور کیا جواب دیتے...!

انہوں نے مسلمانوں کے لیے جو کھاتا کھول رکھا تھا' اس میں سازشیں ہی سازشیں' مخالفتیں ہی مخالفتیں درج تھیں۔ وہ کبھی کسی مرحلے پر ہمارے خیر خواہ بن کر نہیں رہے تھے۔ اس کے باوجود بھرپور امداد کے طلبگار تھے۔

پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے حال ہی میں میری بیٹی عالی کے خلاف جان لیوا سازش کی تھی۔ ہمیں ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر رکھا تھا۔ وہ پہلی بار ماں بنی تھی اور ایسے خوشی کے لمحات ہم نے شدید پریشانیوں سے نمٹتے ہوئے گزارے تھے۔

تھوڑی دیر بعد کانفرنس ہال کی خاموشی میں میری آواز گونجی۔ ”کیا ہوا...؟ تم سب خاموش کیوں ہو؟“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”ہم شرمندہ ہیں۔ اس سوال کا جواب نہیں دے سکیں گے۔“

”انسان اپنے اعمال کے کھاتے میں کوئی ایک تو اچھا کام درج کرتا ہے اور تم نے ہمارے لیے کبھی ایک بھی اچھا کام نہیں کیا۔ تم سب میرا سامنا تو کر رہے ہو۔ خدا کا سامنا کس منہ سے کرو گے؟“

”ہم کہہ تو رہے ہیں کہ شرمندہ ہیں۔ اس سے آگے کہنے کو کچھ نہیں ہے۔ بس التجائیں ہیں۔ ہم سے چاہے جیسی بھی شرطیں منوالو۔ مگر فار گاڈ سیک اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے ہمیں تحفظ دینے کی بات کرو۔“

”میں قسم کھا چکا ہوں۔ میں یا میرا کوئی بھی آدمی تمہارے کسی کام نہیں آئے گا۔ ہاں۔ انسانیت کے ناتے میں تم سے ہمدردی ضرور کر سکتا ہوں۔“

ایک اعلیٰ عہدیدار نے شدید ناگواری سے کہا۔ ”زیادہ لفاظی نہ کرو۔ چلے جاؤ یہاں سے.... ہمیں تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔“

میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ ”میں جا رہا ہوں لیکن میری ہمدردی تمہارے ساتھ رہے گی۔ کیونکہ تمہیں اس کی ضرورت ہے۔“

وہ اعلیٰ عہدیدار غصے سے تلملا کر چیخ پڑا۔ ”گو ٹو ہیل یو بلڈی فرہاد....!“

وہ غصے سے اچھل کر کھڑا ہوگیا تھا۔ میرے آلۂ کار کو ایسے حقارت سے گھور رہا تھا‘ جیسے میں اس کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔ وہ غصے کے مارے اسے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اس آلۂ کار نے پیچھے ہٹ کر کہا۔ ”اسٹاپ ... یہ میں ہوں۔ فرہاد جا چکا ہے۔“

میں وہاں سے چلا آیا تھا۔ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا تھا۔ عالی سے کی جانے والی دشمنی کو کبھی نظرانداز نہیں کر سکتا تھا مگر ہمیں انسانیت کا ایسا درس دیا گیا تھا کہ لاکھ دشمنی رکھنے کے باوجود ہم کسی کو مشکل وقت میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتے تھے۔

بے شک۔ اکابرین نے دشمنی کی انتہا کر دی تھی۔ مجھے ان سے سخت نفرت ہوگئی تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ میں بذاتِ خود یا اپنے کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے ان کی مدد نہ کرنے کی قسم کھا چکا تھا۔

ہم مسلمانوں کو اپنی دینی تعلیمات یاد رکھنی چاہیے۔ اپنے اندر انسانیت کے جذبے کو فعال رکھنا چاہیے۔ یوں بھی جو تربیت مسلمانوں کی گھٹی میں پڑ جاتی ہے‘ وہ انہیں چین سے رہنے نہیں دیتی۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی ان سے تعاون کرنے پر مجبور ہوگیا تھا مگر تعاون کرنے کا ایسا طریقہ اختیار کرنے والا تھا‘ جس سے میری قسم بھی نہ ٹوٹتی اور اکابرین کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا۔

فی الحال تو یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ میں انہیں ٹھینگا دکھا کر چلا آیا ہوں۔ وہ سب غصے سے تلملا رہے تھے۔ میرے خلاف بہت کچھ بول رہے تھے۔ پھر وہ بولتے بولتے ایکدم سے چپ ہوگئے۔ اپنے ایک عہدیدار کو ٹھٹک کر دیکھنے لگے۔ اس نے بلند آواز میں تمام اکابرین کو مخاطب کیا تھا۔

چونکنے والی بات یہ تھی کہ وہ اپنے لب و لہجے میں نہیں بول رہا تھا۔ اس کے ذریعے ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جیمس ہارڈی کی آواز سنائی دی تھی۔

یہ وہی جیمس ہارڈی تھا‘ جو پچھلے دنوں میری بیٹی اور داماد کو ہلاک کرنے حیدرآباد پہنچا تھا اور ہمارے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ ایسے برے وقت میں اسے اپنے اکابرین کی طرف سے کوئی مدد نہیں ملی تھی۔

وہ میرے رحم و کرم پر تھا۔ تب میں نے اسے جان کی امان دیتے ہوئے کہا تھا کہ اسے اور اس کے بیوی بچے کو اس شرط پر زندگی مل رہی ہے کہ وہ امریکا واپس نہیں جائے گا۔ کبھی مسلمانوں کے خلاف خیال خوانی نہیں کرے گا۔

ویسے بھی وہ اپنے اکابرین سے بدظن ہو چکا تھا۔ میں نے اس جانی دشمن کو معاف کیا تھا۔ اس کی بیوی اور بچے کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ وہ میری ہمدردی اور انسانی رویّے سے متاثر ہوگیا تھا۔

اس نے وعدہ کیا تھا۔ اپنی بیوی اور بچے کی قسم کھا کر کہا تھا‘ کبھی ہمارے خلاف خیال خوانی نہیں کرے گا۔ آئندہ میری ہدایات کے مطابق زندگی گزارے گا۔ میں جو حکم دوں گا‘ اس پر عمل کرتا رہے گا۔ میں نے اسے اس کی مرضی کے مطابق اسے بیوی بچوں سمیت سوئٹزرلینڈ پہنچا دیا تھا۔

چونکہ وہ بنیادی طور پر امریکن تھا۔ اس کے ملک و قوم پر آفت آ رہی تھی۔ اس لیے میرے کہنے پر اکابرین کے درمیان پہنچا ہوا تھا۔ میری مرضی کے مطابق ایک محتاط رویّہ اختیار کرتے ہوئے ان کے کام آنے والا تھا۔

دراصل میں چاہتا تھا‘ ان بوکھلائے ہوئے اکابرین کو کسی حد تک مدد حاصل ہو جائے اور ہمارے خیال خوانی کرنے والے ان کے ساتھ وقت ضائع نہ کریں۔ آخر اپنی دنیا کو بچانے کے لیے کسی بہانے ان کے کام آنا ہی تھا۔

وہ سب ہی اس عہدیدار کو حیرانی و بے یقینی سے دیکھ رہے تھے‘ جسے اس نے اپنا آلۂ کار بنایا تھا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے حیرانی سے پوچھا۔ ”کیا تم جیمس ہارڈی ہو...؟“

وہ بولا۔ ”جی ہاں۔ میں وہی ہوں‘ جس کی بیوی اور بچے کو تم لوگ یرغمال بنا کر رکھنے والے تھے لیکن جب میری سلامتی تمہارے لیے ضروری نہ رہی تو تم لوگوں نے مجھے غیرضروری سمجھتے ہوئے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا تھا۔“

اعلیٰ حاکم نے جلدی سے کہا۔ ”خیال خوانی کرنے والے کبھی غیرضروری نہیں ہو سکتے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ فرہاد تمہیں بہکا کر‘ ہم سے چھین کر لے گیا ہے۔“

”انہوں نے بہکایا نہیں ہے۔ مجھے اور میری فیملی کو سلامتی دی ہے۔“

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ایک عہدیدار نے کہا۔ ”وہ جسے سلامتی دیتا ہے‘ وہ اس کے فریب میں جاتا ہے اور اس کے دین کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ یقیناً اس نے کے بدلے تمہیں مسلمان بنا دیا ہوگا؟“

”مسٹر فرہاد تو تمہارے بھی مشکل وقت میں تمہارا ساتھ رہے ہیں۔ تمہیں سلامتی دیتے رہے ہیں۔ کیا انہوں آج تک کسی بھی تعاون کے صلے میں تمہارے کسی حکمران کو جبراً مسلمان بنایا ہے؟“

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”نہیں۔ فرہاد نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ ہمارے تمام اکابرین اپنے مذہب پر قائم ہیں۔“

”میں بھی قائم ہوں۔“

ایک عہدیدار نے خوشی سے چہک کر پوچھا۔ ”پھر تو تم ضرور اپنے ہم مذہبوں کی مدد کے لیے یہاں آئے ہوگے؟“

وہ بولا۔ ”بے شک۔ ہم اپنے ملک اور اپنی قوم کی سلامتی کے لیے عارضی طور پر واپس آئے ہیں۔“

انہوں نے چونک کر ایک ذرا حیرانی سے اس آلۂ کار کی طرف دیکھا۔ ”ہم....؟“

وہ بولا۔ ”میں یہاں تنہا نہیں ہوں۔ میرے ساتھ واکس مین اور الف گائی بھی آئے ہیں۔ خیال خوانی کے ذریعے دو عہدیداروں کے اندر موجود ہیں۔“

تمام اکابرین خوشی سے جھوم اٹھے۔ بیٹھے بٹھائے ایک دو نہیں‘ تین تین خیال خوانی کرنے والے ان کے پاس آگئے تھے۔ ان کی تو جیسے لاٹری نکل آئی تھی۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے واکس مین اور الف گائی کافی عرصہ پہلے اپنے اکابرین سے منحرف ہو کر امریکا چھوڑ چکے تھے۔ گمنامی کی زندگی گزار رہے تھے۔ جب میں نے جیمس ہارڈی کو اکابرین کی مدد کرنے کی ہدایت کی تو وہ دونوں بھی اس برے وقت میں ان سے تعاون کرنے وہاں چلے آئے۔ اب ان کی ایسی اچانک آمد سے تمام عہدیداروں کو خوشگوار حیرت ہو رہی تھی۔

ایک اعلیٰ حاکم نے دیگر عہدیداروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”واکس مین! الف گائی! کیا واقعی تم لوٹ آئے ہو؟“

انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ”ابھی جیمس ہارڈی نے کہا ہے‘ ہم عارضی طور پر یہاں آئے ہیں۔ تم لوگوں کے دماغوں پر تنویمی عمل کریں گے۔ تمہیں تیار رے والوں کی پہنچ سے اور ان کی گرفت سے بچائیں گے۔ پھر چلے جائیں گے۔“

اکابرین نے خوش ہو کر کہا۔ ”ہم سے جو بھی غلطیاں

ہوئی ہیں۔ انہیں معاف کردو اور ہمیشہ کے لیے واپس آجاؤ۔“

انہوں نے کہا۔ ”ہرگز نہیں۔ ہم صرف سیّارے والوں کے خلاف تمہارے کام آرہے ہیں لیکن مسلمانوں کے خلاف کبھی خیال خوانی نہیں کریں گے اور نہ اس سلسلے میں تمہارے کسی کام آئیں گے۔“

اعلیٰ حاکم نے ناگواری سے کہا۔ ”مسلمانوں کا نام نہ لو۔ ان دشمنوں کو تو موقع مل گیا ہے۔ خاص طور پر فرہاد چاہتا ہے، گریٹ ایشورارا کی دشمنی ہم تمام اکابرین کو فنا کر دے۔ وہ اور اس کے تمام مسلمان ساتھی ہمیں ختم کر کے پوری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ اسی لیے ہم سے کوئی تعاون نہیں کر رہے ہیں۔“

جیمس ہارڈی نے کہا۔ ”کوئی سانپوں کو دودھ نہیں پلاتا۔ لیکن مسٹر فرہاد کی عظمت کو داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے ہمیں دودھ کی نہر بنا کر تمہاری سلامتی کے لیے بھیجا ہے۔ شرم کرو، وہ تمہارے جیسے دشمنوں کو بھی مشکل وقت میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑ رہے ہیں۔“

ایک نے کہا۔ ”تعجب ہے ابھی تو اس نے ہماری ایک نہیں سنی تھی۔ ہم پر لعنت بھیج کر چلا گیا تھا۔“

وائس مین نے کہا۔ ”انہوں نے لعنت نہیں بھیجی ہے۔ ہمیں یہاں بھیجا ہے۔“

تمام اکابرین نے ٹھٹک کر ایک ذرا تعجب سے پوچھا۔ ”کیا مطلب....؟“

جیمس ہارڈی نے کہا۔ ”جی ہاں۔ انہوں نے ٹف گائی کی طرح ہمیں بھی تمہاری مدد کرنے کی ہدایت کی ہے۔“

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ”تمہاری زبان سے سن کر بھی یقین نہیں آرہا ہے۔ یوں لگتا ہے، تم سب اس سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہوگئے ہو۔ خوامخواہ اسے کریڈٹ دے رہے ہو۔ جبکہ اس نے ہم سے تعاون نہ کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے اور وہ زبان کا دھنی ہے۔“

”بے شک۔ وہ زبان کے دھنی ہیں۔ انہوں نے قسم کھائی ہے۔ وہ اپنے کسی بھی مسلمان خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے تمہاری مدد نہیں کرنا چاہتے۔“

دوسرے نے کہا۔ ”اسی لیے انہوں نے ہمیں یہاں بھیجا ہے۔ تم لوگوں کو ان کا احسان ماننا چاہیے۔“

تمام اکابرین ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اب میری یہ بات ان کی سمجھ میں آرہی تھی۔ میں نے وہاں سے جاتے جاتے کہا تھا کہ میری ہمدردی ان کے ساتھ رہے گی۔ کیونکہ انہیں اس کی ضرورت ہے۔ میں نے ہمدردی کے طور پر تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے پاس پہنچائے تھے۔ میرا یہ تعاون ایسا تھا کہ وہ اس سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔

اعلیٰ حاکم نے تمام اکابرین کو دیکھا۔ پھر کہا۔ ”بے شک۔ مسٹر فرہاد نے ہم سے تعاون کیا ہے۔ مگر اس میں احسان والی کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری امداد کے لیے آئے ہیں۔ ہاں۔ اگر وہ مسلمان خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے ہمیں تحفظ دیتا تو پھر ہم اس کے احسان مند ضرور ہوتے۔“

جیمس ہارڈی نے کہا۔ ”ہم نے کہا ناں... ہم آئے نہیں ہیں۔ ہمیں بھیجا گیا ہے۔ یوں تمہیں مسٹر فرہاد کا احسان مند ہونا چاہیے۔ مگر تم لوگ سراسر احسان فراموشی کر رہے ہو۔“

وائس مین نے جیمس سے کہا۔ ”ابھی ہم واپس چلے جائیں تو انہیں عقل آجائے گی۔“

تمام اکابرین نے ایکدم سے پریشان ہو کر ان تین آلۂ کاروں کی طرف دیکھا۔ اعلیٰ حاکم نے جلدی سے کہا۔ ”تم ہماری بات کا مطلب نہیں سمجھے۔ ہم تو صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ فرہاد اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے بھی ہم سے تعاون کر سکتا تھا۔ پھر بھی ہم تمہیں پا کر اس کا احسان مانتے ہیں۔“

وہ لاتوں کے بھوت تھے۔ باتوں سے نہیں مانتے تھے۔ ان تینوں نے انہیں لات مار کر جانے کی بات کی تو وہ فوراً ہی میرے گن گانے لگے۔ ویسے میں نے تینوں کو تاکید کی تھی کہ حالات جیسے بھی ہوں، انہیں ہر حال میں اکابرین سے تعاون کرنا ہوگا۔ اسی میں ان کے ملک و قوم کی سلامتی ہے۔ ورنہ گریٹ ایشورارا بھرپور تیاریوں کے ساتھ آرہا ہے۔ ان حکمرانوں کو مجبور اور بے بس بنا کر ہماری زمین پر تسلط قائم کرنے کے سلسلے میں کامیاب ہوتا رہے گا اور ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔

ان تینوں نے محض دھمکی کے طور پر وہاں سے جانے کی بات کہی تھی۔ ان اکابرین کی یہ خوش قسمتی تھی کہ ایسے برے وقت میں وہ تینوں واپس آگئے تھے۔ انہیں تحفظ اور سلامتی دینے والے تھے مگر وہ لوگ عجب بے ایمان اور بے مروت تھے۔ میرا احسان ماننا نہیں چاہتے تھے۔ فی الحال اپنے دماغوں کو مقفل کرانے اور تحفظ حاصل کرنے کے لیے اوپری دل سے مجھے اپنا محسن مان رہے تھے۔

وہ یقین سے کہہ رہے تھے۔ ”اب ہم گریٹ ایشورارا کے مقابلے میں کمزور نہیں پڑیں گے۔ ان کے ایک بھی خیال

[illegible] والے کو اپنے ملک کے کسی علاقے میں قدم [illegible] دیں گے۔“

[illegible] افسران کے بعد ان اکابرین کا مسئلہ بھی [illegible] فرانس، انگلینڈ اور جرمنی کے اکابرین اپنی [illegible] پریشان تھے۔ بری طرح بوکھلائے ہوئے [illegible] پیتھی جاننے والوں کے معاملے میں بالکل [illegible] ان کے پاس ایک بھی خیال خوانی کرنے والا [illegible] ان کی نظریں بھی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے [illegible] ہوئی تھیں۔ وہ ہم سے تعاون کی اپیل کر رہے [illegible]

[illegible] سی صورتِ حال تھی۔ بڑے ممالک کے سب [illegible] اور اعلیٰ حکمران ہم مسلمانوں کو کمتر سمجھتے تھے مگر اس [illegible] کے باوجود انہیں ہماری برتری تسلیم کرنی پڑ [illegible]

[illegible] بڑی خوبصورت ہوتی ہے۔ کوئی بھی اس سے منہ [illegible] کے اندھیروں میں جانا نہیں چاہتا۔ بیماری کے [illegible] آنے والی ہو، تب بھی اسے دواؤں کے [illegible] کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ دعائیں مانگی جاتی [illegible] تمام اکابرین ناگہانی شامت کو ٹالنے کے لیے [illegible] رہے تھے۔

[illegible] دستور خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ ہماری طرف [illegible] گروہ دنیا بھر کے عاملوں اور جادوگروں کو مختلف [illegible] وغیرہ کے ذریعے مخاطب کرنے لگے۔ یہ اعلان [illegible] کہ جو بھی عامل یا جادوگر انہیں تحفظ اور سلامتی [illegible] گریٹ ایشورارا کے حملوں سے بچائے گا، وہ اسے [illegible] ادا کریں گے۔

[illegible] دنیا میں سچے جھوٹے عاملوں کی کمی نہیں ہے۔ [illegible] ہزار مل جاتے ہیں۔ پھر یہ کہ منہ مانگی رقم کی [illegible] اور یہ بہت بڑی کشش تھی۔ دنیا بھر سے سیکڑوں [illegible] عامل اور جادوگران کی طرف کھنچے چلے آئے۔ فیکس، [illegible] ای میل وغیرہ کے ذریعے ان سے رابطے کرنے [illegible] ان میں سے تجربہ کار، سچے اور کھرے عامل کا [illegible] ل ہو رہا تھا۔

[illegible] ار نے کہا۔ ”سب ہی آنے والے اپنے [illegible] کھا رہے ہیں۔ خود کو سب سے زیادہ پہنچا ہوا [illegible] ہیں۔ جب تک کوئی دشمن ہمارے اندر نہیں [illegible] جادوگر اسے بھگانے کا کمال نہیں دکھائیں گے [illegible] پر بھروسا نہیں کر سکتے۔“

''ہمیں دھوکے بازوں سے بچنا ہوگا۔ کوئی بھی ڈھونگی عامل یا جادوگر باتیں بنا کر ہمیں بے وقوف بنا سکتا ہے۔ مشکل تو یہ ہے کہ ہم آزمائش کے طور پر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہ نہیں کہیں گے کہ وہ ہمارے اندر آئے۔ اگر کوئی عامل اسے بھگا نہ سکا تو وہ ہمارے دماغ سے چپک کر رہ جائے گا۔ ہم بیٹھے بٹھائے خوامخواہ اس کے غلام بن جائیں گے۔''

دوسرے عہدیدار نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ ''کسی بھی طرح کے دھوکے سے بچنے کے لیے آزمائش ضروری ہے۔ مگر ہم کسی کو آزمانے کا خطرہ مول نہیں لیں گے۔''

ایک نے کہا۔ ''عمل کرنے یا منتر پڑھ کر پھونکنے میں اچھا خاصا وقت لگتا ہے۔ اُدھر یہ چھومنتر کہہ بھی نہ پائیں گے' اِدھر وہ دماغ میں زلزلہ پیدا کردیں گے۔''

دوسرے نے کہا۔ ''ہم ایک سے مطمئن نہ ہو کر کسی دوسرے عامل کو آزمائیں گے' تب تک ایشورارا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے قیامت کی چال چل جائیں گے۔''

''بے شک اور اِدھر اس کی دی ہوئی مہلت لمحہ لمحہ کم ہوتی جارہی ہے۔''

وہ سب ہی الجھے ہوئے تھے۔ آپس میں مشورے کر رہے تھے۔ ایسے وقت ایک اور عامل نے فون کے ذریعے ان سے رابطہ کیا۔ ایک عہدیدار نے فون کا وائڈ اسپیکر آن کرتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو کون...؟''

دوسری طرف سے ایک ذرا بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ ''میں وہ ہوں' جس کی تمہیں ضرورت ہے۔''

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر اس عہدیدار نے فون پر کہا۔ ''یقیناً تم کوئی عامل یا جادوگر ہو۔ اپنا نام بتاؤ؟''

''کام سے مطلب ہونا چاہیے۔ نام میں کیا رکھا ہے؟ تمہیں میرا اکاؤنٹ نمبر معلوم ہونا چاہیے۔ تاکہ میری مطلوبہ رقم وہاں جمع کرائی جاسکے۔''

اس عہدیدار نے دوسرے اکابرین کو دیکھا اور پھر پوچھا۔ ''اپنا پتا ٹھکانا بتاؤ' کہاں کے رہنے والے ہو؟''

''اسی دنیا کے ایک کونے میں رہتا ہوں۔''

وہ چڑ کر بولا۔ ''تم عجیب باتیں کر رہے ہو۔ نہ نام بتا رہے ہو' نہ پتا ٹھکانا بتا رہے ہو۔''

''یہ تمام سوالات غیر ضروری ہیں۔ کام کی باتیں کرو۔''

ایک عہدیدار نے کہا۔ ''اس سے پوچھو اس کا مذہب کیا ہے؟ کہیں یہ مسلمان تو نہیں ہے؟''

اس عہدیدار نے فون پر پوچھا۔ ''تمہارا دین دھرم کیا ہے؟''

''انسان کا دین دھرم بہت ہی کمزور ہوتا ہے۔ جب اس پر کوئی آفت آتی ہے تو کبھی یہ بھگوان کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہے' کبھی خدا کے آگے سجدے کرتا ہے' کبھی گاڈ کے سامنے معصوم فرشتہ بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کبھی اپنے ہی جیسے انسان کو خدا بنا کر اس سے من کی مرادیں پوری کرواتا ہے۔''

وہ ذرا دیر چپ ہوا پھر بولا۔ ''ہمارا تمہارا کیا ہے' ج وقت پر کام آجاتا ہے ہم اسے اپنا بھگوان' خدا اور گاڈ بنالیتے ہیں۔ تم بھی ایسے ہی ہو۔ ابھی میں تمہارے کام آؤں گا تو ت سب میرے قدموں میں گر پڑو گے۔ میری مناجات شرو کردو گے۔''

اعلیٰ عہدیدار نے ناگواری سے کہا۔ ''زیادہ بھاؤ ن دکھاؤ۔ کام آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم تمہیں سر پ بٹھالیں گے۔ تمہیں تمہارے کام کا منہ مانگا معاوضہ ادا کی جائے گا۔''

دوسرے عہدیدار نے کہا۔ ''بائی داوے' تم ات پُراسرار کیوں بن رہے ہو؟''

ایک اور نے پوچھا۔ ''اور جب اس طرح چھپ کر رہ گے تو ہمارے کام کیسے آؤ گے؟''

فون پر اس کی آواز سنائی دی۔ ''میرا اپنا کچھ طریقۂ کا ہے۔ تمہارے کام آنے کے لیے نہ تو مجھے وہاں آنا پڑے گا نہ ہی میں تمہیں اپنے پاس بلاؤں گا۔''

''کیا مطلب...؟ کیا تم دور ہی دور سے ہم پر کوئی عمل وغیرہ کرو گے؟''

''پہلے تمام عاملوں کو بھول کر مجھ سے معاملہ ڈن کرو اس کے بعد کوئی سوال کرو۔''

''ہم یونہی تم پر کیسے اعتماد کرلیں؟ اپنا کوئی کارنامہ بتاؤ معلوم تو ہو' کتنے پہنچے ہوئے ہو؟ ہمیں مکمل طور پر سیکیور فراہم کرسکو گے یا نہیں؟''

وہ بولا۔ ''میں اپنے کارناموں کو اشتہار بنا کر پیش نہیں کرتا۔ نہ ہی جادو منتر پڑھنے میں وقت برباد کرتا ہوں۔ اگ اپنے مسائل جلد حل کرنے کے لیے میرا تعاون چاہتے ہو سوال جواب میں نہ الجھو۔''

اس پُراسرار عامل کی باتیں اور اس کا لب ولہجہ ایسا ت کہ اکابرین بڑی حد تک اس سے متاثر ہونے لگے۔ پ تجسس بھی پیدا ہو گیا تھا۔ یہ جاننے کی بے چینی ہو گئی تھی کہ آخ اس کے کام کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ اس نے کہا تھا' وہ کسی طر کا عمل نہیں کرے گا۔ پھر سمجھ میں نہیں آرہا تھا' کیسے ان ک کام آئے گا' کیسے انہیں تحفظ دے گا؟

ہر حال اس معمے کو سمجھنا تھا اور اس سے کام بھی لینا تھا۔

ار نے پوچھا۔ ''ابھی تم جس نمبر سے بات کر رہے اس پر ہم آئندہ رابطہ کرسکتے ہیں؟''

''نہیں۔ یہ عارضی ہے۔ میرے فون کی سم بدل جائے

م نے تو ہمیں الجھا دیا ہے۔ ہم آپس میں صلح مشورہ نے کے بعد تمہیں کال بیک کرنا چاہتے ہیں۔ بتاؤ' کیسے ہی گے؟''

وہ بولا۔ ''میں آدھے گھنٹے کا وقت دے رہا ہوں۔ اس بعد خود ہی تم لوگوں کو مخاطب کروں گا۔''

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ اُدھر فون پر ونی بھائی' اِدھر اکابرین کے درمیان چہ میگوئیاں ہونے یں۔ ایک عہدیدار نے کہا۔ ''آخر اس کا طریقہ کار کیا ہو ہے؟''

دوسرے نے کہا۔ ''وہ تو اس سے کام لے کر ہی معلوم گا۔''

''کیا ہمیں اس پر اعتماد کرنا چاہیے؟''

وہ سب ہی ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''کسی نہ کسی پر تو بھروسا کرنا ہی ہے بھی آزمانا ہی ہوگا۔''

''اس کی یہ بات اچھی ہے کہ یہ دوسرے عاملوں اور روں کی طرح عملیات میں وقت برباد نہیں کرے گا۔ ایشورارا نے جو مہلت دی ہے' اس سے پہلے ہی ہمیں حاصل ہو سکے گا۔''

قائل ہونے والی بات تھی۔ لہٰذا سب کی رائے کے فیصلہ کیا گیا کہ اس پُراسرار عامل پر اعتماد کرتے اس کی خدمات حاصل کی جائیں۔

اس نے آدھے گھنٹے بعد انہیں فون پر مخاطب کیا۔ فون کا کر آن تھا۔ تمام اکابرین اس کی آواز سن رہے تھے۔ حاکم نے کہا۔ ''ہمارا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ تم سے کام لیا تم ہمارے حالات سے واقف ہو۔ اب بتاؤ' سیارے ہمیں کس طرح تحفظ دے سکو گے؟''

وہ بولا۔ ''میں تم لوگوں کو ایسے تحفظ دوں گا کہ اس کے وسماوی کوئی بھی دشمن تمہیں جانی نقصان نہیں پہنچا

انہوں نے بڑے تجسس سے پوچھا۔ ''کیا واقعی....؟ تم لِ شکست بنادو گے؟ مگر کچھ تو بتاؤ' تم کیا کرو

''میں تمہیں ایسے آبِ حیات کا راستہ بتاؤں گا' جس سے فیض یاب ہونے کے بعد کوئی حادثہ یا دشمنی تمہیں وقت سے پہلے مار نہیں سکے گی۔ تم بے خوف وخطر اپنی طبعی عمر تک جیتے رہو گے۔''

اعلیٰ حاکم نے ایک ذرا تعجب سے کہا۔ ''آبِ حیات...؟ ہم نے الف لیلوی داستانوں میں اس کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے۔ کیا واقعی ہماری زمین پر کہیں آبِ حیات موجود ہے؟''

''بے شک...موجود ہے۔''

تمام اکابرین نے بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ایک عہدیدار نے پہلو بدل کر فون پر کہا۔ ''تم فوراً ہمیں وہاں تک پہنچنے کا راستہ بتاؤ۔ ابھی تمہارے اکاؤنٹ میں تمہاری مطلوبہ رقم ٹرانسفر کر دی جائے گی۔''

''ذرا تحمل سے کام لو۔ پہلے میری بات کو سمجھ تو لو۔ وہ کوئی بہتے پانی کی ندیا نہیں ہے کہ میں راستہ بتاؤں گا اور تم سب وہاں جا کر غٹاغٹ پینے لگو گے۔''

''کیا مطلب...؟ ابھی تم نے خود کہا ہے کہ وہ آبِ حیات ہے؟''

اس کی آواز سنائی دی۔ ''بیشک۔ وہ آبِ حیات ہے مگر ایک حسینہ ہے۔''

انہوں نے چونک کر فون کو دیکھا۔ وہ بولا۔ ''ایک ایسی غیر معمولی حسینہ...جس کی قربت کسی بھی شخص کو ناقابلِ شکست بنا دیتی ہے۔ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ اس حسینہ سے فیض یاب ہونے والا اپنے مقررہ وقت سے پہلے کبھی نہیں مرے گا۔''

اکابرین کے اندر کچھ بے چینی سی پھیل گئی۔ حالات کی سنگینی میں اچانک ہی رنگینی بھر گئی تھی۔ وہ پُراسرار عامل دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے انہیں بڑا ہی رومانی اور جذباتی سا راستہ دکھا رہا تھا۔

ایک اعلیٰ حاکم نے پہلو بدل کر فون پر کہا۔ ''یہ یقین نہ کرنے والی بات لگتی ہے۔''

''تجربے سے گزرو گے تو یقین آجائے گا۔ اس کے ساتھ وقت گزارنے کے بعد ایک عجیب سی توانائی محسوس کرو گے۔ میں اس آبِ حیات کا جام نوش کر چکا ہوں۔''

انہوں نے پھر ایک دوسرے کو دیکھا۔ عامل نے کہا۔ ''ذرا سوچو! اس تجربے میں تمہارا نقصان ہی کیا ہے؟ یوں بھی نہ جانے کتنی حسیناؤں کے ساتھ اپنی راتیں کالی کرتے رہتے ہو۔ ایک رات اور کالی کرو گے تو اپنی زندگی کا نیا سورج

طلوع ہوتے دیکھو گے۔"

اعلیٰ حاکم نے قائل ہو کر کہا۔ "ٹھیک ہے۔ ہمیں اس کا پتا ٹھکانا بتاؤ۔ وہ کہاں ملے گی؟"

"کوئی بھی چیز آسانی سے نہیں ملتی۔ من کی مراد پانے کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔"

ایک عہدیدار نے کہا۔ "تم بیلنے کے لیے پاپڑ دو گے تو ہم بیلیں گے۔ ہمیں صرف وہاں کا راستہ بتا دو۔"

"راستہ ابھی بتاؤں گا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ ایک ہے اور تم سیکڑوں کی تعداد میں ہو۔ یقیناً سب ہی اکابرین اپنی سلامتی چاہتے ہیں؟"

انہوں یک زبان ہو کر کہا۔ "بے شک۔"

"یعنی ایک انار اور سو بیمار والا معاملہ ہے۔ وہ ایک انار کس کس کے حصے میں آئے گا؟"

وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ عامل نے کہا۔ "میں اس لڑکی کی بھی سلامتی چاہتا ہوں۔ تم لوگ اپنے تحفظ کے لیے بوکھلائے ہوئے ہو۔ یہ بھی نہیں چاہوں گا کہ بیمار انار کے پاس جائیں اور انار دانہ دانہ ہو کر بکھر جائے اور کسی کے کام نہ آئے۔"

"اتنی عقل تو ہمیں بھی ہے۔ ہم سونے کے انڈے دینے والی مرغی کو ہلاک نہیں کرنا چاہیں گے۔"

"پہلے ہم اچھی طرح سمجھیں گے کہ ایک مے خانے میں کتنے مے خواروں کے لیے گنجائش ہو سکتی ہے؟ وہ جام ہر ایک کے نام نہیں ہوگا۔ کتنے ہی پیاسے رہ جائیں گے۔"

عامل نے کہا۔ "یہ تو وقت اور حالات کے مطابق فیصلہ ہوتا رہے گا اور فیصلہ وہ حسینہ کرے گی۔"

"وہ جو بھی فیصلہ کرے گی' ابتدا میں دو چار کو ضرور قبول کرے گی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ پہلے دو چار خوش نصیب کون ہوں گے؟"

اس کانفرنس ہال میں انگلینڈ' فرانس اور جرمنی کے اکابرین موجود تھے۔ وہ سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ عامل نے کہا۔ "پہلے تم سب آپس میں اپنی اپنی باریوں کا حساب کتاب کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ وہ تمام اکابرین آپس میں صلاح مشورے کرنے لگے۔ یہ طے کیا جانے لگا کہ ایک دن میں پانچ نہیں' بلکہ چھ افراد اس حسینہ کے پاس جائیں گے تاکہ ہر ملک سے دو دو اکابرین کی گنتی پوری ہو سکے اور جھگڑے والی کوئی بات بھی نہ ہو۔

انہوں نے پہلے ہم سے تعاون کی اپیل کی تھی اور ہم نے بڑی خاموشی سے انہیں ٹال دیا تھا۔ اس کے باوجود ہم انہیں بالکل ہی نظر انداز نہیں کر رہے تھے۔ جس طرح میں امریکی اکابرین کے درمیان پہنچا تھا۔ اسی طرح اس وقت کبریا ایک آلۂ کار کے ذریعے اس کانفرنس ہال میں موجود تھا۔ مجھے پل پل کی رپورٹ دے رہا تھا۔

اس غیر معمولی حسینہ کے بارے میں سن کر حیرت ہو رہی تھی۔ وہ کون تھی؟ کیا تھی؟ اس کے بارے میں جو کچھ کہا جار تھا' وہ کس حد تک درست تھا؟ یہ جاننے کے لیے میں نے کبریا کو ہدایت دی تھی کہ وہ اس عامل کے دماغ میں پہنچے اور اس کی اصلیت معلوم کرے۔

اس کام میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی کبر نے آ کر مجھے اس پُراسرار عامل کی پوری ہسٹری سنا دی۔ اس حسینہ کے بارے میں بھی بہت اہم معلومات حاصل ہوئی تھیں جنہیں فی الحال میں بیان نہیں کروں گا۔ اگر داستان کے اس موڑ پر اُن کا ذکر چل نکلا تو واقعات الجھ کر رہ جائیں گے۔

میں تھوڑی دیر تک چپ رہا۔ زیرِ لب مسکرانے لگا۔ کبر نے کہا۔ "پاپا! آپ مسکرا رہے ہیں؟ جبکہ صورتِ حال کا سیریس ہے۔ وہ تمام اکابرین...."

میں نے سر ہلا کر کہا۔ "وہ ڈوب رہے ہیں اور اپ بچاؤ کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ ایسے میں وہ عامل ان کے لیے تنکے کا سہارا بن رہا ہے۔ اُسے بننے دو۔"

"مگر وہ تو......"

میں نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "میں اس سلسلے میں تمہیں چند ہدایات دوں گا۔ تم ان پر عمل کرتے رہو گے۔ فی الحال ان اکابرین کے درمیان رہ کر تمام حالات پر نظر رکھو۔"

وہ میرے حکم کے مطابق دوبارہ اس کانفرنس ہال میں پہنچ گیا۔ وہاں اس پُراسرار عامل کی فون کال آ گئی ہوئی تھی۔ اس سے معاملات طے کیے جا رہے تھے۔

عامل نے تمام اکابرین سے کہا۔ "تم نے ابھی پا افراد کی بات کی تھی۔ میں نے آدھے گھنٹے بعد کال کی ہے اس گنتی میں ایک فرد کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اب میں کیسے یقی کر لوں کہ تم لوگ اپنی زبان پر قائم رہو گے؟ پانچ کے بعد افراد ہو گئے ہیں۔ آئندہ سات اور آٹھ بھی ہو سکتے ہیں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے جلدی سے کہا۔ "نہیں۔ ایسا نہیں ہوگا۔ ہم نے تو اپنے اکابرین کی گنتی برابر کرنے کے ایک فرد کا اضافہ کیا ہے۔"

اس نے انکار کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اپنی گنتی برا

کرنے کے لیے اُس حسینہ کی جان لینا چاہتے ہو؟ میں نے تمہیں آپس میں صلاح مشورے کرنے کا وقت دیا تھا۔ تعداد بڑھانے کا نہیں..."

"پلیز۔ ہماری پرابلم کو سمجھو۔ پانچ کی گنتی ہمارے درمیان تنازعہ ہو جائے گی۔"

وہ بولا۔ "یہ تم لوگ سمجھو کہ اس تنازع کو کیسے ختم کیا جا سکتا ہے؟"

"پانچ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر ملک سے دو دو اور کسی ایک ملک سے ایک اعلیٰ عہدیدار اس حسینہ کے پاس جائے گا۔"

عامل نے کہا۔ "بے شک۔ یہی ہوگا۔"

تینوں ممالک کے اکابرین نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "اور یہی جھگڑے والی بات ہے۔ ہم میں سے کسی بھی ملک کے حکمران ایسی ناانصافی قبول نہیں کریں گے۔"

"چلو تو پھر انصاف کی بات کرو۔ یہ طے کر لو کہ ہر ملک سے ایک ایک فرد اس حسینہ کے پاس جائے گا۔ یعنی ایک دن میں تین افراد تحفظ حاصل کریں گے۔"

انہوں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ ایک عہدیدار نے کہا۔ "تم نے تعداد بڑھانے کے بجائے بالکل ہی کم کر دی ہے۔ اس طرح تو دشمنوں کی طرف سے دی گئی مہلت ختم ہو جائے گی۔ مگر ہماری گنتی پوری نہیں ہوگی۔ تمام اکابرین کو تحفظ نہیں مل سکے گا۔"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ ایک عہدیدار نے پوچھا۔ "ہیلو...! تم لائن پر ہو ناں....؟ ہیلو...!"

وہ بولا۔ "ہاں۔ سن رہا ہوں۔ مگر ہوگا وہی' جو میں کہہ چکا ہوں۔ یا تو تین یا پھر پانچ...."

"فار گاڈ سیک... تین پانچ نہ کرو۔ چھ افراد کی بات کرو۔"

"میں فون بند کر رہا ہوں۔ پندرہ منٹ بعد آخری بار رابطہ کروں گا۔ اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ تمام اکابرین ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ نگاہوں میں یہ سوال تھا کہ اب کیا کیا جائے؟

جرمنی کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے کچھ سوچ کر کہا۔ "اس مسئلے کا ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ پہلے دو ممالک کے چار اکابرین اس حسینہ کے پاس جائیں گے اور تیسرے ملک کا ایک اعلیٰ عہدیدار ان کے ساتھ ہوگا۔ پھر دوسرے دن اس تیسرے ملک کے دو اکابرین جائیں گے تو باقی دو ممالک میں سے کسی ایک کو قربانی دینی پڑے گی۔

یہی طریقہ قابلِ قبول ہو سکتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "پھر تیسرے روز بھی اسی طریقہ کار کے ذریعے ایک ملک کا ایک اعلیٰ عہدیدار دوسرے ممالک کے چار اکابرین کے ساتھ جائے گا۔ یوں پانچ کی گنتی بھی پوری ہوتی رہے گی اور جھگڑے والی کوئی بات بھی نہیں ہوگی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "یعنی ہر روز باری باری تینوں ممالک کے اکابرین کو سمجھوتا کرنا پڑے گا۔"

ایک اور اعلیٰ عہدیدار نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "اس مسئلے کا اس سے بہتر کوئی اور حل ہو نہیں سکتا۔"

دوسرے اکابرین بھی اس کی تائید کرنے لگے۔ مشورہ دینے والے عہدیدار نے کہا۔ "اب اس کی فون کال آنے سے پہلے یہ فیصلہ بھی کر لیں کہ ہم تینوں ممالک میں سب سے پہلے کون سمجھوتا کرے گا؟"

اس کا سوال سن کر کانفرنس ہال میں خاموشی چھا گئی۔ وہ بظاہر خاموش تھے۔ مگر اندر ہی اندر سوچ رہے تھے۔ اپنے آپ سے بول رہے تھے۔ کبریا انگلینڈ کے ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے۔ "ہم تو کبھی کمپرومائز نہیں کریں گے۔ فرانس کے اکابرین کرنا چاہتے ہیں تو کریں۔ ہم کسی بھی طرح ہر روز اپنے دو اکابرین کو اس حسینہ تک ضرور پہنچائیں گے۔"

کبریا فرانس کے اعلیٰ حاکم کے اندر پہنچا اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ پہل کرنے پر راضی نہیں ہے۔ چاہتا ہے' انگلینڈ یا جرمنی کے اکابرین میں سے کوئی ایک پیچھے ہٹ کر دوسروں کو موقع فراہم کرے۔

کبریا جرمنی کے اس عہدیدار کے دماغ میں پہنچا' جس نے یہ مشورہ دیا تھا۔ اس کی سوچ ہی کچھ اور تھی۔ وہ سازشی انداز میں سوچ رہا تھا۔ سب کو پانچ کی گنتی میں الجھا کر صرف اپنے ملک و قوم کی سلامتی چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا' جس حسینہ تک پہنچنے کے لیے ان کے درمیان رسّا کشی جیسی فضا قائم ہو گئی ہے۔ دوسرے ممالک کے اکابرین کو اس حسینہ کی بُو بھی نہ ملے اور اس کے لیے اس پُراسرار عامل کو خریدنا ضروری تھا۔

اس وقت وہ بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا اور یہ پلاننگ کر رہا تھا کہ اس عامل کو کروڑوں یورو دے کر خریدا جائے گا تو وہ صرف اُن کا زرخرید غلام بن کر رہے گا۔ اس طرح دوسرے ممالک کے اکابرین کو اس غیر معمولی حسینہ تک کبھی نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ انہیں بھٹکاتا ہوا کسی بھی دوسری عورت کے پاس پہنچا دے گا۔

اس کانفرنس ہال میں وہ تینوں ممالک بظاہر متحد ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن وہ ایک حسینہ ٹھہری ہوئی جھیل میں جیسے کنکر کی طرح آ کر گری تھی۔ اُن کے اندر ہلچل مچا رہی تھی۔ اس عامل نے بچاؤ کا ایسا حسین اور رنگین جذبات سے لدا پھندا راستہ بتایا تھا کہ اس کی کشش سب ہی کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ وہ انجانی دوشیزہ اپنی ادائیں دکھانے سے پہلے ہی اُن کے اتحاد کو توڑ پھوڑ رہی تھی۔

کبریا مجھے پل پل کی رپورٹ دے رہا تھا۔ مقررہ وقت کے مطابق اس عامل نے فون کے ذریعے اکابرین سے رابطہ کیا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہمارا متفقہ فیصلہ یہی ہے ہم میں سے پانچ اکابرین اس حسینہ کے پاس جائیں گے۔ اب تم اس کا پتا ٹھکانا ہمیں بتاؤ ''

وہ بولا۔ ''پہلے میرا اکاؤنٹ نمبر نوٹ کرو۔ میری مطلوبہ رقم وہاں جمع کراؤ۔ اس کے بعد کوئی دوسری بات ہوگی۔''

''ہم زبان کے دھنی ہیں۔ تمہیں ہم پر بھروسا کرنا چاہیے۔''

''میں اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کرتا۔ رقم ملنے کے بعد ہی تمہارے کام آؤں گا۔''

''ٹھیک ہے۔ بتاؤ' کتنی رقم چاہیے؟''

اس نے اپنی مطلوبہ رقم بتاتے ہوئے اکاؤنٹ نمبر نوٹ کرایا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''آدھے گھنٹے بعد اپنا اکاؤنٹ چیک کرلینا۔ اس وقت ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔''

دوسری طرف سے رابطہ ختم کردیا گیا۔ ایسے وقت جرمنی کا ایک عہدیدار اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ فرانس کے ایک اعلیٰ عہدیدار کو گھورتے ہوئے بولا۔ ''تم ہمیں اُلّو نہیں بنا سکتے۔ میں تمہاری سازشوں کو بھانپ گیا ہوں۔ آستین کے سانپ...!''

تمام اکابرین نے ایک دم سے چونک کر اسے دیکھا۔ فرانسیسی عہدیدار نے تعجب سے پوچھا۔ ''کیا تم مجھ سے کہہ رہے ہو؟''

''ہاں۔ تم سے کہہ رہا ہوں۔ تمہارے دماغ میں جو کھچڑی پک رہی ہے' اس کی خوشبو میرے دماغ تک پہنچ رہی ہے۔ تم ہمارے اتحاد کو توڑنے کی سازش کر رہے ہو۔''

تمام اکابرین نے پھر ایک بار چونک کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ اس عہدیدار کے اندر کی باتیں بول رہا تھا اور وہ سننے والا گھبرا رہا تھا۔ اس نے اپنی سیٹ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''یہ کیا بکواس ہے؟ لگتا ہے' گریٹ ایشورارا کی ہیبت نے اسے حواس باختہ کردیا ہے۔ خوامخواہ مجھ پر بہتان لگا رہا ہے۔''

''میں کوئی بہتان نہیں لگا رہا ہوں۔ تمہارے اندر کی باتیں باہر نکال رہا ہوں۔''

فرانس کے اعلیٰ حاکم نے جرمنی کے ایک حکمران سے کہا۔ ''پلیز، اپنے عہدیدار کو سمجھائیں۔ یہ کیسی بہکی بہکی باتیں کررہا ہے؟''

جرمنی کے اعلیٰ حاکم نے اپنے عہدیدار کو گھورتے ہوئے کہا۔ ''یہ تمہیں اچانک ہوا کیا ہے؟ کیوں بیٹھے بٹھائے ان پر الزام تراشی کررہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''آپ نہیں جانتے' اس نے ابھی یہ منصوبہ بنایا ہے کہ ہم میں سے کسی ایک ملک سے اتحاد کرکے اس عامل کو خریدے گا اور تیسرے ملک کے اکابرین کو اس حسینہ کی ہوا تک لگنے نہیں دے گا۔''

فرانس کا وہ عہدیدار بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے اس کے دماغ میں یہی سازش پک رہی تھی۔ وہ اٹکتے ہوئے بولا۔ ''یہ۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ جب تمام معاملات باہمی رضامندی سے طے کیے جارہے ہیں تو پھر میں کوئی سازش کیوں کروں گا؟''

انگلینڈ کے اعلیٰ حاکم نے جرمنی کے حکام سے کہا۔ ''لگتا ہے' تمہارے اس عہدیدار کی دماغی رَو بہک گئی ہے۔ اسے فوراً کسی ماہر نفسیات کے پاس لے جاؤ۔''

اس عہدیدار نے اس حاکم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''رَو تو تمہاری بھی بہکی ہوئی ہے۔ بظاہر ہم دونوں ممالک سے سمجھوتے کی باتیں کر رہے ہو۔ لیکن درپردہ صرف اپنے اکابرین کو اہمیت دے رہے ہو۔ صرف انہیں تحفظ دینا چاہتے ہو۔''

اس اعلیٰ حاکم نے ایک ذرا گھبرا کر اسے تعجب سے دیکھا۔ کیونکہ وہ اس کے بھی اندر کی بات بول رہا تھا۔ اور بولتا ہی چلا جا رہا تھا۔ جبکہ کسی کے اندر کی بات نہیں جانتا تھا۔ اس کے باوجود سچ بول رہا تھا۔

وہ ان لمحات میں یہ واضح طور پر محسوس کر رہا تھا کہ اس کا دماغ اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ دراصل کبریا نے میری ہدایت کے مطابق اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا اور اس سے وہ باتیں کہلوا رہا تھا' جو دوسرے اکابرین کے اندر پک رہی تھیں۔

اس نے انگلینڈ کے اعلیٰ حاکم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیوں...؟ یہی سوچا ہے ناں تم نے کہ بظاہر سمجھوتا کرو گے۔

مگر درپردہ کسی بھی ہیرا پھیری سے صرف اپنے اکابرین کو تحفظ اور سلامتی دیتے رہو گے۔''

دوسرے اکابرین نے اس اعلیٰ حاکم کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ گڑبڑا گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' اسے کیا جواب دے؟ یہ بات حیرت انگیز تھی کہ اس عہدیدار نے اس کی سوچ پڑھ لی تھی۔

اس نے ایک ذرا ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ پھر کہا۔ ''یہاں سب ہی اپنے اپنے طور پر کچھ نہ کچھ سوچ رہے ہیں۔ دماغ میں اچھی بری باتیں لہروں کی طرح ڈوبتی ابھرتی رہتی ہیں۔ بالفرض میں نے ایسا سوچا بھی ہے تو تم یہ بتاؤ' ہمارے اندر کی باتیں تمہیں کیسے معلوم ہورہی ہیں؟ ایسا تو وہی کرسکتے ہیں' جو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔''

اس نے توجہ دلائی تو سب ہی اکابرین ایکدم سے چونک کر جرمنی کے عہدیدار کو دیکھنے لگے۔ ایک نے متجسس ہوکر پوچھا۔ ''سچ بتاؤ' کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ دوسروں کے دماغوں میں جھانک کر ان کی سوچ پڑھ سکتے ہو؟''

اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ''جن کے دلوں میں کھوٹ ہو' ان کے دماغوں میں جھانکنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آنکھوں سے اور چہروں سے دل کا میل ظاہر ہوجاتا ہے۔''

کبریا اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر فرانسیسی عہدیدار کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولا۔ ''زیادہ پارسا نہ بنو۔ تمہارے چہرے سے بھی تمہارے دل کا میل ظاہر ہورہا ہے۔ تم تو ہم سے بھی زیادہ کمینگی سے سوچ رہے ہو۔''

اس نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ''تم اس عامل کو لاکھوں یورو دے کر اس طرح خریدنا چاہتے ہو کہ وہ صرف تمہارے کام آئے اور ہمیں بے وقوف بناتا ہوا اس غیر معمولی حسینہ کے بجائے کسی دوسری عورت کے پاس پہنچا دے۔ اب بولو... کیا تمہارا سازشی دماغ ہمارے خلاف یہ گھٹیا پلاننگ نہیں کررہا ہے؟''

وہ ہکا بکا سا ہوکر اس کا منہ تک رہا تھا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے جھنجلا کر کہا۔ ''یہ کیا تماشا ہے؟ تم لوگ کیوں اس طرح آپس میں جھگڑ رہے ہو؟''

کبریا اس عہدیدار کے دماغ سے نکل کر انگلینڈ کے اعلیٰ حاکم کے اندر پہنچ گیا تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولا۔ ''بات سچ ہو اور چھپائی جائے تو جھگڑا ہوتا ہی ہے۔ یہاں کوئی دودھ کا دُھلا نہیں ہے۔ آپ' میں اور یہ تمام اکابرین' اس سچائی سے انکار نہیں کرسکتے کہ اس وقت ہم سب ہی خود غرضی سے بہت کچھ سوچ رہے ہیں۔''

ایک نے کہا۔ ''ٹھیک ہے کہ سوچ رہے ہیں۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے اندر کی بات باہر کیسے آرہی ہے؟ ہم کیسے ایک دوسرے کے دماغ میں اُبھرنے والی سوچ کو پڑھ رہے ہیں؟''

''ہم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی نہیں جانتا پھر کیا.... کوئی خیال خوانی کرنے والا ہمارے درمیان موجود ہے؟''

ایک نے اس کی تائید میں کہا۔ ''بے شک۔ یہی بات ہوسکتی ہے۔''

تمام اکابرین کی نظریں فرانس اور جرمنی کے ان عہدیداروں پر جم گئیں' جو تھوڑی دیر پہلے ایک دوسرے کے اندر کی بات باہر نکال رہے تھے۔

ان میں سے ایک نے کہا۔ ''ابھی میں محسوس کر رہا تھا' جیسے میرا دماغ میرے اختیار میں نہیں تھا۔ ایسا لگ رہا تھا' کسی نے میرے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے اور مجھ سے اپنی مرضی کے مطابق یہ سب کچھ کہلوا رہا ہے۔''

دوسرے عہدیدار نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ ''میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔''

انگلینڈ کے اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''اور میرے ساتھ تو ہو رہا ہے۔ اس وقت کوئی میرے دماغ میں موجود ہے۔''

اس کی بات سنتے ہی تمام اکابرین کے اندر ہلچل سی مچ گئی۔ سب ہی اسے یوں دیکھنے لگے' جیسے اس کے اندر چھپے ہوئے کسی خیال خوانی کرنے والے کو ٹٹول رہے ہوں۔

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے اکابرین کو سیکیورٹی فراہم کرنے میں مصروف ہیں۔ ان میں سے کوئی یہاں نہیں آسکتا۔ پھر یہ کون ہوسکتا ہے؟''

ایک نے کہا۔ ''یہ یقیناً کوئی مسلمان خیال خوانی کرنے والا ہوگا۔''

''یہ فرہاد بھی ہوسکتا ہے۔''

ایک عہدیدار نے انگلینڈ کے اعلیٰ حاکم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟''

کبریا نے اس آلۂ کار کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اس نے ٹھٹک کر کہا۔ ''یہ کیسا سوال ہے؟ کیا تم نہیں جانتے' میں یوکے کا ایک اعلیٰ حاکم ہوں؟''

وہ عہدیدار بولا۔ ''میں تم سے نہیں' اس سے پوچھ رہا ہوں' جو اس وقت تمہارے اندر موجود ہے۔''

"لیکن میرے اندر تو کوئی نہیں ہے۔"

"ابھی تو تم نے کہا تھا' کوئی تمہارے دماغ میں موجود ہے؟"

ایسے وقت ایک فرانسیسی عہدیدار نے کبریا کی مرضی کے مطابق کہا۔ "وہ وہاں نہیں ہے' یہاں میرے اندر آ گیا ہے۔"

تمام اکابرین اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ اور ہمارے ساتھ یہ آنکھ مچولی کیوں کھیل رہے ہو؟"

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔ اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "تم چپ کیوں ہو؟ جواب دو؟"

وہ بولا۔ "میں کیا جواب دوں سر...!"

"میں تم سے نہیں' اس خیال خوانی کرنے والے سے پوچھ رہا ہوں۔"

ایک عہدیدار نے ہاتھ بلند کر کے لہراتے ہوئے کہا۔ "وہ وہاں نہیں ہے سر...! یہاں۔ میرے اندر پہنچا ہوا ہے۔"

اعلیٰ حاکم نے جھنجلا کر کہا۔ "یہ کیا مذاق ہو رہا ہے؟ پلیز۔ مسٹر فرہاد! اگر تم یہاں موجود ہو تو ہم سے بات کرو۔ یوں چھپ چھپ کر ہماری بے بسی کا مذاق نہ اڑاؤ۔"

انہیں جواباً نسوانی ہنسی سنائی دی۔ وہ سب ہی ایکدم سے چونک کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ وہی ہنسی دوبارہ سنائی دی۔ یہ خلافِ توقع بات تھی۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ میں یا میرا کوئی خیال خوانی کرنے والا ماتحت ان کے درمیان پہنچا ہوا ہے۔ مگر وہ نسوانی ہنسی کہہ رہی تھی' وہاں کوئی پہنچا ہوا نہیں بلکہ پہنچی ہوئی ہے۔ تمام اکابرین کے ذہنوں میں ایک ہی سوال پیدا ہوا۔ "یہ کون ہو سکتی ہے؟"

دراصل یہ سارا ڈراما ہمارا رچایا ہوا تھا۔ میں نے کبریا کو ہدایت دی تھی کہ وہ اپنے لب و لہجے میں اکابرین کو مخاطب نہیں کرے گا۔ یہ ظاہر نہیں ہونے دے گا کہ ہم میں سے کوئی ان کے درمیان پہنچا ہے۔ لہٰذا وہ خود کو پوشیدہ رکھنے کے لیے نسوانی لب و لہجے میں بولنے والا تھا۔ فی الحال اس نے چونکانے کے لیے ایک دوشیزہ کی کھنکتی ہوئی ہنسی پیش کی تھی۔

کانفرنس ہال میں خاموشی چھا گئی تھی۔ اکابرین کی سوالیہ نظریں کبریا کے آلۂ کار پر ٹکی ہوئی تھیں۔ ایک نے دھیرے سے کہا۔ "کہیں یہ فرہاد کی بہو الپا تو نہیں ہے؟"

کبریا کے آلۂ کار نے نسوانی لب و لہجے میں کہا۔ "فرہاد فرہاد.... کیا تم لوگوں کے حواسوں پر صرف فرہاد اور اس کے رشتہ دار چھائے رہتے ہیں؟"

"اگر تم اس کی رشتہ دار نہیں ہو تو پھر کون ہو؟"

"میں آگ ہوں' پانی ہوں' ہوا ہوں.... یوں سمجھو! ہر درد کی دوا ہوں۔"

"کیا ہماری مسیحائی کرنے آئی ہو؟"

"بے شک۔ میں مسیحا ہوں۔ لیکن تم لوگوں کے درمیان متنازعہ ہو گئی ہوں۔"

انہوں نے چونک کر بے یقینی سے پوچھا۔ "کہیں تم وہ غیر معمولی حسینہ تو نہیں ہو' جس کی قربت کسی بھی شخص کو ناقابلِ شکست بنا سکتی ہے؟"

"ہاں۔ میں وہی ایک انار ہوں۔"

اکابرین کے دل میں لڈو سے پھوٹنے لگے۔ ایک نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "کیا تم ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہو؟"

ایک اعلیٰ حاکم نے اس عہدیدار سے کہا۔ "یہ کیسا احمقانہ سوال کر رہے ہو؟ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے' تب ہی تو ہمارے دماغوں میں پہنچ رہی ہے۔"

اس کی آواز سنائی دی۔ "نہیں۔ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی۔ میرے اندر کچھ غیر معمولی صلاحیتیں ہیں' جن کے ذریعے اس وقت تم لوگوں کے پاس پہنچی ہوئی ہوں۔"

ایک نے کہا۔ "تعجب ہے۔ یہ کیسی غیر معمولی صلاحیت ہے؟ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہو اور یہاں کسی کے بھی اندر آ کر بول رہی ہو۔"

اس نے کہا۔ "کوئی اپنے اندر کا بھید نہیں بتاتا۔ میں کیا ہوں اور کیا نہیں ہوں؟ اس بحث میں نہ پڑو۔ آم کھاؤ' پیڑ نہ گنو۔"

"تم اس قدر پُراسرار بنو گی تو ہم کیسے تم پر بھروسا کریں گے؟ طرح طرح سے شبہ کریں گے۔ اگر واقعی وہی آبِ حیات والی ہو تو تمہارے قریب آنے سے ڈریں گے۔"

"آپریشن تھیٹر میں جانے سے ڈر لگتا ہے۔ مگر وہاں سے گزر کر آؤ تو علاج ہو جاتا ہے۔ سوچ لو کہ ڈرو گے اور مرو گے یا مجھ پر بھروسا کرو گے؟"

وہ سب ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ مشورے کرنے لگے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے؟ ایک نے کہا۔ "اگر تمہارے ذریعے آبِ حیات والا تحفظ حاصل ہوتا ہے اور تم ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہو تو بڑی باکمال لڑکی ہو۔ ہمارے بہت کام آ سکتی ہو۔"

وہ بولی۔ "تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ ایک دوسرے کے کام آنے سے ہی بات بنتی ہے۔"

"ہم نے ابھی تمہارے اُس عامل کے اکاؤنٹ میں اس کی منہ مانگی رقم جمع کرائی ہے۔"

"میرے اپنے بھی کچھ مطالبات ہیں۔"

"کیسے مطالبات...؟"

"سب سے پہلا مطالبہ تو یہ ہے کہ وہ عامل ابھی تمہیں ون کرے گا۔ تم اسے یہ نہیں بتاؤ گے کہ میں یہاں پہنچی ہوئی ہوں۔ اگر میرا بھید کھل گیا تو تم لوگ مجھے ڈھونڈتے ہی رہ جاؤ گے۔"

"نہیں۔ ہم ایسی غلطی نہیں کریں گے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ ابھی میں جا رہی ہوں' کیونکہ اس کی ال آنے والی ہے۔ باقی مطالبات بعد میں پیش کروں گی۔"

کانفرنس ہال میں خاموشی چھا گئی۔ کبریا نے ایسا ہی ظاہر کیا' جیسے وہ چلی گئی ہو۔ اکابرین اس پہلو سے سوچنے لگے کہ اس کے مطالبات کیا ہو سکتے ہیں؟

چند لمحوں بعد ہی اس عامل نے انہیں فون پر مخاطب کیا۔ ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ "اب تو تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہم زبان کے کتنے دھنی ہیں؟ تم نے اپنا اکاؤنٹ چیک کیا؟"

وہ بولا۔ "چیک کرنے کے بعد ہی تم سے رابطہ کر رہا ہوں۔"

"اب ہمیں اس حسینہ کا پتا ٹھکانا بتاؤ؟"

وہ انہیں اس کے بارے میں بتانے لگا۔ اس لڑکی کا نام لارا کرسٹل تھا۔ وہ لندن میں ویسٹ منسٹر سٹی کے ایک علاقے میں رہتی تھی۔ اکابرین کی پہنچ سے دور نہیں تھی۔ لیکن میں اور کبریا فی الحال ان کے درمیان فاصلے بڑھا رہے تھے۔

اس وقت میں سونیا کے ساتھ تھا۔ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے نیم دراز تھا۔ چند دنوں سے طبیعت کچھ مضمحل سی تھی۔ سونیا نے مجھے خیال خوانی نہ کرنے کی تاکید کی تھی۔ وہ چاہتی تھی' میں زیادہ سے زیادہ آرام کروں۔ ذہن پر کوئی بوجھ نہ ڈالوں۔

مجھے اس کی ہدایت کے مطابق آرام کرنا چاہیے تھا لیکن میں خیال خوانی میں مصروف تھا۔ اب سے پہلے امریکی اکابرین کے معاملات سے نمٹتا رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ مسلسل خیال خوانی کرتے رہنے کے باعث ذہنی طور پر کچھ کمزور سا ہو جاتا ہوں۔ جلد ہی تھکن حاوی ہونے لگتی ہے۔

میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا تھا؟ میں نہیں جانتا تھا۔ یہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ طبیعت کی خرابی کے باعث دماغ کچھ کمزور ہو گیا ہے۔ ایک مریض اپنے اندر کی بیماریاں جانتا ہے مگر ان بیماریوں کی نوعیت کو خود سمجھ نہیں پاتا۔

میں بڑی دیر سے خاموش تھا۔ وہ ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر بولی۔ "تم سو رہے ہو یا مجھے بے وقوف بنا رہے ہو؟"

میں نے چند لمحوں بعد آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ پھر سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں بے وقوف کیوں بناؤں گا؟"

"میں سب سمجھ رہی ہوں۔ خیال خوانی کے بغیر تمہیں چین نہیں آئے گا۔ سچ بتاؤ' کہاں پہنچے ہوئے تھے؟"

میں نے ایک گہری سانس یوں کھینچی' جیسے طویل مسافت طے کرتا ہوا آ رہا ہوں پھر کہا۔ "میں کہیں نہیں پہنچا تھا۔ ابھی کبریا میرے پاس آیا تھا۔ میں اسے جرمنی' فرانس اور انگلینڈ کے اکابرین کے حوالے سے کچھ ہدایات دے رہا تھا۔"

وہ بولی۔ "واقعی یہ معاملات ایسے ہیں کہ تمہیں لامحالہ ان میں دماغ کھپانا پڑ رہا ہے۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ کچھ سوچ کر زیرِ لب مسکرانے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ کیوں مسکرا رہی ہو؟"

"دنیا میں قیامتِ صغریٰ آنے والی ہے اور وہ اکابرین ایک لڑکی کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ابھی ان کے حواسوں پر صرف اور صرف گریٹ ایشورارا چھایا ہوا ہے۔ وہ کسی بھی طرح اس کے حملوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ اپنی سلامتی کی خاطر سچے جھوٹے عاملوں پر بھروسا کر رہے ہیں۔ آبِ حیات سے سیراب ہو کر ناقابلِ شکست بننا چاہتے ہیں۔"

میں نے سر جھٹک کر کہا۔ "وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ اس آبِ حیات کی حقیقت کیا ہے؟ جب حقیقت کھلے گی تو اُن کے ہوش اڑ جائیں گے۔ پیروں تلے سے زمین کھسک جائے گی۔"

میں سونیا کو یہ بتا چکا تھا کہ آئندہ ان کے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟ اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "انہیں اپنی غلطیوں کا کچھ تو خمیازہ بھگتنا چاہیے۔"

"میں انہیں محض نفسیاتی مار ماروں گا۔ ویسے سیارے والوں کے لیے ارضی دنیا کے راستے ہموار کر کے انہوں نے جو غلطی کی ہے' اس کے منفی نتائج سے تو ہم سب ہی دوچار ہوں گے۔"

"امریکی اکابرین کے سلسلے میں تم کیا کر رہے ہو؟ کیا انہیں تحفظ اور سلامتی حاصل کرنے کے لیے کھلی چھوٹ دے دی ہے؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "میں ایسی نادانی کبھی نہیں کروں گا۔ وہ اُن تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے

ذریعے اپنے دماغوں کو لاک کروا رہے ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ آئندہ صرف سیّارے والوں سے ہی نہیں، ہم سے بھی محفوظ رہ سکیں گے۔''

میں نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ ''جبکہ میں ان فساد پھیلانے والوں کو چھپ کر رہنے کا موقع دینا نہیں چاہتا۔ ابھی ان پر تنویمی عمل کیا جا رہا ہے۔ ایسے وقت ہمارے خیال خوانی کرنے والے بھی وہاں موجود ہیں۔ ان مخصوص لب و لہجوں کو ذہن نشین کر رہے ہیں، جن کے ذریعے اکابرین کے دماغوں کو مقفل کیا جا رہا ہے۔''

وہ مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ ''یعنی تم وہاں بھی مصروف تھے اور مجھ سے جھوٹ بولتے رہے کہ....''

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ کمیونیکیٹنگ مشین سے سگنل موصول ہو رہا تھا۔ وہ اسے آن کر کے آپریٹ کرنے لگی۔ ایشورارا کی طرف سے تحریری پیغام آیا تھا۔ اس نے لکھا تھا۔

''میری معلومات کے مطابق تمام بڑے ممالک کے اکابرین میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔ میرے لاکھوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آمد نے انہیں حواس باختہ کر دیا ہے لیکن یہ دیکھ رہا ہوں، تم بڑے سکون سے بیٹھے ہو۔ کیا اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ میں تم لوگوں کو ٹارگٹ نہیں بناؤں گا؟ مسلمانوں کو بخش دوں گا؟''

میں نے تحریر کے ذریعے جواب دیا۔ ''میں اچھی طرح جانتا ہوں، کتّے کی دُم کبھی سیدھی نہیں ہوتی۔ تم پے در پے نقصانات اٹھانے اور منہ توڑ جواب کھانے کے باوجود ہماری طرف ضرور آؤ گے۔''

''نقصانات تو تم بھی اٹھا رہے ہو۔ تمہارے مسلمان بھائی کیڑے مکوڑوں کی طرح ہمارے جوتوں تلے روندے جا رہے ہیں۔ کیا تمہیں ہماری طرف سے منہ توڑ جواب نہیں مل رہا ہے؟''

''یہ جواب نہیں، تمہاری کمینگی ہے۔ تم میرا اور میری فیملی کا کچھ نہیں بگاڑ سکے تو بے قصور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے ہو۔ دراصل اپنی ناکامی پر جھنجلائے ہوئے ہو۔ کھسیانے بلّے کی طرح کھمبا نوچ رہے ہو۔ میری بیٹی کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ اب یہ دیکھ کر تلملا رہے ہو کہ وہ اپنے شوہر اور بچے کے ساتھ زندہ سلامت ہے۔''

''بے شک۔ تم نے اپنی ایک بیٹی کو بچالیا۔ مگر اس کے بدلے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی ہلاکتیں تحفے کے طور پر تمہیں ملتی رہیں گی۔''

اکابرین نے اس کے ساٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کر کے اسے زبردست نقصان پہنچایا تھا اور یہ کارروائی ایسے کی گئی تھی کہ سیّارے والوں کی ہلاکت کا الزام ہم مسلمانوں پر آ رہا تھا۔

ایشورارا کو یقین تھا کہ ہم نے ہی اس سے دشمنی کی ہے۔ اکابرین میں اتنا دم خم نہیں ہے۔ وہ اس کے خلاف ایسی زبردست کارروائی کر ہی نہیں سکتے۔

ایسی صورتِ حال میں ہمیں اندازہ تھا کہ وہ زمین پر آنے کے بعد پہلے ہم مسلمانوں کو ٹارگٹ بنائے گا۔ اکابرین نے دشمنی کا جو بیج بویا ہے، اس کی فصل پہلے ہمیں کاٹنی ہوگی۔

مگر یہ بات بھی دماغ میں تھی کہ وہ شمالی امریکا میں آ کر اپنی ایک ریاست قائم کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے پہلے وہ ان چار بڑے ممالک کے اکابرین سے نمٹے گا۔ وہاں قدم جمانے کے بعد ہی ہماری طرف رخ کرے گا۔

لیکن اب وہ اُن سے پہلے ہمیں مخاطب کر رہا تھا۔ چیلنج کر رہا تھا۔ دراصل اس کے ساٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ہلاکت نے اور عالی کی طرف سے ملنے والی ناکامی نے اسے تشویش میں مبتلا کر دیا تھا اور یہ تشویش اس لیے بھی بڑھ گئی تھی کہ اس کا مشیرِ خاص، دستِ راست برین ماسٹر اچانک ہی ہمارے ہاتھوں مارا گیا تھا۔

یہ ناکامی کچوکے لگا رہی تھی کہ وہ اب تک میرے کسی عزیز رشتے یا ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کو بھی ہلاک کرنا تو دور کی بات، ایک ہلکی سی خراش بھی نہیں پہنچا سکا تھا۔ اسی جھنجلاہٹ کے باعث وہ ہمارے درمیان نئی محاذ آرائی شروع کرنے والا تھا۔

میں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''پہلے ہم اپنی بیٹی کو تحفظ دینے کے سلسلے میں مصروف تھے۔ ہماری ایسی مصروفیت کے باعث تمہیں اتنی سی کامیابی حاصل ہوئی کہ تم نے حیدرآباد شہر کی ایک مسجد میں بم دھماکا کرایا۔ وہاں کئی بے قصور نمازی مارے گئے۔''

میں نے ذرا ٹھہر کر کہا۔ ''دوسرا دھماکا ہاسپٹل میں کرایا۔ وہاں موت سے لڑنے والے مریضوں کو مار ڈالنا شہزوری نہیں، بزدلی اور جھنجلاہٹ ہے۔ آئندہ ہم جھنجلاہٹ میں بھی انتقامی کارروائی کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔''

اس کی طرف سے جواب موصول ہوا۔ ''میں تم سے موقع مانگنے نہیں آیا ہوں۔ جو کرنا ہے، وہ کھلے عام کر رہا ہوں۔ جانتے ہو، کیا کر رہا ہوں؟''

کمیونیکیٹنگ مشین پر اس کی تحریر ذرا رک گئی۔ وہ ذرا رک کر میرے اندر بے چینی پیدا کرنا چاہتا تھا۔ پھر تحریر

ابھری۔ ''ہر عروج کو زوال آتا ہے مسٹر فرہاد! تم ٹیلی پیتھی کی دنیا کے بے تاج بادشاہ بن کر رہتے ہو لیکن میں ٹیلی پیتھی کا طوفان لے کر آگیا ہوں۔''

اس نے یہ بات کہہ کر اپنی دانست میں جیسے دھما کا کیا۔ جبکہ ہم یہ بات جانتے تھے۔ وہ بول رہا تھا۔ ''تمہارے چنگی بھر خیال خوانی کرنے والے میرے لاکھوں جاں نثاروں کے سامنے تنکوں کی طرح اڑ جائیں گے۔ تمہارے تخت کا تختہ ہوجائے گا۔ اپنے بگڑتے ہوئے حالات کو سمجھو۔ تم ہمیشہ ناقابلِ شکست بن کر رہتے ہو۔ مگر اب بری طرح شکست کھانے والے ہو۔''

سونیا نے کہا۔ ''میں سونیا ہوں۔ کوئی بھی جنگ سپاہیوں کی تعداد سے نہیں بلکہ بہترین حکمتِ عملی سے لڑی اور جیتی جاتی ہے۔ تم تعداد بڑھاتے ہوئے آؤ۔ ہم الٹی گنتی پڑھتے ہیں۔ تعداد کم کرتے چلے جائیں گے۔''

وہ جل کر بولا۔ ''میڈم! تم تو نہ بات کرو۔ تمہارا تو نام سن کر آگ لگ جاتی ہے۔''

''ادھر آؤ تو میں پانی ڈالوں۔ مگر نہیں آؤ گے۔ مجھ سے ہی خوفزدہ ہو کر بھاگے ہوئے ہو۔ اس خوف سے زمین پر قدم نہیں رکھتے کہ تمہاری بُو سونگھ لوں گی۔''

''تمہارے سونگھنے کی حِس سے محفوظ رہنے کا جتن کر چکا ہوں۔ اب یہی دیکھ لو کہ زمین پر ہوں اور تمہیں خبر نہیں ہے۔''

''برین ماسٹر کو بھی یہی خوش فہمی تھی کہ مجھے خبر نہیں ہوگی۔ عبرت حاصل کرو۔ چوکنے اور اپنے آس پاس دیکھتے رہو۔ انہی لمحات میں مجھے خبر ہوگئی تو کیا کرو گے؟''

وہ ذرا چپ رہا۔ حفاظتی تدابیر پر عمل تو کر رہا تھا مگر یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ دوا کا اثر چار گھنٹے سے زیادہ نہیں رہتا۔ پھر فوراً دوسری بار دوا استعمال نہیں کی جاسکتی۔ ذرا طویل وقفہ ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ دوا اپنا ری ایکشن دکھاتی ہے۔ ایسے میں سونیا بلائے ناگہانی کی طرح ایکشن دکھا سکتی ہے۔

اس دوا کی ایک کمزوری یہ بھی تھی کہ اسے استعمال کرنے والا زیادہ دیر کھلی فضا میں نہیں رہ سکتا تھا۔ دوا کی تاثیر جلد ہی ہوا ہو جاتی تھی۔ جیسا کہ برین ماسٹر کے ساتھ ہوا تھا۔ ڈینگیں مارنے کے باوجود ایشورارا جانتا تھا کہ کبھی اس کے ساتھ بھی ایسا ہوسکتا ہے۔

اس کی ایجاد کردہ دوا اگرچہ مکمل تحفظ نہیں دے رہی تھی۔ ایک کمزور سہارا تھی۔ مگر تنکے کا سہارا بنی ہوئی تھی۔ کسی بھی چار دیواری میں چار گھنٹوں تک ہی سہی' سونیا سے چھپا کر رکھتی تھی۔

وہ اپنی اس کمزوری کو نظرانداز کرتے ہوئے بولا۔ ''برین ماسٹر دھوکے میں مارا گیا۔ بدقسمتی سے اسے حادثہ پیش آیا تھا اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے اندر پہنچنے کا موقع مل گیا تھا۔ میں ایسا موقع نہیں دوں گا۔ میری تو سب سے پہلی کوشش یہی ہے کہ تمہاری ناک کاٹ کر پھینک دوں۔ نہ رہے گا بانس' نہ بجے گی بانسری...''

میں نے سونیا کو دیکھ کر ہنستے ہوئے پوچھا۔ ''ناک کٹے گی تو کیسی دکھائی دو گی؟''

وہ بھی ہنستے ہوئے بولی۔ ''بے چارے کو خوش ہونے دو۔''

وہ کہہ رہا تھا۔ ''تم لوگ دیکھ ہی رہے ہو۔ فی الحال میں اپنے سپاہیوں کو استعمال نہیں کر رہا ہوں۔ بڑی حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے تمہیں مختلف حربوں سے توڑ رہا ہوں' جھکا رہا ہوں اور کس طرح تمہارے اطراف گھیرا تنگ کر رہا ہوں؟''

اس نے ذرا توقف سے کہا۔ ''ابھی تو صرف دو خودکش حملے کیے ہیں۔ آئندہ بھی اسی طرح مسجدوں' مدرسوں اور دینی تقاریب میں لاکھوں مسلمان بے موت مرتے رہیں گے۔''

یہ حقیقت تھی۔ وہ پچھلے پانچ برسوں میں پہلی بار عام بے گناہ مسلمانوں کے خلاف زبردست محاذ آرائی کر رہا تھا۔ ہم سے براہِ راست جنگ نہیں لڑ رہا تھا۔ اس کی ایسی بزدلانہ جنگی کارروائی کے باعث ہم پریشان تھے۔ یہ بہت بڑا مسئلہ تھا کہ عام مسلمان بھائیوں کو کس طرح تحفظ فراہم کیا جائے؟

اس کی جھنجلائی ہوئی حکمتِ عملی کے نتیجے میں لاتعداد مسلمان شہید ہوئے تھے اور اس کے چیلنج کے مطابق آئندہ بھی ہونے والے تھے۔ فی الحال سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے حملوں کو کس طرح روکا جاسکتا ہے؟

اس سلسلے میں ہم نے اعلیٰ حضرت سے رہنمائی حاصل کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا' ہماری دنیا کے کتنے ہی ملکوں میں خودکش حملے ہو رہے ہیں۔ ان حملوں میں زیادہ تر مسلمان مارے جارہے ہیں۔ دشمن تو دشمن ہی ہوتے ہیں' وہ اس سلسلے کو جاری رکھیں گے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ وہی ہوا ہے' جو ہوتا آرہا ہے۔ دشمن ہمیں الجھانا چاہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے ہمیں ہر لحہ چوکنا رہنے کی ہدایت کی تھی۔ اور کہا تھا کہ آگے بہت کچھ ہونے والا ہے۔ اس کی روک تھام ضروری ہے۔ ہمارا جہاد جاری رہے گا۔ اللہ نے چاہا تو ہمیں اس جہاد میں کامیابی نصیب ہوگی۔

ایشورارا کا چیلنج سمجھا رہا تھا کہ واقعی آگے بہت کچھ ہونے والا ہے اور ہمیں کسی بھی طرح ایسی محاذ آرائی سے باز رکھنا ہے۔ میں نے تحریر کے ذریعے کہا۔ ''ابھی ہماری طرف سے باقاعدہ حملے شروع نہیں ہوئے ہیں۔ اب ہم بابا صاحب کے ادارے میں آگئے ہیں۔ یہ ایسا مضبوط صار ہے کہ یہاں تمہاری خیال خوانی کی لہریں بھی نہیں آسکیں گی۔''

وہ دعویٰ نہیں کرسکتا تھا کہ کسی بھی حربے سے ہمیں نقصان پہنچا سکے گا۔ اس کے سامنے یہی ایک راستہ تھا کہ ہماری مسجدوں اور مدارس پر حملے کرکے ہمارے دینی جذبات کو مجروح کرتا رہے۔

میں نے کہا۔ ''عقل کے ناخن لو۔ خوامخواہ ہم پر اپنے ساتھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ہلاکت کا الزام نہ لگاؤ۔ ہمارے خلاف محاذ کھول کر اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی نہ مارو۔ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں' وہ کارروائی تمہارے اتحادی بن کر رہنے والے اکابرین نے کی ہے۔''

اسکرین پر تحریر ابھری۔ ''چلو۔ مان لیتا ہوں' میرے ساتھی ماتحتوں کو تم نے ہلاک نہیں کیا۔ مگر اس سے پہلے تم ہی لوگوں نے مجھے قدم قدم پر نقصان پہنچایا ہے۔ میں ایک بات اچھی طرح جانتا ہوں....''

تحریر پھر رک گئی۔ پھر اس نے یہ بے چینی پیدا کرنی چاہی کہ آگے کیا کہنے والا ہے؟ سونیا نے کہا۔ ''اس کم بخت کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ خوامخواہ بول رہا ہے اور ہمیں تول رہا ہے کہ آئندہ ہم کیا کرنے والے ہیں؟''

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ''ہاں۔ ہمارے اندر کی بات اگالنے کی کوششیں کر رہا ہے۔''

اسکرین پر اس کی تحریر ابھری۔ ''میں جانتا ہوں اور یہ اٹل حقیقت ہے کہ میرے بدترین دشمن وہ اکابرین نہیں' تم لوگ ہو۔ تم ہی لوگ مجھے اس زمین پر قدم جمانے نہیں دو گے۔ اس لیے پورے لشکر کے ساتھ آرہا ہوں... بلکہ آچکا ہوں۔''

ایک ذرا وقفے سے اس کی تحریر ابھری۔ ''یہ تمہارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ سوچو' غور کرو کہ تمہارے پاس کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟ کیا وہ میرے لاکھوں خیال خوانی کرنے والوں کے سامنے ٹھہر پائیں گے؟''

''کیا تمہارا ایک بھی خیال خوانی کرنے والا بابا صاحب کے ادارے کے اندر آسکے گا؟ ٹیلی پیتھی کے تیر تو یہاں سے لوٹائے جائیں گے۔ جنہیں تم بھی روک نہیں پاؤ گے۔''

''یہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں' بابا صاحب کا ادارہ فولادی قلعہ ہے۔ ہماری سوچ کی ایک ننھی سی لہر بھی وہاں تک پہنچ نہیں پائے گی۔ ہم تم میں سے کسی کو جانی اور جسمانی طور پر نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر تمہارے دینی جذبات میں ہلچل مچا دیں گے۔ تمہارے اہم دینی مقدس مقامات کو ثابت وسالم نہیں رہنے دیں گے۔''

واقعی یہ ہمارا سب سے بڑا' سب سے اہم مسئلہ تھا۔ ہم ہر ملک' ہر شہر کے مذہبی مقامات کی بیک وقت حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''اگر تم میری مرضی کے مطابق سمجھوتا کرو گے تو ایسی انتقامی کارروائیوں سے محفوظ رہ سکو گے۔''

میں نے اور سونیا نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر تحریر کے ذریعے پوچھا۔ ''کیسا سمجھوتا کرنا چاہتے ہو؟''

''دراصل میرا ایک مطالبہ ہے۔ اگر وہ پورا کر دیا جائے تو میں تم لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ میری طرف سے مسلمانوں پر کبھی خودکش حملے نہیں ہوں گے۔''

''تو پھر ابھی بتاؤ۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی سلامتی کی خاطر تمہارا ہر مطالبہ تسلیم کریں گے۔''

اس نے کہا۔ ''اچھی طرح سوچ لو۔ کیونکہ مطالبہ ایسا ہے کہ شاید کروڑوں مسلمانوں کی سلامتی کے لیے بھی تم اسے تسلیم نہیں کر پاؤ گے۔''

''تم بولو تو سہی.....''

چند لمحوں کے توقف کے بعد اس کی تحریر موصول ہوئی۔ اس نے لکھا تھا۔ ''میرا ایک ہی مطالبہ ہے.... اپنی سونیا کو میرے حوالے کر دو۔''

یہ پیغام پڑھتے ہی سونیا کی ہنسی چھوٹ گئی۔ میں بھی بے اختیار ہنسنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد پھر اس کی طرف سے پیغام موصول ہوا۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ ''کیا ہوا؟ تمہیں چپ کیوں لگ گئی؟ میں نے کہا تھا ناں... میرا مطالبہ تمہارے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک کر رہ جائے گا۔ اگر سوچنے سمجھنے کی مہلت چاہتے ہو تو بولو...؟''

میں نے فوراً ہی جواب دیا۔ ''نہیں۔ سوچنے کی ضرورت اور مہلت تو تمہیں چاہیے۔ جب تم نے نہیں سوچا تو پھر میں کیا سوچوں؟''

اس نے ٹھٹک کر پوچھا۔ ''اس بات کا مطلب کیا ہوا؟''

''سیدھی سی بات ہے۔ کسی بلا کو کوئی گلے کا ہار نہیں بناتا۔ اگر تم اس آفت کو اپنے پاس بلانا چاہتے ہو تو شوق سے بلالو۔ مجھے تمہارا مطالبہ منظور ہے۔''

اس بار اسے چپ لگ گئی۔ اس کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ میں نے پوچھا۔ ''یہ تو بتاؤ' سونیا کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟ کیا اس سے عشق فرماؤ گے؟''

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
✧ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا

✧ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
✧ مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
✧ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

”نہیں۔ میں اس سے پچھلی تمام ناکامیوں کا اور نقصانات ....کا حساب لوں گا لیکن میں نے مطالبہ کرنے میں جلد بازی کی ہے۔ اسے جس دن بلا کر حساب لوں گا، وہ میرا یومِ حساب ہو جائے گا۔ وہ مکار عورت سمجھ میں نہیں آتی۔ خطرے کی گھنٹی کو دور ہی سے سننا چاہیے۔“

”تو پھر دور ہی دور سے مطالبہ کرتے رہو۔ تصور میں پاس بلا کر اس سے گن گن کر بدلے لیتے رہو اور خوش ہوتے رہو۔“

میری باتوں سے وہ سوچ میں پڑ گیا۔ سر جھٹک کر زیرِ لب بڑبڑانے لگا۔ ”میں اس عورت کو تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا ہوں۔ وہ ہاتھ آنے والی نہیں ہے۔ ہاتھ آئے گی تو پتا نہیں، کیا کر گزرے گی؟ میں انتقام سے بھڑکتا ہوں اور دل ہے کہ خوف سے دھڑکتا ہے۔“

وہ حسرت سے سوچنے لگا۔ ”جب ہم کسی شہ زور کو مار نہیں سکتے تو خیال ہی خیال میں اس کی تکا بوٹی کرتے ہیں۔ میں نے بھی خیال ہی خیال میں اس کا مطالبہ کر ڈالا۔ فی الحال مجھے سونیا کو نظر انداز کر کے فرہاد کو ذہنی اذیتیں پہنچانی چاہئیں۔ اس کی کوئی بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنی چاہیے۔“

اس کے سامنے کمیونیکیٹنگ مشین رکھی ہوئی تھی۔ وہ اسکرین پر میری تحریر پڑھتے ہوئے سوچنے لگا۔ ”مجھے اچھی طرح سوچ سمجھ کر فرہاد کی کوئی بہت بڑی کمزوری معلوم کرنے کے بعد مطالبہ کرنا چاہیے۔“

ادھر ہم اس کے پیغام کے منتظر تھے۔ سونیا نے کہا۔ ”تم نے اسے الجھا دیا ہے۔ اس کی خاموشی سمجھا رہی ہے، وہ اپنے مطالبے پر غور کر رہا ہے۔“

ایسے ہی وقت اس کی مختصر سی تحریر ابھری۔ اس نے لکھا تھا۔ ”میری ایک اہم مصروفیت نکل آئی ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔“

میں نے مسکرا کر سونیا کو دیکھا۔ وہ بولی۔ ”وہ سوچ میں پڑ گیا ہے۔ یقیناً کوئی نیا مطالبہ پیش کرے گا۔“

میں نے کمیونیکیٹنگ مشین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اور ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ اس کا نیا مطالبہ کیا ہو سکتا ہے؟“

”وہ جرمنی اور امریکا کے شمالی علاقوں میں اپنی ایک ریاست قائم کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد کے لیے ہاتھ دھو کر اکابرین کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر وہاں قبضہ جمانا چاہتا ہے۔ ممکن ہے اسے ہمارا تعاون درکار ہو اور تعاون حاصل کرنے کے لیے ہی وہ کوئی زبردست مطالبہ کرنے والا ہو۔“

میں نے کہا۔ ”اگرچہ اس کے پاس خیال خوانی کرنے والوں کی فوج ہے۔ تاہم وہ آسانی سے اکابرین کو زیر نہیں کر سکے گا۔ ان کے علاقوں پر قبضہ جمانے کے لیے ہر حال میں ہمارا تعاون حاصل کرنا چاہے گا۔“

”وہ ہماری اور اکابرین کی عداوتوں کے بارے میں خوب جانتا ہے اور یہ ریکارڈ موجود ہے کہ اکابرین ہمیشہ ہم سے مات کھاتے رہے ہیں۔ وہ ہمارے ذریعے ہی انہیں مات دینے کی کوشش کرے گا۔“

”یقیناً وہ ایسا ہی کرے گا۔ مگر ابھی اکابرین کی طرف دھیان نہیں دے رہا ہے۔ وہ صرف اسے کانٹوں کی طرح کھٹک رہے ہیں۔ لیکن ہم تو اسے ہر قدم پر چبھ رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں جھکانے کے لیے وہ مسلمانوں کو نشانہ بناتا رہے گا۔ ہمیں سمجھوتا کرنے پر مجبور کرتا رہے گا۔ یوں ہم سے کوئی بھی زبردست مطالبہ منوائے گا۔“

میں نے ذرا توقف سے کہا۔ ”اور معاملہ امریکا کے شمالی علاقوں کا ہو یا دنیا کے کسی بھی کونے کا.... میں کہیں بھی، کسی بھی سمجھوتے پر ایشورارا کو یہاں قدم جمانے کا موقع نہیں دوں گا۔ اگر یہی کرنا ہوتا تو تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کبھی اکابرین کے پاس نہ پہنچاتا۔ دشمنوں کو بھی تحفظ نہ دیتا۔ جرمنی، انگلینڈ اور فرانس کے اکابرین پر مٹی ڈال کر صرف اپنے اور اپنی مسلمان برادری کے تحفظ کے بارے میں سوچتا۔“

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ ”ہم اپنے دشمنوں سے دشمنی تو کر سکتے ہیں۔ مگر ان کی طرح خودغرض نہیں بن سکتے۔ موقع ملے تب بھی انسانی ہمدردی کے ناتے ان سے تعاون ضرور کرتے ہیں لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ برے حالات کا دھوبی پاٹ بھی ان کے دلوں کا میل صاف نہیں کر پاتا۔“

”جنہیں اللہ ہدایت نہ دے، انہیں کہیں سے ہدایت نہیں ملتی۔ ہماری ہمدردیوں کو اور تعاون کو نہ تو سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کا بدلہ چکا سکتے ہیں۔ ہماری نیکیوں کا صلہ صرف اللہ ہی دیتا ہے اور وہ دے رہا ہے۔“

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے